ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

حسب فرمائش برادرم مکرم جناب حاجی محمد سعید صاحب سلمہ اللہ الواہب تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر ۵

ترجمہ تفسیر فتح العزیز

اردو

سیپارہ تبارک الذی

از اہتمام راجی غفران احد محمد عبد الصمد غفر لہ اللہ الاحد نبیرۂ حاج مبرور محمد مصطفی خانصاحب مغفور

در مطبع مصطفائی واقع کانپور مطبوع گردید

فہرست مضامین تفسیر فتح العزیز سیپارہ تبارک

مضامین	صفحہ
صور کی شکل کا بیان	۱۴۴
بیان اُس مضمون کا جو صور مین پھونکا جائیگا	۱۴۵
مسنون روزون کا بیان	۱۵۸
بہشتیون کی دستاویز کی شرح	″
مسئلہ شرعی	۱۶۳
خلق اللہ کے ساتھ احسان کرنا کافرونکا اُنکے عذاب مین تخفیف کا سبب ہوگا	″
سورۃ المعارج	۱۷۴
جتنے فعل اور تاثیرین عالم مین ہین وہ سب تین چیزون کے واسطے سے ظاہر ہوتی ہین	۱۷۷
متعہ کی قباحتون کا بیان	۱۹۸
جو عورتین حرام ہین اور جو جو طریقے شہوت رانی کے خلاف شریعت ہین اُنکا بیان	۲۰۲
امانت کے قسمون کا بیان	۲۰۳
نماز کے مفسدات اور مکروہات کا بیان	۲۰۵
کراست اور ذالت کا بیان	۲۰۶
حرص اور بیصبری انسانکی خلقت مین زیادہ کردینے کا بیان	۲۰۷
سورۃ النوح	
حضرت ادریس ع کے فوت ہونیکے بعد بت پرستی	۲۱۶
ہونے کا سبب جسکے واسطے حضرت نوحؑ بھیجے گئے	۲۱۶
داعیان الی اللہ کے طریق سلوک کا بیان	۲۱۹
حضرت نوحؑ کی مناسبت کا بیان آنحضرتؐ کے ساتھ	۲۲۰
اجل مبرم و معلق و وہمی کا بیان	۲۲۷
پیغمبرونکے مقابلے مین جو کافر مکر کرتے ہین اُنکا بیان	۲۴۵
گنہگار نافرمان کو عذاب قبر سے خلاصی نہین	۲۵۳
سورۃ الجن	۲۶۱
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسطرح آدمیون کے نبی تھے اُسیطرح جنون کے بھی نبی تھے	۲۶۶
فائدہ غریبہ	۲۷۲
اقتدار کا کوئی نہ بزور شریک ہوسکے اور نہ برضا	۲۸۰
ہمارے ہان لوگ جنونکے واسطے کھانا بھی مقرر کرتے ہین	۲۸۲
جناتکے ضرر سے بچنے کی دعا اور اُنسے مدد طلب کرنیکی ممانعت	۲۸۴
جن بھی مذاہب مختلف رکھتے ہین	″
ابلیس کے پوتے کی حکایت	۳۱۲
جو جن صحابہ مین ہین اُنکے نام	۳۱۳
بہت جن بھی صحابیت کے درجے کو پہونچے ہین	″
کافر جنون کے فرقون کا بیان	۳۱۴
ملحدون کے اعتراض کا جواب	۳۱۵
استقامت کی مدح	۳۱۸
مسجد کے لفظ کی تحقیق	۳۱۹
لوگ اپنی نافہمی سے دنیا کے مقدمون مین اُنکی	

عبارت مقدمہ از جانب حضرت مترجم علیہ الرحمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ٭ حمد اور نعت کے بعد فقیر سراپا تقصیر قلیل البضاعہ قدیم الاستطاعہ خادم علماے زمان احقر العباد محمد حسن خان مصطفی آبادی عرف رامپوری تجاوز اللہ عن ذنبہ المعنوی والصوری خدمت مین برادران دیندار اور محبان تقوی شعار کی عرض کرتا ہے کہ قبل اسکے سنہ ۱۲۶۱ ہجریہ مقدسہ نبویہ مین جب تفسیر فتح العزیز فارسی کے سیپارہ عم کا ترجمہ بموجب حکم سہل جود و سخا منبع فیض و عطا محسن دوران فیاض زمان قدردان علما و شرفا جناب ناخدا محمد علی بن محمد حسین صاحب روگھی دامت حسناتہم وبرکاتہم کے بزبان ہندی عام فہم چھپکر شایع ہوا اور حق تعالی کے فضل و کرم سے نہایت مرغوب طبایع ہوا تو ہر شخص کمال شوق و رغبت کہنے لگا کہ اگر سیپارہ تبارک الذی کی تفسیر بھی مثل اسکے ہندی زبان مین ترجمہ ہو کر چھپا کرے تو دین کا بڑا فائدہ ہو اور ہم لوگونکی بخوبی سمجھ مین آئے پس انکی خواہش اور خواستگاری کے سبب جناب ناخدا صاحب ممدوح کو منظور ہوا کہ اسکا بھی ہندی مین ترجمہ ہو کر چھپے تاکہ کوئی اس فیض سے محروم نہ رہے الحمد للہ کہ حسب اشارہ و حسن نیت جناب موصوف کے سنہ ۱۲۶۲ ہجری مین اسکا ترجمہ بھی مطبع محمدی مین چھپنا شروع ہو گیا اللہ تعالی مقبول فرمائے اور نفع اسکا دینی بھائیونکو پہونچائے **فائدہ** معلوم ہو کہ اس ترجمے مین کئی باتون کی رعایت کی گئی ہے سو دریافت کرنا انکا مطالعہ کرنیوالونکے واسطے ضروری ہے (۱) اسمین لفظی ترجمہ کا لحاظ نہین کیا بلکہ ہندی محاورے کے موافق آسانی کے ساتھ مطلب سمجھایا گیا (۲) اصل مضمون مین زیادتی اور کمی نہین کی ہان کسی اجمال کی تفصیل مین چند الفاظ بڑھا دیے مگر مطلب وہی رہا (۳) جہان کوئی مطلب دقیق اور مشکل آگیا جسکا سمجھنا کسی دوسرے علم پر موقوف ہے جیسے کوئی قاعدہ علم ریاضی یا حکمت کا ہو تو اسکا فقط ترجمہ کر دیا اور اسکی اصطلاحی باتونکی طول طویل تصریح نہین کی کہ یہان تفسیر قرآن شریف کی عام فہم منظور تھی نہ قواعد حکما کی تحقیق (۴) ترجمہ اسکا کلکتہ کی چھپی ہوئی فارسی تفسیر عزیزی کے موافق ہے کہ عبارت اسکی نہایت صحت کے ساتھ چھپی تھی۔

۶۸۸۸

موجودات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورت الملک اس مین تیس ۳۰ آیتین اور تین سو پینتیس ۳۳۵ کلمے اور ایک ہزار تین سو تیرہ حرف مین اور
اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے مین اختلاف ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
روایت آئی ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور الم تنزیل السجدہ کے بعد مکے مین نازل ہوئی ہو اور اسکے بعد
سورۂ حاقہ اور سورہ معارج نازل ہوئی ہین اور حسن بصری رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابیون کی
روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور اس مین تیس ۳۰ آیتین ہین موافق صحیح حدیث کے جو
صحاح مین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ایک سورت ہے حق تعالی کی کتاب سے جسکی کل تیس ۳۰ آیتین ہین ایک شخص گنہگار کی شفاعت مین اسقدر
اصرار اور ہٹ کیا کہ اسکو جہنم کے گڑھے سے نکال کے بہشت مین داخل کیا اور وہ سورت تبارک الملک ہے
اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مین دوست رکھتا ہون اس بات کو کہ یہ سورت ہر مسلمان کے دل مین ہووے یعنی اس سورت کو
چاہیے کہ ہر مسلمان یاد کرے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوا ہی کہ
مردے کو جب قبر مین رکھتے ہین اور عذاب کے فرشتے آتے ہین تو یہ سورت اس مردے کی
حمایت کرتی ہے اور ان فرشتون کو منع کرتی ہے اگر وے پاؤن کی طرف سے ارادہ آنے کا کرتے
ہین تو ادھر سے ان کو منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مین ادھر سے تم کو آنے نہ دونگی اسواسطے کہ اس
شخص نے کھڑے ہو کر مجھکو نماز مین پڑھا تھا پھر اگر وے سر کی طرف سے ارادہ آنے کا کرتے ہین تو بھی ادھر سے

بھی منع کرتی ہی اور کہتی ہی کہ اِس شخص نے مجھکو اِس منہ سے پڑھا ہی سو مین تمکو اِس طرف سے بھی آنے
ندونگی اور اِسی طرح داہنے اور بائین سے بھی منع کرتی ہی اور کہتی ہی کہ اِن دونون طرف سے بھی تمکو
آنے ندونگی اسواسطے کہ اِس شخص نے اپنے سینے مین مجھکو یاد رکھا ہی اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ
عشا کی نماز کے بعد اِس سورت کو دو رکعت نفل مین بیٹھ کے پڑھا کرتے تھے اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب کو سونے کے پہلے اِس سورت کو ضرور پڑھتے تھے اِسی واسطے اِس سورت کا
نام حدیث شریف مین مانعہ اور منجیہ وارد ہوا ہی اسواسطے کہ اپنے پڑھنے والے کو قبر کے عذاب سے بچاتی ہی
اور نجات بخشتی ہی اور قیامت کے ہول اور صدمون سے محفوظ رکھتی ہے اور اِس سورت کے ربط کی
وجہ سورۂ تحریم سے یہ ہی کہ سورۂ تحریم مین گھر کے انتظام اور بندوبست کی شرطین بیان ہوئین کہ آدمی کو
اپنی عورتون اور گھر والون کے ساتھ کس طرح گذران کرنا چاہیے اور اگر اسکے اہل وعیال کسی گناہ مین مبتلا ہون
اور دوزخ والونکے کام کرنا شروع کرین تو اِس شخص پر لازم ہی کہ انکو اُس بدراہ سے روکے اور اُس راہ پر
چلنے ندے اور اِس سورت مین خدائی اور شاہنشاہی کے دستور اور آئین مذکور ہین اُس سورت مین ایک گھر
کی ریاست کا انتظام مذکور ہی اور اِس سورت مین تمام جہان کی ریاست کا انتظام مذکور ہی اور ادنی سے
اعلی کی طرف ترقی کرنے کا قاعدہ اسی بات کو چاہتا ہی کہ وہ سورت پہلے ہو اور یہ اُسکے بعد ہو اور یہ بھی ہی کہ
اُس سورت مین دوزخ کی آگ کی صفت اِس مضمون سے بیان فرمائی ہی کہ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
یعنے ایندھن دوزخ کا آدمی ہین اور پتھر اور عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ
یعنے اس دوزخ پر مقرر ہین بے رحم اور سخت فرشتے بیحکمی نہین کرتے اللہ تعالی کی جو حکم کری انکو اور اِس سورت مین
اِس مضمون کو اسطور سے بیان فرمایا ہی کہ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ یعنے جب
ڈالے جاوینگے اُس دوزخ مین سنین گے اُسکی آواز اور وہ جوش مین ہو گی اور یہ بھی مذکور ہی کہ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا
أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ یعنے پوچھین گے نگہبان دوزخ کے کیا نہین آیا تھا تم پاس کوئی ڈرانیوالا اور یہ دونون
مضمون آپس مین بہت قریب ہین اور اِس سورت مین مذکور ہی کہ إِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ
حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ یعنے جب چھپا کر کہی نبی نے کسی اپنی بی بی سے ایک بات

پھر جب اُس نے خبر کر دی تھی اور جتا دیا اللہ نے نبی کو اور اس سورت مین مذکور ہے کہ وَاَسِرُّوا
قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یعنی چھپا کر کہو اپنی بات یا ظاہر کر کے کہو مقرر
وہ جانتا ہے سینون کی بات کو اور اُس سورت مین مذکور ہے کہ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ
هُوَ مَوْلٰىهُ یعنی اگر غلبہ کرو گے تم دونون اسپر تو اُسکا مولا یعنی کام بنانیوالا اللہ تعالی ہے اور
اس سورت مین مذکور ہے کہ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا یعنی تو کہہ وہ معبود رحمن ہے
اُسیکا ایمان لائے ہم اور اُسی پر بھروسا کیا ہمنے اور یہ بھی اُس سورت مین مذکور ہے کہ اپنی جورون کی
خاطرداری کیواسطے اللہ تعالی کی حلال کی ہوئی چیز کو کیون اپنے اوپر حرام کیا تو نے اور اس سورت
مین مذکور ہے کہ سلطنت اور حکومت سچی اللہ تعالی کیواسطے ہے پھر اُسکے حکمون کے بدلنے مین دوسرونکی پیروی
کرنا نچاہیے اسواسطے کہ حکم کرنا بادشاہون کیواسطے خاص ہے کسی کی خاطر کیواسطے بادشاہون کے حکم
کے خلاف کرنا ہرگز درست نہین ہے اب اسی پر قیاس کر کے اگر مناسبت کی وجہون کو ڈھونڈیئے تو بہت
نکل سکتی ہین اور اس سورت کا نام سورۃ الملک اسواسطے رکھا ہے کہ اسمین جو جو چیزین حقیقی بادشاہت
کیواسطے لائق ہین ان اس مالک الملک علی الاطلاق کیواسطے ثابت کیا ہے اور وہ بہت سی چیزین ہین پہلی
خیرات کی کثرت اور انعام اور احسان کی زیادتی سو یہ تبارک کی لفظ سے بوجھی جاتی ہے اور دوسری قدرت کا
عام ہونا یعنی سب چیز کو شامل ہونا یہان تک کہ مارنا اور جلانا بھی اختیار مین ہو جو کسی بادشاہ کے قدرت
اور اختیار مین نہ تھا سو یہ مضمون وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے لفظ سے اور خَلَقَ
الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ کے لفظ سے بوجھا جاتا ہے اور تیسری اپنی رعایا کے اور منصب دارون اور
ملک کے حاکمون کے کامون سے باخبر رہنا کہ یہ بھی سلطنت کے لوازمون مین سے ہے سو یہ بات
لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کے لفظ سے اور اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کے لفظ سے بوجھی
جاتی ہے اور چوتھی غلبہ اور عزت اور مرتبہ علو ہونا سو عزیز کی لفظ اس پر دلالت کرتی ہے پانچوین
بخشش اور گناہون کا معاف کرنا جو غفور کے لفظ سے بوجھا جاتا ہے چھٹین اپنے اہل کارون اور غلامون اور
نوکرون کیواسطے بڑے بڑے عالیشان مکان تیار کرنا سو یہ مضمون خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مین پایا جاتا ہے

ساتوین اپنی رعایا مین کسی طرح کی کمی بیشی اور تفاوت نکرنا جو مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ کے مضمون سے
بوجھا جاتا ہی آٹھوین اپنے مملکت کے شہرون کو آراستہ کرنا اور شیشے بندی اور روشنی کر کے
زینت دینا سو یہ بات اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ کے مضمون سے بوجھی جاتی ہے
نوین دشمنون کے مقابلے کے واسطے لڑائی کا سامان جیسے توپ بندوق گولہ باروت قیدخانہ
بیاوے طیار رکھنا سو یہ مضمون وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ
اور وَسَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ مین پایا جاتا ہی دسوین بہت سے اسباب سرفرازی اور رحمت کے
اپنے دوستون اور فرمان بردارون کے واسطے طیار رکھنا جو اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ
مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ کی آیت سے بوجھا جاتا ہی اور ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ
مین پے درپے تین آیتون تک یہی دونون مضمون تاکید کے طور پر بوجھے جاتے ہین گیارھوین وحشی و
پالو جانورون کو توشخانہ مین رکھنا سو یہ مضمون اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ سے بوجھا جاتا ہی
بارھوین ملک مین امن اور غلہ کی ارزانی اور رزق اور روزینے اور درماہے اور سالیانے کی وسعت اور
کشادگی کرنا سو یہ مضمون ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ مین اور بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ تک ان سب
آیتون مین یہی مضمون بوجھا جاتا ہی تیرھوین یہ بات کہ کسی کو اسقدر نہ بڑھانا جو اس درگاہ کے
مردودون اور نکالے ہوون کو بٹھا دے یا حمایت اور طرفداری کرے یا اس بارگاہ کے محروم
اور بے نصیب کو کچھ روزی پونہچا دے یا کچھ دیوے کہ اسکا کوئی کام نکلجاوے یا کسی طرح سے اسکو نفع پونہچا دے
سو یہ مضمون اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ کی آیت مین اور
بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ تک بوجھا جاتا ہے اور یہ سورت رحمانیات کی صورتون سے ہی یعنے
جن مین اسم ذات کے مقام پر رحمٰن کی لفظ کو لائے ہین جیسے سورہ انبیا اور سورہ یٰسین اور
سورہ مریم اور سورہ طٰہ اور سورہ حاقہ اور سوا انکے بھی اور سورتین ہین اسی طرح بعضی سورتین
ربانیات ہین یعنی ان مین اسم ذات کے مقام پر رب کے نام کو لائے ہین جیسے سورہ ہود
اور سورہ یوسف بڑی سورتون مین اور سورہ والفجر وغیرہ چھوٹی سورتون مین ہین واللہ اعلم بالصواب

ف / توشخانہ اس مکان کو کہتے ہین جس مین ہر قسم کے جانور رہتے ہین ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ بڑی برکت والا ہی نام پاک اُسکا جسکے قبضۂ قدرت مین ہی سلطنت آسمان و زمین کی اور جو اِن دونون کے درمیان مین ہی۔ اب یہان پر جاننا چاہیے کہ اذکار شرعیہ یعنے دس ذکر جیسے تسبیح یعنے سبحان اللہ اور تحمید یعنے الحمد للہ اور تکبیر یعنے اللہ اکبر اور تہلیل یعنے لا الٰہ الا اللہ اور توحید یعنے وحدہ لاشریک لہ اور حوقلہ یعنے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور حسبلہ یعنے حسبی اللہ اور تسمیہ یعنے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور استعاذت اور تبارک۔ یہ دسون ذکر ہر شریعت مین مختلف لفظون سے رائج اور معمول بہے ہین چنانچہ قرآن شریف مین یہ ذکر یعنے تبارک کا دو سورتون کی ابتدا مین واقع ہوا ہے ایک یہ سورت اور دوسری سورۂ فرقان اور تحمید کا ذکر پانچ سورتون کی ابتدا مین ہی اول سورۂ فاتحہ دوسری سورۂ انعام تیسری سورۂ کہف چوتھی سورۂ سبا پانچوین سورۂ فاطر اور تسبیح کا ذکر سات سورتون کی ابتدا مین ہی اول سورۂ بنی اسرائیل دوسری سورۂ حدید تیسری سورہ حشر چوتھی سورۂ صف پانچوین سورۂ جمعہ چھٹی سورۂ تغابن ساتوین سورۂ سبح اسم اور اِس ذکر کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کی کثرت کا ملاحظہ کرنا ہی جو ہر ہر ذرّہ مین ذات عالم سی جلوہ گر ہین اور یہ بات ہمیشگی کے ساتھ پائی جاتی ہے کبھی جدا نہین ہوتی اِسواسطے کہ برکت کے مفہوم مین دونون چیزین داخل ہین ایک خیر کا پایا جانا اور دوسری ہمیشہ اُس مین رہنا اسی واسطے جس مین خیر نہ پائی جاے اسکو مبارک نہین کہتے ہین اور جس سے ایک بار یا دو بار خیر پائی جاے اُسکو بھی مبارک نہین کہتے ہین بلکہ مبارک اُسی کو کہتے ہین جسمین ہمیشہ خیر کا صدور پایا جاے اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ تمام ان بے انتہا عالمون کے اصول یعنے جڑ دو عالم ہین ایک کا نام مُلک ہے جسکو عالم اجسام کہتے ہین وہ عرش سے فرش تک ہے اور دوسرے کا نام ملکوت جسکو عالم ارواح کہتے ہین سو وہ قلم اعلیٰ سے نفس ناطقۂ انسانیہ تک ہے اور اُس مالک علی الاطلاق کا حکم اُن دونون عالمون مین بادشاہون اور مالکون کے مانند جاری ہی سو اُس مالکیت اور تصرف کے اعتبار سے عالم مُلک اُس اپنے مالک کا

وصف تبارک کی لفظ سے بیان کرتے ہین اسواسطے کہ یہ لفظ ہمیشہ کی کثرت خیر پر دلالت کرتی ہے
اور یہ بات ظاہر ہو کہ یہ عالم روز بروز زیادتی اور ترقی پر ہو اور ہر ساعت اور ہر لمحہ مین ترکیبین عجیب اور
صفتین غریب اور نادر جو علم الٰہی مین پوشیدہ ہین ظاہر ہوا کرتی ہین اور تسخیر اور گھیر لینے کے اعتبار سے
عالم ملکوت اپنے ارادی کی خواہش سے اُس مالک الملک کا وصف تسبیح کے لفظ سے کرتے ہین جو تنزیہ
اور تقدیس کے معنون مین ہو یعنے ہر عیب سے اُسکی ذات پاک ہے چنانچہ سورہ یٰسین کے آخر مین فرمایا ہے
فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ یعنے پاک ذات ہو اُسکی جسکے قبضہ قدرت مین ہو حکومت
ہر چیز کی اور یہ تسبیح کے لفظ سے ذکر کرنا اسواسطے ہو کہ تنزہ اور تقدس عالم ارواح کے مناسب ہے،
اور جب تبارک الذی کے جملے کے بیان کرنے سے قدرتون الٰہی کے عجائبات کی طرف جو عالم ملک
مین ظاہر اور محسوس ہین اور امکان کے پردے سے نکل کر وجود کے میدان مین جلوہ گر ہو رہے ہین
اور وے اسقدر ہین کہ شمار اور گنتی کی حد سے باہر ہین تمام اشارہ ہو چکا تو اب بیان فرماتے ہین کہ
تصرف اور تدبیر اللہ تعالیٰ کی اِس عالم مین جو چیز کہ موجود اور محسوس ہو اسی پر منحصر نہین ہو بلکہ جسپر
صفت امکان کی صادق آسکتی ہو اور کہہ سکتے ہین کہ یہ ممکن ہو اگرچہ وہ چیز امکان کے پردے مین
چھپی ہو لیکن قدرت اللہ تعالیٰ کی اُسکے ساتھ متعلق ہو یعنے یہ کہہ سکتے ہین کہ وہ اُس پر قادر ہے
چاہے تو ظاہر کر دے وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے
وہ چیز موجود ہو یا نہو مستعد ہو یا نہو اور یہی وجہ ہو کہ موجودات کی امکانیہ صورتون کی انتہا
نہین ہو اور اُسکی قدرت کے خزانے اسقدر معمور اور پر ہین کہ اُنکی گنتی اور شمار کوئی نہین کرسکتا
چنانچہ دوسری جگہ خود فرمایا ہو وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ
یعنی جو چیز ہو اُسکے خزانے ہمارے پاس بھرے پڑے ہین اور نہین اُتارتے ہین ہم اِس مین سے
مگر ایک اندازہ کے ساتھ جو معلوم ہو یہان خوب غور کر کے دیکھا چاہیے کہ یہ کثرت ہر چیز کے
خزانون کی کسی بادشاہ کے واسطے متصور نہین ہو سکتی چنانچہ یہان پر کتنے کارخانے اُس کی
قدرت کاملہ کے بیان کیے جاتے ہین اِنکو خوب غور اور تامل سے دیکھا چاہیے کہ کیا کیا اُسکی قدرت کی

عجائب اور غرائب نشانیان ظاہر ہو رہی ہین تاکہ انکو دیکھ اور سمجھ کے اسکی بادشاہت کی وسعت تمہارے ذہنون مین کچھ ورآوے اور ایک تھوڑی سی معرفت جو اُس جناب پاک کی طرف رجوع اور متوجہ ہونے کا سبب ہو سکے تمکو حاصل ہووے اب ان کارخانون مین سے پہلے اپنی نوع اور قسم کے کارخانے کو جو خاص ہمکا کے جیسے ہین خوب غور اور فکر سے دیکھا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی برکت نے اس بات کو چاہا کہ ایک قسم کو اپنی مخلوقات سے اپنی قدرت اور اختیار کا ظل اور نمونہ بنا دے اور خاص اپنے علم اور شعور کی روشنی سے کچھ اُسکو عنایت کرے تاکہ اپنے اختیار سے ہمیشہ نیک بات کرنے مین اللہ تعالیٰ کے خُلق کی صفت کے ساتھ مشابہت پیدا کرے اسواسطے کہ سواے انسان کے جتنے اور مخلوقات الٰہی ہین وے بہت نیک باتیں کرنے مین اس قسم کا اختیار نہین رکھتے بلکہ اُنسے نیک بات جو ہوتی ہے یا تو وے اسمین بے اختیار محض ہوتے ہین جیسے آسمانون کی گردش اور ستارے اور عناصر اور معادن اور نباتات کی تاثیر کہ یہ بات یعنے تاثیر اُنکے اختیار مین نہین ہے یا کچھ ضعیف اختیار رکھتے ہین لیکن وہ اختیار طبیعت اور عادت کے طور پر ہوتا ہے اسی سبب سے وے بھلائی اور برائی کے سزاوار نہین ہوتے ہین اور نیکوئیان اُنکی ہمیشہ نہین ہو سکتین جیسے حیوان یا اختیار رکھتے ہین لیکن اُسمین مجبور ہین اور اپنے خاوند کے سامنے بے اختیارون کی طرح سے مقہور جیسے فرشتے اور کام کرنیوالی روحین اس سبب سے انسان کی قسم کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا اور قدرت اور اختیار اور شعور اور بوجھ جیسے چاہیے ویسے اُسکو دی تا وہ انسان ایسے کام کرے جنکی تاثیر ہمیشہ رہے اور عالم کی آبادی کا سبب ہو۔ پھر ایسی نادر قسم کو پیدا کر کے اپنا خلیفہ کیا اور اسکو اسی کے طور پر مختار کر کے چھوڑ دیا پھر اب اسکے واسطے کوئی چیز ایسی چاہیے جو اسکو نیک بات کی طرف رغبت دلاوے اور بری خواہشون اور برائیون سے اسکو باز رکھے سو اللہ تعالیٰ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ ایسا قدرت والا بادشاہ ہے جسنے موت اور زندگی کے سبب سے تم اختیاری کامون پر قدرت پاؤ اور موت کے سبب سے ان کامون کے نیک آثار ظاہر ہووین پس یون بوجھا چاہیے کہ زندگی گویا بیج اور کام کے درخت کی پیدایش کا سبب ہے اور موت اُس درخت مین پھل لگنے اور اسکے آثار ظاہر ہونے کا سبب ہے اور یہ تدبیر عجیب اور غریب حق تعالیٰ نے اسواسطے کی ہے لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۚ تاکہ تم سب کو جانچے کہ

ر نوع انسان کے کارخانے کے ایجاد کا بیان ہے

کون تم مین سے بہتر اور اچھا ہی کام کرنے مین اور نیک عمل کے درجون کے تفاوت کے سبب سے تمہاری
مشابہت کے مرتبے بھی اپنے خالق کے ساتھ گھٹ بڑھ جاتے ہین جسقدر خلوص نیت اور اہلیت نیک
کام مین زیادہ ہوگی اُسیقدر اللہ تعالی کی برکت کا ظہور تم مین زیادہ ہوویگا پس اِس تدبیر سے برکت کے
بیج کو اللہ تعالی نے بویا ہی تاکہ حاصل اُسکا ایک عالم کی آبادی کا سبب ہووے اور اس عالم کا نام آخرت ہی
اور یہ تدبیر بلاشبہ اُن بڑی خزانے والون کی تدبیر کے مانند ہی جو چاہتے ہین کہ اپنے خزانے کو
کھیتی یا تجارت سے بڑھا دین تاکہ ایک تنگ دوسرا پیدا ہووے اور صورت دوسری حاصل ہووے لیکن
اِن دونون تدبیرون مین فرق اتنا ہی کہ خزانے والے اپنے خزانے کے بڑھانے مین دوسرونکی
طرف محتاج ہوتے ہین اور وہ مالک علی الاطلاق کسی کام مین دوسرے کی طرف احتیاج نہین رکھتا
بلکہ اپنے بعضی مخلوقات کو بعضی سے ترکیب دیکر اُس نقش کی صورت ظاہر کر دیتا ہی یہی سبب ہی کہ
باوجود اِس بات کے کہ اپنے بندے بڑی قدرت اور اختیار والون کو اُس نقش کے حاصل کرنے
مین واسطہ کر دیا ہی اور اُس کام کو اُنھین کے طور پر چھوڑ دیا ہی چنانچہ حدیث قدسی مین آیا ہی
اِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا عَلَيْكُمْ یعنے سوای اُسکے نہین کہ یہ تمہاری عمل ہین جو گنتے ہین ہم
تم پر لیکن اُسکے غلبے اور عزت مین ہرگز خلل نہین آیا اسواسطے کہ ہر چیز کے اختیار کی باگ اپنے
ہی قبضۂ قدرت مین رکھی ہی وَهُوَ الْعَزِيزُ اور وہی ہی ایسی عزت والا کہ ویسی عزت کسی دوسرے
مین متصور نہین ہوسکتی اور اگر ایسی عزت اسکی نہوتی تو نافرمانی اور عدول حکمی پر اُس مخلوق کو یعنے
انسان کو کہ اپنا خلیفہ بنا کر تصرف مین مختار کیا ہی مواخذہ اور تنبیہ نکر سکتا جیسے دنیا کے بادشاہ
کہ اگر کسی کو اپنا نائب بنا کر اور نیابت کی خلعت پہنا کر بالکل اختیار دیتے ہین پھر اُس سے
اُس منصب کا لینا دشوار ہوجاتا ہی اور ہرگز اُسکو موقوف نہین کر سکتے بلکہ اگر اُس سے کوئی خلاف
یا ایسی نامرضی بات ظاہر ہوتی ہی تو اُسپر اُسکو مواخذہ اور غصہ اور عذاب بھی نہین کر سکتے سو اللہ تعالی
کی ذات اِس نقصان سے پاک ہے اور وجود اس عزت اور غلبے کے کہ اُس مالک الملک مین پایا جاتا ہی
ایک صفت اور بھی ہی کہ الْغَفُورُ بخشنے والا اور عیب ڈھانکنے والا ہی یعنے اپنے بندون کو نافرمانی

اور تقصیرون پر جھٹ پٹ نہین پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہی پھر اگر اُنھون نے اُسی تقصیر پر ہٹ کی اور
نافرمانی کو اپنا پیشہ ٹھہرالیا یہانتک کہ لائق مغفرت کے نرہی تو البتہ اُنکو سزا دیتا ہی اب یہان پر دو سوال
ہین جواب طلب پہلا سوال یہ ہی کہ موت کو حیوۃ پر کیون مقدم لائے اسواسطے کہ ظاہر مین پہلے زندگی ہے
اُسکے بعد موت ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ عمل نیک ظاہر ہونے کا سبب حقیقت مین موت ہی اور اِس جگہ پر منظور
نیک عمل کا امتحان ہی نہ اصل عمل پر مطلع کرنا تو اصل مقصود موت ہوئی اسواسطے کہ مقصد کا سبب ہے اور زندگی
اُسکا وسیلہ ہی اسواسطے کہ زندگی اُس کام کا سبب ہے جو وسیلہ ہی وَلِلْمَقَاصِدِ تَقَدُّمٌ رُتْبِيٌّ عَلَى الْوَسَائِلِ
وَاِنْ كَانَ لِلْوَسَائِلِ تَقَدُّمٌ زَمَانِيٌّ عَلَى الْمَقَاصِدِ یعنی مقصد کا رتبہ مقدم ہی وسیلہ کے مرتبے پر اگرچہ وسیلہ کا
وجود مقدم ہوتا ہی مقصد پر اور دوسرا جواب یہ ہی کہ موت عالم ملک مین ذاتی ہی یعنی قائم بالذات ہی اور
حیات عرضی یعنی قائم بالغیر اور ذاتی مقدم ہوتی ہی عرضی پر اور تیسرا جواب یہ ہی کہ موت کو حیات پر اسواسطے
مقدم کیا کہ موت ہر وقت آدمی کے سامنے رہتی ہی اور وہ کبھی اُس سے غافل نہین ہوتا چنانچہ حدیث شریف
مین بھی وارد ہی کہ اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ یعنی بہت یاد کرو اور پیش نظر رکھو نیست
کر دینے والی لذتون کو یعنی موت کو اور دوسری حدیث مین بھی ہی کہ بِئْسَ الْعَبْدُ نَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰى
یعنے بہت بُرا وہ بندہ ہی جو بھول گیا قبرون کو اور اُسمین جو آدمی پر گذرتا ہی یعنی سڑ گل جانا اور نیست و
نابود ہو جانا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہی کہ موت سے دُنیا کی
موت مُراد ہی اور حیوۃ سے آخرت کی حیات اور دُنیا کی موت پہلے ہی آخرت کی زندگی سے اور بعضے
مفسرون سے یون منقول ہی کہ موت سے مُراد نطفے کی حالت ہی اور حیات سے مُراد دُنیا کی
زندگی اور نطفے کی حالت زندگی کے پہلے ہوتی ہی اب اِس تفسیر پر لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
کے ساتھ مناسبت اِس طرح پر بوجھا چاہیئے کہ پہلے تمکو مُردہ کیا پھر زندہ کیا تو تمکو لازم ہے کہ
اِس بات کو بوجھ لو کہ تمکو پھر موت کے بعد زندگی ہی اور اپنے نیک عملون کا فائدہ اُس زندگی
مین تمکو پہنچنا ہی اور بد عملون کی سزا مین گرفتار ہونا ہی سو تمکو چاہیے کہ اِس بات کو سوچ کے
نیک عمل کے کرنے مین کوشش کرو اور بد عملون سے اپنے تئین دور رکھو اور دوسرا سوال

یہ ہی کہ موت کے پیدا کرنے کے کیا معنی اسواسطے کہ موت نام ہی زندگی کے جانے کا اور جانا ہر چیز کا
نیست ہو جانا اُس چیز کا ہی اور یہ مخلوق نہین ہی پس پیدا کرنا ایک چیز کا یہی اِسکے نیستی کے بیان
مین کافی ہی - اسکا جواب یہ ہی کہ موت اور حیات کے درمیان مین نسبت عدم اور ملکہ کی پائی
جاتی ہی اسواسطے کہ اپنی خواہش اور ارادے سے حرکت کرنے کا نام حیات ہی اگرچہ وہ حرکت اُسکی
بیقراری سے ہو جیسے دم کہ خود بخود بھیتر جاتا ہی اور اوپر آتا ہی اور جو چیز کہ لیاقت حرکت کی کبھی ہو
پھر اس سے حرکت اپنے ارادے سے نہو سکے اُسکا نام موت ہی اسی واسطے لکڑی اور پتھر کو مُردہ
نہین کہتے ہین اور ملکے کا عدم ہونا اسطور سے ہی کہ بالکل عدم ہو نہین سکتا بلکہ کچھ وجود کا
شائبہ اور بو اس مین باقی ہوتی ہی یہی سبب ہے کہ جو محل اسکی قبولیت کی لیاقت نہین رکھتا اسمین موت
نہین پائی جاتی - پھر جب اس مین شائبہ وجود کا پایا گیا تو قابلیت مخلوق ہونے کی بھی اسمین پائی گئی
جیسے حیات مین اور دوسرا جواب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ موت
اور حیات کی خلقت سے ان دونون کی صورت مثالیہ مراد ہی اسواسطے کہ عالم مثال مین موت کو
چت کبلے بکری کی صورت پر پیدا کیا ہی کہ جب کسی چیز پر اسکا گذر ہوا اور اسکی بو اُسکے دماغ مین پہونچی ہے
اُسی وقت وہ مر جاتی ہی اور حیات کو ابلق گھوڑی کی صورت پر پیدا کیا ہی کہ جب کسی چیز پر اسکا گذر ہوا
اور اسکی بو اُسکے دماغ مین پہونچی تب ہی وہ چیز زندہ ہو گئی اور یہی وجہ ہی کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ
قیامت کے دن بعد داخل ہونے بہشتیون کے بہشت مین اور دوزخیون کے دوزخ مین موت کو بکری
کی صورت پر لاکر ذبح کر ڈالین گے تاکہ دوزخ والون کو غم دونا ہووے - اور بہشتیون کو بے انتہا
خوشی حاصل ہووے اور سامری کے قصے مین بھی واقع ہی کہ اُس نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ابلق
گھوڑی پر سوار دیکھا اور اُسکے سم کے نیچے سے ایک مٹھی خاک اُٹھالی تھی اور اسکو بچھڑے مین جو قبطیون
کے زیور سے بنایا تھا ڈالدی تھی اور اُسکو ایک طلسم بنا کر اپنا معبود قرار دیا تھا اور حدیث شریف مین
وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اِس آیت کو پڑھا اور اِس لفظ تک پہونچے کہ اَیُّکُمْ
اَحْسَنُ عَمَلًا تو آپنے اسکی تفسیر مین ارشاد فرمایا کہ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَقْلًا وَاَوْرَعُ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ

وَاَسْرَعُ فِی طَاعَةِ اللّٰہِ یعنی کون تم مین سے نیک ہے عقل کا اور بہت ڈرنیوالا اللہ تعالی کے محارم سے اور
اور جلدی کرنیوالا اللہ تعالی کی بندگی مین یعنی نیک عمل سے لفظون کی کثرت مراد نہین ہی بلکہ آداب
کی رعایت کرنا اور اپنے نفس کو ممنوعات سے باز رکھنا مراد ہی اسواسطے کہ گناہ جب عبادت مین
پایا جاتا ہی تو اُس عبادت کے اثر کو ضعیف کر دیتا ہی ۔ پھر اب اُس سلطنت کی عمارتون کو اور
عالی بناؤن کے کارخانے کو غور سے دیکھا چاہیے اور وہ ظاہر ہی کہ عالم ملک مین نہایت کمال
درجے کی پیدائش آسمان ہی اسواسطے کہ کوئی چیز ایسی مضبوط اور سڈول اور آراستہ سب قسم کے
سے برابر دنیا مین پائی نہین جاتی سو وہ اللہ تعالی اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
ایسا بادشاہ قدرت والا ہی جس نے پیدا کیے سات آسمان تاکہ ہر آسمان سے ایک فیض خاص
عالم پر نازل فرماوے اور اُس فیض کو آدمی مین اُس آسمان کی طرف یا ستارون کی طرف یا اُن
روحون کی طرف جو اُس آسمان سے تعلق رکھتی ہین نسبت کرین اور اُس مالک علی الاطلاق کا
فعل اُس پردے مین چھپا ہوا رہے جسطرح ظاہری بادشاہون کی عادت ہوتی ہی کہ اپنے کامون کو
اہلکارون سے لیا کرتے ہین اور اپنے فعل کو اُنکے پردے مین چھپا رکھتے ہین اور جاننا چاہیے
کہ جو نعمت دنیا مین پائی جاتی ہی اُسکا اصل اور مبدا کسی آسمان سے علاقہ رکھتا ہو اور اُس آسمان
کے رہنے والے اُس نعمت کے پونہچانے کے واسطے پڑے ہین اور اِن آسمانون کو جدا جدا بنایا
تاکہ لوگون پر فیض پونہچے مین اختلاف نزدیکی اور دوری کا واقع ہو بلکہ کیا اِن ساتون
آسمانون کو طِبَاقًا طبقے طبقے یعنے ہر آسمان اپنے نیچے والے آسمان کو محیط اور گھیرے
ہوئے ہی اور جو فیض کہ اوپر کے آسمان سے نازل ہوتا ہی وہ اُس آسمان پر جو اُسکے نیچے ہی
نازل ہوتا ہی پھر جو اُسکے نیچے ہی اسی طرح ہر نیچے کے آسمانون پر نازل ہوتا ہوا بلکہ ہر آسمان کے
فیض کو شامل ہوتا ہوا زمین پر نازل ہوتا ہی ۔ اور یہ بھی ہی کہ ساتون آسمانون کو آپسمین
مطابق ایک دوسرے کے بنایا تاکہ اِس آپس کی موافقت کے سبب سے کسی طرح کا خلل اور فساد
دنیا کے حکمون مین راہ نپاوے ۔ اور یہ تدبیر عجیب کائنات کے نیک عملون کی تمامی کا سبب ہووے

یہی سبب ہے کہ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ نہین دیکھتا ہے تو اللہ تعالے
کی پیدایش مین نہ عالم علوی اور نہ عالم کون و فساد مین یعنی دنیا مین مِنْ تَفٰوُتٍ
کسی طرح کا تفاوت اور نقصان نہ حکمت کی رعایت مین اور نہ آراستگی مین اور نہ
کسی چیز سے تاثیرون کے صادر ہونے مین جو مطلوب ہین مگر جو تفاوت کہ ظاہر
مین پایا جاتا ہے سو وہ صور نوعیہ کی طبیعتون کے مختلف ہونے کے سبب سے اور
اختیار والون کے ارادے اور خواہش مختلف ہونے کے سبب سے ہے اور یہ تفاوت
عین حکمت اور جہان داری کا مقتضا ہے اگر یہ تفاوت نہوتا تو عجیب عجیب آثار اور
نادر نادر ترکیبین ظاہر نہوتین سو اے سننے والے اگر اس امر مین تجھکو کچھ بھی شک اور
شبہہ ہووے اور اس تفاوت کو اسکی حکمت کی رعایت کے نقصان کا تو سبب
سمجھے تو فَارْجِعِ الْبَصَرَ پس پھیر اپنی آنکھ کو عالم علوی کی طرف اسواسطے کہ
اصل اور مبدا ہونے والی اور فاسد ہونے والی چیز کا وہی ہے اور جب تک چیز
کی اصل مین خلل نہین آتا ہے تب تک اس چیز مین کسی طرح کا نقصان متصور
نہین ہوسکتا هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ کیا دیکھتا ہے تو عالم علوی مین کوئی
شگاف یا دراڑ جو اسکی حکمت کے نقصان پر دلالت کرے اور اگر ایک مرتبے کے
دیکھنے مین تجھکو تشفی اور خاطر جمع حاصل نہو اور تو کہے کہ پہلی نظر کا اعتبار نہین تو ثُمَّ
ارْجِعِ الْبَصَرَ پھر پھرا اپنی عقل کی آنکھ کو اور اس عالم کے احوال کو دیکھ
کَرَّتَیْنِ دوہرا کر یعنے مکرر دیکھ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا
پھر آویگی نظر تیری طرف ہانکی ہوئی اور کھدیری گئی گویا اللہ تعالی کی حکمتون کی
دلیلون مین نقصان تلاش کرنے والے کو ہانکتے ہین وَّهُوَ حَسِیْرٌ اور وہ
نظر تھک گئی اور عاجز ہوئی۔ بس یہ امر صریح دلیل ہے اس بات پر کہ اللہ تعالی
ہر چیز مین حکمت کو دوست رکھتا ہے تو تمھارے اختیاری کامون مین بھی اسی بات کو

دوست رکھتا ہے کہ اچھی وجہ سے جسقدر کہ ممکن ہو واقع ہووین اور پائے جاوین اور
کسی طرح کا نقصان اور رخنہ جو حکمت کے خلاف ہو پایا نجاوے تاکہ اپنے خالق سے حتی المقدور
مشابہت حاصل کرہو اور اِس آیت مین اسم ذات کی جگہ رحمن کے لفظ کو اسواسطے لائے ہین کہ
عالم کی پیدایش مین حکمت کی رعایت کرنا سب نعمتون کا مبدا ہے اور یہ انعام کا عام ہونا
رحمانیت کی صفت کا اثر ہے جو عموم رحمت کے معنون مین ہے اور اِس جگہ پر جاننا چاہیے
کہ آسمان کا جوہر بسیط ہے یعنے مرکب نہین ہے عناصر اور مرکبات عنصریہ کے جوہرون کے
سوائے سو جس طرح پانی اور آگ اور ہوا اور خاک کو نہین کہہ سکتے ہین کہ فلانی چیز سے مرکب
ہین اِسی طرح آسمان کو بھی نہین کہہ سکتے کہ فلانے جوہر سے مرکب ہے اور جو روایتین کہ حضرت
کعب الاحبار وغیرہ سے آئی ہین کہ دُنیا کا آسمان پانی کی موج ہے کہ بے لگاو ٹھہرا ہی اور دوسرا
آسمان سفید موتی کا ہے اور تیسرا آسمان لوہے کا ہے اور چوتھا آسمان تانبے کا ہے اور
پانچوان آسمان چاندی کا ہے اور چھٹا آسمان سونے کا ہے اور ساتوان آسمان یاقوت سُرخ کا
ہے۔ سو یہ سب مشابہت اور تمثیل کے طور پر ہین یعنی اگر آسمانی جوہرون کو دُنیا کے جواہر
معلومہ سے تطبیق اور تمثیل دیوین تو یہ جوہر فلانے آسمان کے ساتھ مشابہ ہوگا اور یہ فلانے
کے ساتھ چنانچہ اِسی طور کی تطبیق اور تشبیہ کے سبب سے آفتاب کو زرین یعنی سنہرا اور چاند کو
سیمین یعنی روپہرا خیال کرتے ہین اور دِن کو اشہب یعنی سفید اور رات کو ادہم یعنی سیاہ
کہتے ہین اور جب حکمت کی رعایت کے بیان سے اور عالم علوی اور عالم سفلی کی عمارت
کے کارخانے کی عمل کی مضبوطی کے بیان سے فراغت پائی اور اِتنا معلوم کرلینا ضرور ہے کہ
عالم علوی کی بنائین بادشاہی ارک کے قائم مقام ہین اور عالم سفلی کی بنائین جو کائنات
اور فاسدات کو شامل ہین سو عالم علوی کی نسبت سے شہر کے رعایا کے گھرون کے
قائم مقام ہین تو اب اِن سب باتون کے بعد فرماتے ہین کہ اِس عمارت کے حسن ذاتی کی
تکمیل مین اور ہر کام کو اُسکی پوری حکمت کے ساتھ ادا کرنے مین کوئی نقصان باقی نہین رہا

خصوصاً عارضی بھلائیوں اور زینتوں کو بھی کمال کو پہونچایا ہے ہمنے اور انھیں زینتوں اور
نکوئیوں کو دشمنوں پر عذاب کا سبب اور چوروں کے واسطے نگاہبانی کا سبب کیا ہے کہ
اس سبب سے چور اور ٹھگ ہرگز اس محل خاص کے نزدیک نہیں ہو سکتے اور یہ ایک عجیب تدبیر ہے
جو کسی بادشاہ کو میسر نہیں ہوئی یعنی ایک ہی چیز ہے کہ اسکو سلطنت کی زینت اور رونق
اور اُسی کو دشمنوں پر قہر اور عذاب اور چوروں اور مفسدوں پر سیاست اور نگاہبانی کا
سبب کر دیا ہی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی **وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا** اور تحقیق
زینت دی ہم نے دُنیا کے آسمان کو جو زمین کے نزدیک ہے اور چاند اُس مین
پایا جاتا ہی **بِمَصَابِيحَ** بہت چراغوں سے جو اُس آسمان کے اوپر درجہ بدرجہ اپنے
اپنے مقام مناسب پر لٹکے ہوئے ہین چنانچہ ثوابت یعنے وہ ستارے جنکو حرکت نہین ہے
وہ سب کرسی مین معلق ہین اور زحل ساتوین آسمان مین اور مشتری چھٹے مین اور مریخ
پانچوین مین اور سورج چوتھے مین اور زہرا تیسرے مین اور عطارد دوسرے مین اور چاند
پہلے مین اور ان سب کی روشنی نے پہلے آسمان کو یعنی جو دُنیا کے قریب اور سب کے نیچے ہے
روشن کر رکھا ہی اور زینت دے رکھی ہی - یہان پر جانا چاہیئے کہ کسی مکان کو چراغوں سے
زینت دینا اس بات پر موقوف نہین ہی کہ سب چراغ اُسی مکان مین رکھے ہو وین بلکہ
اوپر سے رسیون اور زنجیرون کو لگا کر قندیلون کو لٹکا دینا اسطور سے کہ اُسکی روشنی سے
وہ سب مکان روشن ہو جاوے اِسی کا نام زینت ہی اور اگر بہت سے چراغ اس مکان مین
رکھدیے جاوین تو اُنکی روشنی اکثر باہر جاویگی اُس مکان کی چندان زینت نہووے گی
تو اب اس آیت سے ستارون کا دُنیا ہی کے آسمان پر پایا جانا سمجھنا عُرف کے خلاف ہے
اور حقیقت مین ستارون کے سبب سے زینت اِسی دُنیا کے آسمان کو ہی اسواسطے کہ یہ
سب کے نیچے ہی اور سب کی چمک اِسی پر پڑتی ہی خصوصاً زمین والون کے دیکھنے مین کہ
سب آسمانون کی شفافیت اور صفائی کے سبب سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سب ستارے

اسی آسمان مین ہین اور زینت مین وہی امر معتبر ہے جو سب آدمیون کے دیکھنے مین آوے
نہ وہ جو واقعی امر ہو جیسے چاندی پر سونے کا ملمع کر دیتے ہین تاکہ دیکھنے مین اچھا معلوم ہووے
اور ایک چراغ کو ہزار ہین کے شیشے مین رکھتے ہین تاکہ بہت چراغ معلوم ہووین اور زینت
حاصل ہووے اور دنیا کے آسمان کو واسطے خاص کرکے ذکر فرمایا کہ یہ آسمان عالم علوی کے
دروازے کے قائم مقام ہے جو بادشاہی ارک کا حکم رکھتا ہے اور دروازے کو زیب اور زینت
دیکر آراستہ کرنا اور نگاہبان اور چوکیدارون کو دروازے پر مقرر کرنا بادشاہی توزک کے
موافق ہے اور اس زینت کے بیان مین یہ بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو بھی ایسے مرتبے دیکر ہم
زینت دیتے ہین جو اسوقت اسکی قدر سے زیادہ ہوتے ہین لیکن حقیقت مین وہ مرتبے
اسکے اوپر والون کے مرتبے ہین جو اس مین ظاہر ہوتے ہین تاکہ جو کچھ اس مین استعداد سپرد
کی گئی ہے آخر حال مین ظاہر ہو دے **وَجَعَلْنٰهَا** اور کر دیا ہم نے ان چراغون کو توپ کے گولے
کی طرح **رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ** سنگسار کرنے کو شیطانون کے جو خبرون کے سننے
کے لیے اور عالم علوی کی تدبیرون کی جاسوسی کے واسطے جاتے ہین تاکہ ان خبرون اور تدبیرونکو
زمین والون پر پہونچاوین اور اس سبب سے انکے عملون کو فاسد کرین اور اپنے تئین ان آدمیون
کے نزدیک تدبیر الٰہیہ کا شریک اور غیب کا جاننے والا ظاہر کرین اور ان لوگون سے اپنی
پرستش کراوین اور نذر نیاز اپنی اور اپنے پجاریون کی ان سے لیوین اور ستارون سے
شیطانون کو سنگسار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا کے آسمان کے ستارون کی روشنی سے فرشتے
انگارا سلگا لیتے ہین اور جو شیطان خبر دریافت کرنے کو آسمان کے قریب پہونچتا ہے اسکو
اس انگارے سے مارتے ہین اور آسمان دنیا کی خصوصیت اس کام کے واسطے اس سبب سے
ہے کہ اوپر کے آسمانون مین ایسا جسم کوئی نہین پایا جاتا جو اس کیفیت کو قبول کرے اور
ستارے کی روشنی اس جسم مین تاثیر کرکے اسکو روشن کر دے اور اس جسم کو مثل انگارے کے
کر دے اسواسطے کہ کوئی فاعل بدون قابل کے تاثیر نہین کرتا بخلاف دنیا کے آسمان کے کہ

یہان ہوا لطیف اور پاکیزہ اور بخارات اوپر چڑھے ہوے جو اُس کیفیت کو قبول کرین اور
ستارون کی روشنی اُن مین تاثیر کرکے اُنکو انگارا سا بنا وے بہت سے موجود ہین اور یہی
باعث ہی کہ آفتاب کی شعاع اور تابش زمین اور پتھر پر زیادہ تاثیر کرتی ہی اور گرم کر دیتی ہے
بخلاف آسمانون کے جسمون کے بلکہ ہوا کے کُرے کے طبقون مین بھی اتنی تاثیر نہین کرتی اور
اسکی گرمی ظاہر نہین ہوتی اسواسطے کہ وہ جسم یہ قابلیت نہین رکھتے تو اب اگر کہا جاوے کہ
زمین اور پتھر کو استعداد اور قابلیت اسکی دی ہی کہ آفتاب کی تابش سے گرم ہو جاوین باوجود
آفتاب کے دور ہونے کے تو صحیح ہوگا اور جو حکیمون نے کہا ہی کہ اصل اُن انگارون کی جو
آسمان پر گرتے ہوئے معلوم ہوتے ہین یہی بخارات زمین کے ہین جو اوپر جا کے اس طرح کے
معلوم ہوتے ہین سو اسکے معنی یہ ہین کہ تاثیر کے قابل بھی بخارات ہین کہ ستارون کی
روشنی سے فرشتے اِن کو روشن کر دیتے ہین یہ معنی اِس کلام کے نہین کہ ستارون کی
روشنی کو یا فرشتون کو اُن کے روشن کرنے مین کچھ دخل نہین ہی اسواسطے کہ اگر وہ بخارات
آگ کے کُرے مین داخل ہوکر خود بخود روشن ہو جاتے تو اوپر چڑھنے مین اُن کو اور قوت
حاصل ہوتی اور خط مستقیم سے بھی گذر جاتے اسواسطے کہ اِس حالت مین اُن کی حرکت محیط
طبعی کی طرف ہوتی یعنی کُرۂ ناری کی طرف اور حال یہ ہی کہ اکثر دیکھا جاتا ہی کہ وہی بخارات
بعد روشن ہونے کے کبھی نیچے اور کبھی بائین اور کبھی داہنے جاتے ہین اور حرکت عارضی
اُن مین صریح دریافت ہوتی ہی اور صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہ بات کسی دوسری چیز کے سبب سے
اُن مین پائی جاتی ہی چنانچہ جنکو اِس امر مین کچھ دخل ہی اور اُنھون نے تجربہ بھی کیا ہی اُن پر
یہ بات خوب طرح سے ظاہر ہی **وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ** اور تیار کیا ہی ہم نے اِن شیطانون
کی دوسری نافرمانیون پر جو اس چوری کے سواے ہین اسواسطے کہ مقصود اُن کا اُس سے
گمراہ کرنا بنی آدم کا ہی **عَذَابَ السَّعِيْرِ** عذاب دوزخ کی آگ مین جلنے کا اگرچہ
یہ بھی آگ سے پیدا کیے گئے ہین لیکن اُن کے مادّے کو یعنی اصل کو جو آگ ہی اُنکی ہوسنے سے

ترکیب پر مسلط اور غالب کرکے عذاب کرینگے اسواسطے کہ جب تک صورت مادی پر غالب ہے تب ہی تک بہتری ہو اور طبیعت کے موافق ہو اور جب مادہ صورت پر غالب ہوا تو بنیاد اور سب کامون مین خلل واقع ہو چنانچہ یہ امر مرض کے پیدا ہونے مین تجربے اور امتحان مین آچکا ہو کہ خون یا بلغم یا سودا یا صفرا کے غلبے سے آدمی کا مزاج بدل جاتا ہو اور مرض پیدا ہوتا ہے اور سب کامون مین خلل آجاتا ہو باوجود اس امر کے کہ اصل آدمی کے بدن کی بھی چارون خلط مین باقی رہے یہان پر کتنے سوال جنکا جواب ضروری ہو پہلا سوال یہ ہو کہ اس سورت کے شروع سے یہان تک حق تعالی نے اپنی ذات پاک کو غائب کے صیغے سے یاد فرمایا یعنی وہ اللہ ایسا اور ایسا ہو- اور اس آیت مین غائب سے متکلم کی طرف التفات فرمایا اور یون ارشاد ہوا کہ ہمنے ایسا اور ایسا کیا اس عبارت کے اسلوب کے تغیر اور پھیرنے مین کیا نکتہ ہو- اسکا جواب یہ ہو کہ اس سورت کے شروع سے ایسے وصف بیان فرمائے ہین جنکا ظاہر ہونا مخلوقات سے کسیطور پر متصور نہین ہو جیسے زندگی اور موت کا پیدا کرنا اور آسمانون کا بنانا تو وہان پر متکلم کے صیغے سے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ سب دانا اور عقلمند اس بات کو جانتے ہین کہ یہ کام سوا اُس ذات پاک کے کوئی نہین کرسکتا ہے اور اس آیت مین ایسے کام ذکر کیے ہین کہ جنمین آدمی کو بھی دخل ہو اور وہی کام آدمی بھی ظاہر کرسکتا ہو جیسے قندیلون اور چراغون سے مکانون کو آراستہ کرنا اور دشمنون کو سنگسار کرنا اور دشمنون کی خرابی کا اسباب موجود رکھنا کہ یہ سب کام آدمی بھی کرتے ہین تو یہان پر متکلم کا صیغہ جو معرفہ کی قسمون مین انتہا درجے کی تعریف کو پہونچا ہو ذکر کرنا ضرور ہوا تاکہ کسیطرح کا شبہہ باقی نرہے اور سب تفسیرون سے عجائب اور غرائب ایک تفسیر اس آیت کی ہو جو بعضے نرے فقیہون سے ذکر کی گئی ہے اُس کا حاصل یہ ہو کہ رجوما ہی گمانون کے معنی مین ہے جیسے بولتے ہین کہ فلانا رجماً بالغیب کہتا ہو یعنی بے اصل بات کہتا ہو اور اُسکا گمان فاسد ہے اور شیاطین سے مراد نجومی ہین کہ اپنی جھوٹی باتون سے آدمیون کے دلون مین وہم اور

وسواس ڈالتے ہین اور جسکی تقدیم لازم ہو اُسکی تاخیر اور جسکی تاخیر لازم ہو اُسکی تقدیم مین
آدمیون کو گرفتار کرتے ہین تو معنی اِس آیت کے اِس تفسیر کی رو سے یون ہونگے کہ ہم نے
اِن ستارون کو بنایا ہی نجومیون کے جھوٹ بولنے کا اسباب اور اُنکے غیب دانی کے
دعوے پر اور ستارون کی تاثیرون کے معتقد ہونے پر جلنے کا عذاب اُنکے واسطے
تیار کیا ہی ہم نے **وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ** اور اُن لوگون کے واسطے
جو اِن شیطانون کے بہکانے سے اپنے رب سے منکر اور کافر ہوئے ہین ایک دوسرا
عذاب ہے جس مین طرح طرح کی مصیبت اور تکلیف بھری ہوئی ہی اسواسطے کہ اِن لوگون نے
بھی اپنے پروردگار کے انکار اور کفر سے قسم قسم کی برائیان اپنے مین جمع کی تھین اور وہ
عذاب **عَذَابُ جَهَنَّمَ** دوزخ کا عذاب ہے جسمین ہر قسم کا عذاب موجود ہے
چنانچہ آگ کی سوزش اور زمہریر کی سردی اور سانپ بچھوؤن کا کاٹنا اور زنجیر اور طوقون کا
پہننا اور سیہنڈ اور پیپ کا کھانا اور گرم پانی اور زخمون کا زرد پانی بہا ہوا پینا اور آگ کے
پہاڑ پر جسکا نام صعود ہے چڑھنا اور سواے اِسکے بہت قسم کے عذاب ہین **وَبِئْسَ
الْمَصِيرُ** اور وہ دوزخ بری جگہ ہی پھر جانے کی اسواسطے کہ مکان کی برائی دو قسم سے
ہوتی ہے یا اُس مکان ہی کے سبب سے ہوتی ہی جیسے تنگ مکان جس مین ہوا نہ آوے کہ
یہ برائی اُس مکان کی ذات مین پائی جاتی ہی یا اُس مکان کے رہنے والون اور مالکون
کے سبب سے ہوتی ہی جیسے ایک مکان کھلا ہوا اور کشادہ ہو لیکن دیو یا بھوت وہان
رہتا ہو کہ جو اُس مکان مین جاوے اُسکو ایذا دیوے سو دوزخ مین دونون قسم کی برائیان
پائی جاتی ہین یعنی دوزخ کی ذات وہان کے جانے والون کے ساتھ اِس طرح سے
پیش آویگی کہ **إِذَا أُلْقُوا فِيهَا** جب یہ کافر اُس دوزخ کے سامنے لائے جاوینگے
اُسمین ڈالنے کے واسطے تو مرحبا اور استقبال اور تعظیم کی جگہ **سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا**
سُنینگے اِس دوزخ سے ایک آواز بہت بری جیسے گدھے کی آواز لیکن اِس آواز

اور اُس آواز مین یہ فرق ہوگا کہ گدھا بول کر چپ رہتا ہی وَهِيَ تَفُوْرُ اور وہ
دوزخ اور زیادہ جوش مین آویگی جیسے دیگ کا جوش کہ زیادہ ہوتا جاتا ہے اور اس
آواز کرنے اور جوش مارنے سے غصہ اور غضب اُسکا کچھ کم نہوگا بلکہ ان کافرون کے
دیکھنے سے اسقدر اُسکو غصے کی زیادتی ہوگی کہ تَكَادُ تَمَيَّزُ نزدیک ہوگی کہ
ٹکڑے ٹکڑے ہوجاوے اور کافرون پر آپڑے مِنَ الْغَيْظِ نہایت غصے سے
اسواسطے کہ یہ کافر بھی اُس دوزخ کے پروردگار کو غصے مین لائے تھے اور رسولون کی
زبانی اللہ تعالی نے جو پیغام اُنکے پاس بھیجا تھا سو اُسکے سُننے سے اُنکو بھی نہایت غصہ
آیا تھا اور اپنے بتون پر اور اپنی رسم اور آئین پر نہایت گھمنڈ کر کے جوش اور خروش مین
آئے تھے اور جوش خروش کی حالت مین غصے کے زیادہ ہونے کا سبب یہ ہی کہ غصے
مین دل کا خون جوش مین آتا ہی اور یہ دستور ہی کہ جب خون جوش کرتا ہی تو حجم اُسکا بڑھ جاتا ہے
اور اُسکی مقدار زیادہ ہوجاتی ہی اور ہر عضو پھول جاتا ہی یہان تک کہ قریب پھٹنے اور تڑقنے
کے ہوجاتا ہے چنانچہ خون کی زیادتی سے جو ورم ہوتے ہین اُن مین یہ بات بخوبی بوجھی
جاتی ہی اور اُس دوزخ کے نگاہبان اِس طرح کے بدخلق اور طعنہ مارنے والے ہین کہ ایک
مرتبے کے طعنہ دینے اور سرزنش کرنے پر اکتفا نکرینگے بلکہ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ
جب ڈالے جاوینگے دوزخ مین کوئی گروہ جو ایک گناہ مین شریک تھے اور اُس نبی کی فرمانبرداری
مین قصور اور اُسکے دین کے دستور اور آئین کے خلاف کرتے تھے اور اگرچہ اِس قسم کے گروہ
دوزخ مین بہت جمع ہونگے لیکن ڈالنے مین دوزخ کے اندر آگے پیچھے ہونگے اِسواسطے کہ بعضے
تقدیم کے مستحق ہونگے اور بعضے تاخیر کے اور بعضے نیچے کے طبقے کے اور بعضے اوپر کے
طبقے کے سزاوار ہونگے - حاصل کلام کا یہ ہی کہ دوزخ کے نگاہبان بمجرد اُنکے گرنے کے
دوزخ مین بدون اِس بات کے کہ اُنکو مہلت اور فرصت دیوین طعن تشنیع سے پیش آوینگے اور
سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ پوچھینگے اُن سے محافظ اور نگاہبان دوزخ کے

کیا دنیا مین کوئی ڈرانیوالا اور نصیحت کرنیوالا تمھارے پاس نہ آیا تھا جو اس بلا سے تمکو خبردار
کردیتا اور تم اپنے بچاو کی فکر کرلیتے اسواسطے کہ عاقل اور دانا لوگ کوئی خوف کی بات اگر عوام
بلکہ ادنیٰ کے منھ سے جو سنتے ہین تو اس سے بچاو کی تدبیر حتی المقدور کر رکھتے ہین اور اگر
کوئی معتبر شخص سے ایسی بات سنتے ہین پھر تو ضرور اسکی تدبیر کرتے ہین اور ان نگاہبانون کا
قصد اس پوچھنے سے یہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ رسولون کے آنے کا انکار کرین تو ہمارا غصہ اور
زیادہ ہو اور انکو خوب مار دھاڑ کرین اور کافر بھی یہ بات قرینے سے دریافت کرینگے کہ
پوچھنے سے غرض انکی یہ ہی لاچار ہوکر سچ بول دینگے قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا
نَذِيْرٌ کہین گے ہان آیا تھا ڈرانیوالا ہمارے پاس اور بہت لوگ ہم مین سے اسکی بات
سچی جانکر اسکے ساتھ ہو لیے تھے اور ہمکو بھی وہی لوگ ڈراتے اور سمجھاتے تھے اور انکا نام
ہم نے مُلّان اور واعظ اور ناصح رکھا تھا فَكَذَّبْنَا پھر جھٹلایا ہم نے ان سب کو باوجود
اس بات کے کہ انکے ساتھ دلیلین اور معجزے بھی تھے اور ایک کلام یعنے کتاب بھی ہمکو
بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کلام اللہ تعالی نے اتارا ہی اور اس مین دوزخ کے عذاب سے
تم سب کو ڈرایا ہی لیکن ہم نے ان کی بات کو نمانا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ
شَيْءٍ اور کہا ہم نے کہ اللہ تعالی نے کچھ بھی نہین اتارا ہی نہ کسی کام کرنے کا حکم کیا ہی اور
نہ کسی کام سے منع کیا ہی اور نہ کسی اچھی بات پر ثواب کا وعدہ دیا ہی اور نہ کسی بری بات پر
عذاب کا اور نہ کچھ پند اور نصیحت کی ہی اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ
تم لوگ نہین ہو مگر بڑی گمراہی مین پھنسے ہوئے کہ اللہ تعالی پر جھوٹھ باندھتے ہو اسواسطے کہ
آدمی حق تعالی کی طرف جھکین اور اسکی عبادت مین مشغول ہووین اور دنیا مین برائی نہ رہے
اور فتنہ اور فساد اور لڑائی اور جھگڑے سب جاتے رہین اور اس جھوٹھ باندھنے کو تم
سمجھتے ہو کہ اللہ تعالی اس مین ہم سے راضی ہوگا اسواسطے کہ یہ بات ہم اسی کے واسطے
کرتے ہین اور اسی کی طرف لوگون کو بلاتے ہین اور یہ نہین بوجھتے کہ جھوٹھ باندھنا بات

بُری چیز ہی جس نیت سے ہو اور اب ہمکو معلوم ہوا کہ ہمارا گمان غلط تھا اور ہم ہی گمراہی مین پھنسے
تھے جو سچون کو جھوٹا جانا اور نصیحت کرنیوالون اور دوستون پر بدگمانی کی اور وہ لوگ جو ہماری
بہتری کی بات کہتے تھے اُنکو ہمنے نہ سُنا اور کچھ بھی اپنی عقل کو دخل ندیا اور اُن لوگون کے
حال مین ہمنے کچھ غور اور فکر نکی کہ وہ لوگ جھوٹھ سے بہت دور تھے **وَقَالُوا لَوْ كُنَّا**
نَسْمَعُ اور کہین گے کہ اگر ہم لوگ اُنکی بات سُنتے اور جو سمجھنے اُنکی سچائی پر گواہی دیتے
تھے اُنکو مانتے اور خوش خبریان اور خوف کی باتین اور شرع کے حکم جو وہ کہتے تھے اُنکو سچا
جانتے **اَوْ نَعْقِلُ** یا بوجھتے ہم کہ پیغمبرون نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھی اور سچی
باتین ہمکو پونہچائی ہین **مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ** نہوتے ہم دوزخ کے
رہنے والون مین جو ہم پر تم ایسے ظلم کرتے اور جو اللہ تعالیٰ کی تکلیفون اور حکمون کی
دلیلین بھی دو قسم کی ہین یعنی سمعی یا عقلی یعنی جو کان سے سُنی جاتی ہی یا عقل سے دریافت
کی جاتی ہی اسی سبب سے اِن دونون چیزون مین یعنی سمعیات اور عقلیات مین تامل اور فکر
نہ کرنے سے افسوس کرینگے اور بعضے مفسرون نے نَسْمَعُ کو تقلید پر اور نَعْقِلُ کو تحقیق اور
اجتہاد پر حمل کیا ہی کہ اِن دونون لفظون سے یہی مُراد ہی اسواسطے کہ یہ دونون نجات کی
راہین ہین اور صاحبِ کشاف نے کہا ہی وَمِنْ بِدَعِ التَّفَاسِيرِ اَنَّ الْمُرَادَ لَوْ كُنَّا عَلٰى
مَذْهَبِ اَهْلِ الْحَدِيثِ اَوْ مَذْهَبِ اَصْحَابِ الرَّائِ مَا كُنَّا فِي جَهَنَّمَ یعنی نادر ہے
اِس آیت کی یون تفسیر کرنا کہ مراد اس آیت سے یہ ہی کہ اگر ہوتے ہم محدثون کے مذہب پر یا عقل
والون کے یعنی فقیہون کے مذہب پر تو نہوتے ہم دوزخ مین پھر اِسکے بعد اعتزال کے تعصب سے
یعنی معتزلی مذہب کی جانب داری کے سبب سے اِس تفسیر کے باطل کرنے مین بہت سے ہاتھ
پاؤن مارے ہین اور بڑی لنبی چوڑی تقریر کی ہی لیکن وہ سب جانب داری اور نا انصافی سے
بھری ہوئی ہی قابل اسکے نہین ہی کہ علما اُسکی طرف دیکھین یعنی ایسی پوچ تقریر کہ علما کے دیکھنے
اور جواب دینے کے قابل نہین ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ وہ کافر دوزخ مین پڑینگے بعد پیغمبرون

کی سچائی اور اپنی گمراہی کا اقرار کرینگے فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ پھر قائل ہوئے
اپنے گناہ پر اور اقرار کیا کہ ہم نے پیغمبرون اور واعظون کو ناحق جھٹلایا اور بڑی بڑی معجزے
جن مین کچھ شک اور شبہ نہ تھا اُن سے بے وجہ انکار کی اور عقل کی بات سے بھی دور رہے
اور جو بات کی عقل کے خلاف کی لیکن اُسوقت اُن لوگون کا ڈرنا اور قائل ہونا کچھ اُنکے کام
نہ آویگا فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ پھر اب بہت دوری ہی آگ والون کو نجات
اور خلاصی سے اور اللہ تعالی کی شفقت اور رحمت اِس اقرار کرنے اور ڈرنے سے ہرگز اُنکے
حال پر متوجہ نہوگی اور اُنکے گناہون کی ہرگز بخشش نہوگی البتہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ
رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ بیشک جو لوگ ڈرتے ہین اپنے پروردگار سے غائبانہ بن دیکھے
دوزخ کے عذاب سے اور بدون سُنے اُسکے جوش اور خروش کے اور بے دیکھے گرفتاری اور
دھر پکڑ دوزخ کے موکلون کی اور ابتدا اِس دیکھنے کی موت کے وقت سے شروع ہوتی ہی
اور ہرچند کہ خواہش اور غصّے نفسانی کے غلبے سے بُرے کام اُنسے ہوئے ہونگے لیکن اُس
ڈرنے کے سبب سے جو ڈر کے وقت یعنی دُنیا مین کرتے تھے اور وہی ڈر اُس بُرے کام کرنے
کے بعد ندامت اور شرمندگی کا سبب پڑتا تھا اور اُنکو ندامت کے دریا مین ڈبو دیتا تھا
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ اُنکے واسطے بخشش ہی اُن گناہون سے جو خواہش اور غصّے کے غلبے
سے اُنسے ہو گئے تھے وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ اور ثواب ہی بہت بڑا اُس اُنکے ڈرنے پر اور
بُرائی سے شرمندہ ہونے پر چنانچہ دوسری جگہہ پر فرمایا ہی وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ
یعنی اور جو شخص ڈرا کھڑا ہونے سے سامنے اپنے پروردگار کے اُسکے واسطے دو باغ ہونگے
اور حقیقت مین ذات پاک پروردگار کی اسی لائق ہی کہ بن دیکھے اُس سے ڈرا چاہیے اسواسطے کہ
پوشیدہ ہونا کسی شخص سے اُسوقت اُمن اور بیخوفی کا سبب ہوتا ہی کہ اُس شخص کو اُسکے قول اور
فعل پر پوشیدگی کی حالت مین خبر نہو اور اللہ تعالی علّام الغیوب ہی کوئی چیز چھپی ہو یا کھلی اُس سے
غائب نہین ہی اُسکا علم سب کو گھیرے ہوئے ہی وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اور پوشیدہ کرو

اپنی بات کو اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ یا پکار کر کہو اُس بات کو اللہ تعالیٰ دونوں کو جانتا ہی اور سنتا
اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک وہ اللہ جانتا ہی سینے کی باتوں کو۔ بہت
مفسروں نے روایت کی ہی کہ قریش کے کافر برائیاں اور بدگوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اور اسلام اور قرآن کی اپنی مجلسوں اور محفلوں مین طعن کے طور پر بیان کیا کرتے تھے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی یا الہام سے وہ سب باتین معلوم ہوتی تھین اور جب اِن
کافروں سے ملاقات ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنسے کہتے کہ تمنے فلانے روز
فلانی مجلس مین ایسی بری بات ہم کو کہی تھی یہ بات تم کو مناسب نہ تھی ایسی باتین سُنکر کافر حیران
ہوتے تھے پھر آپس مین تقید کیا کہ جب کچھ ذکر اِس قسم کا منظور ہو تو پکار کر مت کہا کرو بلکہ
آہستہ آپس مین کہا کرو اُن کافروں کو گمان اِس بات کا تھا کہ کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے دوستداروں مین سے ہماری مجلس مین ہوتا ہی اور وہ اُس بات کو اُن تک پہنچا دیتا ہی
حق تعالیٰ جل شانہ نے یہ آیت بھیجی اور ارشاد فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کا علم ہی کہ چھپا اور کھلا آہستہ
اور پکار کر کہنا سب اُسکے نزدیک برابر ہی بلکہ جو تم دل مین کچھ منصوبہ کرتے ہو وہ بھی حق تعالیٰ
جانتا ہی اور اگر اِس بات کو تم اچنبھا جانتے ہو اور یہ خیال آتا ہی کہ بے نزدیک اور حاضر ہونے
کے کس طرح کوئی ہمارے قول اور فعل کو معلوم کریگا خصوصاً وہ چیزین جو ہم دل مین چھپاتے
ہین اور ہرگز اِن کو زبان پر نہین لاتے وہی باتین کس طرح کسی کو معلوم ہونگی تو ہم کہتے ہین
اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ کیا نہین جانتا ہی وہ جس نے اِس سوچ اور فکر کو تمھارے دلوں مین
پیدا کیا اور باتوں کو تمھاری زبان سے نکلوایا اور اُٹھنا بیٹھنا چلنا تمھارے ہاتھ پیر سکھلایا ہی
بلکہ وہ جانتا ہی اور یہ بات ظاہر ہی کہ پیدا کرنا کسی چیز کا بدون اُسکے احوال کی تفصیل جانے ہوئے
ممکن نہین ہی اور اگر وہ یہ کہین کہ اِن چیزوں کو ہم نے آپ پیدا کیا ہی نہ خدا نے جیسا معتزلیوں
اور حکماؤں کا مذہب ہی تو اُسکے جواب مین ہم کہین گے کہ اِس بات کے تو خود معتزلہ اور
حکما بھی قائل ہین کہ جو چیزین واقع اور ظاہر ہونیوالی ہین اُن کا علم مجرد اُنکو ضروری ہے

وَھُوَ اللَّطِیْفُ اور اللہ تعالیٰ سب مجردات سے زیادہ لطیف ہی کہ کسی طرح مادّی سے
علاقہ نہین رکھتا پھر اِس قسم کے مجرد کو نفس الامر اور واقع ہونیوالی حقیقتون کا نہ معلوم ہونا
کسی طرح متصور نہین البتہ اتنا ہی کہ متوجہ ہونا اور التفات کرنا اِن حقیقتون کی طرف اُنکے
حاضر کرنے کے واسطے ضروری اور شرط ہی سو وہ اللہ تعالیٰ **الْخَبِیْرُ** بڑا خبردار ہی کہ ہر ذرّی
کے احوال کی طرف متوجہ ہوتا ہی اور کسی وقت کسی ذرّے کے احوال سے اُسکو غفلت
نہین ہوتی پھر دوسرے اُسکے کارخانے کی طرف جو اُسکی بادشاہت کے کارخانون مین
سے ہی نظر اور غور کرو کہ **ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا** وہ اللہ تعالیٰ ع
ایسا فیاض اور فیض بخش ہی کہ کر دیا تمھارے واسطے زمین کو تابعدار اور تم کو زمیندارون
اور جاگیردارون کے مانند اِس زمین پر آباد کیا اور جو کچھ زمین مین ہی جیسے کانین جواہرات
کی اور چشمے اور بڑھانیوالی قوتین اور جانور جو تمھارے کام آوین جیسے گائے بیل اونٹ
گھوڑا گدھا اِن سب کو تمھارے قبضے مین کر دیا تاکہ تم اِن جانورون کو اپنے کام مین لاؤ
اور کھیتی اور باغ اُنکے سبب سے تیار کرو اور کوئی ندی چشمے کھودو اور بناؤ اور پانی اُن سے
نکالو اور عمارتون کو آراستہ کرو **فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا** پھر چلو اُس زمین کے
کندھون پر سوداگری کے واسطے اور ایک ملک کی چیز دوسرے ملک مین لیجانے کے واسطے
اور سیر اور تماشے اور ہر ملک کے خواص اور پانی اور ہوا پہنچانے کے واسطے **وَکُلُوْا
مِنْ رِّزْقِہٖ** اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کے رزق دیے ہوسے سے جو زمین سے تمکو نکال دیتا ہی
سو تم سب اِس معاملے مین کسانون اور عملدارون اور پٹیلون کے قایم مقام ہو کہ تمھاری
تنخواہ تمھارے ہی ہاتھ کے کام سے نکلتی ہی لیکن باوجود اِن سب باتون کے تم لوگون سے
مطلوب یہ ہی کہ بادشاہ کا حق بھی ادا کرتے رہو اور مسکینون اور محتاجون اور یتیمون اور اپاہجون کو
بھی دیتے رہو کہ یہ لوگ بھی تنخواہ دارون کے مانند ہین اور بادشاہی سند کے وسیلے سے
تم سے اپنی تنخواہ مانگتے ہین سو تم کو چاہیے کہ اُنکو محروم اور بے نصیب مت رکھو اسواسطے کہ

عملداری کی مدت تمام ہونے کے بعد آخر تمکو بھی اِس زمین کو چھوڑ جاتا ہی اور اسکے حاصل اور نفع سے
ہاتھ اُٹھاتا ہی وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ اور اُسی کی طرف زندہ ہو کر اُٹھ جانا ہی پھر ایک ایک جو کا
تم سے حساب سمجھے گا اور جو جو کہ حق تلفیاں تم سے ہوئی ہونگی اُن پر تمکو پکڑیگا اور اسپر غرور مت کرنا
اور دھوکا مت کھانا کہ تم کو زمین کا مالک اور مختار کر دیا ہی اور زمین کو تمھارے طور پر چھوڑ دیا ہی کہ
جو چاہو سو کرو اور یہ بھی مت سمجھنا کہ لشکر اُسکا یعنی تدبیر کرنیوالی روحین اور فرشتے آسمانون پر ہین
اور آسمان ہم سے ہزارون برس کی راہ دور ہین اگر وے فرشتے اور روحین ارادہ کرین کہ ہمارے
گناہ پر ہمکو تنبیہ کرین اور کچھ سزا دیوین تو بسبب دوری کے ایسا نکر سکین گے اگرچہ اللہ تعالی کا
حکم بھی ہماری تنبیہ کے واسطے صادر ہوئے ءَاَمِنْتُمْ کیا نڈر ہو گئے تم مَنْ
فِی السَّمَاءِ اُس شاہنشاہ سے جسکی سلطنت کا ظہور اور اُسکے فرمان بردار خادم آسمان پر
ہین اور تم لوگ زمین پر اور اِتنی دور سے کس طرح تمھارا انتظام کر سکین گے سو یہ خیال تمھارا
فاسد ہی نڈر مت ہو اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ اس بات سے کہ وہ دھنسا دے تم کو
زمین مین جس طرح اب زمین پر حاکم بنے پھر رہے ہو اور نہین بوجھتے کہ جسنے تم کو زمین پر سوار کیا ہی
وہ چاہی زمین کو تم پر سوار کر دے فَاِذَا ھِیَ تَمُوْرُ پھر یکایک وہ زمین ہلنے اور دریا کی طرح
موج مارنے لگے اور تم کو اپنے اندر لیکر موج کے تھپیڑون سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے پھر
بالکل نیست اور نابود ہو جاؤ اور اگر باوجود ایسی دلیل روشن کے پھر بھی تم اپنی نادانی سے
آسمان کی دوری کے سبب سے زمین پر اُسکے حکم جاری ہونے مین کچھ شک اور شبہ
رکھتے ہو تو ہم تم سے پوچھتے ہین کہ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَاءِ کیا نڈر ہو گئے تم
اُس شاہنشاہ سے جسکی سلطنت کا ظہور آسمان پر ہی اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا
اس بات سے کہ بھیجے تم پر بدلی پتھر برسانے والی یعنی جس طرح اب بدلی سے پانی برستا ہی
اور اُسکے سبب سے تمھارے واسطے رزق کی پیدایش ہوتی ہی اسی طرح وہ چاہی تو پانی کی جگہ پتھر
برساوی جو تمھاری ہلاکت کا سبب پڑے اور اگر فرض کیا ہم نے کہ اُس شاہنشاہ نے تمکو

دُنیا مین چھوڑ دیا **فَسَتَعْلَمُوْنَ** پھر نزدیک ہی کہ جان لوگے یعنی مرنے کے وقت
جو پہلی منزل آخرت کے سفر کی ہی کہ **كَيْفَ نَذِيْرِ** کیسے سچے تھے ہمارے ڈرانیوالے
اور اگر یہ کافر اِس ڈرانے کی خبر تم سے سُنکر یقین نہ لاوین اور کہین کہ زمین کا دھنسنا اور آسمانو
سے پتھرون کا برسنا عادت کے خلاف ہی کبھی ایسا نہین ہوا تو تم یقین جان لو کہ یہ کافر
تمھارے جھوٹا کرنے پر اڑ گئے ہین **وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ**
اور البتہ جھٹلایا تھا اُن لوگون نے جو اِن سے پہلے تھے ایسے عذاب کو جو عادت کے خلاف
ہے جیسے قارون اور حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم نے **فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ** پھر کیسی
ہوئی آنکار ہماری کہ قارون کو ہم نے زمین مین دھنسا دیا اور قیامت تک دھنسا چلا جاویگا اور
زمین نے اُسکے واسطے دریا کا حکم پایا ہی یعنی اُسکو غرق بھی کر دیا اور موج کے تھپیڑون سے اُسکو
اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر کرتی جاتی ہی اور حضرت لوط کی قوم پر کھنگر کی قسم کے پتھر برسے
کہ جسکے سر پر گرتے تھے تو اُسکے نیچے سے نکل جاتے تھے اور اُسکو ہلاک کرتے تھے اور اگر یہ لوگ
باوجود اِن قصّون کے سُننے کے نڈر ہین اور تمھارے خوف دلانے کو باور نکرین اور کہین کہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ تو تم یقین جان لو کہ یہ سب نہایت نادانی اور غفلت مین پھنسے ہوئے
ہین **اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ** کیا نہین دیکھتے ہین اُڑنے والی چڑیون کی طرف
ہوا مین جو بھاری پن مین پتھر سی ہین اِسواسطے کہ اصل اُن کی بھی مٹی ہی اور جو چیز مٹی سے
پیدا ہوتی ہی وہ ثِقل اور بھاری پنے کے سبب سے حرکت کے وقت نیچے ہی گرنے کو چاہتی ہی
لیکن یہ چڑیان اللہ تعالیٰ کے حکم سے **فَوْقَهُمْ** اِن کے سرون پر رہتی ہین اور وے
چڑیان کچھ ایک ایک دو دو نہین ہوتین تاکہ اُنکے دل مین شبہ گذرے کہ شاید ہوا کے زور سے
چھوٹی پتھریون کی طرح اُڑ گئی ہونگی بلکہ **صٰٓفّٰتٍ** صف باندھے سیکڑون اور ہزارون
اُڑا کرتی ہین جیسے کبوتر اور مرغابی اور کلنگ کہ اُنکا صف باندھکر اُڑنا سب نے دیکھتے ہین اور اگر
یہ لوگ پھر کہین کہ یہ چڑیون کے پرون کی خاصیت ہی کہ ہوا مین ٹھہرتی ہین اور تیرتی ہین جیسے

دوسرے جانور پانی مین تیرتے ہین تو ہم کہتے ہین کہ اُڑنے کی حالت مین کبھی پرون کو کھولتی
بھی ہین وَيَقْبِضْنَ اور کبھی پرون کو بند بھی کر لیتی ہین پھر اِس حالت مین بھی زمین پر
نہین گرتی ہین تو معلوم ہوا کہ ان کا ہوا پر ٹھہرنا جو اِن کی طبیعت کے خلاف ہی فقط اللہ تعالے
کی قدرت سے ہی مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ نہین تھامتا ہی انکو ہوا پر مگر وہ
ذات جو رحمانیت کی صفت سے موصوف ہی اور یہی صفت چاہتی ہی کہ اُنکے نفع کی چیزین اُنکو
پونہچین سو وہ نفعے ہوا کے طبقون مین سپرد ہین تو جب تک اُنکو ہوا مین نر کھین وہ نفعے اُن کو
کس طرح سے پونہچین سو حق تعالی اُنکی حاجتون کو دیکھتا ہی اور ایک غیبی تدبیر سے اِن نفعون کو
ہوا مین اُنکو پونہچا کر نگاہ رکھتا ہی اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ بے شک وہ اللہ تعالی
ہر چیز کو دیکھتا ہی اور نفع اور ضرر ہر چیز کا جانتا ہی اور نفع لینے اور نقصان دور کرنے کی تدبیرین
انکو سکھلاتا ہی پس ان چڑیون کو جنکی اصل خاک ہی ہوا پر تھامے رکھنا اللہ تعالی کی قدرت کی
دلیل ہی دونون چیزون پر یعنی دھسنے اور پتھر کے برسنے پر اسواسطے کہ دھسنے کی حقیقت یہی
ہے کہ ہوا زمین کے ٹکڑون مین در آتی ہی اور انکو ہلا کر دبا دیتی ہی اور آسمان سے پتھر برسنا بھی
موقوف ہی اِس بات پر کہ پہلے زمین سے اُن چڑیون کو جو پتھر ہو جانے کی صلاحیت رکھتی ہین
ہوا کے زور سے اوپر لیجانا پھر اُنکو اُس جگہ تھامے رکھنا یہان تک کہ بھاری پن پتھر کے
مانند ہو جاوین پھر اُنکو اُنکی اصل طبیعت کی طرف پھیرنا تاکہ اپنی طبیعت کی خواہش سے زمین پر
آگرین بلکہ اگر تامل اور غور کیا جاوے چڑیون کے احوال مین تو معلوم ہو جاوے کہ اِنکا حال
اُن دونون سے عجیب تر ہی اسواسطے کہ اگر کوئی شخص اپنے تئین ہوا کے کرے مین خیال
کرے اور ہوا مین جانورون کے اُڑنے کو غول باندھکر اور علٰحدہ علٰحدہ ایک کے بعد ایک کو
ملاحظہ کرے تو یہی اُسکو یقین ہو گا کہ زمین سے بدلی اُٹھی ہی اور پتھر برساتی ہی اور زمین کے
ٹکڑے آسمان کی طرف دوڑے آتے ہین اور اِس طرح کے عجائب اور غرائب زمین کے
دھسنے اور آسمان سے پتھر برسنے مین نہین پائے جاتے اِسواسطے کہ اِن دونون صورتون

ہین زمین کے جز نیچے کی طرف حرکت کرتے ہین تو معلوم ہوا کہ اِس زمین اور آسمان کے شاہنشاہ کی پکڑ سے انکا بے خوف اور بے دہشت ہونا کچھ اُسکی عاجزی کے وہم سے نہین ہی بلکہ اِن کو اِس بات کا وہم سمایا ہی کہ ہم اُسکا مقابلہ کر سکتے ہین سو اب اُن سے پوچھا چاہیے کہ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ جُندٌ لَّكُمْ بھلا ایسا شخص کون ہی کہ وہ تمھارا لشکر ہو سکے اور نوکرون کی طرح تمھارے دشمن کے مقابلے مین ہر وقت حاضر ہو کر يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ مدد کرے تمھاری رحمن کے مقابلے مین آکر اور اگر یہ لوگ اپنی بیوقوفی اور نادانی سے کہہ بیٹھین کہ ہان ہمارے معبودون اور شیطانون کا ایک لشکر ہی کہ جب کام آپڑیگا تو حق تعالیٰ کے عذاب کو ہم سے دفع کر دیگا تو یقین جان لینا کہ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ نہین ہین بیکار کافر مگر فریفتگی مین پھنسے ہوئے کہ حقیقت کو چھوڑ کر ظاہر پر فریفتہ ہوئے ہین اور اِس بات کو سبب کے مقابلے مین کرتے ہین أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ بھلا کون ہی ایسا شخص جو روزی دے تم کو إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ اگر بند کر دے حق تعالیٰ اپنے رزق کو یا رزق کے اسباب کو جیسے پانی کا برسنا اور ہوا کا چلنا اور سورج کی گرمی اور چاند کی خنکی او بیج اور جانور جنسے کھیت کو جوتتے اور سینچتے ہو اور یہ بات ظاہر اور سب جانتے ہین کہ اگر ایک بھی سبب رزق کا اِن اسبابون سے بند ہو جاتا ہی جیسے پانی اگر نہ برسے تو ہرگز انکے بت اور معبود اسکو برسا نہین سکتے اور اُن کی مصیبت مین کام نہین آسکتے اور اُنکی فریادرسی نہین کر سکتے پھر اور اسباب کب ہو سکتے ہین پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے مقابلے کا جو اُنکو وہم ہی وہ باطل ہی کوئی اُس درگاہ کے مردود کو مقبول نہین کر سکتا لیکن یہ احمق اپنی بے اصل باتون کو جھوٹھہ نہین جانتے اور اپنی بیہودہ گوئی کو نہین بوجھتے بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ بلکہ اَڑ رہے ہین شرارت اور سرکشی مین اور نفرت کرتے ہین حق بات کے قبول کرنے سے اور اصل اس بات کی یہ ہی کہ سیدھی راہ یہ لوگ بھول گئے ہین اور سفلی اسباب پر اپنی نظرون کو

روک رکھا ہی اور مسبب الاسباب سے بالکل غافل ہوگئے ہین تو اب اُن سے پوچھا چاہیے کہ
اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ کیا پھر وہ شخص جو اوندھا اپنے مُنھ کے بل چلتا ہے
اور نیچے کی چیزین جیسے زمین اور جو زمین پر ہی اسکے سوای کچھ نہین دیکھتا اَهْدٰۤی بڑا
راہ پانیوالا ہی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا یا وہ شخص جو سیدھی راہ چلتا ہی کھڑی ہو کر اور آسمان اور
ستارے اور نشان اور ستارے سب اُسکی نظر مین ہین چنانچہ یہ بات مُوحّد کو حاصل ہی کہ ہر چیز کو
مسبب الاسباب سے جانتا ہی سو وہ اِس سبب سے عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ثابت ہی سیدھی
راہ پر اور اسباب کو اسماء الٰہیہ کا مظاہر یعنی جاے ظہور جانتا ہی اور حق تعالی کو بے اسباب کے مؤثر
جانتا ہی اور اُسکی تاثیر کو اسباب کے ہونے پر موقوف نہین رکھتا اِسی واسطے سب کامون کی تدبیر مین
حکمت کی رعایت کرتا ہی اور اُنکے اسباب کی تلاش کرتا ہی لیکن تدبیر اور اسباب پر اعتماد نہین کرتا
ہے بخلاف اُس شخص کے کہ فقط مسبب پر بھروسا کرکے تدبیر اور اسباب کو بیکار محض جانکر
چھوڑ بیٹھا ہی تو گویا وہ شخص اُسکی حکمت کے کارخانے کو نہین بوجھا ہی اور راہ متوسط چھوڑ دی ہے
پھر اگر یہ کافر ایسی واضح دلیلون کے بیان کرنے سے بھی راہ پر نہ آوین اور اپنی کج فہمی سے
اصل مطلب کو نہ سمجھین تو دوسری طرح سے اُنکو سمجھاؤ اور قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ
کہو کہ وہ اللہ تعالی ایسا مسبب الاسباب ہی جس نے پیدا کیا تمکو اور نیستی کے پردے سے
نکال کر اِس عالم مین لاکر موجود کیا اُس نیستی کے عالم مین کوئی چیز ایسی نہ تھی جو تمھارے وجود
کے ظہور کی خواہش کرتی اسواسطے کہ دُنیا مین لڑکے کی پیدایش کے بڑے اسباب ماباپ کا
وجود ہی اور انکا آپس مین صحبت کرنا اور یہ بات سب کو معلوم ہی کہ لڑکے کی پیدایش مین ماباپ
کی صحبت کو کچھ تاثیر نہین ہی بہت لوگ برسون صحبت کیا کرتے ہین اور اولاد کی آرزو مین رہتے
ہین لیکن یہ آرزو میسر نہین ہوتی اور لڑکے کے سب اعضا درست کرنے مین اور ہر ایک عضو کو
اُسکے مناسب قوت دینے مین اور اُسکی شکل اور صورت ٹھیک کر دینے مین ماباپ کی صحبت کو
کچھ بھی دخل نہین ہی بس وہی خالق ہی کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے تمکو پیدا کیا

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ اور کر دیے تمھارے
واسطے کان سُننے کو اور آنکھ دیکھنے کو اور دل بوجھنے کو سو انھین تینون چیزون سے تمنے
تمام دُنیا کی چیزون کا دریافت کرنا شروع کیا اور ہر چیز کے سبب کو پہچانا اگر یہ تینون چیزین
نہوتین تو ہرگز تم کسی سبب کو معلوم نکر سکتے بس حقیقت مین ان سببون کو تم نے سبب گردانا ہی
ورالّا حق تعالیٰ کے کام ایک کے بعد ایک ہوتے چلے جاتے ہین کوئی سبب وہان درکار
نہین ہی قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ بہت تھوڑا تم شکر کرتے ہو اسواسطے کہ یہ دونون
جانتے یعنے آنکھ اور کان اور دل جو عقل اور شعور کا مکان ہی اسواسطے تمکو دیے تھے کہ
اُسکی توحید کا حق ادا کرو اور مؤثر حقیقی فقط اسی کو جانو اور اسباب کو اُسکی حکمت کے ظہور کا
مقام معلوم کرو لیکن تم نے اپنی نافہمی سے ایسی عمدہ چیزون کو یعنی آنکھ کان دل کو اسباب
ہی کے دریافت کرنے مین گنوایا اور اسقدر اسباب کے دریافت مین زیادتی کی کہ اسکی
توحید سے بھی محروم رہے اور اسکو تاثیر مین منفرد نہ جانا اور اگر اسطور کے سمجھانے سے بھی
یہ لوگ راہ پر نہ آوین اور اپنی بداعتقادی سے اسباب ہی کو مؤثر حقیقی جانین اور اس
اعتقاد سے نہ پھرین تو دوسرے طور سے انکو سمجھاؤ اور جو اِن کی بات سے اِن پر لازم
ہوتا ہی اُسکو اختیار کرو اور انکو الزام دو اور قُلْ کہو کہ اگر جو تم کہتے ہو وہ صحیح ہی تو تمھارے
کام بھی تمھاری جزا کا سبب پڑینگے اسواسطے کہ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ وہ اللہ تعالیٰ ایسا
قدرت والا ہی کہ تمکو پیدا کر کے بکھیر دیا ہی فِي الْاَرْضِ زمین مین تاکہ طرح طرح کے کام
تم سے زمین پر صادر ہووین وَاِلَيْهِ تُحْشَرُونَ اور اُسی کی طرف جمع کیے جاؤگے
تاکہ اپنے اپنے کیے کا عوض پاؤ تو اس سے معلوم ہوا کہ تمھارے کام بھی انھین اسباب
مین سے ہین پھر انکو کیون بیکار اور بیفائدہ چھوڑتے ہو اور بُرے کامون سے ڈرتے
نہین ہو وَيَقُولُونَ اور کہتے ہین اس الزام کے جواب مین کہ اسواسطے ہم ان اپنے
عملون کو معطل اور بیکار چھوڑتے ہین اور اُنکے سبب ہونے کا اعتقاد ہم کو نہین آتا کہ ہم نزرد

برس اور قرن گذر گئے اور ان عملون کی تاثیرین کچھ بھی ظاہر نہوئین لیکن تم لوگ ان عملونکی
تاثیرون کے ظہور کا وعدہ بہت دور اور بہ دور از کرتے ہو سو جب تک اِس اپنے وعدے کا
ایک وقت مقرر نکروگے تو ہم کب ایسے وعدے کو یقین کرینگے مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم لوگ سچے ہو اسواسطے کہ اگر حشر اور
جزا اُس وعدے کے موافق واقع ہووے تو تمکو سچا جانینگے اور اگر تمھارے کہنے کے
موافق نہوئی تو تمھارا جھوٹھ ظاہر ہوجاویگا سو انکی اِس بات کے جواب مین قُلْ
تو کہہ کہ ہم اُس وعدے کو معین نہین کرسکتے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اُسکا علم
نہین دیا بلکہ اُس وعدے کو مبہم اور پوشیدہ رکھا ہے اور اُسکے مبہم اور پوشیدہ رکھنے مین
ایک بڑی حکمت ہے وہ یہ ہے کہ اگر اُسکے پہلے آنیوالی چیزون پر نگاہ کرکے جو بعد مرنے کے
ہر شخص کو پیش آویگی اُسکو نزدیک بیان کرتے اور ہر شخص کو اُسکی موت کا ایک نشان مقرر
کرکے بتلا دیتے تو دنیا کا کارخانہ نچلتا اور سب کام معطل ہوجاتے اور موت کے خوف
سے ہر شخص اپنے ہوش و حواس بجا نپاتا اور اگر اِس وعدے کی انتہا یعنی خاص قیامت کے
دن پر نظر کرکے اُسکے آنے کو دور بیان کرتے تو آدمی بے دہشت اور نڈر ہوجاتے اور
بُرے کامون پر جرأت اور دلیری کرتے اسواسطے کہ انسان کی جبلی اور پیدایشی خصلت
ہے کہ اپنے زمانے سے دور والی چیز پر التفات نہین کرتا اور اُسکا ڈر اُسکے دل مین اثر نہین کرتا
سو اسی واسطے اُسکا علم کسی مخلوقات کو عنایت نہین ہوا بلکہ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ
نہین ہے اُس واقعہ کا علم مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلکہ ہر شخص کی موت کا علم بھی اُسی اللہ تعالیٰ
کے پاس ہے سواے اُسکے کوئی نہین جانتا وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اور نہین
ہون مین مگر ایک ڈرانیوالا کھولکر یعنی قطعی دلیلون اور سچے معجزون سے اُسکے واقع
ہونے کو ثابت کرتا ہون مین پھر باوجود ایسی دلیلون اور ایسے معجزون کے دیکھنے کے
مجھے سچا نجاننا بلکہ میری سچائی کو اُسکے وقت کے بیان کرنے پر موقوف رکھنا بڑی نادانی

اور حماقت ہی سوا اسکے اُسوقت کا دریافت کرنا اور جاننا کافرون کے حق مین بہت
برا ہی چنانچہ جب اُس وعدے کا وقت آویگا اور کافر بھی اُسوقت زندہ کیے جاوینگے
فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً پھر جب دیکھینگے کہ وہ وعدہ نزدیک آپونچا سِيْٓـَٔتْ
وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بدشکل کردیے جائین گے چہرے اُن لوگون کے جنھون نے
کفر کیا تھا اور سیاہی اور تاریکی اور غبار آلودگی اُن پر چھائیگی وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ
كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ اور کہا جائیگا یہ وہ چیز ہی جسکو تم بڑی خواہش سے طلب کیے تے
تھے اور اگر یہ کافر کہین کہ یہ واقعہ جسکی تم خبر دیتے ہو اگر جسطرح تم کہتے ہو اُسی طرح ہوا تو ہم
اور تم سب کے سب اُن دن گرفتار اور ہلاک ہونگے اور سب کی روحین قبض ہونگی تو قُلْ
اَرَءَيْتُمْ کہہ کیا دیکھا اور فکر کیا تم نے اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ کہ اگر
ہلاک کرے مجھکو اللہ تعالیٰ اور اُن لوگون کو جو میرے ساتھ ہین موت سے یا پہلی بار کے
صور پھونکنے سے یا ہمارے گناہون کی شامت سے آخرت مین اَوْ رَحِمَنَا یا رحم کرے
ہم پر اور اپنی مہربانی سے بعد موت کے راحت نصیب کرے اور پہلی بار کے صور پھونکنے تک
زندہ رکھے اور آخرت مین سب تقصیرین ہماری معاف کردے اور ہمارے گناہون پر
ہمکو نہ پکڑے پھر تمکو اِس سے کیا فائدہ تمھارا اڈر اِن چیزون سے جانے کا نہین تمکو چاہیے کہ
اپنے بچاؤ کی فکر کرو اسواسطے کہ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ پھر کون ہی جو پناہ دیگا
کافرون کو مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ دُکھ والے عذاب سے قُلْ کہہ تو کہ یہ سب باتین جو مین نے
بیان کی ہین سو فقط تمھارے انکار کرنے کے لحاظ سے نہین تو مجھکو اُسکی درگاہ سے
نجات اور ثواب کی بڑی امید ہی اسواسطے کہ هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ ذات پاک بڑی رحم
والی ہی ہرگز اُسکی طرف سے وہ بات جو رحمت کے خلاف ہی ظاہر نہوگی ہان البتہ اگر
ہماری طرف سے کفر اور سرکشی پائی جاے اور اُسکی رحمت کو ہم غضب سے بدل ڈالین یا
اُسکی توحید اور موثر حقیقی ہونے کے ہم قائل نہون اور بتون کی شفاعت پر یا دوسرے

وہی سببوں پر اعتماد کر کے اُنکی نامرضی باتوں کو بے باک ہو کے کرنے لگین ہم تو البتہ اُسکے غضب کے سزاوار ہونگے سو اِن چیزوں مین سے ہم مین ایک بھی بائی نہین جاتی بلکہ اٰمَنَّا بِهٖ ہم تو ایمان لائے ہین اُس پر وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا اور اُسی پر اعتماد اور بھروسا کیا ہو ہم نے اور اسبابون مین سے کسی سبب پر ہم اعتماد نہین کرتے فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ سو اب قریب ہے کہ جان لوگے کہ کون ہی ظاہر گمراہی مین پھنسا ہوا ہم یا تم اور اگر یہ کافر کہین کہ گمراہی ظاہر یہی ہی کہ تم مسلمان لوگ اسباب کو بیکار جانتے ہو اور ہم لوگ اسباب کی تاثیر کے قائل ہین تو قُلْ اَرَءَيْتُمْ کہہ کیا تم فکر کر چکے ہو اور سوچ چکے ہو کہ کوئی سبب آسمانی ہو یا زمین کا وقت پر کچھ کام آتا ہی سو اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا اگر صبح کرے پانی تمھارے چشمون اور کنوون اور دریاؤن کا زمین مین دھنسا ہوا یعنے اگر سب پانی زمین مین غائب ہو جائے اور کوئی چیز اُس پانی کو زمین سے کھود کر نکال نہ سکے فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ پھر کون لاویگا تمکو پانی جاری جو چشمے کے مِلنے سے مِلتا ہی اور حال یہ ہی کہ پانی ایسی چیز ہی کہ ہر وقت درکار ہی اور جب کوئی سبب عالم اسباب سے خواہ وہ سبب آسمانی ہو یا زمین کا ایسے ضروری کام کے حاصل کرنے مین کام نہ آیا اور بیکار محض ہوا تو پھر کس طرح ہم اسباب پر اعتماد کرین اور کیونکر اسباب کے معطل اور بیکار ہونے کے ہم قائل نہون۔ بعضے لوگون سے یہ حکایت منقول ہی کہ ایک نادان حکیم نے یہ آیت سُنی اور کہا کہ اگر ایسا اتفاق ہووے تو ہم پھاوڑے اور کُداری کے زور سے پانی زمین سے نکال لیوین یہ بات اُسکے منھ سے نکلتے ہی نزلے کا پانی کالا اُسکی آنکھون مین اُتر آیا اور دونون آنکھین اندھی ہو گئین اور ایک غیب سے آواز آئی کہ پہلے یہ کالا پانی اپنی آنکھ سے دور کر اور بینائی کا سفید پانی اُسکی جگہ لے آ پھر زمین سے کنوان یا چشمہ کھود کر پانی نکالنا اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو شخص اِس اخیر کی آیت کو پڑھے اُسکو چاہیے کہ بعد اِسکے یہ کلمہ کہے اَللّٰهُ يَاْتِيْنَا بِهٖ وَهُوَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی اللہ تعالی لاویگا ہمکو پانی اور وہ پرورش کرنیوالا ہے ح

علماؤن کے سوال اور جواب

تمام عالم کا۔ اب اِس سورت کی تفسیر مین کئی سوال جو عربی کے دقیق اور باریک مطلبون کے دریافت کرنیوالے عالمون نے کیے ہین باقی رہ گئے اُن مین سے پہلا سوال یہ ہی کہ حق تعالیٰ نے جو کلمہ کہ فرشتون کی زبان سے نکلا اُسکو یون بیان فرمایا کہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ اور اُسکے جواب مین دوزخ والون نے جو کہا اُسکو یون بیان فرمایا کہ قَدْ جَاءَنَا نَذِیْرٌ اور اتیان اور مجئ دونون لفظین آپس مین مرادف ہین یعنی دونون کے ایک ہی معنی ہین پھر فرشتون کے کلام کو اتیان سے اور دوزخیون کے کلام کو مجئ سے بیان کرنے مین کیا نکتہ ہی۔ جواب اِس سوال کا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مین جسکا نام اتقان ہی بیان کیا ہی اور اِس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہ دونون لفظین اگرچہ اصل معنون مین متحد ہین لیکن استعمال مین ان دونون لفظون کے فرق ہی اور وہ فرق کئی وجہون سے ہی سو اُن آیتون کی مطابقت ہر ایک وجہ کے ساتھ بیان کرنے کو بڑی تفصیل اور طول طویل عبارت چاہیے اور وہ عبارت اِس تفسیر مین کہ ابتداء سے اسکی بنیاد اختصار پر ہوئی ہی گنجایش نہین رکھتی لیکن تھوڑا سا مضمون جو اِس تفسیر کے لایق ہی اور مطلب سمجھ لینے کو کفایت کرتا ہی بیان کیا جاتا ہی کہ اتیان کی لفظ ہر چیز مین مستعمل ہو سکتی ہی وہ چیز محسوس ہو خواہ غیر محسوس حقیقت مین پائی جاتی ہو خواہ فرض کر لیا ہو بخلاف مجئ کی لفظ کے کہ اکثر اِسکا استعمال اُن چیزون مین ہوتا ہی جو محسوس ہوتی ہین اور خارج مین پائی جاتی ہین اور یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ کی تجلی دنیا مین جو عزت کے پردے مین چھپی ہوتی ہی اتیان کی لفظ سے تعبیر کی جاتی ہی جیسا کہ فرمایا ہی هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ یعنی کیا منتظر ہین کہ آوے اُنکے پاس اللہ تعالیٰ پردون مین بدلیون کے اور حق تعالیٰ کی تجلی قہری کو جو آخرت مین بے پردہ ہوگی مجئ کی لفظ سے بیان فرمایا ہے قال تعالیٰ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا یعنی اور آیا رب تیرا اور فرشتے صف کی صف باندھے اور اکثر مقدر عذاب کو اتیان کی لفظ سے بیان فرمایا ہی جیسے اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ یعنی آپہونچا حکم اللہ کا پھر اُسکی جلدی مت کرو اور جو عذاب کہ حقیقت مین آیا اور ظاہر ہو ہی اُنکو اکثر

مجی کی لفظ سے بیان فرمایا ہی جیسے فَلَمَّا جَآءَهُمْ اَمْرُنَا وَجَآءَهُمْ بَأْسُنَا یعنی جب آیا
اُن پاس حکم ہمارا یا آیا اُن پاس عذاب ہمارا سو اِن آیتون مین ملائکہ کے کلام کو عام لفظ سے ارشاد
فرمایا یعنی کیا تم پاس کوئی ڈرانیوالا محسوس یا غیر محسوس حقیقت مین یا فرضی نہ آیا تھا اسواسطے کہ اسقدر
مین الزام حجت کا ہو جاتا ہی اور مطلب دلیل سے ثابت ہو جاتا ہی اور بیخبری اور نادانی کا عذر دور
ہو جاتا ہی اور دوزخیون کے کلام کو مجی کی لفظ سے جو نہایت حسرت اور بڑے گناہ اور انتہا
درجے کی خطا کے ظہور پر دلالت کرتی ہی بیان فرمایا یعنی ڈرانیوالا ظاہر بین ہم پاس پونہچا تھا لیکن
ہم نے اسکو دیکھ سُن کے نمانا اور اس فرق کی تائید کرتا ہی جو سورۂ مریم مین ان دونون لفظون کا
استعمال آیا ہی اور حق تعالی نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے کلام کو اس سورت مین حکایت کے
طور پر نقل فرمایا ہی یٰاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ ای باپ میرے مجھکو آئی ہی خبر
ایک چیز کی جو تجھکو نہین آئی اور اسی طرح سورۂ مومنون مین واقع ہوا ہی قال اللہ تعالی اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ
یَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِیْنَ یعنی کیا آئی ہی اُن پاس خبر جو نہین آئی تھی اُنکے باپ دادون کے پاس جو
پہلے گذر گئے ہین اور ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہی کہ جا بجا اسطور کے استعمال کو اختیار کرنا لفظ کے
سلامت رہنے کے واسطے ہوا اسواسطے کہ ہمزہ متحرک ابتدا ر کلام مین اور ہمزہ ساکن انتہا ر کلام مین
ثقیل ہوتا ہی چنانچہ جنکے ذہن صحیح اور سلامت ہین اُن پر یہ بات پوشیدہ نہین ہی اور دوسرا سوال یہ ہی کہ
سورۂ انعام مین حق تعالی نے فوقانی عذاب کو تحتانی عذاب پر مقدم کیا ہی اور فرمایا کہ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ
عَلٰۤی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یعنی وہ اللہ تعالی قادر ہی اسپر کہ
بھیجے تمپر عذاب تمھارے اوپر سے یعنی آسمان سے یا تمھارے پیرون کے نیچے سے یعنی زمین سے
اور اس سورت مین تحتانی عذاب کو فوقانی عذاب پر مقدم کیا ہی اور فرمایا ہی ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ
اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ اور پھر اسکے بعد ارشاد ہوا کہ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ
حَاصِبًا سو ان دونون سورتون مین اس تقدیم اور تاخیر مین فرق ہونے کی کیا وجہ ہی اس سوال کا جواب
یہ ہی کہ سورۂ انعام مین اس آیت کے پہلے حق تعالی فرماتا ہی کہ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَیُرْسِلُ

عَلَيْكُمْ حَفَظَةً یعنی وہ اللہ غالب ہے اپنے بندون پر اور بھیجتا ہی تم پر اپنے نگاہبان سو اِس آیت کے
مضمون کی رعایت سے فوقانی عذاب کا مقدم لانا وہان مناسب ہوا اور اِس سورت مین اِس آیت کے
پہلے حق تعالی فرماتا ہی کہ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ
اور اِس آیت کے مضمون کی رعایت سے تحتانی عذاب جو زمین سے علاقہ رکھتا ہی اُسکا مقدم لانا بہت
مناسب ہوا اور تیسرا سوال یہ ہی کہ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ یہ دونون لفظین ترکیب مین طیر کی لفظ سے
حال پڑی ہین پھر ایک حال کو اسم فاعل کے صیغے سے مفرد لانا اور دوسرے حال کو مضارع
کے صیغے سے جملہ فعلیہ لانے کی کیا وجہ ہی يَصْفُفْنَ وَيَقْبِضْنَ کیون نہ ارشاد ہوا یا صَافَّاتٍ
وَقَابِضَاتٍ کیون نہ فرمایا تاکہ دونون مین مطابقت پائی جاتی اِس فرق کی کیا وجہ ہی اِسکا جواب
یہ ہی کہ ہوا مین اُڑنا پانی مین تیرنے کے مشابہ ہی اور اِن دونون کامون مین ہاتھ پیر اور بازو کا
کھولنا ہوتا ہی تاکہ چیرنا اور جدا کرنا پانی اور ہوا کا آسان ہو جاوے اور اِس حالت مین سمیٹ لینا
ہاتھ پیر یا بازو کا ضرورت کے واسطے ہوتا جاتا ہی تاکہ طبیعت کو ہر وقت آرام حاصل ہوتا ہی
اور نئی قوت پیدا ہوتی جاوے جسطرح لومڑی یا بلّی یا دوسرے جانور جست کرنے اور کودنے
کے وقت سمٹ جاتے ہین اور اسم فاعل کا صیغہ ہمیشگی اور ثبوت پر دلالت کرتا ہی اور
جملہ فعلیہ مضارع کے صیغے سے تجدد اور حدوث پر تو گویا اسطرح ارشاد ہوا کہ چڑیان ہوا
مین صف باندھے اُڑا کرتی ہین اور پر اپنے کھولے رہتی ہین اور کبھی کبھی پر سکوڑ بھی لیتی
ہین تاکہ پر کھولنے اور اُڑنے کی اور زیادہ قوت حاصل ہووے جیسے پانی کے تیرنے والے
کا اُسکا بھی یہی حال رہتا ہی سو یہ فرق بغیر دونون حال کے صیغے متغیر کیے ہوئے بوجھا
نجاتا۔ چوتھا سوال یہ ہی کہ قبر کے عذاب سے نجات حاصل ہونے کے واسطے اِس سورت کے
تخصیص کی کیا وجہ ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ قبر کا عذاب اکثر بد اعتقادی کے سبب سے ہوتا ہے
خصوصًا قبر کے سوال اور اپنے بد عملون کی پرسش سے غافل ہونا اور دن رات نفس کی خواہش
مین پھنسے رہنا اور نجاستون سے اپنے کو نہ بچانا کہ یہ چیزین قبر کے عذاب کی سبب پڑتی ہین

اور جو شخص کہ اس سورت کو معنی سمجھ کر پڑھتا ہی اسکو پورا یقین ہوتا ہی کہ موت کے بعد جو دنیا مین کیا ہے اُسکا حساب ہونا ہی اسواسطے کہ حق تعالی کا قول خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا اسی بات پر دلالت کرتا ہی اور اس بات کی بھی اُسکو یقین ہوتی ہی کہ حق تعالی سینے کے بھیتر کے بھید اور دل کے پوشیدہ خیالات سے واقف ہی کچھ اُسپر چھپا نہین ہی اسواسطے کہ اس آیت سے وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یہی بات بوجھی جاتی ہی سو جس شخص کو ان چیزون کا یقین ہو جاتا ہی تو البتہ اُسکے جوہر نفس کو برے خیالون کی تاثیر کم ہوتی ہی اور بالکل اُسکو خراب نہین کر سکتی اور یہ بھی ہی کہ قبر مین جاتے ہی پہلا صدمہ جو آدمی کو پونہچتا ہی وہ ضغطہ قبر کا ہی اور اُسکا دبانا یعنی مُردے کے قبر مین پونہچتے ہی زمین مین حرکت پیدا ہوتی ہی جیسے دریا مین موج اور اس حرکت اور موج کے تھپیڑون سے مُردے کا حال تباہ ہو جاتا ہی سو جب اس آیت کا مضمون یعنی ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ آدمی کے خیال مین رہتا ہی اور تلاوت اُسکی کیا کرتا ہی تو یہ خوف ہمیشہ اُسکے سامنے رہتا ہی اور حق تعالی کے قول کے بموجب جو دوسری جگہ فرمایا ہی اور اُسکے سچے وعدے کے بموجب کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ یعنے تحقیق جو لوگ ڈرتے ہین اپنے رب سے بن دیکھے اُنکو بخشش ہی اور ثواب بڑا وہ شخص مستحق بخشش اور معافی کا ہوتا ہی اور آخر کی آیت یعنی اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ اور درمیان کی آیت یعنی اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ یہ دونون آیتین اس مضمون سے خوب مناسبت رکھتی ہین چنانچہ یہ بات تامل اور فکر کرنے سے پوشیدہ نرہیگی اور آیت هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا بھی قبر کی راحت پر دلالت کرتی ہی بعضے معنون سے اور اس سورت مین عذاب قبر کے دفع ہونے کے مقدمے مین دوسرے بھید بھی ہین سو وے توضیح اور تشریح پر موقوف ہین اس مختصر مین اُسکا بیان گنجایش نہین رکھتا لیکن اتنا بطور

اشارے کے کہا جاتا ہو کہ تبارک کی لفظ مین تامّل اور غور کرنا چاہیے کہ اس مین ہمیشگی کی خیر کا
اور انعام اور احسان کا معاملہ بعد موت کے بھی جاری رکھنے کا اشارہ بوجھا جاتا ہے اور
آسمان کا ستارون کی قندیلون سے روشن کرنا اور اسکی روشنی کے سبب گرد نواح آسمان سے
شیطانون کو ہانکنا صاف اشارہ اس بات کی طرف ہو کہ آسمانی کیفیتین اور اُسکے احوال
قبر کی تاریکی کو روشن کر دینگے اور شیطانون کی شرارت سے بچا لینگے اور اس تشویش کو دور
کر دینگے بلکہ اگر ان معنون مین خوب غور اور تامّل کیا جاوے تو بخوبی ظاہر ہو جاوے کہ قبر کے
داخل ہونے کے بعد زمین کا اوپر کا طبقہ قبر والے کے حق مین دُنیا کے آسمان کا حکم
پیدا کریگا اسواسطے کہ وہ طبقہ ہدایت کے چراغون سے روشن اور آراستہ ہو رہا ہے اور
وہ چراغ انبیاء اور اولیا کی نورانی روحین ہین جنکی روشنی کی چمک سے زمین منور ہو رہی ہے
اور شیطانون کے دفع کے واسطے نیچے کے آدمیون سے مدد پونہچاتے ہین

سورۂ نون

تمہید

اس مین باون آیتین اور تین سو چھ کلمے اور ایک ہزار دو سو پچانوے حرف ہین اور پہلی
آیتین اس سورت کی بلا شبہہ مکّی ہین لیکن بعضی آیتون مین اختلاف ہو کہ مکّی ہین یا مدنی اور
شمار مین اسکی آیتین پچاس ہین بلا خلاف اور باون ہونے مین اختلاف ہو اور اس سورت
کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم خلعت نبوّت سے
سرفراز ہوے اور آپ پر وحی آنا شروع ہوا اور وضو اور نماز کا طور آپکو غیب سے سکھلایا
گیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے دین حق کا ظاہر کرنا شروع کیا اسوقت حضرت خدیجہ
اور حضرت ابو بکر اور حضرت علی اور حضرت زید آپ کے متبنّے جسکو ہندی مین لے پالک
کہتے ہین اور حضرت اُمّ ایمن آپکی خادمہ رضی اللہ عنہم یہ سب ایمان لاے اور نماز پڑھنا آپکے
اہلبیت مین رائج ہوا اور یہ باتین نئی نئی جو مکّے والون نے کبھی نہ دیکھی تھین ہر مکان اور ہر مجلس
مین نقل ہونے لگین اور اس بات کا چرچہ پھیلا بعضے بے ادب کافرون نے کہنا شروع کیا کہ

ن خاضنہ یعنے دائی ۱۲

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ ہوگیا ہی اور تمام اپنے گھروالون کو بھی دیوانہ کر ڈالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتون کے سُننے سے نہایت رنج اور ملال ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی خاطر مبارک کی تسلّی کے واسطے یہ سورت نازل فرمائی اور دو مرتبہ قسم یاد فرما کے ارشاد کیا کہ تو ہرگز دیوانہ نہین ہی بلکہ تیری عقل تمام مخلوقات کی عقلون پر ترجیح رکھتی ہی کسی کی عقل تمھاری عقل کے پاسنگ کو بھی نہین پہونچتی اور اس سورت کے ربط کی وجہ سورہ ملک سے یہ ہی کہ سورہ ملک مین اُس شاہنشاہ حقیقی کے اکثر کارخانون کا ذکر جو سلطنت سے تعلق رکھتے ہین بیان فرمایا ہی چنانچہ اوّل خیرات کی کثرت دوسرے قادر ہونا سب چیز پر یہانتک کہ مارنے اور جلانے پر بھی تیسرے ہر شخص کے کامون سے خبردار ہونا یہانتک کہ پوشیدہ بات سے بھی سو چھپی ہوئی دل کی بات بھی اُس درگاہ مین پوشیدہ نہین ہی چوتھے غالب ہونا سب پر پانچوین بخشنا اور معاف کرنا باوجود قدرت کے چھٹے بڑے بڑے مکان عالیشان اپنے خادمون کے واسطے تیار کر دینا ساتوین رعایا مین تفاوت اور جانبداری نکرنا آٹھوین اپنے ممالک محروسہ کے ملکون کو زیب اور زینت سے آباد اور معمور رکھنا نوین دشمنون کے ذلیل اور خوار کرنے کے اسباب تیار رکھنا دسوین فرمانبردارون کے واسطے بخشش اور انعام کے اسباب موجود رکھنا گیارھوین امن اور چین کا ہونا یعنے ایسا انتظام ملک مین کرنا کہ سب رعایا امن اور چین سے رہین بارھوین سب چیزون کا نرخ سستا رکھنا تیرھوین اپنے مخالفون کو کمزور کر رکھنا تاکہ دشمنون کی حمایت نکر سکین اور اُس درگاہ کے محرومون کو رزق نہ پہونچا سکین سو یہ سب کارخانے عمدہ ہین کہ انکے جمع ہونے سے سلطنت رونق اور قوت پکڑتی ہی باقی رہا یہان پر بیان ایک بڑے کارخانے کا کہ یہ سب کارخانے اُسی سے تعلق رکھتے ہین سو اُس کارخانے کا ذکر اُس سورت مین نہوا اسواسطے تتمہ کے طور پر اِس سورت مین اُسکو بیان فرمایا سو وہ کارخانہ دفتروالون اور متصدیون اور اہل قلم کا ہے بس یہ سورت گویا مملکت کے خطی وجود کا بیان ہی سب کارخانون کے ساتھ اور خطی وجود خارجی

وجود کا ظل ہی اور اِن دونون کے درمیان مین حکایت اور محکی عنہ کا علاقہ ثابت ہی سو اسواسطے
کہ ظل کا مرتبہ اصل کے مرتبے سے متاخر ہی اِس کارخانے کو اِس سورت مین یعنی سورۂ نون مین
جو سورۂ ملک کے پیچھے ہی بیان فرمایا تاکہ اِس بیان مین ظل اور اصل کے مرتبون کے تفاوت
کی طرف بھی اشارہ یعنی ظل کا مرتبہ اصل کے بعد ہی اسی واسطے اہل قلم کے کارخانے کو
دوسرے کارخانون کے بیان کے ساتھ پہلی سورت مین بیان نفرمایا اور سوا اسکے
اِن دونون سورتون کے مضمون مین بھی جابجا مناسبت ثابت ہی چنانچہ پہلی سورت مین فرمایا ہے
لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا اور اس سورت مین فرمایا إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ
الْجَنَّةِ اور اُس سورت مین کافرون کا عذاب دوزخ مین اور اُسکے مؤکلون کی جھڑکی حکومت
اور بادشاہت کے طور پر مذکور ہی اور اِس سورت مین وہ سب مضمون منصدی گری کے
طور پر بیان فرمائے ہین جیسے أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ
تَدْرُسُونَ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ یعنے کیا کرینگے ہم مسلمانون کو مثل گنہگارون کے
کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہی جسمین پڑھ لیتے ہو کیا تمنے ہمسے قسمین لین ہین جو پہونچی
بس یہ مضمون صریح سوال مین لکھا پڑھی اور قول و قرار کے دست آویز طلب کرنے سے
اور یہ طور دفتر کے منصدیون کا ہی اور اِس سورت مین ضروان کے باغ والون کا حال
بھی مذکور ہی اور وہ بھی منصدی گری کے قاعدے سے تعلق رکھتا ہی اسواسطے کہ جب
کسی گانون کے زمیندار یا کھیتی والے اپنے معمول کے خلاف کرتے ہین اور حاکم کے
تنخواہ دارون کو واجبی حق نہین دیتے تب وہ گانون اُنکے قبضے سے نکال کر سرکار
مین ضبط کرتے ہین اور بالکل اُنکے مال کو قرق کرتے ہین اور اُس سورت مین بھی اسی
قسم کے قصے عبرت اور ڈر کے خوف دلانے کے واسطے سلطنت اور حکومت کے طور پر
بیان فرماتے ہین جیسے هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا اور أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ
أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ اور أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا

وہ رب ایسا ہی جسنے کردیا تمھارے واسطے زمین کو پست اور کیا نڈر ہو گئے تم اُس سے
جو آسمان مین ہی کہ دھنسا دے تمکو زمین مین اور کیا نڈر ہو گئے تم اُس سے جو آسمان مین ہی کہ
ڈالے تم پر پتھر اور اُس سورت مین ایک دریا کی مچھلی کا مذکور ہی جو سب مخلوقات کے طبقون
کے نیچے تہ نشین ہی اور حکم آلہی کی ایسی فرمانبردار ہی کہ ایک پیغمبر جلیل القدر کو اپنے پیٹ
کے قید خانے مین لیکر احتیاط سے رکھا کہ اُنکے بدن پر کچھ آسیب نہ پونہچا اور اُس سورت
مین بھی پرند جانورون کا مذکور ہی کہ حق تعالیٰ کے حکم سے ہوا مین ٹھہرے ہوے ہین
یہ سب گویا اِس بات کی طرف اشارہ ہی کہ مرغ سے ماہی تک ہمارے تابعدار اور فرمان بردار
اور عاجز اور سرنگون ہین اور اِسی پر قیاس کرکے اگر آدمی غور کرے تو مناسبت کی وجہین
اِن دونون سورتون مین بہت پائی جاتی ہین اور اِس سورت کا نام سورۂ نون رکھنے کی
وجہ یہ ہی کہ نون کے عدد جمل کے حساب سے پچاس ہین اور اِس سورت کی آیتین جنپر
اتفاق ہی وہ بھی پچاس ہین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کا زمانہ بھی پچاس
برس کامل ہوا اِس طور سے کہ بعد نبی ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تئیس برس
زندہ رہے اور مسند نبوت آپ کی ذات پاک سے مزیّن رہی پھر بعد آپ کے ستائیس برس تک
خلفاء راشدین اُسی قانون اور آئین پر اِس طور سے عمل کرتے رہے کہ ایک بال کی برابر
بھی شریعت کے احکام مین تفاوت نے راہ نپائی اور سب فرمان بردار اور تابعدار رہے
لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ستائیسوین سال مین وقت کے خلیفہ کو
حکومت سے باز رکھنے کے سبب سے فتنہ برپا ہوا اور نافرمانی شروع ہوئی اور وقت کے
خلیفہ کو معزول سمجھا اِس سبب سے گویا نبوّت کا دورہ منقطع ہوا اور زمانہ سلطنت اور بادشاہت کا
قریب آپونہچا کہ پیغمبر کے خلیفہ کی تابعداری مین قصور ہوا اور اُسکا حکم جاری نہوا اگرچہ
خلیفہ برحق کے موجود ہونے کے سبب سے اصل خلافت کا نام تیس برس تک باقی رہا لیکن
جو پیغمبر کے خلیفہ کا حکم جاری نہوا تو گویا نبی کا حکم جاری نہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی

نبوّت کا نشان ہی مٹ گیا اسواسطے کہ نبوّت کا حکم اُسوقت اُسی خلیفہ کی ذات مین منحصر تھا
اور یہ بھی ہی کہ اِس سورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا ثبوت اور دیوانگی کی
نفی آپکی ذات ستودہ صفات سے بہت واضح کرکے بیان فرمائی ہی اور حرف نون نبوّت
کی لفظ کا پہلا حرف ہی اور یہ بھی ہی کہ جتنے عمدہ مطلب اِس سورت مین بیان ہین اُن مین
نون کے حرف کو بڑا دخل ہی اسواسطے کہ اوّل اِس سورت مین اپنی نعمت کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان فرماکے دیوانگی کی نفی کی ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
بے انتہا ثواب کا وعدہ فرمایا ہی اور آپ کے دشمنون کو مفتون فرمایا یعنی راہ سے
بچلے ہوئے پھر دین کی بات مین کافرون سے سستی کرنے کو منع فرمایا علی الخصوص اُس
کافر سے جسکے دل مین اللہ جل شانہ کی اہانت بس گئی ہی اور چغل خوری اور نیک چیز سے
ہر شخص کو روکنا اُسکی عادت ہوگئی ہی اور باوجود اِن سب باتون کے وہ ولد الزنا بھی ہی
اور اپنے مال اور اولاد کی زیادتی پر مغرور بھی ہی پھر اُسکے بعد اُن باغ والون کا قصّہ
بیان فرمایا جو اپنی نیت کے بدلنے سے اور مسکینون کو حق نہ دینے سے اور انشاء اللہ تعالے
کے نہ کہنے کے سبب سے خرابی مین پڑے اور رات کو وہ سوتے ہی رہے اور باغ جل گیا
اور پچھلی رات کو خوشی خوشی اُٹھکر باغ کو گئے تاکہ کسی مسکین کو خبر نہو اور وہان جاکر دیکھا تو
باغ سب جلا ہوا پایا پھر اپنے تئین آپ ندامت کرنے لگے پھر اُسکے بعد کافرون سے سند
طلب کرنے کا بیان ہی کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی سند اُنکے پاس ہی جس سے کہتے ہین کہ جیسا
ہم چاہین گے ویسا ہی اللہ تعالیٰ ہمکو دیگا یا اللہ تعالیٰ نے اُنسے قسم کھائی ہی کہ جو تم چاہوگے
وہی ملیگا پھر اُسکے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ میرا داؤ بڑا زبردست ہی کہ کوئی اُس سے
بچ نہین سکتا پھر اُسکے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السّلام کا قصّہ بیان فرمایا کہ
اِس طور سے مچھلی کے پیٹ مین اللہ تعالیٰ کو پکارا اور اُس قادر علی الاطلاق نے اُن کی
فریاد رسی کی اور اُس دعا کے سبب سے اُن کو اُس بلا سے نجات دی اور اِس حرف نون کی

تفسیر مین جو اِس سورت کے اوّل مین واقع ہی اور اِس سورت کا نام بھی وہی ہی مفسرون نے بہت سا اختلاف کیا ہی حضرت عبداللہ ابن عباس اور قتادہ اور سدّی اور مقاتل اور کلبی رضی اللہ عنہم سے اور اِنکے سوائے دوسرون سے بھی ایسا نقل کیا گیا ہی کہ اِس نون سے مراد وہ مچھلی ہی جسکی پیٹھ پر ساری زمین ہی اور اُسکا نام بہموت یا لیوتا یا بلہوت یا لوتیا ہی اور اِن بزرگون سے ایسی روایت آئی ہی کہ حق تعالی نے جب آسمان اور زمین کو پیدا کیا تو اُسوقت اپنے عرش معلی کے نیچے سے ایک فرشتے کو حکم فرمایا کہ ساتون تہ زمین کے نیچے جاکر ساری زمین کو اپنے کندھے پر رکھ لے سو اُس فرشتے نے آکر سب زمین کو اپنے اوپر اُٹھا لیا دونون ہاتھ اُسکے کھلے ہین ایک مغرب مین ہی اور دوسرا ہاتھ مشرق مین پھر اُس فرشتے کو دونون پانون رکھنے کی جگہ نہ تھی تب حق تعالی نے جنّۃ الفردوس سے ایک بیل کو بھیجا جسکے چالیس ہزار سینگھ ہین اور چالیس ہزار پانون اِس بیل کے کوہان پر اُس فرشتے نے دونون پانون اپنے رکھے لیکن اُسکے پانون ٹھہرتے نہ تھے تب فرشتون کو حکم ہوا تو ایک ٹکڑا زمرد سبز کا جنّۃ الفردوس سے لاکر اُس بیل کے کوہان سے اُسکے کان تک رکھدیا پھر اُس فرشتے کے پانون اُس پتھر پر ٹھہر گئے اور اُس بیل کے سینگ زمین کے چارون طرف سے نکل آئے ہین اور دونون نتھنے اُس بیل کے کھارے دریا کے اندر ہین جسوقت وہ بیل دم باہر نکالتا ہی تو دریا مین مدّ ہوتا ہی جسکو بنگالے مین جوار اور بمبئی مین بھرتی کہتے ہین اور اُسوقت دریا مین کف یعنی پھین بہت نکلتا ہی اور جسوقت وہ بیل دم بھیتر کو کھینچتا ہی تو اُسوقت دریا مین جزر ہوتا ہی جسکو بنگالے مین بھاٹا اور بمبئی مین اوٹ کہتے ہین پھر اُس بیل کے پانون کے ٹھہرنے کے واسطے حق تعالی نے ایک پتھر پیدا کیا جسکا مٹاپا ساتون آسمان اور ساتون زمین کے برابر ہے اُس پتھر پر وہ بیل کھڑا ہی اور یہ وہی پتھر ہی جسکو حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کی نصیحت مین سوای آسمان اور زمین کے ذکر کیا ہی چنانچہ بطور حکایت کے حق تعالی

ف دریا کے پانی کے چڑھنے گھٹنے کا سبب

فرماتا ہو کہ یا بُنَیَّ اِنَّھَا اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ
اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِھَا اللّٰہُ یعنی اے بیٹے میرے اگر کوئی چیز ہوگی برابر رائی کے دانے کے پھر وہ
پتھر مین ہو یا آسمانون مین یا زمین مین لاویگا اُسکو اللہ تعالی اور اِس پتھر کے ٹھہراؤ کے واسطے
ایک بڑی مچھلی حق تعالی نے پیدا کی ہو سو یہ پتھر اُسکی پیٹھ پر دھرا ہو اور باقی بدن اُس مچھلی کا
خالی ہو اور وہ مچھلی دریا پر ہو اور دریا ہوا پر اور ہوا اللہ کی قدرت سے تھنبی ہوئی ہو تا کہ سب کو
معلوم ہو جاوے کہ اِس عالم کی بنیاد بر باد ہو اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ
ایک روز ابلیس لعین تحت الثریٰ کو پہونچکر اُس مچھلی تک پونہچا اور اُسکے دل مین یہ وسوسہ ڈالا کہ
کسواسطے اتنا بوجھ اپنے اوپر لادے ہوئی رنج مین گرفتار ہو ذرا اپنے بدن کو جنبش دے کہ
تمام آسمان اور زمین اور پہاڑ تیری پیٹھ پر سے گر پڑین اور تو اِس بوجھ سے خلاصی پاوے
اُس مچھلی نے چاہا کہ حرکت کرے بمجرد اِس قصد کے حق تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک
جانور کو بھیجا وہ جانور اُس مچھلی کی ناک سے بیٹھ کر دماغ کو پونہچا مچھلی کی حالت تباہ ہوئی اور
بیقرار ہو کر جناب باری مین اُسکی شکایت کی حق تعالی جل شانہ نے فرمایا کہ یہ سزا اُس شیطانی
وسوسہ کی ہو جسکو تو نے قبول کیا تھا پھر اُس جانور کو حکم ہوا کہ اُس مچھلی کے کان کی راہ سے
نکل کر اُسکے منھ کے سامنے حاضر رہ تا کہ اگر دوسری مرتبے پھر وہ مچھلی ایسا ارادہ کرے تو پھر تو
اُسکے دماغ مین گھس جانا اور بعضے مفسرین نے کہا ہو کہ اِس نون سے مراد وہ مچھلی ہو جس نے
حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالی کے حکم سے نگل لیا تھا اور تین روز یا چالیس روز اپنے
پیٹ مین رکھا تھا اور بعضون نے کہا ہو کہ مراد وہ مچھلی ہو کہ جسکے خون مین نمرود مردود کا تیر ڈوب کر
آیا تھا اسواسطے کہ یہ دونون مچھلیان اپنی جنس مین ایسی بزرگی رکھتی ہین جو اور مچھلیون مین
نہین پائی جاتی ایک مچھلی ایسے پیغمبر جلیل القدر کے قید کرنے پر مسلط ہوئی تھی اور انہی ادب کی رعایت
کی کہ پیغمبر کے بدن پر کسی طرح کی ایذا اور تکلیف نہ پونہچی اور اُس دوسری مچھلی نے آپ کو اللہ تعالی
کے واسطے فدا کیا اور اپنی جان کو اُس پاک پروردگار کے دشمن کے تیر کے مقابلے مین نشانہ بنایا

جسطرح کوئی شخص لڑائی مین اپنے تئین سردار کے سامنے کرکے دشمن کے تیر گولی کا نشانہ بن جاوے
اور سردار پر کسی طرح کا آسیب نہ آنے دیوے تو وہ شخص تمام فوج مین ممتاز ہوتا ہی اور سردار کے
نزدیک سرفراز اور ضحاک اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ نون سے مراد
دوات ہی چنانچہ ایک شاعر قدیم نے کہا ہی کہ اِذَا مَا الشَّوْقُ بَرَّحَ بِيْ اِلَيْهِمْ اَلْقَتِ النُّوْنُ بِالدَّمْعِ
السَّجُوْمِ یعنی جسوقت کہ غلبہ کرتا ہی اشتیاق انکا مجھ پر الفت دیتا ہون مین دوات کو آنسو بہنے والے کے
ساتھ یعنی بھر دیتا ہون مین دوات کو اور یہ تفسیر قلم کی لفظ کے ساتھ بہت مناسبت رکھتی ہی
اور تائید دینے والی اس تفسیر کی ایک حدیث مرفوع ہی یعنے اَوَّلُ شَیْءٍ خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمُ ثُمَّ
خَلَقَ النُّوْنَ یعنی الدَّوَاۃَ ثُمَّ قَالَ اکْتُبْ مَا ھُوَ کَائِنٌ مِنْ عَمَلٍ اَوْ اَثَرٍ اَوْ رِزْقٍ اَوْ اَجَلٍ
فَکَتَبَ مَا کَانَ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ خَتَمَ عَلَی الْقَلَمِ یعنے فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ قلم ہی پھر پیدا کیا نون کو
یعنی دوات کو پھر حکم ہوا قلم کو کہ لکھ جو چیز ہونیوالی ہی عمل اور نشان اور رزق اور اجل سے پھر لکھا
قلم نے جو چیز تھی اور جو ہونیوالی ہی قیامت تک پھر مہر کردی گئی قلم پر اور معاویہ بن قرہ رضی اللہ
عنہ سے مرفوعاً روایت آئی ہی کہ اَلنُّوْنُ لَوْحٌ مِنْ نُوْرٍ یَکْتُبُ فِیْہِ الْمَلٰٓئِکَۃُ مَا یُؤْمَرُوْنَ بِہٖ
یعنی نون ایک تختہ ہی نور کا لکھتے ہین اس مین فرشتے جو انکو حکم ہوتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ
نون ایک نہر کا نام ہی لیکن ان تفسیرون پر ایک اعتراض جو علم نحو سے علاقہ رکھتی ہے
وارد ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ تمام قاریون کے نزدیک اس حرف پر وقف لازم ہی اور جب یہ تفسیر
ہوئی تو وقف نہین ہوسکتا اسواسطے کہ نون کا لفظ اگر اسم جنس ہی تو جر اور تنوین اسکا حرف
قسم اور لام کی تقدیر سے ہوتا اور اگر علم منصرف ہوتا تو جر اور تنوین اسپر آتا اور اگر غیر منصرف
ہوتا تو حرف قسم کی تقدیر اسکے فتحے کے واسطے ضرور ہوتی اور جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ
اس لفظ کا ذکر اس مقام پر کنایہ ہی قسم سے صریح قسم نہین ہی اور حرف قسم کی تقدیر اور اسکا
عمل دینا اس لفظ مین صریح قسم کو لازم ہی کنایہ کو لازم نہین اور عطا اور بعضے دوسرے

مفسرون سے منقول ہی کہ یہ نون اشارہ ہی حق تعالیٰ کے نامون سے دو نامون کے پہلے حرف کی طرف یعنی نور اور ناصر اور محمد بن کعب قرظی نے کہا ہی کہ نون اشارہ ہی مومنین کی نصرت کی طرف اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ اس نون سے بھی دریا کی مچھلی مراد ہی اور اسکو عارفون اور کاملون سے بہت مناسبت ہی اسواسطے کہ تمام عمر پانی مین رہتی ہی اور کبھی اسکا جی پانی سے نہین بھرتا اور اسکو پانی سے سیری حاصل نہین ہوتی اور اگر ایک دم بھر پانی سے علحدہ ہوتی ہی تو بیقراری سے اپنی جان دیتی ہی اسیطرح عارف لوگ عمر بھر حقیقت کے دریا مین غواصی کرتے ہین اور غوطے لگاتے ہین لیکن سیر فی اللہ کے قربون سے کبھی سیر نہین ہوتے اور اگر کبھی ایک لمحہ اسکی یاد سے دور ہوئے تو وہی سبب ہلاکی کا ہوتا ہی اور کیا اچھی بات کہی ہی مولانا روم علیہ الرحمہ نے

ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد * و آنکہ بے روزیست روزش دیر شد. یعنی عشق حقیقی ایک دریا ہی جسکی انتہا نہین ہی سو جو عاشق کامل کہ اس دریا کی مچھلی بنا اسکو چاہیے کہ سیری سے ہاتھ دھووے اور ہمیشہ پیاسا رہے اور اسی حالت مین مرے اور جو متوسط الحال ہی وہ اپنی پیاس کو بجھاوے اور کمال سے باز رہے اور جو شخص بے روزی یعنی بے عشق کی لذت کے زندگانی کرتا ہی اسکو غم اور اندوہ مین گذرتا ہی اور رنج سے اسکے دن دیر مین کٹتے ہین سو حرف نون کا لانا شروع مین اس سورت کے سب مطلب سے پہلے اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ تم جو نہایت اشتیاق ہماری طرف رکھتے ہو اور ہر دم اور ہر لحظہ وہی بات کرتے ہو جسمین ہمارا ذکر ہو اور ہر کام مین یعنی اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے اور بات چیت مین ہمارا ہی دھیان رکھتے ہو اور نادانون کی عادت کے خلاف کرکے ہمارے واسطے اپنے تئین پھنساتے ہو اور بے ہمارے شغل اور بے ہماری یاد کے تم رہ نہین سکتے سو اسواسطے یہ کافر تمھارے تئین مجنون اور دیوانہ کہتے ہین چنانچہ صحیح حدیث مین آیا ہی کہ اُذْکُرُوا اللّٰہَ حَتّٰی یُقَالَ مَجْنُوْنٌ یعنے یاد کرو اللہ تعالیٰ کو یہانتک کہ لوگ تمکو مجنون

کہنے لگین اور یہ احمق یہ نہین سمجھتے کہ مچھلی کو دریا سے بھی یہی مناسبت ہی کہ ایک دم بے پانی
نہین رہ سکتی پھر اگر تمکو بھی اپنے محبوب سے یہی حالت بہم پونہچی ہو کہ بے یاد اُسکی ایکدم قرار
نہو تو کچھ جگہ تعجب کی نہین اِس حالت کو جنون اور دیوانہ پن کہنا انکی نادانی ہی اور حضرات
صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے بھی فرمایا ہی کہ نون سے مُراد نفس کلیہ ہی جسکو لوح محفوظ اور وحی کا
مبدار کہتے ہین اور قلم سے مُراد قلم اعلیٰ ہی یعنی عقل اوّل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
نبوّت کا مبدار ہی لوح محفوظ مین اور بعضے صوفیہ نے فرمایا ہی کہ نون سے مراد نفس رحمانی ہی
جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا مبدار ہی اور قلم سے مُراد قلم اعلیٰ ہی
جو اِس روحانیت کے وجود کا مبدار ہی اور بعضون نے نون سے ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے نور کو مُراد لیا ہے کہ ظہور اُس کا قیامت تک باقی ہے۔ واللہ عالم بالصواب۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ س

ع

ن ۵ یعنی تیری نبوّت بیشک اے نبی بے شبہہ ثابت ہی اور تیرا نور تمام عالم مین پھیلیگا اور تیری
ہی فتح ہوگی اور پچاس برس تک تیرا نفع روز بروز ترقی اور زیادتی مین رہیگا اِس جگہہ پہ
جاننا چاہیے کہ نون کا حرف اُن حرفون مین سے ہی جو اپنی شکل کے اعتبار سے اصل ہین یہ دوسرے
حرفون کی شکل اِنھین حرفون کی شکل سے نکلی ہی جیسے الف ایک کھڑے خط کا نام ہی
اور جب اِسکے ساتھ تین نقطے نیچے کی طرف ملا دیتے اسطور سے ا ؞ تو لام ہو گیا اور
بے ایک خط ہی مسطح یعنی بچھا ہوا کہ تے اور ثے اور فے نے ایک یا دو نقطون کی زیادتی کے
سبب سے اِس سے علیحدہ ہو کے دوسرا نام پیدا کیا ہی اور نون بھی ایک خط ہی ٹیڑھا کمان کے
طور پر کہ ص اور ض اور س اور شین اور قاف اِسی کی شاخین ہین اور تھوڑے ٹیڑھے خط
کے ملنے سے یا ایک دو نقطے کے بڑھانے سے دوسرا نام اور دوسری شکل ہو جاتی ہے
سو اِس نون کے حرف کو نبوّت سے بہت مناسبت ہی اور وہ حروف جو اِس سے نکلتے ہین

یعنی الف اور با اور نون اپنی شکل کے اعتبار سے اصل حروف ہین اور حرفونکی شکل کے اصل ہین

وہ اشارہ اور علامت ہین اُن چیزون کی جو نبوّت کے لوازمات مین سے ہین جیسے قاف کہ
اشارہ ہی قربت بندون کی حق تعالی کی جناب سے اور صاد اشارہ ہی انکی دُنیا اور آخرت
کی صلاحیت کی طرف اور سین سے اشارہ ہی سیاست الٰہیہ کی طرف خلافت کے طور پر
اور شین اشارہ ہی اچھے اور بُرے عملون کی شہادت پر اور ضاد اشارہ ہی جھوٹی اور بُری
باتون کی ضد پر سو یہ سب حرف اِسی نون کے ظہور اور علامات سے ہین اور یہ بھی ہی کہ
نون کا حرف اُن تین حرفون مین سے ہی جنکو دوائر کہتے ہین یعنی جب اُن حرفون کا
نام لیا جاوے تو آخر مین وہی حرف خود آوے جیسے واؤ اور میم لیکن واؤ کے شروع
مین زبر ہی اور میم کے شروع مین زیر اور نون کے شروع مین پیش ہی اور مدّ کے
حرف یعنی الف اور یے اور واؤ اِن تینون حرفون کے درمیان مین اِسی ترتیب سے
آئے ہین سو یہ تینون حرف ایسی چیز پر دلالت کرتے ہین جسکی ابتدا انتہا کے ساتھ
ملی ہوئی ہو اور ابتدا اور انتہا کے جو درمیان مین ہی وہ نیست اور نابود کا حکم رکھتی ہو اسواسطے
کہ مدّ کے حرفون کا گویا وجود نہین ہی فقط حرکت کے ظاہر کرنے کو یعنی زیر زبر پیش کے
ظاہر کرنے کو آتے ہین اسکے سوا اور کچھ فائدہ نہین لیکن واو ایسی چیز پر دلالت
کرتا ہی جو کھلی اور کشادہ ہو اور میم ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو مرتبے مین کم ہو اور بلندی
سے پستی کی طرف آوے اور نون ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو بلند اور اونچی ہو اور
حرف تہجی مین کوئی حرف ایسا نہین ہی کہ اُسکا اوّل مضموم ہو یعنی شروع مین پیش ہو
سوای نون کے تو اِس حرف کو بڑی مناسبت نبوّت کے مرتبے کے ساتھ پیدا ہوئی کہ
سلوک الٰہی کے طریق کا مبدا بھی یہی حرف ہی اور منتہا بھی یہی ہی اور سب ولایتین اِسی
مرتبے سے شروع ہوئی ہین اور اِسی مرتبے پر رجوع بھی کیا ہی بلکہ ابتدا ہدایت مطلق کی بغیر
کسی قید کے انبیا کی ذات سے ہی اور انتہا ہدایت کی یعنی جنت مین اپنے اپنے قربون
کے لائق مکانون مین پونہچنا بھی انبیا کے وسیلے سے ہوگا اور یہ نون ایسا حرف ہے کہ

۱ جو اعراب اور تنوین کو جگہ دے اُسکو اسم متمکن کہتے ہین ۱۲

عرب کی لغت مین ہر متمکن اسم کے ساتھ ملتا ہی اور جب تک یہ اُسکو نہ ملے تب تک اُسکی اعراب
تمام نہین ہوتی اور یہی حال ہر نبی کا کہ بنی آدم کے فرقے مین بادشاہ اور ولی اور حکیم سے لیکر
ڈھیلے جولاہے بھنگی تک کوئی ہو جب تک کسی ایک نبی کی طرف انبیاؤن سے رجوع نکرے گا
تب تک اُسکا دین دنیا کا کام بن نہ پڑیگا اور کسی طرح کا کمال تمام نہوگا اور عرب کی لغت مین اس
حرف نون کے عجیب اور غریب خواص ہین فعل کے آخر مین تاکید کے واسطے آتا ہی اور حرف کے
آخر مین ترنم اور آواز کی تحسین بڑھانے کے واسطے آتا ہی اور اسم کے آخر مین اعراب کے ظاہر
کرنے کے واسطے جیسے انبیا کہ اُنکی نبوت کے سبب سے فرشتون کو جو افعال الٰہی کے قائمقام
ہین قربت کے مرتبون کی تاکید حاصل ہوتی ہی اور جنون اور آدمیون کو کہ اسماے متصرفہ کے
قائم مقام ہین اپنے کمال کے مرتبے حاصل ہوتے ہین جو نمونے ہین اعراب کے اور دوسری
مخلوقات کو جیسے حیوان اور اُگنی والی چیزین اور کان مین پیدا ہونیوالی چیزین کہ بجاے حروف
کے ہین انبیا کا وجود اُنکے واسطے فخر اور زینت کا سبب ہوتا ہی اسی واسطے انبیاؤن کا وسیلہ
ڈھونڈھنے مین سبقت کرتے ہین اور اُنکے کہنے کو قبول کرتے ہین اور اُنکی تعظیم اور تکریم
مین قصور نہین کرتے اور یہ بھی ہی کہ علم حروف کے جاننے والے جو آسمانون اور عناصر پر حرفونکو
قسمت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ افلاک اور عناصر کے کارکن حرفون کے حقائق ہین اور کہتے
ہین کہ آسمان گیارہ ہین سات ساتون ستارون کے واسطے اور آٹھوان آسمان کرسی اور نوان
آسمان عرش اور دسوان آسمان لوح اور گیارہوان آسمان قلم ہی اور ایسا مقرر ہی کہ نون فلک قمر کا
حرف ہی جو عالم وحی اور تنزیل سے عبارت ہی اور اُسکو سفلیات مین کوئی حرف نہین ہی چنانچہ
فلک لوح کو بھی کہ عالم حیات سے عبارت ہی سفلیات مین کوئی حرف نہین ہی اور باقی آسمانون
اور عناصر کو کہ تیرہ ہین علویات مین بھی حرف ہین اور سفلیات مین بھی سو نون کو نبوت کے
ثابت کرنے کے مقام پر لانا بہت مناسبت رکھتا ہی اسواسطے کہ نبوت کی حقیقت وحی اور
تنزیل کے سواے کوئی دوسری چیز نہین ہی **وَالْقَلَمِ** اور قسم کھاتا ہون مین قلم کی جو انسان کے

غیب کے عالم کی پوشیدہ باتین ظاہر کرتا ہو تاکہ جتنے لوگ دور پڑے ہوئے ہین خواہ زمانے کے سبب سے دوری ہو خواہ مکان کے سبب سے اُس بات پر مطلع اور خبردار ہو جاوین اور یہی معنی ہین نبوت اور پیغمبری کے کہ حق تعالیٰ کے حکم کرنے اور نکرنے کے اُسکے بندون کو جو بشریت کے حال مین پھنسے ہوئے دور پڑے ہین پونہچاتے ہین اور حق تعالیٰ کے کلام کو اُسکے سب بندون پر پڑھتے ہین اور یہ بھی ہو کہ اگر ایک شخص کی حرکت اور اسکی غرض سے واقف اور خبردار نہو اور اچانک اُسکو کسی لکھنے والے کے ہاتھ مین دیکھے کہ سفید کاغذ کو بے سبب لکیرین کر کر کے سیاہ کر رہا ہی اور خود بخود کبھی ٹیڑھا ہوتا ہی اور کبھی دوات کی طرف متوجہ ہوتا ہی اور کبھی پھر کاغذ کی طرف پھرتا ہی تو یقیناً اُسکو مجنون اور دیوانہ جانے گا کہ اِسطرح کا بیفایدہ کام کر رہا ہی اور حقیقت مین اُسکی ہر حرکت اور ہر ٹیڑھے پن مین عجیب اور غریب نکتے اور دقیقے لپٹے ہوئے نکلتے ہین اِسیواسطے کہا ہے کہ اَلْخَطُّ هَنْدَسَةٌ رُوْحَانِيَّةٌ ظَهَرَتْ بِالْآلَةِ الْجِسْمَانِيَّةِ یعنی خط ایک روحانی رقم ہو جو آلہ جسمانی سے ظاہر ہوئی ہو اور یہ بھی کہا ہو کہ اَلْقَلَمُ لِسَانُ الْيَدِ وَسَفِيْرُ الضَّمِيْرِ وَمُسْتَوْدَعُ الْأَسْرَارِ وَمُنْبَسِطُ الْأَخْبَارِ وَحَافِظُ الْآثَارِ یعنی قلم ہاتھ کی زبان ہو اور دل کا درمیانی اور مترجم ہو اور بھیدون کا خزانہ ہو اور خبرون کا ظاہر کرنیوالا ہی اور نشانیون کا یاد رکھنے والا ہی اور قلم کے عجائبات سے ایک یہ بھی ہو کہ دوات سے سیاہی کو لیتا ہو اور کاغذ پر لکھتا ہے اور آدمی کے دل مین اِسی کو نور اور روشنائی کر کے پونہچاتا ہو اور ایک یہ بھی ہو کہ قلم کو نہایت مشابہت پیغمبرون کے ساتھ ہو اِس بات مین کہ حرکت اور سکون اُسکا یعنے ہلنا اور ٹھہرنا بولنا اور چپ رہنا قلم کا اُسکے خاوند کے ہاتھ مین ہو یہ آپسے نہ حرکت کرے نہ دم مارے اور یہی حال ہو پیغمبرون کا جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہو يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یعنے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ قدرت کا اُنکے ہاتھون پر ہو وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنی نہین بولتے ہین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہین ہین وہ بولتے مگر وحی سے جو وحی کی جاتی ہو اور یہ بھی ہو کہ قلم کو اپنی حرکتون مین جیسے رکوع اور سجدہ قیام اور بار بار اپنے مُنھ کو دوات کے

چشمے سے دھونا اور پاکی حاصل کرنا اور پانچ انگلیون کے درمیان مین ہمیشہ رہنا ان سب
چیزون مین پانچو وقت کی نماز پڑھنے والون کے ساتھ مشابہت تمام پائی جاتی ہو اسیواسطے
بعضے شاعرون نے اُسکی تعریف مین دو بیتین کہی ہین عربی زبان مین پہیلی کے طور پر
وہ یہ ہین وَذِی اصْطِبَارٍ رَاکِعٍ سَاجِدٍ + اَخِی نُحُولٍ دَمْعُهٗ جَارِیْ + مُلَازِمٍ
اَلْخُمْسِ لِاَوْقَاتِهَا + مُعْتَكِفٌ فِیْ خِدْمَةِ الْبَارِیْ یعنی صاحب صبر کا رکوع اور سجدہ کرنیوالا
بھائی لاغری کا آنسو اُسکے جاری ہین لازم پکڑنیوالا پانچون انگلیون کو اپنے وقتون پر یعنے
لکھنے کے وقت قائم ہونیوالا خدمت مین اپنے مالک کی اور یہ بھی ہو کہ قلم کو چار مرتبے
رنج کھینچنا ضروری ہو تاکہ اپنے خاوند کے ہاتھ چومنے کے قابل ہوا اور اُسکی روح پاک کی
ترجمانی کا مرتبہ حاصل کرے اور اُن چارون کو لکھنے والون کی اصطلاح مین فتح اور تحت اور
شق اور قط کہتے ہین یعنی اوپر سے تراشنا اور نیچے سے اور شگاف کرنا اور قط لگانا اور ر
سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چار مرتبے رنج سینۂ مبارک کے شق ہونے کا حاصل ہوا
یہان تک کہ معراج کی ملاقات کی قابلیت حاصل ہوئی اور حق جلّ وعلیٰ کی ترجمانی مطلق کے
منصب سے مشرف ہوئے اور یہ بھی ہو کہ بنی آدم کی دین و دنیا کی بہتری قلم ہی سے علاقہ
رکھتی ہو اسواسطے کہ دین کے جتنے حکم ہین سب قلم ہی کے سبب سے محفوظ رہتے ہین اور آدمیون
کے حق جیسے قرض وغیرہ سب اُسی کے سبب سے لکھے جاتے ہین اور بھولنے سے بچتے
ہین اور اسی طرح اگلے زمانے کی خبرین اور پہلی اُمتون کے احوال اسی کے وسیلے
سے دریافت ہوتے ہین اسیواسطے کہا ہو کہ قِوَامُ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا بِشَیْئَیْنِ الْقَلَمِ
وَالسَّیْفِ وَالسَّیْفُ تَحْتَ حُکْمِ الْقَلَمِ یعنی دین اور دنیا کے کامون کی مضبوطی اور ٹھہراؤ
دو چیزون کے سبب سے ہو ایک قلم اور دوسری تلوار لیکن تلوار قلم کے حکم کے نیچے ہو اور اس
مضمون کو بعضے عرب کے شاعرون نے کئی بیتون مین بہت اچھی طرح سے باندھا ہو اور
وہ بیتین یہ ہین اِنْ یَخْدِمِ الْقَلَمُ السَّیْفَ الَّذِیْ خَضَعَتْ + لَهُ الرِّقَابُ وَدَانَتْ حِذْرَهٗ

الاُمَمُ + فَالمَوتُ وَالمَوتُ لَاشَيٌ يُغَالِبُہٗ مَازَالَ تَتبَعُ مَا يَجرِي بِہِ القَلَمُ + لِذَا اَقسَمَ
اللّٰهُ لِلَا قلَام اِذ بَرَئَت + اِنَّ السُّيُوفَ لَھَا مُذ اُرهِفَت خَدَمُ یعنے اگر کاٹتا ہے
قلم تلوار کو جسکے سامنے جھک گئی ہین گردنین اور پر ہیز کرتے ہین اُسکی نزدیکی سے خلق اللہ
بس موت اور موت ایسی چیز ہی کہ اُس پر کوئی چیز غالب نہین ہی لیکن ہمیشہ تابعداری کرتی ہی
جو لکھتا ہی قلم اسیواسطے حکم جاری ہی اللہ تعالی کا قلمون کو جب تراشے گئے کہ بے شک
تلوارین جب تنگ ہو جاتی ہین تو خادم ہو جاتی ہین قلم کی یعنی اسیطرح سے آدمیون کی دنیا
اور آخرت کی بہتری پیغمبرون کی ذات پر موقوف ہی اسواسطے کہ تمام دین کے حکم اِن ہی
پیغمبرون سے معلوم ہوتے ہین اور حشر اور نشر کے احوال اِنہی کے زبان سے سُنے
جاتے ہین اور نیک اور بد کامون کے مرتبے اِنہی کے بیان کرنے سے دریافت ہوتے
ہین اور تمام فرقے بنی آدم کے اعلیٰ سے اونیٰ تک یعنی بادشاہ سے خاکروب تک اِنہی
کے فرمان بردار رہتے ہین **وَمَا يَسطُرُونَ** اور قسم کھاتا ہون ہین اُسکی جو
لکھنے والے قلم سے لکھتے ہین کہ نہایت عجائب اور غرائب اس تحریر مین پائی جاتی ہی
اِسواسطے کہ قلم کی کئی قسمین ہین ایک قلم اِعلام کا ہی اور ایک قلم احکام کا پھر اِعلام یا تکوین
اور ایجاد سے متعلق ہی یا تشریع اور ارشاد سے اور احکام بھی اسیطرح یا تکوین اور ایجاد سے
علاقہ رکھتے ہین یا تشریع اور ارشاد سے اور ہر قلم کے واسطے لکھنے والے ہین علوی یا سفلی
علوی جیسے فرشتے اور سفلی جیسے آدمی اور جن اور ہر مقدمے مین قلم علوی اصل ہی اور قلم سفلی اُسکا
ظل اور فرع ہی پھر اگر سفلی علوی کے مطابق ہوا تو ثواب اور بہتر ہوا اور اگر مطابق نہ پڑا تو
خطا کی اور یہ اختلاف صواب اور خطا کا اِن چارون قسمون سے تین قسم مین متصور ہی چوتھی قسم
مین یعنی اُن احکام مین جو تکوین اور ایجاد کے متعلق ہین ہرگز متصور نہین ہی اسواسطے کہ وہان سوائے
مطابقت کے اختلاف نہین ہو سکتا ہے اور اگر اِن چارون قلمون کی شرح تفصیل سے اِس مختصر
مین بیان کی جاوے تو یہ مختصر مختصر نرہے اور منظور اس مین اختصار ہی ابتدا سے لیکن ہونے کے

طور پر تھوڑا ہم بیان کرتے ہین تاکہ قلم کی عظمت اور بزرگی ہر شخص کے دل مین ثابت ہو جاوے
سو جاننا چاہیے کہ قلم اعلام کا جو تکوین اور ایجاد سے متعلق ہی وہ عالم علوی مین ایک قلم ہی
جسنے خلق کی پیدایش کے پہلے تمام مخلوقات کا احوال لکھا ہی اور علم آلہی کے مرتبے سے
ظہور کا سبب پڑا چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ جَفَّ الْقَلَمُ عَلیٰ عِلْمِ اللّٰہِ یعنی خشک ہوا قلم
علم آلہی پر یعنی قلم نے معلومات آلہی کو لکھا اور وہ قلم خشک ہوا اب وہ لکھا بتبدل نہین ہو سکتا
اور اس عالم سفلی مین نجومیون کا قلم ہی جو ہر سال اور ہر قران مین اس برس اور اس قران کے
حکم تقویمون مین لکھتے ہین اور رمالون اور جفر والون کا قلم بھی اسی مین داخل ہی اور اخبار نویس
اور خفیہ نویس اور تاریخ اور سیر نبیون اور اگلے بادشاہون کی لکھنے والے اور ملک اور راہ
اور پہاڑ اور دریا اور چشمے اور کنوین اور بستی اور اُجاڑ زمین کے حال لکھنے والون کا قلم بھی اسی
قلم کا ایک شعبہ یعنی شاخ ہی اور کان اور پہاڑ اور جانور اور مفرد دوائی اور مرکب ان سب کے
خواص اور تاثیر لکھنے والون کا قلم بھی اسی قلم کی ایک شاخ ہی اور اسی سے پھل پایا ہی
اور فیض کو پونہچا ہی بلکہ زمین اور آسمان کے درمیان کی مخلوقات سے بحث کرنیوالے
اور عناصر کے طبقے اور آسمانون کی شکلین اور رصد کا حال اور ستارون کی صورت کے
لکھنے والے یہ سب اپنے علم کو اسی قلم سے نکالتے ہین اور آنیوالون کے واسطے لکھتے
ہین اور قلم اعلام کا جو تشریع اور ارشاد سے علاقہ رکھتا ہی سو عالم علوی مین ملاء اعلیٰ کا قلم ہی
یعنی اُن فرشتون کا جنھون نے ہر زمانے اور ہر قوم کی استعداد کے بموجب ایک شریعت
لکھ رکھی ہی اور شرائع خمسہ کو اُسکے تمام حکمون کے ساتھ جو ہر شریعت مین تفصیل سے بیان
ہوتے ہین اور اس شریعت کے مجتہدون کے حکم نکالے ہوئے سب کے سب تفصیل سے
لکھ رکھے ہین اور عالم سفلی مین چارون مذہبون کے فقیہون کا اور اولیاء اللہ کے
مختلف طریقون کے شغل اور وظیفے جمع کرنیوالون کا قلم ہی اور قلم احکام کا جو تکوین و ایجاد سے
متعلق ہی وہ عالم علوی مین رزق اور قوت لکھنے والون کا قلم ہی یعنی حضرت میکائیل علیہ السلام کا

دفتر جس مین تمام مخلوقات کا رزق لکھا جاتا ہی اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا دفتر جس مین ہر ایک
کی اجل اور مصیبت لکھی جاتی ہی وہ قلم بھی اسی مین داخل ہی اور عالم سفلی مین ان دونون
قلمون کے شعبے بہت ہین ایک اُن مین سے بخشیگری کا قلم ہی کہ لشکر والون کا رزق سوار ہون
یا پیادے اُس سے متعلق ہی اور ایک اُن مین سے صدارت کا قلم ہی کہ مستحقون اور محتاجون کا
رزق اُس سے متعلق ہی اور ایک اُن مین سے استیفے کا قلم ہی کہ زمین کا محصول اور خراج لینا اُس سے
علاقہ رکھتا ہی اور ایک اُن مین سے طبیبون کا قلم ہی کہ بیماریون سے صحت اور شفا کا حاصل ہونا
اُس سے علاقہ رکھتا ہی اور ایک اُن مین سے کوتوالی اور سیاست والون کا قلم ہی کہ ہر ایک
مجرم اور گنہگار پر عذاب کرنا جیسے قتل کرنا اور قید کرنا اور مارنا اور باندھنا یہ سب اُسی سے علاقہ
رکھتے ہین اور اسی طرح دوسرے بھی قلم ہین اور قلم احکام کا جو تشریع اور ارشاد سے متعلق ہی
وہ عالم علوی مین ملاء اعلیٰ کا قلم ہی یعنی دفتر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جو تازہ بتازہ حق تعالیٰ
کے حکم لکھ کر بھیجتے رہتے ہین اور یہ وہ قلم ہی جسکی آواز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
معراج کی رات کو سدرۃ المنتہیٰ کے اوپر سنی تھی چنانچہ معراج کی حدیث مین واقع ہے کہ
فَظَهَرْتُ مُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ یعنی پھر ظاہر ہوا ایک میدان سنی مین نے
اُس مین قلمون کی آواز اور عالم سفلی مین قاضیون کا قلم ہی سجل اور حکم نامے لکھتے ہین اور
مفتیون کا قلم ہی ہر واقعہ کی روایت نکال کر فتوی لکھتے ہین اور فرائض لکھنے والون کا قلم ہی
وارثون کے حصے مقرر کرتے ہین یہ سب اسی قلم کے شعبے ہین سو جو شخص ان سب لکھنے والون
کی تحریر کو ایک نظر اجمالی سے دیکھے اور اپنے خیال مین لاوے اُسکو پوری یقین اس بات مین
حاصل ہو جاوے کہ علم اور معرفت کا نزول ہر وقت اور ہر لحظہ حق تعالیٰ کی طرف سے
جہان والون پر ہو رہا ہی اور نئے نئے حکم اُس جناب اقدس سے ہر ہر فرد پر عالم کے ادنیٰ
سے اعلیٰ تک دم بدم پونہچ رہے ہین پھر نبوت کی حقیقت اور سچائی مین اُسکو کچھ شک
اور شبہہ نرہے اور نبیون کے قول اور فعل کو جنہین بالکل انہین حکمون کی تبلیغ اور ان ہی

علمون کی القا ہی جنون اور دیوانگی کی طرف نسبت نکرے اسیواسطے اِسکے بعد دو قسمون کو ارشاد
فرماتے ہین کہ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ نہین ہو تو اے محمد اپنے پروردگار
کے فضل اور کرم سے نادان اور دیوانہ جیساکہ یہ کافر تجھکو کہتے ہین اور اِس سورت کے
آخر مین اِس کلام کو کافرون کی زبانی بھی نقل فرمایا ہی - اَب یہان ایک سوال ہی جسکا جواب
دینا ضروری ہی اور وہ سوال یہ ہی کہ کافرون کے کلام کو جسمین جنون کی نسبت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بوجھی جاتی ہی حق تعالیٰ نے اِس سورت کے آخر مین نقل فرمایا ہے
اور جنون کی نفی کو جو اُس کلام کی رد ہی اُسکو اِس جگہہ اوّل سورت مین بیان فرمایا اور عرف مین
مشہور یون ہی کہ پہلے مخالف کے کلام کو نقل کرتے ہین پھر اُسکو رد کرتے ہین سو اِس ترتیب
متعارف کے متغیر کرنے مین کیا نکتہ ہی اِس سوال کا جواب یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
کافرون کی زبان سے اِس کلام کے سُننے کے سبب سے بہت رنج اور ملال حاصل ہوا
تھا اسواسطے پہلے جنون کی نفی کرنا اور جنون کے نقصانون کو بیان کرنا ضرور ہوا تاکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو تسلی حاصل ہو پھر اِس گمان کے رد کرنے کے بعد
تفصیل سے جو تمام اِس سورت مین بیان ہی اُس کلام رد کیے ہوئے کو آخر سورت مین
نقل فرمایا تاکہ عاقلون کے ہنسنے یعنے مضحکہ کا سبب ہو وسے اور اسطور سے دشمن کے کلام کو رد کرنا
عاقل اور دانشمندون کے نزدیک بہت دلچسپ اور ذہن نشین ہوتا ہی اور اِس جگہہ پر
جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنون کی نفی کرنے مین ایک اجمالی دلیل کی
طرف اشارہ فرمایا ہی اور اُس دلیل سے ہزارون تفصیلی دلیلین نکل سکتی ہین اور وہ دلیل اجمالی
حق تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتون کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئی ہین
ملاحظہ کرنا ہی جیسے فصیح ہونا اور عقل مین کامل ہونا اور ذہن تیز ہونا اور ولایت کا رتبہ ملنا
اور سب خلق اللہ کا ہادی ہونا اور سب اچھے خلقون کا جامع ہونا سو گویا اِس طرف اشارہ ہوا
کہ اِن کافرون کے اِس گمان کے باطل کرنے کی دلیلین تیری ذات مین اسقدر موجود

ہین کہ اُسکا شمار ممکن نہین ہو مگر اسی اجمال کے طور سے اور حقیقت مین جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہا درجے کی عقلمندی کو آپ کی سیرتون اور خصلتون مین دیکھے اور عرب کے وحشیون اور جنگلیون کے دل ہاتھ مین لانے کو اور اُن کی خاطرداری اور تسلّی کے واسطے جو جو تدبیرین آپ نے کی ہین اُن کو تامّل اور غور سے ملاحظہ کرے کہ کس طرح سے ان جنگلیون کو اپنا مطیع اور تابعدار کر لیا تھا کہ اپنے خویش اور اقربا سے آپکی حمایت اور طرفداری مین لڑائیان کین اور اُنکو مارا اور آپ مر گئے اور اپنے وطن اور دوستون کو آپکی محبت مین چھوڑ دیا بدون اِس بات کے کہ کچھ پہلے سے تعرف یا پہچان یا کچھ بھی علاقہ آپ سے رکھتے ہون تو اُس شخص کو اِس بات کا یقین حاصل ہوگا کہ آپکے برابر عاقل کوئی دنیا مین پیدا نہین ہوا اور جو حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہو اِس مین کچھ شک اور شبہہ نہین ہو اور وُہ بات یہ ہو کہ اُنھون نے کہا کہ مین نے اکہتر کتابین اگلے نبیون کی پڑھی ہین اُن سب مین یہ مضمون پایا کہ ابتداء دنیا کی پیدائش سے قیامت تک جو کچھ حق تعالی نے اپنے کارخانے بے انتہا سے عقل کی نعمت دوسرے عاقلون کو عنایت کی ہو وہ سب آپکی عقل کے مقابلے مین ایک ذرّے کے برابر ہو تمام دنیا کے ریگستان کی نسبت سے چنانچہ ابو نعیم نے حلیہ مین اور ابن عساکر نے بھی اُسی سے روایت کی ہو اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مین جسکا نام عوارف المعارف ہو ایک بزرگ سے روایت کی ہو کہ حق تعالی نے عقل کے سو حصے کیے ننانوے ۹۹ حصے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائے اور ایک حصہ تمام مخلوقات پر تقسیم فرمایا اور جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دانائی کی باتین اور حکایتین دریافت کرنا منظور ہو اُسکو چاہیئے کہ سیر اور تاریخ کی کتابون کو خوب غور اور تامّل سے مطالعہ کرے تاکہ آپکی دانائی کا کمال اُس پر ظاہر ہو جاوے اور اُن سب دانائی کی باتون اور قصّون کا بیان تفصیل سے اِس کتاب مین ہو نہین سکتا لیکن نمونے کے طور پر کئی قصّے یہان بیان کیے جاتے ہین اِسی پر اور باتون کو قیاس کر لینا چاہیئے

ف پہلا قصہ آپکی دانائی کا

پہلا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھ مین چار خصلتین بہت بری ہین ایک تو زنا کرنا دوسرے چوری تیسرے شراب پینا چوتھی جھوٹھ بولنا سو ان چارون چیزون کا ایکبارگی مجھسے چھوٹنا ممکن نہین ہے ان چارون مین سے ایک جو چیز آپ فرماوین اُسکو مین چھوڑ دون رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو جھوٹھ بولنا چھوڑ دے اُس نے اُسکو آسان سمجھ کر مان لیا اور اپنے گھر مین گیا جب رات ہوئی تو ارادہ کیا کہ شراب پیئے اور زنا کرے لیکن اُسکے دل مین یہ خیال آیا کہ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونگا اگر آپ مجھسے پوچھین گے کہ آج کی رات تو نے شراب پیا یا زنا کیا پھر اگر سچ کہونگا تو فضیحت ہونگا اور حد شراب اور زنا کی مجھ پر جاری ہوگی اور اگر انکار کرونگا تو جھوٹھ ہوگا اور جھوٹھ سے مین نے توبہ کی ہے آخر ان دونون چیزون کو چھوڑا پھر جب رات بہت آئی اور سب لوگ شہر کے سونے مین مشغول ہوئے اُسوقت اُس نے ارادہ چوری کا کیا لیکن اُسکے ساتھ ہی دل مین وہی خیال پھر آیا کہ اگر اِس چوری کا حال مجھ سے پوچھین گے پھر مین نے اگر اقرار کیا تو فضیحت ہوا اور ہاتھ کاٹا گیا اور اگر جھوٹھ بولا اور انکار کیا تو توبہ کے خلاف ہوگا حاصل کلام کا اِس سے بھی ہاتھ اُٹھایا اور صبح کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین مشرف ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپنے ایسی چیز کی مجھ سے توبہ لی کہ جتنی بری خصلتین مجھ مین تھین خود بخود مجھسے چھٹ گئین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہت خوش ہوئے اور دوسرا قصہ آپکی دانائی کا یہ ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور ایک دوسرے شخص کو گرفتار کیے ہوے لایا اور عرض کیا کہ اِس شخص نے میرے بھائی کو مار ڈالا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خون بہا اِس سے لیلے اُس نے عرض کیا کہ یہ بات مجھے قبول نہین ہے پھر آپنے فرمایا کہ بخشدے تاکہ تجھکو آخرت مین ثواب ملے اُس نے کہا کہ مجکو یہ بھی منظور نہین ہے پھر آپنے فرمایا کہ اپنے بھائی کے عوض مین اِسکو

مار ڈال اسواسطے کہ یہ شخص خود قتل کا اقرار کرتا ہی پھر وہ اسکو مارنے کو لے چلا تب آپ نے
اور اصحاب جو وہان حاضر تھے اُن سے فرمایا کہ اگر یہ شخص اسکو مار ڈالیگا تو یہ بھی اسی کے
مانند ہوجاویگا لوگون نے اُسی وقت اُس شخص سے جاکر کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس طرح کا کلام تیرے حق مین فرمایا ہی اُس نے اس بات کے سُنتے ہی خون بخش دیا اور
اُسکو چھوڑ دیا لوگون نے آپکی خدمت مین حاضر ہوکر یہ ماجرا عرض کیا تب سب کو معلوم ہوا کہ آپکی
غرض اس کلام سے یہ تھی کہ اگر وہ اُسکو مار یگا تو وہ بھی ایک جان کا قتل کرنیوالا ہوگا نہ یہ کہ گنہگار
ہوگا اور تیسرا قصہ یہ ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر
عرض کیا کہ میرا ہمسایہ نہایت موذی اور شریر ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جا
اور اپنے گھر کا اسباب نکال کر راستے مین ڈال دے اور اگر لوگ راستے والے تجھ سے
پوچھین کہ تو یہ کیا کرتا ہی تو اُنسے کہنا کہ میرا ہمسایہ بہت موذی تھا مین نے اسکی شکایت
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی آپ نے مجھکو ایسا ارشاد فرمایا ہی الغرض وہ شخص
اپنے گھر مین گیا اور گھر کا اسباب نکالکر راستے مین ڈالدیا لوگ وہان جمع ہوگئے اور پوچھنے
لگے کہ تجھکو یہ کیا ہوا اُس نے وہی کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہا کہ اس
سبب سے مین نے یہ کام کیا تب لوگون نے اُسکے ہمسایہ کو لعنت ملامت کرنا شروع کیا
اور تمام گلی اور کوچے اور بازار مین یہ خبر مشہور ہوگئی آخر کو اُسکا ہمسایہ اُسکے پاس آکر کہنے لگا کہ
خدا کے واسطے مجھکو اسقدر فضیحت اور رسوا مت کر اور اپنا اسباب اپنے گھر مین لیجا اور عہد کیا کہ
پھر کبھی تجھکو ایذا نہ دونگا اور چوتھا قصہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے
پہلے ایک مرتبے مکۂ معظمہ مین ایک سیل یعنی ریل آئی تھی کہ تمام دیوارین بیت اللہ شریف
کی جنبش کر گئی تھین اور حجر اسود اپنی جگہ سے اُکھڑ گیا تھا اُس سیل کے جانے کے بعد قریش
کے سب سردار جمع ہوکر بیت اللہ شریف کو بنانا شروع کیا جب حجر اسود کے رکھنے کی نوبت
آئی تب آپس مین جھگڑا شروع ہوا اسواسطے کہ ہر سردار یہ کہتا تھا کہ حجر اسود کو مین اپنے ہاتھ سے

رکھونگا اور یہ جھگڑا بہت طول ہوا آخر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس جھگڑے کے فیصلے کے واسطے حکم مقرر کیا اور کہا کہ ایسا جوان عاقل تمام قریش کے قبیلے مین کبھی پیدا نہین ہوا اِس مقدمہ مین جو یہ فیصلہ کر دین وہ ہم سب کو قبول ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اُسوقت مین پچیس ۲۵ برس کی تھی آپ نے یہ حکم کیا کہ حجر اسود کو ایک بڑی چادر مین رکھو اور اِس چادر کے کونون کو ہر ایک سردار اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اُسکے رکھنے کی جگہ پر لاؤ اور سب ملکے مجھکو اپنا وکیل کرو تاکہ مین وکالت کے طور پر اُسکو اٹھا کر اُسکی جگہ پر رکھدون تو میرا رکھنا گویا تم سب کا رکھنا ہوگا سب سردار اِس فیصلے سے راضی ہوے اور حجر اسود آپ کے دست مبارک سے رکھا گیا پانچوان قصہ یہ ہے کہ غزوہ حدیبیہ مین جب کافرون سے صلح کا اتفاق ہوا تو ظاہر مین مغلوبیت مسلمانون کی معلوم ہوتی تھی اسواسطے کہ کافرون نے یہ شرط کی تھی کہ اگر کوئی مسلمان تمھاری طرف سے بھاگ کر ہم مین آملیگا تو ہم اُسکو پھیر ندینگے اور اگر کوئی ہماری طرف سے جا کر تم مین ملیگا تو ہم اُسکو پھیر لینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس شرط کو قبول کر لیا صحابہ نے جو یہ حال سُنا تو اُنکو نہایت رنج ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کیا کہ آپ کسطرح اِس شرط کو قبول فرماتے ہین کہ اِس مین دونون طرح سے ہماری ذلت ہے اگر وہ کافر اپنا آیا ہوا ہم سے پھیر لینگے تو ہم بھی اپنا گیا ہوا اُن سے پھیر لین گے تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اِس بات کو سوچو اور غور کرو اسواسطے کہ جو ہم مین سے بھاگ کر اُن مین جا ملیگا وہ نہوگا مگر منافق جسکے دل مین کفر کی محبت اور کافرون کی رفاقت بھری ہوگی سو ایسے شخص کا ہم مین نہونا بہتر ہے بلکہ ہمکو چاہیے کہ اسکو اپنے مین سے نکال دین پھر اگر ایسا شخص آپ ہی خود بخود چلا جاوے تو اُسکو پھر پھیر لینا کیا فائدہ ہے اصحاب نے جو یہ نکتہ سُنا تو نہایت خوش ہوے اور آپکی عقل اور دانائی پہ صدہا تحسین اور آفرین کی اور چھٹا قصہ یہ ہے کہ غزوہ احزاب مین یعنی جنگ خندق مین جب کافرون نے چار طرف سے آکر مسلمانون کو

گھیر لیا اور آنے جانے کی راہ بند کی اور کئی دن تک اسیطرح گھیرے پڑے رہے آخر ایک
دن سب نے ملکر یہ صلاح کی کہ فجر کو دھاوا کر کے مسلمانون پر جا گرِیے اور کافر قریب بارہ ہزار
کے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اوّل تین ہزار آدمی ہوئے تھے لیکن
کھانے اور پانی کی قلت کے سبب اور بہت دنون تک گھیرے رہنے کے باعث سے
بہت چلے گئے تھے اور تھوڑے سے لوگ آپ کے ہمراہ رہ گئے تھے اور طاقت مقابلہ
کی اُس انبوہ کثیر کے ساتھ نرکھتے تھے بس جس دن یہ بات ٹھہری کہ کل صبح کو سب مِل کر
حملہ کیجیے اُس رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حذیفہ بن یمان کو جاسوسی کے طور پر
کافرون کے لشکر مین بھیجا اور فرمایا کہ قریش کے ہر ایک سردارون سے علحدہ علحدہ ملکر
یون سمجھا نا کہ صبح کو دھاوا ہوگا لیکن سب نے یہ صلاح کی ہر کہ تمکو سب کے آگے کرین اسواسطے
اِس قصّے اور فساد کی اصل تمہین لوگ ہو اور دوسرے گروہ جتنے ہین وے سب تمھارے
پیچھے رہین اور مسلمان بھی اپنی جان دینے پر مستعد ہین حتی المقدور لڑنے مین کسی طرح قصور
نکرینگے اور جو اُن سے بن پڑیگی اُسمین کسیطرح پہلوتہی نکرینگے پھر یہ سوچ لو کہ دونون طرف سے
جو آفت آویگی سو اسی قریش کے قبیلے پر اور جتنے مارے جاوینگے یا زخمی ہونگے سو اسی
قبیلے سے اور دوسرے قبیلے جتنے ہین سب بچ جائینگے اور محفوظ رہین گے پھر بعد اُسکے
دونون صورت مین یعنی تمھاری فتح ہو یا شکست سستی اور ضعف تمھارے ہی قبیلے مین ہوگا
اور اسی قبیلے کے لوگ تھوڑے رہ جاوینگے پھر تم سب سے کم زور ہو جاؤ گے اِس
بات کو خوب سوچ کر کام کرنا تاکہ آیندہ کو ندامت نہو حذیفہ نے آپ کے ارشاد کے بموجب
سب کو سمجھایا وے سب اِس بات کے سُنتے ہی گھبرائے اور فکرمند ہوئے اور حملہ کرنیکو
موقوف رکھا آخر یہان تک نوبت پونہچی کہ سب لشکر والون کے دلون مین نفاق ظاہر
ہوا اور بدون کسی سبب ظاہری کے سب اپنے اپنے گھرون کو کوچ کر گئے اور اسطرح کا فتنہ
اُٹھا ہوا ایک بات مین اُڑ گیا حاصل کلام کا یہ ہر کہ جو شخص اِس طرح کا عاقل اور دانا ہو

اُسکو دیوانہ اور سودائی گمان کرنا گویا آفتاب پر خاک ڈالنا ہی بلکہ آفتاب کو باوجود اس روشنی کے تاریک گمان کرنا ہی اور یہ ان کا کہنا کس طرح ہو سکتا ہی کہ تو دیوانہ ہو وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ اور بیشک تیرے واسطے ایسا ثواب ہی کہ قیامت تک منقطع اور موقوف ہونیوالا نہین ہی اسواسطے کہ تیرے ہاتھ سے پرلے درجے کی ہدایت تمام عالم کو ہوگی اور وہ ہدایت قیامت تک باقی رہیگی اور دیوانے کو اپنے کامون کی آپ ہی خبر نہین ہوتی ہی دوسرے کو ہدایت کیا کریگا اور دیوانے کا کوئی کام ثواب کی لیاقت نہین رکھتا ہی اسواسطے کہ بے عقلی کے سبب سے ہر کام اسکا نیت سے خالی ہوتا ہی اور بے نیت ثواب نہین ملتا پھر بے انتہا ثواب ملنے کا کیا ذکر ہی اور جب غیر منقطع ثواب کے معنے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اس مقام پر وعدہ کیا گیا ہی معلوم ہو چکے کہ آپکی اُمت کے عملون کا ثواب مُراد ہی جو قیامت تک منقطع ہونیوالا نہین ہی تو وہ اعتراض جو اس مقام پر وارد ہوتی تھی خود بخود اُٹھ گئی اور اس اعتراض کا حاصل یہ ہی کہ سورۂ انشقاق اور سورۂ متین مین اجر غیر ممنون ہر مومن کے واسطے وعدہ کیا گیا ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کے مقام پر اسکے ذکر کرنے کی کیا وجہ ہی اور اس اعتراض کے دور ہونے کی وجہ یہ ہی کہ جو ہر مومن کے واسطے وعدہ کیا گیا ہی سو وہ ثواب ہی جو بہشت مین ملیگا اور ہمیشہ رہیگا اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص ہی وہ قیامت تک عملون کے ثواب کا منقطع نہونا ہی جسکا منشا ہدایت عامہ کلیہ ہی جو قیامت تک منسوخ ہونیوالی نہین ہی اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہی اور ان دونون مین بہت بڑا فرق ہی اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ ہر نبی کو اُسکی اُمت کے ایمان والون کے نیک عملون کا ثواب ملتا ہی اسواسطے کہ جو وہ نیک عمل کرتا ہی وہ اُسی نبی کی دلالت اور ارشاد سے کرتا ہی اور آپنے فرمایا ہی اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ یعنی نیک بات بتلانیوالے کو

ثواب اُسکے کرنیوالے کے برابر ہوتا ہی اور یہ بات ثابت ہی کہ جتنے اگلے انبیا گذرے ہین اُنکا دین اُنکے بعد کے نبی کے دین سے منسوخ ہوتا چلا آیا یہان تک کہ آخر سب کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین تھا سو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے منسوخ ہو گیا اور منسوخ دین پر عمل کرنے کا کچھ ثواب نہین ہی بس یہ بات بلا شبہہ ثابت ہوئی کہ اجر اور ثواب اگلے نبیون کا منقطع ہو چکا اور قیامت تک نہ رہا بخلاف خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اجر اور ثواب کے کہ وہ قیامت تک باقی ہی اور ہرگز منقطع ہونیوالا نہین ہی اور دوسرے یہ ہی کہ کس طرح سے یہ لوگ تجھکو دیوانہ گمان کرتے ہین **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ** اور بیشک تو ہر آینہ بڑے خلق پر ثابت ہی اور دیوانے کو کچھ بھی خلق نہین ہوتا ہی کہ جسپر اعتماد کیا جاوے اسواسطے کہ رنگ رنگ ہونا احوال کا اور وہمون اور خیالون کا متبدل ہونا دیوانگی کو لازم ہی اور جب اسطرح کا تغیر اور تبدل ہوا تو خلق کا ثابت رہنا کسیطور سے متصور نہین ہو سکتا ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگون نے پوچھا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خلق تھا جسکی حق تعالیٰ نے قرآن شریف مین تعریف کی ہی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کا خلق قرآن تھا یعنی جس چیز کو حق تعالیٰ نے اچھا فرمایا ہی وہی آپکی طبیعت چاہتی تھی اور جس چیز کو حق تعالیٰ نے قرآن شریف مین برائی سے یاد کیا ہی اس سے آپ کی طبیعت کو نفرت تھی اور بعضے عالمون نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم وہ ہی جو حق تعالیٰ نے اس آیت مین تعلیم فرمایا ہی کہ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ یعنے لازم پکڑ معاف کرنے کو اور حکم کر نیک کام کا اور کنارہ کر جاہلون سے اور حقیقت مین اللہ کی طرف لوگون کو بلانے مین اور دین حق کی تائید کرنے مین اس سے سخت تر کوئی چیز نہین ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم یہ تھا کہ ظاہر مین خلق سے ملے رہتے تھے اور دین کی

تعلیم کیا کرتے تھے اور باطن سے حق تعالیٰ کی یاد مین چین سے مشغول رہتے تھے اور ہمیشہ ظاہر
اور باطن کی کشش مین اوقات کو گذرانتے تھے اور یہ بات بہت مشکل اور سخت ہی اسواسطے کہ
جب ظاہر اور باطن ایک طرف متوجہ ہوتا ہی تو کام سہل ہو جاتا ہی بخلاف دونون طرف کے
مشغول ہونے کے اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ح
یعنے مین اسواسطے مبعوث ہوا ہون کہ اگلے تمام پیغمبرون کی بزرگی اور اچھائیون کو تمام اور پورا
کرون جیسے صفوت حضرت آدم علیہ السّلام کی اور فہم حضرت ادریس علیہ السّلام کا اور شکر حضرت
نوح علیہ السّلام کا اور جود حضرت ہود علیہ السّلام کا اور عبادت حضرت صالح علیہ السّلام کی اور خلّت
حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اور عزم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا اور صبر حضرت ایّوب علیہ السّلام کا
اور عدل حضرت داؤد علیہ السّلام کا اور تمکین حضرت سلیمان علیہ السّلام کی اور امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر جو حضرت یحییٰ علیہ السّلام رکھتے تھے اور زہد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اور یہی سبب ہے کہ
حق تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وصف خلق عظیم کر کے فرمایا اسواسطے کہ اِن سب
بزرگون کے اوصاف آپ مین پائے جاتے تھے ؎ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری ؛؛
اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب آیت خُذِ الْعَفْوَ کی نازل ہوئی تب آنحضرت صلّی اللہ
علیہ وسلّم نے حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے اِسکی تفسیر پوچھی حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے فرمایا کہ
اُوْتِیْتَ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَکَ وَتُعْطِیَ مَنْ حَرَمَکَ وَتَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَکَ
یعنے یہ آیت سب بزرگ خلق تجھکو تعلیم کرتی ہی سو اُن ہی مکارم اخلاق مین سے یہ ہی کہ مِل اُس سے جو
تجھسے کاٹے اور دے اُسکو جو تجھکو محروم رکھے اور نہ دے اور درگذر کر اُس سے جو تجھ پر ظلم کرے
سو جو شخص کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے احوال سے خوب طرح سے واقف ہو جاوے
اُسکو اِس بات کا یقین ہو جائیگا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اِن سب مرتبون کو اُس انتہا کے
درجے کو پونہچایا تھا کہ اُس سے زیادہ کسی بشر کی طاقت نہین ہی کہ کر سکے اور آپ کے معاملات جو
دشمن کافرون کے ساتھ ہوئے ہین اُن مین سے ایک یہ ہی کہ جب جنگ اُحد مین کافرون نے

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے شہید کیا اور اُنکے
جگر کو نکال کر چبا کر پھینک دیا اور دوسرے ستر عمدہ عمدہ آپ کے صحابیون کو شہید کیا اور
اُن سب کو مثلہ کر ڈالا یعنے اُنکے کان اور ناک کاٹ ڈالے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سر مبارک کو زخمی کیا اور دندان مبارک کو شہید کیا یہان تک کہ خون آپ کے سر او مُنھ پر
جاری تھا اصحاب اِس حالت کو دیکھ کر بہت ہی مضطرب اور بیتاب ہوے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ یا رسول اللہ اِن کافرون کا ظلم اور ستم اور
بے ادبی حد سے گذر گیی اب اِنکے واسطے آپ بد دعا کیجیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھکو بد دعا کرنے کے واسطے نہین بھیجا ہی بلکہ رحمت اور ہدایت
کے واسطے بھیجا ہی اور یہ دُعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِی وَاھْدِ لِقَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
یعنے یا اللہ بخش دے میری قوم کو اور ہدایت کر میری قوم کو بس بیشک یہ لوگ نہین جانتے
ہین اور نادانی سے یہ باتین کرتے ہین اِس قصہ کو ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح مین معتبر
سند سے ذکر کیا ہی اور دوسرے محدثون نے بھی اِس قصہ کو روایت کیا ہی اور طبرانی اور
حاکم اور ابن حبان اور بیہقی اور دوسرے محدثون معتبرون نے ایک یہود کے عالم کی
زبانی روایت کی ہی جسکا نام زید بن ثعنہ تھا کہ وہ کہتا تھا کہ مین نے اگلی کتابون مین
رسول آخر الزمان کی تعریف دیکھی تھی اور وہ سب وصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین
پائے جاتے تھے مگر ٢ دو وصفون کا حال مجھے معلوم نہ تھا ایک یہ کہ غصّے پر حلم غالب ہو
اور دوسرا یہ کہ سخت بات سُننے سے غصّہ نہ آوے بلکہ اور نرمی زیادہ ہو سو مین چاہتا تھا کہ
اِن دونون باتون کو کسی طرح سے آزماؤن مدت تک اِسکی انتظاری مین رہا اتفاقات
سے ایک مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے خرمے قرض مول لیے اور اُسکے
ادا کرنے کی ایک مدت مقرر کی مین اُس مدت سے دو تین دن پہلے آپ کے پاس گیا
اور تقاضا اپنے روپیون کا شروع کیا پھر دیکھا مین نے کہ آپ سُنکے چپ ہو رہے اور یہ بھی

نہین سکتے ہین کہ ابھی تمھارا وعدہ نہین ہوا تم تقاضا کیون کرتے ہو پھر مین نے سخت تقاضا
کیا اور مین نے دیکھا کہ لوگ آپ کے اصحاب بہت سے جمع ہین اسواسطے اور بھی سخت
باتین مین نے کہین کہ شاید اِن لوگون کو دیکھہ کے کچھہ حیا سے غصہ آوے اور کوئی
سخت بات مجھ سے کہین لیکن آپ کو ہرگز غصہ نہ آیا یہان تک کہ مین نے یہ بھی کہا کہ تمھارے
خاندان مین اِسی طرح قرض ادا کرنے مین حیلہ حوالہ کیا کرتے ہین کسی قرض خواہ نے
تم سے اپنا قرض آسانی سے نہ پایا ہوگا اِس بات کے سُننے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالے
عنہ کو غصہ آیا اور مین اُٹھ کے آپ کا پیراہن شریف اور چادر مبارک ہاتھ سے پکڑ کے
اپنی طرف کھینچنے لگا اور غصے کی آنکھون سے مین نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ ابھی اُٹھو
اور میرا قرض ادا کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر بیقرار ہوکے
تلوار لیکر میرے سر پر آپہونچے اور کہنے لگے کہ ای دشمن خدا کے تو باز نہین آتا ہی ابھی تیرا سر
اُڑائے دیتا ہون رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر حضرت عمر کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ
مجھکو تم سے یہ توقع نہ تھی تم کو چاہئے تھا کہ مجھکو سمجھاتے کہ اِسکا قرض اچھی طرح آسانی سے
ادا کیجیے اور اسکو سمجھاتے کہ آہستگی سے تقاضا کرو سو اُسکے خلاف یہ کیا بات ہے جو تم
کہتے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت شرمندہ ہوے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اِس سے
زیادہ مجھہ مین صبر نہین ہی اگر آپ فرمائے تو مین اِسکا قرض ادا کردون آپنے فرمایا کہ جاؤ اُسکا
جتنا قرض ہی وہ دو اور بیس صاع اُس سے اور زیادہ اُسکو دو تاکہ اِس تمھاری بدسلوکی
اور سخت گوئی کا عوض ہوجاے وہ شخص کہتا ہی کہ مین اِس بات کے سُنتے ہی ایمان لایا
اور آپ کی پیغمبری کا قائل ہوا اور صحیح روایت مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
آیا ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھے ہوے کچھ باتین کرتے
تھے پھر وہان سے اُٹھکر گھر کو تشریف لیچلے مین بھی آپ کے ساتھ ہولیا راستے مین ایک
بدو یعنے گنوار جنگل کا رہنے والا ملا اور اُس نے آپ کی چادر آپ کے سر سے زور سے

کھینچی یہان تک کہ آپکی گردن مبارک سُرخ ہوگئی اور قریب تھا کہ آپ کا سر مبارک دیوار سے جا لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس گنوار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تیرا مطلب کیا ہی تو کہہ اُس نے کہا کہ یہ دونوں میرے اونٹ غلہ سے بھر دے اسواسطے کہ جو تیرے پاس مال ہی وہ مال خدا کا ہی کچھ تیرا اور تیرے باپ کا نہین ہی آپ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہی یہ مال حق تعالی کا ہی میرا اور میرے باپ کا نہین ہی لیکن یہ جو تو نے میری چادر زور سے کھینچی اور مجھکو رنج پونہچایا یہ تو میرا حق ہی اسکا عوض تو مین تجھسے لونگا اُس نے کہا کہ مین ہرگز اسکا عوض نہ دونگا آپ یہ کلمہ فرماتے تھے اور نہایت خوشی سے مُسکراتے جاتے تھے اور وہ بھی جواب دیتا جاتا تھا جب اسی گفتگو مین تھوڑی دیر گذری تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بُلا کر فرمایا کہ اسکے ایک اونٹ پر خرمے اور دوسرے اونٹ پر جَو بھر کر اسکے حوالے کر اس حدیث کو ابو داؤد نے اپنی سُنن مین روایت کیا ہے اور تمام تاریخ والے اس بات پر متفق ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانے کے منافقون کے ساتھ اسقدر سلوک کرتے تھے کہ ہرگز کوئی شخص اپنے دشمنون کے ساتھ اسقدر سلوک نہین کر سکتا ہی یہان تک کہ حق تعالی جل شانہ نے باوجود اسکے کہ ارحم الراحمین ہی آپ کو کافرون اور منافقون کے ساتھ سختی کرنے کی تاکید فرمائی اور یہ آیت نازل کی یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ یعنے ای نبی جھگڑ کافرون اور منافقون سے اور سختی کر اُن پر اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بارہا فرمایا ہی کہ لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ وَ قُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ یعنے نہ حد سے بڑھاؤ مجھکو تعریف کرنے مین جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی تعریف مین مبالغہ کر کے بشریت کی حد سے نکال دیا سو میری تعریف مین اسی قدر کہا کرو کہ بندہ خدا کا اور رسول اُسکا ہی اسواسطے کہ حق تعالی کی بندگی کی بزرگی میرے واسطے بس ہی اور صحیح مسلم مین ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے کبھی اپنی عمر بھر مین اپنے غلامون کو یا لونڈیون کو یا خدمتگارون کو نہین مارا اور ترمذی مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اپنے خادم کو سخت آواز سے نہین جھڑکا اور اپنے بدلا لینے کے واسطے کسی کو ایذا نہین پونچائی اور یہ بھی صحاح مین روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجلس مین اصحاب کے سامنے پانوٗن مبارک کو نہین پھیلایا اور اگر کوئی آپکی ملاقات کو آتا تھا جب تک وہ بیٹھا رہتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے نہین اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور کبھی آپ کے دونون زانو بیٹھنے مین کسی کے زانو سے متقدم نہین ہوتے تھے اور جو کوئی آپ کے اہل بیت یا آپ کے اصحابون سے آپ کو یا رسول اللہ کرکے پکارتا تھا تو آپ اسکے جواب مین لبیک کے لفظ کو فرماتے تھے اور تاریخ طبری مین مذکور ہے کہ ایک روز سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آج ایک بکری کے کباب بنایا چاہتا ہون مین سب نے عرض کی کہ بہت بہتر پھر ایک نے اُن مین سے کہا کہ مین ذبح کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ مین کھال کھینچتا ہون اور تیسرے نے کہا کہ گوشت کا دُرست کرنا اور کوٹنا میرا ذمہ ہے اور چوتھے نے کہا کہ اسکا پکانا میرا ذمہ ہے حاصل کلام کا سب نے ایک ایک کام اپنے ذمہ پر کر لیا تا کہ جلد کباب تیار ہو جاوین اصحاب سب اِس کام مین مشغول ہوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چپکے اُٹھے اور جنگل سے ایک گٹھا لکڑی کا تھوڑی دیر مین لے آئے صحابہ نے جو دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے کیون اتنی تکلیف کی یہ بھی ہم مین سے کوئی کر لیتا آپ نے فرمایا کہ حق تعالی اس بات کو مکروہ جانتا ہے کہ کوئی شخص اپنے یارون مین ممتاز ہو کر بیٹھے اور یارون مین شریک نہو اور بخاری مین مذکور ہے کہ کوئی لونڈی مدینہ کی لونڈیون مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہان چاہتی تھی اپنے کام کے واسطے لیجاتی تھی آپ انکار نہین کرتے تھے اور اُسکا کام کر دیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ایک عورت تھی کہ اُسکی عقل مین کچھ خلل ہو گیا تھا اکثر وہم اور خیالات فاسد اُسکو آیا کرتے تھے اور اُن خیالون کو لوگون کے سامنے ظاہر کرنے مین شرم کرتی تھی سو بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھی اور اکیلی آپ کے پاس بیٹھ کے

وہ سب واہیات باتین کہا کرتی تھی اور جب کسی کو دور سے آتے ہوئے دیکھتی تو وہم
اُس پر غالب ہوتا اور آپ سے کہتی تھی کہ اب یہان سے اُٹھو دوسری جگہ پر چل کے بیٹھو
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکی اُن سب واہیات باتون کی برداشت کرتے تھے اور کچھ
نہ کہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یون تھا کہ جب آپ فجر کی نماز سے فراغت
پاتے تھے تو اُسوقت لونڈیان اور غلام مدینے والون کے برتن مین پانی لیکر آتے تھے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس پانی کو اپنے دست مبارک سے چھو لیوین تاکہ وہ پانی متبرک
ہو جاوے اور اُسکو اپنے کھانے اور پینے کی چیزون مین ڈالین اور کبھی سردی کا موسم بھی
ہوتا تھا اور برتن بہت سے ہوتے تھے سب مین ہاتھ ڈالنے سے آپکو تکلیف بھی ہوتی
لیکن باوجود اِس رنج اور تکلیف کے آپ کسی کی خاطر شکنی نہین کرتے تھے اور سب برتنون مین
اپنا دست مبارک ڈالتے تھے اور خوش خلقی آپ کی اِس درجے کو پونہچی تھی کہ چھوٹے چھوٹے
لڑکون سے بھی آپ اُنکی خوشی کی بات فرماتے تھے چنانچہ ایک لڑکا تھا حضرت انس بن
مالک رضی اللہ عنہ کا بھائی اُس نے ایک چڑیا پالی تھی جسکو عربی زبان مین نُغَیر اور ہندی
بولی مین لال کہتے ہین اتفاق سے وہ چڑیا مرگئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گویا تعزیت
کے طور پر اُس بچے کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یَا اَبَا عُمَیرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیرُ یعنے
اے ابو عمیر کیا کیا لال نے یہ اسواسطے فرمایا کہ اِن کلمے متقفا کے سُننے سے وہ بچہ خوش ہو اور رنج
نکرے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے
کہا ہے کہ مین نے دس برس آپ کی خدمت کی اِس دس برس مین کبھی آپ نے یہ نہین فرمایا کہ
یہ کام کیون نکیا تو نے اور یہ کام کیون کیا تو نے اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ قیامت کے ح
دن میزان مین ایماندارون کے عمل نیک جو تولے جاوینگے تو سب سے بھاری عمل نیک
خلق ہوگا اور یہ بھی حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے ح
اصحاب سے پوچھا کہ تمکو کچھ معلوم ہے کہ دوزخ مین بہت لوگ کس سبب سے جاوینگے سب نے

عرض کی کہ اللہ اور اُسکا رسول اِس بات کو خوب جانتا ہی تب آپ نے فرمایا کہ دو چیز
کشادہ کی سبب سے ایک مُنھ اور دوسری شرمگاہ کہ یہی دونو چیزین دوزخ مین جانے کی
زیادہ سبب پڑینگی پھر آپ نے فرمایا کہ ایک تو تقوے کے سبب سے یعنے پرہیزگاری سے اور
دوسرے نیک خلق سے اور یہ بھی آیا ہی کہ ایماندار آدمی نیک خلق کے سبب سے صَائِمُ النَّھَار اور
قَائِمُ اللَّیل کے درجے کو پونہچے گا یعنے جو لوگ ہمیشہ روزہ رکھتے ہین اور رات بھر نماز پڑھتے
ہین اُنکا سا ثواب نیک خلق والے کو ملیگا پھر جب جنون کے گمان کے باطل کرنے سے جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف کافر کرتے تھے فراغت پائی اِس طور سے کہ باوجود ایسے
نیک عملون اور انتہا درجے کی ہدایت کے دیکھنے سے جو ثواب بے انتہا اور اجر غیر منقطع کا
سبب ہی اور باوجود آپ کے اخلاق کریمہ پر واقف ہونے کے جو عقل کے کامل ہونے پر
دلالت کرتے ہین پھر آپ کی طرف دیوانگی کی نسبت کرنا سراسر باطل اور نامسموع ہے اب
ارشاد ہوتا ہی کہ **فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ** سو قریب ہی کہ تو بھی دیکھیگا اور یہ بھی
دیکھ لین گے جسوقت تیرے نیک خلقون کی کشش اور ہدایت کی نشانیان دنیا مین اِن کو
راہ پر لاوینگی اور تیرا کمال اُن کی نظرون کے سامنے جلوہ گر اور ظاہر ہوگا اور موت کے
بعد اچھی طرح سے دیکھ لین گے اِسواسطے کہ اُسوقت یہ غفلت کا پردہ اُٹھ جائیگا اور ہر ایک
کی دانائی اور عقل کا مرتبہ ظاہر ہو جائیگا کہ **بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ** اور کون تم مین سے
مجنون اور بچل رہا ہی تو مجنون ہی جو عالم ملک اور ملکوت کے چھپے بھید جوامع الکلم کے ضمن مین
اِنکو بتاتا ہی یا یہ مجنون ہین جو اپنی ذات کی حقیقت اور حق تعالی کی نشانیون سے کہ جو اُنکی ذات
مین روشن اور ظاہر ہین نادان اور ناواقف ہوکے دیوانے اور باؤلون کی طرح پتھر اور لکڑیون
کی عبادت مین فریفتہ اور مجنون ہو رہے ہین **إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ** تحقیق رب
تیرا وہی خوب جانتا ہی اُسکو جو حقیقت مین مجنون اور دیوانہ ہی اور اُسکی عقل غفلت کے پردون
مین چھپی پڑی ہی یہان تک کہ **ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ** گمراہ ہوا اور بہکا اپنے خاوند اور مالک

کی راہ سے اور جانور سے بھی کمتر ہو گیا رہتے ہین جو اپنے مالک کے گھر کو پہچانتا ہی وَهُوَ اَعْلَمُ
اور وہی خوب جانتا ہی دانا اور صحیح عقل والون کو جنکے حق مین کہا جاتا ہی بِالْمُهْتَدِيْنَ
راہ پانیوالے جنھون نے اپنے مالک کی راہ پہچانی ہی اور اُسکی طرف متوجہ ہوئے ہین اور جو
اِن دونون فرقون مین جدائی اور دوری پرلے درجے کی ہی تو چاہیے کہ ظاہر مین بھی تو اِن سے
اپنے نیک خلق کے سبب سے موافقت اور میل نکر جس طرح تو باطن مین اِن سے علحدہ ہے
اور موافقت نہین رکھتا ہی اسواسطے کہ ظاہری موافقت اور ملنا باطنی موافقت کا نشان اور علامت ہی
فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ سو تو کہا نمان جھٹلانیوالون کا اور اُن کی تابعداری مت کر۔
کہتے ہین کہ ولید ابن مغیرہ اور ابو جہل اور اسود بن عبد یغوث اور اخنس بن شریق رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر تجھکو سوداوی خلط اِن حرکتون اور اِن
باتون کا باعث ہوتا ہی تو ہم سے کہہ دے اِسواسطے کہ ہم بھی تمھارے خویش اور اقرباؤن
مین سے ہین اور اگر عیش اور عشرت کی خواہش ہو تو بھی کہہ دے تاکہ اچھی خوبصورت عورتین اور
خاطر خواہ پوشاکین اور مزیدار کھانے اور بہت مال واسباب تمھارے واسطے ہم موجود کرین اور
اگر حکومت و ریاست کی خواہش ہی تو بھی ہمکو خبر کرو کہ ہم سب سردار تمھارے فرمان بردار اور تابعدار
ہین تم حکومت کی مسند پر بیٹھو اور اپنا حکم جاری کرو اِسواسطے کہ تم عقل او دانائی اور حسب اور نسب
مین ہم سب سے زیادہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِن باتون مین ایک بھی بات مجھے
منظور نہین ہی مجھکو فقط حق تعالی کی بندگی اور اُسکی فرمان داری منظور ہی تب اِن سبھون نے کہا کہ اگر
یہ تمکو منظور ہی تو بہت خوب ہی ہمارے سر اور آنکھون پر لیکن ایک بات ہم تمکو کہتے ہین وہ بات ہماری
مان لو کہ ہمارے بتون کو بُرا مت کہو اور اُن کی عبادت سے ہمکو منع مت کرو اور تم آپ حق تعالی
کی عبادت مین مشغول رہو ہم تم کو اللہ تعالی کی عبادت کرنے سے منع نہین کرتے اور تم پر طعن اور
تشنیع بھی نکرینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ آیتین نازل ہوئین اور حکم
ہوا کہ بتون کی برائی اور اُن کی عبادت کی برائی کے بیان کرنے مین چپ مت رہو اور اِس

مقدمے مین اِن کی باتون کو مت سنو **وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ** وہ چاہتے ہین کہ کاش کے تو اپنے آئین اور وضع سے سستی کرے پھر وے تو سست اور بے حمیت ہین **ف** غرض اِس کلام سے یہ ہی کہ حقانی آدمی کو مخالفون کی بات ہرگز سُننا نچاہیے اور اِن کی ضامندی کو منظور نرکھنا اسواسطے کہ آخر کو یہ بات دین کی سستی کا سبب پڑتی ہی لیکن مدارات یعنے تواضع اور خلق نیک ہر شخص سے بہتر ہی مگر اسقدر کہ اپنی وضع اور آئین مین فتور نہ پڑے اور دین مین سستی نہونے پاوسے اور یہ **ف** مقام نہایت مشکل ہی اور مدارات اور مداہنت مین فرق کرنا بہت دشوار ہی اکثر لوگ اِس جگہ پر لغزش کھا جاتے ہین بعضے خلق اور چاپلوسی اور خاطر داری مین اِس طرح ڈوب گئے ہین کہ دین کی باتون مین صراحۃً سستی اور ڈھیل کرنے لگے اور بعضے تعصب اور دین کی جانب داری مین اسقدر بڑھ چلے کہ سخت گوئی اور گالی اور بدخلقی کو عین عبادت سمجھے سیدھی راہ شریعت کی پہچاننا موقوف ہی مدارات اور مداہنت کے بوجھنے پر سو اپنے حق کو چھوڑ دینا جیسے تعظیم اور بزرگی اور احسان کسی سے نچاہنا اور جسقدر ہو سکے ہاتھ اور زبان سے عیب سب کے چھپانا اور خلق اللہ کی خیر خواہی کرنا اِسکو مدارات کہتے ہین اور یہ بات بہتر ہی اور دین کے حق لینے مین سستی کرنا جیسے اچھی بات کو نہ کہنا اور بُری بات سے منع نہ کرنا اور شرع کی حد جاری کرنے مین سستی کرنا اور حق بات کے بیان کر دینے مین اگرچہ کسی کو بھی بُری معلوم ہووے غفلت کرنا اِسکو مداہنت کہتے ہین اور یہ بات بہت بُری ہی **ف** حاصل کلام کا یہ ہی کہ منکرون کے ساتھ موافقت رکھنا اگرچہ ظاہر مین ہو ہدایت عامہ کلیہ مین خلل ڈالتا ہی اور اجر غیر ممنوع کے مستحق ہونے سے باز رکھتا ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ اِذَا لَقِيتَ الْفَاجِرَ فَالْقَهُ بِوَجْهٍ خَشِنٍ یعنے جب ملاقات کرے تو فاجر کی یعنے مشرک یا بدعتی کی تو ملاقات کر ترش روئی سے اور حقائق التنزیل مین مذکور ہی کہ سہل بن عبداللہ تستری کہا کرتے تھے کہ مَنْ صَحَّحَ اِيْمَانَهُ وَاَخْلَصَ تَوْحِيْدَهُ فَاِنَّهُ لَا يَانَسُ اِلٰى مُبْتَدِعٍ وَلَا يُجَالِسُهُ وَلَا يُوَاكِلُهُ وَلَا يُشَارِبُهُ وَيُظْهِرُ لَهُ مِنْ نَفْسِهِ الْعَدَاوَةَ وَمَنْ دَاهَنَ بِمُبْتَدِعٍ سَلَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ

ف — وعظ شرعی

ف — مدارات اور مداہنت کے مضمون کا بیان

ف — [illegible] بدعتی سے [illegible] رکھنا چاہیے

مُحِبٌّ اِلٰی مُبْتَدِعٍ نُزِعَ نُوْرُ الْاِیْمَانِ مِنْ قَلْبِہٖ یعنے مرد صحیح الایمان کو چاہیے کہ بدعتی لوگون سے محبت اور اُلفت نہ رکھے اور اُنکے ساتھ بیٹھنے اور کھانے اور پینے کی عادت نہ ڈالے اور دل سے اُنکے ساتھ عداوت رکھے اور جو شخص بدعتی لوگون سے ملتا ہو اور اُنکی خاطر سے دین کی بات مین سستی کرتا ہو تو اُس سے ایمان کی حلاوت اللہ تعالیٰ لے لیتا ہو اور جو بدعتی لوگون سے دل سے دوستی رکھتا ہو تو اُسکے دل سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہو علی الخصوص ایسے منکرون سے جنکے نفس رذیل ہین یعنی شریر اور بدخُلق ہین اُن سے ہرگز موافقت نہ رکھے اگرچہ ظاہری ہی موافقت ہو اسواسطے کہ اُنسے ظاہری بھی موافقت رکھنا نیک خُلق کے کمال کے نقصان کا سبب پڑتا ہو پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ توفیق نیک عنایت کرے اُس شخص کو ایسے لوگون سے احتراز کرنا اور بچنا ضرور ہو تاکہ بہت ہمنشینی اور مصاحبت ایسے بدبختون اور رذیل نفسون کی اُسکے نیک اخلاق مین نقصان نہ ڈالدے چنانچہ حکم ہوتا ہے وَلَا تُطِعْ اور کہنا نمان اور تابعداری مت کر اِن سب منکرون مین سے كُلَّ حَلَّافٍ ہر بڑی قسم کھانیوالے کی جو ہر بات مین خدا کی قسم کھاتا ہو اسواسطے کہ بہت قسم کھانا نفس کے رذالت کی دلیل ہے دو وجہ سے اوّل یہ کہ اپنے مالک کی عظمت اور بزرگی کی قدر نہین جانتا ہے جو اُسکے نام پاک کو ایسا ذلیل کرتا ہو اور اُسکی ربوبیت کے بھید سے غافل ہو اور نفس کی عزت اپنے بزرگون کے حق بوجھنے سے ہو اور نفس کی رذالت اور کمینہ پن اُن کے حقون کی غفلت سے اور یہی سبب ہے کہ رذیل قوم والے یعنے کمینے ماباپ کا نام تعظیم سے نہین لیتے ہین اور کوئی شخص دُنیا مین اِسقدر حقوق کسی بندے کی نسبت سے نہین رکھتا جتنے اپنے خالق اور مالک کے رکھتا ہو اور جب اِس طرح کے حقون کو نہ پہچانا اور اُسکی قدر نجانی تو یہ انتہا درجے کی رذالت اور کمینہ پن کی دلیل ہو اور دوسری وجہ یہ ہو کہ جو شخص قسم بہت کھاتا ہو وہ اکثر جھوٹا ہوتا ہو اور جھوٹھ بولنا بڑی حقارت کا سبب ہے لوگون کے نزدیک پھر ایسی حقارت کو جان بوجھ کے ہر وقت اپنے اوپر گوارا رکھنا نفس کے رذالت کی دلیل ہے

اور بالکل کمینہ پن ہی اور اس مقام پر ایک اعتراض بہت زبردست ہی اور اُسکا حاصل یہ ہی کہ
اگر بہت قسم کھانا برائی اور عیب ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین کسواسطے بہت
قسم آئی ہی اور اکثر باتون مین آپ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ فرماتے تھے یعنے قسم ہی اُس ذات
پاک کی جسکے دست قدرت مین جان میری ہی اور جواب اُسکا یہ ہی کہ قسم کی کثرت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین آپ کی قدر اور مرتبے کی زیادتی کا سبب ہی کئی وجہون سے
اوّل تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات مین اللہ تعالیٰ کی یاد کو نہین بھولتے تھے
اور یہ پرلے درجے کی محبت کی علامت ہی بموجب اِس قول کے مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ
ذِكْرَهٗ یعنے جو شخص دوست رکھتا ہی کسی چیز کو تو زیادہ کرتا ہی ذکر اُسکا اور دوسری وجہ یہ ہی کہ
جس طرح بانسری بجانیوالے کے اختیار مین ہوتی ہی اِسیطرح سے آپ اپنے تئین ہر وقت
ہر بات مین حق تعالیٰ کے اختیار مین سمجھتے تھے اِسیواسطے قسم کے مقام پر اکثر نَفْسِي بِيَدِهٖ
کے لفظ کو فرماتے تھے سو یہ بات عبودیت کے صحیح اور ثابت کرنے کے واسطے انتہا درجے
کے مرتبون مین ہی تیسری وجہ یہ ہی کہ وہ مضمون جن پر آپ قسم یاد فرماتے تھے وہ اکثر ایسے
مضمون ہوتے تھے کہ عوام کی عقل اور فکر مین نہین آسکتے تھے اسواسطے تاکید کی احتیاج پڑتی
تھی تو قسم کے لانے مین دعوت الی اللہ کی تاکید حاصل ہوتی تھی اِسی سبب سے دنیا کے کامون
یعنے بلانا اللہ کی طرف ۱۲
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم کھانے کا اتفاق نہین ہوا اور جو قسم آپ نے کھائی ہے سو
یا شرعی حکمون کے بیان مین ہی یا حق تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے واسطے ہی بخلاف دوسرے
لوگون کے جو قسمین بہت کھاتے ہین کہ یہ دونون باتین اُنکے کلام مین نہین پائی جاتی ہین اور
بعضے عالمون نے لکھا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین قسم کے کثرت کی وجہ یہ بھی کہ
آپ کے نبی ہونے سے پہلے لوگون کی زبانون پر ایسی قسمین جو شرع مین درست نہین ہین جاری
تھین جیسے باپ کی قسم بیٹے کی قسم فلانے بزرگ کی قسم فلانے پیشوا کی قسم اپنی آنکھ کی قسم اپنے
کان کی قسم لات اور عزیٰ اور دوسرے بتون کی قسم اِن سب قسمون کی وہان کے لوگون کی عادت

پڑگئی تھی سو اِس عادت کے چھڑانے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ضرور ہوا کہ اپنے
کلام مین بار بار ایسی قسمین جو شریعت مین دُرست ہین استعمال کرین اور لوگون کو طریقہ قسم کھانے کا
سکھلا دین اور اُن کی بری قسمون کی عادت کو چھڑا دین اور اِس بات کے واسطے فقط آپ کا
منع کر دینا کفایت نہین کرتا تھا اسواسطے کہ پڑی ہوئی عادت کا چھوٹنا بہت مشکل ہوتا ہی یہ وجہ ہے
آپ کے کلام مین قسمون کے کثرت کی حاصل کلام یہ ہی کہ بہت قسم کھانا اُس شخص کا بہت معیوب ہے جو یہ
صفت بھی رکھتا ہو **مَھِین** پست ہمت اور رذیل طبع ادنیٰ مطلب اور نکمّی چیز کے واسطے
قسمین کھاتا ہی اور یہ نہین سمجھتا کہ کیسے بزرگ نام کو کس خسیس چیز کا وسیلہ کرتا ہی بلکہ یہ اسکی قسمون کی
کثرت اِسکے نفس کی رذالت اور ذلت کی دلیل ہی اسواسطے کہ اشراف آدمی بزرگ کی قدر
پہچانتا ہی اور ہر عزت والے کی عزت اور ادب کی رعایت کرتا ہی اور ذلیل شخص ہر چیز کو اپنے اوپر
قیاس کر کے ذلیل سمجھتا ہی ہر چند کہ اِس طرح رذیل النفس جو حق تعالیٰ کے نام کی عزت نکرے جو کوئی ہو
اُس سے کنارہ کشی اور احتراز بہتر ہی لیکن اکثر مفسرین نے کہا ہی کہ اِس جگہ ولید بن مغیرہ کے حال
سے اشارہ ہی کہ مالدار بھی تھا اور بہت اولاد والا چنانچہ اُسکے مال اور اولاد کی تھوڑی تفصیل سورۂ
مدثر مین مذکور ہی پھر باوجود اِسکے وہ رذالت اُسکے نفس کی نہین جاتی تھی اور اپنے پروردگار کے
نام کی عزت اور ادب نہین کرتا تھا کاش اسی اپنے کمینہ پن پر اکتفا کرتا لیکن باوجود اِس کمینہ پن کے
یہ صفت بھی رکھتا تھا کہ **ھَمَّازٍ** طعنہ کرنیوالا اور خلق اللہ کو عیب لگانیوالا کہ لوگون کے منھ پر بھی
طعن اور تشنیع کرتا اور پیٹھ پیچھے بھی اُن کو بُرا کہتا اور لوگون کے حسب اور نسب اور خلق اور عادت مین
عیب لگاتا گویا ایک کتا تھا بورہا کہ لوگ اسکی صورت سے بیزار تھے اور یہ بھی نہایت کمینہ پن کی بات ہی
اسواسطے کہ جو سب کی آبرو گنواویگا وہ اپنی آبرو پہلے کھوویگا تو گویا اُسکو اپنی آبرو کی کچھ پروا نہین
اور پھر طرفہ یہ ہی کہ لوگون کی آبرو لینے مین فقط طعن اور تشنیع پر اکتفا نہین کرتا تھا بلکہ **مَشَّاءٍ**
بِنَمِیمٍ اپنے پانون سے چل کر چغلی کھاتا تھا یعنی ایک کی بات دوسرے کو پہنچاتا تاکہ آپسمین
پیچ کھا کر لڑ پڑین اور ایک دوسرے کی آبرو لے اور آپ بھی ایسی حرکتون سے خفیف اور رسوا ہوتا

اسواسطے کہ داناؤن کے نزدیک چغلخوری کرنا بڑی حقارت کی بات ہے چنانچہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ
علیہ کہتے ہین ؎ ہر عیب کہ گران پیش تو آورد و شمرد ٭ بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد ٭ یعنی جو
لوگ کہ عیب تیری پاس لاویگا تو تیری عیب بھی لوگون کو پہنچاویگا۔ یہ جو بیان ہوئین یہ اذیتین
ہین جسمین حق تعالے کی بے ادبی اور لوگون کی ہتک حرمت اور آبرو گنوانا ثابت ہوتا ہے اور وے
اذیتین جنہین لوگون کا مال تلف ہو جاوے اور دین دُنیا کے فائدے اور حق لوگون کے نیست و نابود
ہو جاوین وے آگے ہین چنانچہ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ بہت منع کرنیوالا نیک چیز کا یعنی ہرگز اس بات کا
روادار نہین کہ کوئی کسی سے بھلائی کرے یہانتک کہ اپنے لڑکون اور غلامون اور نوکرون سے
کہا کرتا تھا کہ اگر تم مین سے کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آنکی باتین سنین تو اسکا جو مقرری روزینہ
یا درماہہ وہ موقوف کردونگا اور اسکے خویش واقربا مین سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر
ہوتا تھا اسکے ساتھ برادری کی راہ سے جو سلوک کرتا تھا وہ موقوف کر دیتا تھا مُعْتَدٍ ظلم اور تعدی
کرتا اور لوگونکے حق جو لازم ہین وہ نہ دیتا جیسے نوکر کی نوکری اور مزدور کی مزدوری اور کسی معاملہ والے کا حق
ادا نکرتا أَثِيمٍ بڑا گنہگار کہ شراب بھی پیتا ہے اور زنا اور لونڈے بازی بھی کرتا ہے تو اپنی جان پر بھی
ظلم کرتا ہے کہ اسکو ہمیشہ کی ہلاکت مین ڈالتا ہے اور باوجود ان باتون کے ایک وصف اور بھی
رکھتا ہے کہ عُتُلٍّ گردن کش اور طبیعت کا سخت اور بدخو کہ کسی کی نصیحت اور سمجھانے سے وہ راہ پر
نہین آتا اور خود پسندی کے جال مین گرفتار ہے اگر کسی کی بات سنتا تو امید ہوتی کہ شاید اسکی
ان سخت بیماریون کو کوئی دوا یعنی کسی کی بات مفید ہو جاتی سو وہ کسی کی بات نہین سنتا تو اس کا
علاج سے اچھا ہونا ہی ممکن نہین ہے بَعْدَ ذَٰلِكَ بعد ان سب عیبون کے جو اس مین پائے
جاتے ہین زَنِيمٍ ولد الزنا ہے یعنے حرام زادہ ہے کہ اٹھارہ برس تک کوئی اسکا باپ مقرر نہ تھا
بعد اٹھارہ برس کے مغیرہ نے کہا کہ یہ میرے نطفے سے پیدا ہوا ہے اسکی مان سے مین نے برا کام کیا تھا
اور بَعْدَ ذَٰلِكَ کی لفظ مین اشارہ ہے اس بات کا کہ یہ صفت برائی مین دوسری سب برائیون سے بڑھکے
کہ ترقی کرکے سب صفتون کے بعد اس طرف عقل انتقال کرتی ہے والّا اسکا ولد الزنا ہونا خارج

ہین سب صفتون سے مقدم تھا اس وجہ سے کہ جب نطفہ خبیث ہوتا ہی اور خلاف شرع حرام طور سے
نکلتا ہی اور حرام جگہہ مین جا ٹھہرتا ہی تو سب خبیث ہی خُلق پیدا کرتا ہی بس گویا یہ صفت بے جتنے
خلق بد ہین سب کو جامع ہی جیسے جھاڑو کا بندھن کہ سب تنکون اور کاریون کا جامع ہی اور جید شمار
کرنے اِن سب بُرے خلقون کے یہ خاطر مین آتا ہی سو کا شکے باوجود اِن سب بدخلقون اور
کمینہ پن کے کچھ بھوڑی سی عقل بھی رکھتا کہ اسکے سبب سے یہ سب عیب اُسکے چھپتے اور اسقدر
فضیحت نہوتا سو عقل سے ایسا بے نصیب ہی کہ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ
اِس سبب سے کہ ہی بہت مال والا اور بہت اولاد والا سو اِس پر نازان اور مغرور ہو کے جھٹلانے
اور انکار کرنے مین اِسقدر بڑھ چلا کہ جس نے یہ مال اور اولاد دی ہی اُسی کا مقابلہ کر بیٹھا اور اُسکی
آیتون کو جُھٹلانا شروع کیا یہان تک کہ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا جب پڑھی جاتی ہین
اُس پر آیتین ہماری تو باوجود اِس بات کے جاننے کے کہ اِس طرح کا کلام مخلوقات کے مقدور
سے خارج ہی اور بے شبہ یہ کلام خالق کا ہی اور وہ ایسا خالق ہی کہ مجھ سے بے حقیقت شخص کو جسکا
نہ حسب درست ہی نہ نسب پھر بدخلقی اور بدخصلتین علاوہ اُسکے اُسکو کس کس طرح کی نعمتون سے
یعنے بے انتہا مال اور اولاد کی کثرت اور سرداری سے سرفراز کیا ہی تو مجکو لازم ہی کہ ایسے خلق کی
شکر گذاری دل اور جان سے کرون سو اِن سب باتون کو جان بوجھ کے ایک طرف رکھ دیا
اور ناشکری کر بیٹھا یہان تک کہ قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کہتا ہی کہ یہ جھوٹے قصے
ہین پہلون کے جو لکھ کر رکھ گئے ہین یہ اللہ تعالی کا کلام نہین ہی سو ایسے موذی بدبخت نافرمان
ناشکری کے واسطے قیامت کے آنے کا بھی انتظار نکرینگے جو ہر نیک اور بد کے جزا اور سزا
دینے کا دن مقرر ہی بلکہ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ قریب ہی کہ داغ دینگے ہم اُسکی سونڈ پر
یعنے ناک پر جو آدمی فخر اور تکبر کرنے کا عضو ہی اور عزت اور آبرو کا جائے ظہور بھی وہی ناک ہی تا کہ
بڑے گنہگارون کے مانند نکٹا پھرے حضرت عبداللہ بن عباس اور دوسرے صحابہ رضی اللہ
عنہم اجمعین سے روایت آئی ہی کہ جنگ بدر کے دن کسی ایک انصار کی تلوار اُسکی ناک پر لگی اور

اُسکی ناک زخمی ہوئی پھر جب لوٹ کر مکہ مین آیا تو کتنی ہی اس زخم کی دوا کی لیکن وہ اچھا نہوا
اور اُس مین خارشت ہوگئی یہانتک کہ اُسی مرض مین جہنم واصل ہوا علمانے کہا ہی کہ ولید نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک طعن کی تھی یعنی مجنون کہا تھا سو حق تعالی نے دس طعنین
اُس پر کین یعنی دس عیب اُسکے بیان فرمائے اب اسجگہہ سے دریافت کیا چاہیے کہ حق تعالی
نے عدل اور انصاف کی راہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذا دینے والون کو ایک
ایذا کی عوض مین دس سزا دین پھر جو لوگ کہ آپکی محبت اور خدمت اور جان نثاری مین عمر بھر مصروف
رہے ہین اُنکو کم سے کم ایک نیکی کے عوض مین دس انعام سے تو سرفراز کریگا اسی واسطے
حدیث شریف مین آیا کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا یعنے آنحضرت صلی اللہ ح
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص ایک مرتبے مجھ پر درود بھیجیگا تو حق تعالی دس مرتبے اُسکو اپنی
رحمت سے نوازیگا اور خرطوم کی لفظ لانے مین جو لغت مین ہاتھی اور سور کی ناک کو کہتے ہین
کمال حقارت اُسکی منظور ہی گویا وہ شخص انسانیت سے نکل کر خسیس ہونے مین مثل سور کے اور
تکبر اور غرور مین مثل ہاتھی کے ہوگیا ہی اور اصحاب فیل کا قصہ بھی اُس نے دیکھا اور سنا تھا
اِس قصے کی طرف بھی اشارہ منظور ہی یعنے ہم وہ ہین کہ ہاتھیون کی سونڈھون کو کاٹ ڈالتے
ہین باریک بین عالمون نے لکھا ہی کہ ہر جانور کی ناک اوپر کی طرف اُٹھی ہوتی ہی لیکن ہاتھی اور
سور کی ناک نیچے کی طرف جھکی اور لٹکی رہتی ہی سو خرطوم کے ذکر مین اِس طرف اشارہ ہی کہ
اُسکی تمام ہمت پستی کی طرف رجوع تھی گویا ترقی معکوس یعنی اُلٹی ترقی کی تھی اور مرغ کے
مانند کہ جتنا بڑا اور موٹا ہوتا ہی اُسیقدر اُسکی قلان تنگ ہوجاتی ہی یہی حال اِس پست ہمت کا
تھا کہ جسقدر اُسکے مال اور اولاد کی کثرت ہوتی جاتی تھی اُسیقدر یہ خساست اور رذالت مین
زیادہ بڑھتا جاتا تھا اور یہی خاصہ ہی رذیل اور پاجیون کا اور اگر کسی شخص کو اِس ولید پلید اور
دوسرے اُسکے ساتھیون کا قصہ سُننے سے کہ اُس پاک زمین مکہ معظمہ کو اپنی نجس ریاست سے
آلودہ کر رکھا تھا اور وہان کی حکومت اور فرمان روائی کا منصب حاصل کیا تھا یہ خاطر مین

گذرے کہ اِس طرح کے کافرون اور پاجیون کو کسواسطے بڑھاتا تھا اور ایسی متبرک جگھ کی ریاست
اور حکومت کیون دیتا تھی تاکہ وی اِس قسم کی بُرائیان اور قباحتین ظاہر کرین اور لوگ چارناچار اُنکے
طریقے کی پیروی مین گرفتار ہوکے گمراہی کے بھنور مین ڈوب کر ہلاک ہووین اور ایسے پیغمبر
جلیل القدر کو اُنکے سبب سے ایذا پہونچے آسکے جواب مین فرماتے ہین کہ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ
بے شک ہم جانچتے ہین اِن مکے کے بداخلاق لوگون کو مال اور ریاست دیکے تاکہ ہم دیکھین کہ
یہ لوگ ظاہری مال اور مرتبے کی پیروی کرتے ہین اور اُن ہی پاجی کافرون کے حکم اور مشورے پر
چلتے ہین اور رسول کے حق کو یعنی اُسکی تعظیم اور تابعداری کو چھوڑتے ہین تاکہ اِسکی سزا مین قحط اور
سردارون کے قتل اور مال کے نقصان اور فوجون کی دہشت مین گرفتار ہووین یا حق کو
پہچانتے ہین اور حق اللہ اور حق الرسول کو اپنے سردارون اور مالدارون کی تابعداری پر
مقدم کرکے اداکرتے ہین تاکہ اِس حق شناسی کے وسیلے سے دارین کی سعادت کو پہونچین اور
سب ملکون اور شہرون پر غالب ہوکے فتح کرین اور بے گنتی خزانون کے مالک ہووین کَمَا
بَلَوْنَا جیسا کہ جانچا تھا ہم نے اِسی طرح اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ باغ والون کو جو باغ ضروان کرکے
مشہور تھا اور وہ ایک باغ تھا صنعا شہر کے متصل جو دارالسلطنت یمن کا ہے اِس شہر سے
تین کوس پر سرراہ اِس باغ کا مالک تھا ایک شخص بنی ثقیف مین سے اُس باغ مین میوہ دار درخت
لگائے تھے اور وہ کھیتی جسکا محصول بہت ہو وہان کرتا تھا اور اُسکو اِس باغ سے ہر فصل مین
بہت کچھ حاصل ہوتا تھا اور اُس نے اپنے اوپر ایسا مقرر کیا تھا کہ میوہ چننے اور کھیت کاٹنے سے
جو کچھ باقی رہتا تھا وہ فقیرون کو دیتا تھا اور کھریان اُٹھانے کے وقت جو کچھ ہوا سے اِدھر اُدھر
ہو جاتا تھا وہ بھی فقیرون کو دیتا تھا اور میوہ جھاڑنے مین جو کچھ فرش سے باہر گرے وہ بھی
فقیرون کو دیتا تھا اور اُس باغ کے حاصل کو جب گھر مین لاتا تھا تو دسوان حصہ اُسکا بھی فقیرون کو
دیتا اور اِسی طرح جب اُس آٹے کی روٹی پکتی تو دس روٹیون مین سے ایک روٹی فقیرون کو
دیتا تھا جب وہ شخص مرا تو اُسکے تین بیٹے تھے وی وارث ہوئے اور انہون نے آپس مین

ف

یہ مشورہ کیا کہ ہم سب اہل وعیال والے ہین جورو اور بچے رکھتے ہین ہمارے باپ کے ایک
گھر تھا اب ہمارے تین گھر ہوئے تو جتنا ہمارا باپ فقیرون کو دیتا تھا ہم نہین اتنا دے سکتے ہین
اسکی کیا تدبیر کیا چاہیے منجھلے بھائی نے کہا کہ کچھ تدبیر مت کرو اور اپنے باپ کے طریقے پر چلے جاؤ
حق تعالی اسی مین برکت دیگا ان دونون بھائیون نے اسکی بات نہ سنی اور آپس مین یہ صلاح کی کہ
میوہ توڑنے اور کھیت کاٹنے کے وقت فقیرون کو آنے نہ دینگے بلکہ بے خبر باغ مین جاکر میوہ
توڑکر اور کھیت کاٹ کر گھر مین لے آوینگے اور فقیرون کا حصہ جدا نکرینگے ہان اگر کوئی فقیر ہمارے
کھانے کے وقت آجائیگا تو کوئی ٹکڑا روٹی کا اسکو بھی دیدینگے اور اس منجھلے بھائی کو بھی کچھ ملامت
کرکے اور دھمکا کر چپ کیا **اِذْ اَقْسَمُوْا** جب آپس مین ان تینون بھائیون نے قسمین
کھائین اس مضمون کی کہ **لَيَصْرِمُنَّهَا** مقرر کاٹین گے میوہ اور کھیتی اس باغ کی **مُصْبِحِيْن**
صبح ہوتے تاکہ کسی فقیر اور مسکین کو خبر نہو اور انکا باپ دن چڑھے میوہ اور کھیت کاٹتا تھا تاکہ سب
فقیر جمع ہوکے اپنا حق لے لین **وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ** اور ہرگز کسی نے انشاء اللہ نہ کہا تاکہ ان پر
قسم نہ پڑنے کا بھی احتمال ہوسکتا اسواسطے کہ شرع کا حکم ایسا ہے کہ اگر کوئی کسی چیز پر قسم کھاوے
اور اسکے ساتھ ہی انشاء اللہ بھی کہے تو وہ قسم اسکے ذمہ پر لازم نہین ہونی چاہیے اس قسم کے
موافق کرے چاہے نہ کرے اور انہون نے اسواسطے انشاء اللہ نہ کہا کہ منجھلے بھائی کا کہنا
جو اس بات پر راضی نہ تھا کسی طرح متصور نہو سکے اور خواہ مخواہ قسم کے موافق کرنا پڑے اور
جس رات کو انہون نے یہ ارادہ کیا اور آپس مین اس ارادے پر عہد وپیمان مضبوط کرکے
سوئے اس رات کو حکم الٰہی دوسرے رنگ پر نازل ہوا یعنے **فَطَافَ عَلَيْهَا** پھر گرد
پھر گیا اس باغ اور کھیت کے **طَائِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ** پھرنیوالا تیرے رب کی طرف سے
اور وہ ایک آگ تھی کہ آسمان پر سے گری اور اس باغ کے درخت اور مکان اور بیل اور مالی
اور کسانون کو بالکل جلادیا **وَهُمْ نَآئِمُوْنَ** اور وے سوتے تھے جس طرح کئے والے
قحط کے آنے اور بدر کی شکست اور دوسری لڑائیون سے غافل ہین اور تیرا حق یعنے تجھکو

پیغمبر سمجھ کے تعظیم اور تابعداری کرنا اور حق تعالی کی آیتون کا حق یعنی اُس پر ایمان لانا اور
اُنکو سچا جاننا ادا نہین کرتے **فَاَصْبَحَتْ** پھر صبح کو ہو گیا اُنکا باغ **كَالصَّرِيْمِ** جیسے
کھیت کٹا ہوا کہ کچھ بھی کھیتی اور درختون کا نشان اُس مین باقی نہ رہا اور وے صبح ہوتے اُس
غفلت کی نیند سے اُٹھے اور اپنے باغ کے حال سے بے خبر تھے **فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ**
پھر آپس مین پکارا اُن تینون بھائیون نے صبح ہوتے **اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ** کہ
سویرے چلو اپنے کھیت پر **اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ** اگر ہو تم آج کھیتی کاٹنے والے
اسواسطے کہ اگر دیر کرو گے تو فقیرون کے ہجوم سے کھیتی کا کاٹنا آج نہ ہو سکے گا پھر کل پر پڑیگا
اور یہ نہین جانتے تھے کہ ہمارے جانے سے پہلے کھیتی کٹ کے دونون جہان کے مالک کی
سرکار مین ضبطی ہو گئے **فَانْطَلَقُوْا** پھر چلے وے تینون بھائی نوکرون اور مزدورون کو
لیکر **وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ** اور وے آپس مین چپکے چپکے کہتے تھے اور چھپے چھپے
کوچے اور گلیون سے جاتے تھے اور مطلب اُنکا **اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ
عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ** یہ تھا کہ آنے نہ پاوے اُس باغ مین آج تمہارے پاس کوئی فقیر
اور مسکین اسواسطے کہ اگر کوئی فقیر اُس باغ مین آجائیگا تو شرماشرمی کچھ نہ کچھ دینا پڑیگا سو اِسکی
تدبیر یہ ہے کہ دروازے پر آدمیون کو بٹھا دیا چاہیے تاکہ کسی فقیر کو باغ کے اندر آنے نہ دے
چنانچہ مکے والے بھی یہی کرتے تھے کہ شہر کے غریبون اور ضعیفون کو اسلام مین داخل ہونے
نہ دیتے تھے **وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قَادِرِيْنَ** اور صبح کو سویرے پہنچے
فقیرون کے منع کرنے پر مستعد اور ہمت کرنیوالے ہو کر **فَلَمَّا رَاَوْهَا** پھر جب دیکھا
اُس باغ کو جلا ہوا اور اُسکے مکان ڈھے پڑے اور درخت اور کھیتی سب نیست و نابود ہوئی
تو نہ پہچانا کہ یہ ہمارا باغ ہے اور **قَالُوْا** کہنے لگے آپس مین کہ ہم کہان آگئے یہ تو ہمارا باغ
نہین ہے **اِنَّا لَضَالُّوْنَ** مقرر ہم راہ بھولے ہین اور پہلی صبح کے اندھیرے کے
سبب سے کہین دوسری طرف آگئے پھر جب داہنے بائین خوب غور کر کے دیکھا اور اپنے

باغ کی نشانیاں پہچانیں تب کہنے لگے کہ ہم راہ نہیں بھولے بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ
بلکہ ہم حق تعالیٰ کی درگاہ سے محروم کیے گئے اور نصیب ہمارے پھوٹے کہ بدون
کسی ظاہری سبب کے ایسا باغ ہمارا پھیلا ہوا جو ہماری گذران کی پونجی تھی سو خاک سیاہ ہو گیا
اسی طرح مکے والے قحط اور بدر کی لڑائی کو دیکھ کر پہلے کہیں گے کہ یہ قحط نہیں ہے تھوڑے
دنون پانی برسنا تھم گیا ہے آگے چل کے برسے گا اور یہ شکست بدر کی کچھ عذاب الٰہی کی
علامت نہیں ہے اگر ایکی شکست ہوئی ہے پھر آگے چل کے ہماری فتح ہو گی مگر جب دیکھیں گے
کہ قحط پر قحط اور شکست پر شکست ہوتی چلی جاتی ہے تب جانیں گے کہ ہمارے نصیب پھوٹے
اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے بے نصیب ہوئے جیسا کہ اُن باغ والون نے اُسوقت جانا
پھر ہاتھ ملنے لگے اور افسوس کرنے لگے تب قَالَ اَوْسَطُهُمْ کہا اُن کے
مجھلے بھائی نے جب دیکھا کہ اپنی بے نصیبی پر افسوس کر رہے ہین اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ
کیا نہ کہا تھا مین نے تم کو اِسکے پہلے کہ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ کیون نہین پاک جانتے ہو
اللہ تعالیٰ کو اِس سے کہ اپنے وعدے مین خلاف کرے اور فقیرون کو زکوٰۃ اور خیرات
دینے سے مال مین برکت نہ کرے اور کیون بدگمانی کی اللہ تعالیٰ پر کہ فقیرون کے
دینے سے ہم کو فقر مین گرفتار کریگا اور ہم محتاج ہو جاوینگے اِس جگہ سے معلوم ہوا کہ
بخیل ضرور اللہ تعالیٰ سے بدگمان رہتا ہے اِسی واسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ
اَلْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ یعنے بخیل ح
دور ہے اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے دور ہے لوگون سے دور ہے بہشت سے نزدیک
ہے دوزخ سے اور سخی کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور بخشش پر اعتماد کرنا اور اُسکے وعدے کو
سچا جاننا لازم ہے اِسی واسطے حدیث شریف مین فرمایا ہے کہ اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ
مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ یعنے سخی نزدیک ہے اللہ تعالیٰ کی درگاہ ح
سے نزدیک ہے لوگون سے نزدیک ہے بہشت سے دور ہے دوزخ سے اور یہ بھی حدیث شریف

مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزون پر مین قسم کھاکر کہتا ہون اسواسطے کہ
ظاہر مین عقل سے دور معلوم ہوتی ہین اوّل یہ کہ مَا نَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِّنْ مَالٍ یعنی ہرگز کم نہین کرتا ہے ح
اپنا مال کو اگرچہ ظاہر مین تمھاری سمجھ مین نقصان معلوم ہوتا ہے اور دوسری یہ کہ مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ
اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ یعنے ہرگز اللہ تعالی کے واسطے کوئی جھکتا نہین مگر اللہ تعالے اُسکے مرتبہ کو بلند کرتا ہے
یعنے اللہ تعالی کیواسطے۔ دوسری حدیث مین اِس طرح ارشاد ہوئے ہین کہ تین ۳ شخص کی تعظیم کرنا یہ اللہ تعالے
کیواسطے جھکنا ہے اوّل قرآن کے حافظ کی تعظیم کرنا اور اُسکے معنے جاننے والے کے اور اُس پر عمل
کرنے والے کے دوسرے بڈھے مسلمان کی تعظیم کرنا تیسرے ماباپ کی تعظیم کرنا اور تیسری یہ کہ
مَا زَادَ عَبْدٌ بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا یعنے نہین زیادہ ہوتی ہے بندے کو درگذر کرنے سے مگر عزت ح
یعنے جو شخص باوجود قدرت کے اپنا عوض دوسرے سے نہ لے اور اسکو معاف کردے تو البتہ
اللہ تعالی اُس شخص کو عزت بخشتا ہے اگرچہ ظاہر مین بدلا نہ لینا ذلت معلوم ہوتا ہے پھر جب وہ
دونون بھائی اور اُنکے صلاح دینے والے مجھلے بھائی کی نصیحت سے خبردار ہوتے تو اُس سب
خرابی کے بعد قَالُوْا بولے کہ اب ہم بھی معتقد ہوئے کہ سُبْحَانَ رَبِّنَا پاک ہے ہمارا پروردگار
اس بات سے کہ اپنے وعدے کے خلاف کرے اور اُن سخی جوانمردون کو جو اُسکی راہ مین
اپنا مال خرچ کرتے ہین برکت نہ دے اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ بے شک ہم تھے ظلم
کرنیوالے کہ فقیرون کے حق مین نیت بد کی اور اپنے باپ کے طریقے کو چھوڑ دیا اور اعتماد اور
بھروسا اللہ تعالی کے سچے وعدے پر نہ کیا اور جب اپنی تقصیر اور گنہ ہونے کا اقرار کیا
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ پھر متوجہ ہوئے اور منھ
پھیرا ایک نے دوسرے کی طرف آپس مین ملامت کرنے اور اولاہنا دینے کو چنانچہ ایک
بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا کہ پہلے تو نے یہ مشورہ دیا تھا کہ فقیرون کو نہ آنے دینا چاہیے
اور صبح کو سویرے چلیے اُسنے اُسکو ملامت کی کہ پہلے تو نے مجھکو مفلسی سے ڈروایا تھا اور کہا
تھا کہ ہمارے اہل و عیال جورو لڑکے بہت ہین اور مجھسے اُنکی تدبیر پوچھی تھی پھر وہ دونون بھائی

اپنے صلاح کارون کی طرف پھرے اور اُنکو ملامت کرنے لگے آخر بعد اِس تھکا فضیحتی کے
جب دیکھا کہ اب ملامت کرنے سے کچھ فائدہ نہین ہے جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا تب مضطر اور حیران
ہوکر **قَالُوا** بولے سب ملکر **يَا وَيْلَنَا** اے خرابی ہے ہماری **إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ** بے شک
ہم سب تھے سرکش حد سے بڑھنے والے اسواسطے کہ ہم کو اس بات مین مشورہ لینا کیا ضرور تھا اِس لیے
کہ نیک بات مین مشورہ لینا نہ چاہیئے اور ہمارے مشورہ دینے والون کو یہ کیا مناسب تھا کہ حق اللہ کو
بالکل موقوف کرنے کی صلاح دی اور اب ہم کہ اپنی اس ظلم اور نافرمانی پر نادم اور شرمندہ ہوئے ہین
عَسَىٰ رَبُّنَا امید رکھتے ہین اپنے پروردگار سے **أَنْ يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِنْهَا**
اِسکی کہ بدلے مین دے ہم کو اس سے بہتر باغ اور دوسری طرح سے اس سال کی روزی ہم پر
کشادہ کرے اسواسطے کہ ہم نے پہلے اگرچہ اُسکے کرم پر بھروسا نہ کیا لیکن اب باوجود اِس بلا کے
دیکھنے کے اُسکی مہربانی سے نا امید نہین ہین **إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ** بے شک ہم اپنے
پروردگار کی طرف بڑی آرزو رکھتے ہین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت آئی
ہے کہ حق تعالیٰ نے اِس اخلاص کے کلمے کو اُن سے پسند کیا اور جب وے تینون بھائی افسوس
کرتے ہوئے شہر کو پہنچے اُس شہر کے بادشاہ نے یہ اُنکا حال سُنا تو اپنے باغون مین سے ایک
باغ بہت خوب جسکا نام حیوان تھا اُنکو عنایت کیا اُس باغ مین انگور کا خوشہ اتنا بڑا ہوتا تھا کہ
ایک خوشہ ایک خچر کا بوجھ ہوتا تھا اُسی طرح بہت لوگ تھے کہ اپنے ماباپ اور خویش واقربا کے
مارے جانے کے بعد اور مال اور اسباب لڑائیون مین لٹ جانے کے بعد اور سات برس
قحط مین مبتلا ہونے کے بعد جس مین مُردون کی ہڈیان جوش کرکے اور مُردار چمڑا بھونکر کھایا اور
اونٹ کے اوجھ کا پانی پیا آخر کو نادم اور پشیمان ہوکر چار ناچار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
نبوت کی جو بہت بڑی نعمت تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکی قدر اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی
نعمت کو پہچانا اور راہ پر آئے اور اپنی سرکشی کے قائل ہوگئے اور ایمان لائے پھر اللہ تعالیٰ نے
اُنکو نوازا اور چھ سو چھپن ۶۵۶ برس تک تمام روئے زمین کی خلافت اور سلطنت سے سرفراز کیا اور ہر طرف کی

فتحین اور خزانے بیشمار اور ہزارون شہر آباد اور فضا والے اور باغات عمدہ بہار دار دل لگن ان کو عنایت فرمائے آخر کو چھ سو چھپن ۶۵۶ برس کے بعد چنگیز خانیون کے ہاتھ سے اُنکی ریاست برباد ہوئی اور پھر آجتک اُن پاس نہ آئی اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اب حق تعالیٰ اِس بیان کے بعد بینے نکے والون کا حال باغ ضروان کے مالکون کے مطابق ہی فرماتا ہی كَذٰلِكَ الْعَذَابُ اِسی طرح آتا ہی عذاب بینے نکے والون کا اِن آفتون مین مُبتلا ہونا یہ دنیا کا عذاب ہے جیسے باغ ضروان کے مالک ایک دنیا کی آفت مین مبتلا ہوے تھے لیکن اِس عذاب کے بعد بہتری کی امید باقی رہتی ہے اور توبہ کرنا اور شرمندہ ہونا اور اپنے گناہون کا اقرار کرنا ایسے عذاب کے دفع کرنے کے واسطے بہت مفید ہوتا ہے وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور البتہ عذاب آخرت کا بہت سخت ہے اُسکو دنیا کے عذاب پر قیاس کرنا نچاہیئے اسواسطے کہ حق تعالیٰ کا غضب اُسوقت مین نہایت شدت پر ہوگا اسقدر کہ اُس عذاب کے بعد امید نہ رہیگی اور توبہ اور استغفار اور شرمندگی اور گناہ کا اقرار اُس عذاب کے دفع کرنے مین کچھ کام نہ آویگا لیکن اِتنا البتہ ہوگا کہ ایماندار گناہ گارون کو اُنکے گناہ کے موافق تنبیہ سے بعد بہشت مین داخل کرینگے اور وہ اُنکی تنبیہ حقیقت مین عذاب نہین ہے بلکہ گناہون کی گندگی سے اُنکو پاک کرنے کے واسطے ہے تاکہ بہشت کے جانے کے لائق ہووین جس طرح کسی غریب گودڑی پہنے ہوئے گرد وغبار مین آلودہ سفر کے مارے ہوئے کو جب بادشاہ کے سامنے لیجانے کا ارادہ کرتے ہین تو پہلے اُسکو گرم حمام مین لیجاکر حجامت بنواکر حمامی کھیسے والون سے اُسکے بدن کو ملواکر گرم پانی سے خوب غُسل کرواتے ہین تاکہ حمام کی گرمی اور گرم پانی سے اُسکے بدن کا میل اور بدبو بالکل جاتی رہے اور بادشاہ کی مجلس کے حاضر ہونے کے قابل ہووے لیکن اِن باتون کو وے سمجھتے ہین جو ہر چیز کی حقیقت کو پہچانتے ہین اور آخرت کی حقیقت کو دنیا کی حقیقت پر بڑھکر جانتے ہین اور یہ کافر بھی اِن چیزون کو بوجھتے تھے

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ اگر ان چیزون کی حقیقت کو جانتے اور آخرت کے معاملات کو
دنیا کے احوال پر قیاس نکرتے لیکن یہ ایسے نادان اور بے تمیز ہین کہ کہتے ہین جسطرح باغ
ضروان کے قصے مین بھلا بھائی انکا باوجود منع کرنے اور راضی نہ ہونے کے بھی اِسی
آفت مین گرفتار ہوا اور باغ مین سے اُسکا بھی حصہ جل گیا اور اِسی طرح مکے کے ایماندار
بھی ہمارے ساتھ قحط مین شریک ہوئے اور بھوک اور پیاس کی بلا مین گرفتار ہوئے تو
اسی طرح آخرت کے عذاب مین بھی سب نیک اور بد شریک ہونگے اور وہان بھی کچھ فرق نہوگا
سو یہ قیاس کرنا انکا غلط ہے اور دنیا اور آخرت کے احوال مین بڑا فرق ہے اسواسطے کہ
اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگارون کے واسطے اگرچہ دُنیا مین رنج اور تکلیف بہت
پہونچی جیسے باغ کا جل جانا اور مال اور اسباب کا برباد ہو جانا اور قحط مین مبتلا ہونا لیکن
اُن کو عِنْدَ رَبِّهِمْ اُنکے پروردگار کے نزدیک اِس دُنیا کی تکلیف اور رنج کے بدلے
مین جَنَّاتِ النَّعِيْمِ باغ ہین نعمت سے بھرے ہوئے تو دُنیا کی مصیبتون مین ان
لوگون کا کافرون اور گنہگارون کے ساتھ شریک ہونا گویا انکے واسطے عبادت اور ریاضت
کی قسم سے ہوا اسواسطے کہ اُنکا دُنیا کے رنج مین شریک ہونا اللہ تعالی کے نزدیک انکے مرتبون
کی ترقی کا سبب ہوتا ہے اور یہ فرق ظاہر ہے اِسواسطے کہ متقی پرہیزگار ہمیشہ اپنے مالک کے
حکم کے تابعدار رہین اور کافر بدکار ہمیشہ اپنے مالک کے حکم سے سرکش اور نافرمانبردار
اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ کیا پھر کرینگے ہم مسلمانون اور تابعدارونکو
جو ہر حکم کو ہمارے مانتے رہے ہین گنہگار اور بدکارون کے مانند جو ہمیشہ ہمارے حکم کی
انکاری کرتے رہے مَا لَكُمْ کیا ہوا ہے تمکو باوجود عقل اور دانائی كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ
کیسا حکم کرتے ہو کہ ہمارے اور مسلمانون کے درمیان مین کچھ فرق نہین ہے اور حال یہ ہے کہ
ہر ایک تم مین سے لونڈی اور غلام اور خدمتگار رکھتا ہے پھر ان مین سے جو تابعدار اور حکم بردار
ہوتا ہے اُسکو سرکش حکم نہ ماننے والے کی برابر نہین کرتے ہو بلکہ تم اپنی بزرگی اور بڑائی پر مغرور ہوکے

یہ دعویٰ کرتے ہو کہ اگر قیامت کے دن مسلمانون پر عنایت اور بخشش ہوگی تو ہم پر اُس سے
بہتر اور بڑھکر ہوگی چنانچہ مقاتل سے روایت آئی ہی کہ مکے کے کافرون نے اس آیت اُترنے
کے بعد مسلمانون سے کہا تھا کہ حق تعالیٰ نے دنیا مین تم پر ہم کو بزرگی دی ہی تو آخرت مین بھی
ضرور ہم کو تم پر بزرگ کریگا تب حق تعالیٰ نے اُنکے اس فاسد خیال کو باطل کرکے فرمایا کہ برابری
درمیان تابعدار اور گنہگار کے آدمی کی پیدایشی دانست اور بوجھ کے خلاف ہے پھر تابعدار پر گنہگار
کی ترجیح کا کیا ذکر ہے اسواسطے کہ یہ بات عقل کے بالکل خلاف ہے اور اگر یہ کافر کہین کہ آخرت
کے کامون کو عقل پورا قیاس نہین کرسکتی اسواسطے کہ وہ کام محض توقیفی ہین یعنے شارع کے
بتانے پر موقوف ہین اُن کی وجہ عقل مین نہین آسکتی تو اُسکے جواب مین ہم کہین گے کہ اِس صورت
مین ہم تم سے پوچھتے ہین کہ اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ کیا تمھارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے
فِيهِ تَدْرُسُونَ اُس کتاب مین تم پڑھتے ہو کوئی دلیل ظاہر کو اسواسطے کہ خفی یعنی پوشیدہ
چیز پڑھی نہین جاتی ہاں کلام سے بوجھ لی جاتی ہے اور اُس ظاہر دلیل کا مضمون یہ ہے کہ اِنَّ
لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ مقرر تمھارے واسطے اُس کتاب مین وعدہ دیا ہو کہ جو کچھ بہتر
اور اچھا جان کر تم اپنے واسطے پسند کرکے مانگوگے وہ تم کو ہم دینگے اور اگر تم کہو کہ ہمارے پاس اگرچہ
اس طرح کی کوئی کتاب نہین ہے لیکن حق تعالیٰ کا معاملہ ہم لوگون سے ابتداء پیدایش سے اب تک
اسی قسم کا رہا ہے اور حق تعالیٰ اپنے معمول کے خلاف نکریگا تو ہم کہین گے کہ بھلا ہم تم سے
پوچھتے ہین کہ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا کیا تمھارے لیے ہمارے ذمے پر قسمین ہین
یعنی ہم نے کیا تم سے قسمین کھائی ہین اور وہ قسمین بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
پہنچنے والے ہین قیامت تک یعنی تمھاری ابتداء پیدایش سے قیامت کے دن تک ہم تمھارے
ساتھ یکسان معاملہ کرینگے اور ہرگز کچھ بھی تغیر اور تبدل اُس معاملہ مین ہونے نہ پاویگا اسواسطے کہ
اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ اُن قسمون کا مضمون یہ ہے کہ بیشک تم کو ہم دینگے جو
تم حکم کروگے اور یہ بات ظاہر ہے کہ چند دنون کا معمول جب تک اُس پر عہد و پیمان درمیان مین نہو

تب تک اُس پر اعتماد اور بھروسا کرنا چاہیئے اور اگر تعنُّت کی راہ سے یعنے تم کو ذلت دینے کے
واسطے یہ کافر کہین کہ ہان اِس طرح کا عہد و پیمان حق تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس ہے تو
سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ پوچھ اِن سے کہ کون اِن مین سے اِسطرح کی
قسم ثابت کرنے کا ذِمّہ کرتا ہے اور ضامن ہوتا ہے اور اگر یہ کافر کہین کہ ہمارا اعتماد حق تعالیٰ
کے کرم پر نہین ہے اور نہ اُسکی طرف سے کوئی سند اِس عہد کی ہمارے پاس ہے لیکن ہمارا
اعتماد اور بھروسا اُن لوگون پر ہے جنکی ہم نے عمر بھر عبادت کی ہے اور اُن ہی کی فرمان برداری
مین اپنی عُمر گذاری ہے اور وے لوگ حق تعالیٰ کی درگاہ مین اِس طرح کے مُقرب اور رُتبے والے ہین
کہ کوئی کام بدون اُن کی صلاح اور مشورہ لیے ہوئے اور اُن کو شریک اور شامل کیے ہوئے
نہین کرتے ہین اگر کبھی حق تعالیٰ ہم پر غُصّہ بھی کریگا تو وے معبود اور پیشوا کچھ عرض اور معروض
کرکے سمجھالین گے اور ہمارا معاملہ جس طرح دُنیا مین ہے اِسی طرح برقرار رہیگا اور اُس مین کسی طرح
سے نقصان اور خرابی آنے نہ دینگے تو ہم کہتے ہین کہ اب اِنسے پوچھا چاہیئے کہ **اَمْ لَهُمْ**
شُرَكَآءُ کیا اُنکے واسطے اِس طرح کے شریک ہین **فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ**
پھر چاہیئے کہ لے آوین اپنے اپنے شریکون کو حق تعالیٰ کے مقابلہ مین خصوصاً جس وقت
اُن پر قحط پڑتا ہے اور مسلمانون کی لڑائیون کے وقت کہ پے درپے ہوتی جاتی ہین اور
اُن کی شکست پر شکست ہوتی جاتی ہے **اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ** اگر یہ لوگ ہین
سچ بولنے والے کہ ہمارے معبودون کو حق تعالیٰ کے کارخانون مین دخل ہے اور بدون
اُنکے مشورے کے دنیا مین کچھ نہین ہوتا اور کشاف والے نے اِس آیت کے ایک
عجیب معنے کیے ہین کہ وے بھی لطافت سے خالی نہین ہین یعنی اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ اَیْ نَاسٌ
يُشَارِكُوْنَهُمْ فِيْ هٰذَا الْقَوْلِ یعنی کوئی اور بھی لوگ اِس بات مین اُنکے شریک ہین اور
اِس تفسیر پر اِس آیت کے معنے یون ہونگے کہ اگر اِن کافرون کو اپنے وعدے پر یعنے
تابعدار اور گنہگار کی برابری پر یا گنہگار کی فضیلت مسلمان پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی میسّر نہین

ہوتی ہی تو اب اُنسے پوچھا چاہیئے کہ کوئی عاقل جہان مین اِس بات اور اِس مذہب مین اِنکے ساتھ شریک ہے اسواسطے کہ دانا کی بات کے ساتھ بات کا ملنا بھی ایک دلیل ہے سو اگر کوئی دانا اِس بات مین اِنکے ساتھ شریک ہو تو اِنکو چاہیئے کہ اُس اپنے شریک کو بحث اور مناظرے کے وقت مقابلے مین لے آوین اور جو نہین لاتے ہین تو معلوم ہوا کہ کوئی دانا اور عاقل اِس بات مین اِنکے شریک نہین ہے اور اِس واہی مذہب کو کسی نے اُنکے قبول نہین کیا ہے سب عاقلون سے یہ علیحدہ ہین اور جب کوئی دلیل عقلی یا نقلی اِس وعدے پر اِنکو نہ ملی اور کسی عاقل کا قول اِنکے قول کے ساتھ نہ ملا تو معلوم ہوا کہ اِنکا یہ قول بے اصل اور جھوٹا ہے لیکن مشہور معنے شرکا کی لفظ کے تمام قرآن مجید مین جھوٹے معبودون کے ہین اور مشہور کے خلاف قرآن شریعت کے لفظون کی تفسیر کرنا اچھا نہین ہے اور اگر یہ کافر کہین کہ ہمارے معبود حق تعالیٰ کی صفات کاملہ کے مظاہر ہین یعنی جائے ظہور ہین اور اُسکے ساتھ اتحاد رکھتے ہین اور جو نسبت مظہر کو ساتھ ظاہر کے ہے وہی اُنکو حاصل ہے کچھ اِنکے اور حق تعالیٰ کے غیریت نہین ہے اور نہ مقابلہ تاکہ اِنکو اِس جھگڑے اور اپنے غلبے کے واسطے حق تعالیٰ کی جناب مین مقابلے کو لاوین اور ہماری عبادت اپنے معبودون کو عین خدا کی عبادت ہے اور یہ ہمارا دیکھنا اور نظر کرنا اپنے معبودون کی طرف عین خدا کی طرف نظر کرنا ہے ہم تو اِنکو اپنی عبادت مین واسطہ جانتے ہین اور دیکھنے مین عینک کی طرح اِنکو جانتے ہین اسواسطے کے تنزیہ صرف کے مرتبے کی عبادت کرنا اور اُس مرتبے کا دیکھنا نہ ظاہری آنکھ سے ہم کو حاصل ہو سکتا ہے اور نہ عقل کی آنکھ سے اِن دونون طرح سے عجز ہم کو حاصل ہے تو ہم کہین گے کہ یہ بھی خیال تمھارا باطل اور جھوٹا ہے اسواسطے کہ اگر تمھارے معبود عبادت مین واسطہ اور دیکھنے مین عینک کی مانند ہوتے تو تمھاری سب عبادت اور نظر کرنا حق تعالیٰ کی ذات پاک تک پہنچتا اور اِس عبادت اور توجہ کا اثر عملون کے آثار ظاہر ہونے کے دن یعنی قیامت کے دن ظاہر ہوتا لیکن تم کو یہ عبادت ہرگز فائدہ نہ بخشے گی اور اِس توجہ اور نظر کا اثر کچھ بھی

ظاہر ہوگا **یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ** جس دن ظاہر کیا جائیگا اور پردہ کھولا جائیگا
اُس حقیقت سے جسکا نام ساق یعنی پنڈلی ہے اور اُسکی نسبت تمام آلٰہیہ حقیقتون کے ساتھ ایسی ہے
جیسے پنڈلی کی نسبت آدمی کے سب عضاؤن کے ساتھ ہے اِس جگہ پر جاننا چاہیئے کہ
حقائق آلٰہیہ عبارت ہین کمال الٰہی کے جہات سے جو عالم مین ظہور کرتے ہین اور یہ حقائق صفات
کے سوا ہین اِسواسطے کہ کمال کی صفتین بالکل اِن حقائق مین مجمع ہین اس لیے کہ جو
کمال الٰہی ہے وہ سب صفات کمال کو لیے ہوئے ہے صفتون کو جدا جدا عالم مین ظہور نہین ہے
جیسے علم بے قدرت کے اور قدرت بے ارادے کے اور یہ تینون بےحیات کے ظہور نہین کرتی
ہین بخلاف جہات کمال کے کہ وہان ہر جہت ظہور مین مستقل اور منفرد ہے اور جو یہ حقائق صفات
اور ذات کے درمیان مین برزخ واقع ہوئے ہین اور صفات کو استقلال نہین ہے تابع محض ہین اور
ذات اصل الاصول ہے یعنی اصل ہے سب اصلون کی اور ہر وجہ سے استقلال کامل رکھتی ہے
اِسواسطے اُن حقائق کو تشبیہ اور استعاری کے طور پر اعضاؤن کے نام سے مسمّی کیا ہے اور
واقع مین بھی یہی ہے کہ جہان مین ایسی کوئی نسبت جو بہت مشابہت رکھتی ہو اُس نسبت سے جو
حقائق آلٰہیہ کو ذات کے ساتھ ہے سوا اِس نسبت کے جو ہر ایک عضو کو ذات کے ساتھ ہے
پائی نہین جاتی اسواسطے کہ ہر ہر عضو ذات کے کمال کی جہتون کے مظاہر ہین نہ صفات
کی طرح بالکل تابع اور غیر مستقل ہین اور نہ ذات کے مانند متوحد اور مستقل سو جو کچھ شریعت
مطہّرہ مین ان حقیقتون کی تفصیل اور توضیح مین آیا ہے سو وہ کئی چیزین ہین جیسے وجہ
یعنی مُنھ اور عین یعنی ذات اور ید یعنی ہاتھ اور یمین یعنی داہنا ہاتھ اور اصابع یعنی انگلیان اور
حقو یعنی کمر اور ساق یعنی پنڈلی اور قدم یعنی پانون اور دو وصفت دوسرے اِن ہی حقیقتون
کے ساتھ لاحق ہین اِس طور سے کہ اِن صفتون کے جمع ہونے کے سبب سے ایک شکل علیحدہ
پکڑ کے ظہور کرتے ہین اگرچہ اصل مین اعضا کا حکم نہین رکھتے ہین سو اُن مین سے ایک دور ہے
اور دوسرا دراز ہے اور اِن حقیقتون کے سمجھنے مین لوگون نے بہت سی افراط اور تفریط

کی ہے اور اونچ نیچ مین پڑ گئے ہین ایک گروہ نے نادانی سے بدون بجھے بوجھے اِس کام
کی حقیقت کو گمراہی کے بھنور مین یعنی تشبیہ ظاہری مین پڑ گئے اور اِن حقیقتون کو اعضا اور جوارح پر قیاس
کرکے حق تعالیٰ کی ذات پاک کی صورت اور شکل کے معتقد ہوئے یعنی حق تعالیٰ کے جسم ہونے کے
قائل ہوے تَعَالَی اللہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا یعنی برتر ہے اللہ تعالیٰ اُس چیز سے
جو کہتے ہین ظالم بہت بڑی اور برتری کرکے اور ایک جماعت نے تنزیہ کے قاعدے کو ایسا
گہہ کے پکڑا کہ اِن حقیقتون کے ثابت کرنے کو اُس قاعدے کے منافی سمجھ کے ایسی تاویل کی جو
مقصد سے بہت دور ہے بلکہ نفی اور انکار کا حکم رکھتی ہے تو گویا حقیقت مین اِن حقایق کی دریافت
اور سمجھ مین تشبیہ والون کے شریک ہوے فرق اِن دونون مین اِتنا ہوا کہ پہلے فرقے نے
ثابت کیا ہے اور اُنہون نے نفی کی ہے تو اِنکو بھی سوائے اُن معنون کے جو اُنکی ظاہر لفظون مین
پائے جاتے ہین دوسرا مطلب کچھ بھی حاصل نہوا اور اہل سنّت اور جماعت کے محقق جَزَاھُمُ اللہُ
خَیْرًا مقصد کی حقیقت کو پونہچے اور کہا کہ ہر چیز کی ذات کو دریافت کرنے کے بعد اُسکے اعضا کا
حال معلوم ہوتا ہے چنانچہ صفات مین بھی یہی حال ہے چنانچہ حیوان کا علم اور طرح کا ہی اور انسان کا
علم اور طرح کا اور ما اُڑنے والی چیز کی اور طرح کی قدرت ہے اور دوڑنے والی چیز کی دوسری طرح کی
طاقت پس جس طرح حق تعالیٰ کی صفات کے تصور اور خیال کرنے سے ہم عاجز ہین اُسکی ذات کی
نزاہت اور پاکی کے سبب سے جو کسی طرح سے ہماری عقل مین اور وہم و خیال مین نہین آسکتی
سو اِسی طرح اِن اعضا کے تصور سے بھی ہم عاجز ہین اِسواسطے کہ اِن اعضا کی حقیقت کی بوجھ
اُسوقت ہمین حاصل ہوتی کہ اعضا والے کی ذات کو کماینبغی یعنی جیسا چاہیئے ویسا ہم جانتے
ہوتے اور یہ محال ہے تو وہ بھی نہین ہو سکتا اور واقع مین اگر فقط ہاتھ مین کوئی تامل کرے تو
معلوم ہووے کہ کسقدر فرق اور تفاوت ہے آدمی کا ہاتھ جدا ہے اور گھوڑے کا ہاتھ جدا اور
گدھے کا ہاتھ اور طرح کا اور جن اور پری کا ہاتھ اور طرح کا اور فرشتے کا ہاتھ دوسری طرح کا پھر اگر صورت
اِن ہی چیزون کی آئینہ اور پانی مین خوب تامل اور غور کرکے دیکھیے تو وہ اعضا اور جوارح رکھتی ہے

لیکن جو عضو اُس شخص کی ذات مین داہنے ہے وہ اُس صورت مین جو آئینہ اور پانی مین معلوم ہوتی ہے بائین طرف ہوجاتا ہے اور بائین طرف والا داہنی طرف ہوجاتا ہے اور حال یہ ہے کہ اعضا اور جوارح اُس صورت کی جوہریت مین اُس شخص کے اعضا اور جوارح کے ساتھ ہرگز مشارکت نہین رکھتے پھر دوسری سافل کی جنسون مین شریک ہونے کا کیا ذکر ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ اِن حقائق کا دریافت کرنا بھی ویسا ہی محال ہے جیسا کہ اُس ذات پاک کی کنہ کا دریافت کرنا ان آشنا البتہ ہوسکتا ہے کہ خواص اور وجوہ عرضیہ اور لوازم سے خواہ سلبیہ ہون یا ثبوتیہ اُس سے نشان دے سکتے ہین چنانچہ اِن سب حقیقتون کی شرح اُس علم مین جو اُنکے واسطے موضوع ہے خوب شرح اور بسط سے بیان ہے اور جو کچھ اشاعرہ سے منقول ہے کہ اُنہون نے بعضی اِن حقیقتون کو صفتون مین داخل کیا ہے جیسے وجہ اور عین سو اسواسطے ہے کہ اُنہون نے صفت کے معنے سوا ے ذات کے لیے ہین وَلَا مُشَاحَةَ فِی الْاِصْطِلَاحِ یعنے اصطلاح کے تغیر اور تبدل مین کچھ جھگڑا نہین ہے لیکن شارع کی اصطلاح اولی اور انسب ہے اعتبار کے واسطے حاصل کلام کا دو حقیقتین اِن حقائق الٰہیہ مین سے دوزخیون پر بھی منکشف اور ظاہر ہون گی موقف مین ساق اور دوزخ مین قدم لیکن یہ لوگ استعداد کے بالکل باطل ہونے کے سبب سے ہرگز اِن حقیقتون کو دریافت نکرسکین گے کہ اِنکو تیزی نظر سے معلوم کرلین اور اُنکا حق ادا کرین چنانچہ فرماتے ہین کہ ساق کے کشف کے بعد جو بہت عالی حقیقت نہین ہے وجہ اور عین کی نسبت سے اُن لوگون کو اُنکی عبادتون اور توجہون کی آزمایش اور امتحان کے واسطے جو مظاہر کے پردے مین اِس حقیقت کو کی تھی سامنے لاوینگے وَیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ اور بلاے جاوینگے سجدے کے واسطے تاکہ اگر اُنکی عبادت تنزیہ اور پاکی کے مقام پر پونہچی ہے اور مقبول ہوتی ہے تو اُسوقت بھی اُسکے موافق سجدہ ہوسکے گا اور اگر مظاہر ہی کی قید مین پھنسکے تنزیہ کے مقام کو نہین پونہچی ہے تو اُسوقت بھی اُنسے اِس مقام پر توجہ ممکن نہوگا اسواسطے کہ وہ وقت نئی بات حاصل کرنے کا نہین ہے بلکہ پہلے حاصل کی ہوئی چیزون کے

آثار کے ظہور کا وقت ہی اور بس اور ابو سعید ضریر رحمۃ اللہ علیہ نے اِس مقام پر کہا ہے کہ
سَاقُ الشَّیْئِ اَصْلُہُ الَّذِیْ بِہٖ قِوَامُہٗ کَسَاقِ الشَّجَرَۃِ وَسَاقِ الْاِنْسَانِ فَمَعْنَی الْاٰیَۃِ یَوْمَ
یُظْہِرُ حَقَائِقُ الْاَشْیَآءِ وَاُصُوْلُہَا الَّتِیْ کَانَتْ مُثْبَتَۃً عَلَیْہِ فَیَتَمَیَّزُ عِبَادَتُہُمُ الَّتِیْ کَانَتْ
عَلٰی غَیْرِ اَصْلٍ عَنْ عِبَادَۃِ الْمُؤْمِنِ الَّتِیْ کَانَتْ عَلٰی اَصْلٍ صَحِیْحٍ یعنی ساق ہر چیز کی اُس چیز کی جڑ کو
کہتے ہین جسکی سبب سے اُس چیز کا قیام اور ٹھہراو ہوتا ہی جیسے تنہ درخت کا اور پنڈلی آدمی کی پس
اِس آیت کے معنی یون ہونگے کہ جس دن ظاہر کی جاویگی ہر چیز کی حقیقت اور اُسکی اصل
جسکے سبب سے وہ چیز ثابت تھی پس جُدا ہو جائیگی ان لوگون کی عبادت جو غیر اصل پر تھی
ایماندارون کی عبادت سے جو ثابت تھی اصل صحیح پر یعنی پکی جڑ پر اور جب اُس دن بلانے کی
وجہہ معلوم ہوئی کہ امتحان اور آزمایش منظور ہے نہ تکلیف تو ابو مسلم اصفہانی کا بعید جانتا
اِس بات کا زائل اور دور ہو گیا جس جگہہ پر اُس نے کہا ہے کہ لَا رَیْبَ اَنَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَیْسَ
فِیْہِ تَعَبُّدٌ وَّتَکْلِیْفٌ فَالْمُرَادُ زَمَانُ الْہَرَمِ وَالشَّیْخُوْخَۃِ یعنی بے شک مقرر دن قیامت کا
نہین ہے اُس مین عبادت کرنا اور نہ تکلیف پس مراد اُس دن سے بڑھاپے اور موت کے
قریب کا زمانہ ہے فقط حاصل کلام کا یہ ہی کہ ہر صورت سے یہ لوگ بھی سجدے کا قصد کرینگے
فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ پھر ہرگز نکر سکین گے سجدہ اسواسطے کہ اُنکی پیٹھ ایک تختہ
ح ہو جائے گی پھر جھکنا اور سر کو نیچا کرنا اُنسے نہو سکیگا چنانچہ صحیح بخاری مین ابو سعید خدری
رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہمارا پروردگار ایک ساق ظاہر کریگا اور ہر ایک ایماندار
مرد ہو یا عورت سجدے مین گر پڑیگا اور جو شخص دنیا مین دکھلانے یا سُنانے کے واسطے سجدہ
کرتا تھا وہ بھی قصد کریگا کہ سجدہ کرے لیکن اُسکی پیٹھ ایک تانبے کے تختے کے مانند ہو جائیگی کہ
ح اُسکا ٹیڑھا ہونا ممکن نہو گا اور صحیح مسلم مین آیا ہے کہ اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھین گے آپ نے فرمایا کہ ہان

ف یوم الدین کے پوجنے والونکا حال قیامت کے دن

بے شبہ اور بے پردے جیسے بے بدلی کا آفتاب اور چودھوین رات کا چاند بدون مزاحمت اور ممانعت کے دیکھوگے اُسکی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ایک فرشتہ پکاریگا کہ جو شخص دُنیا مین جسکی عبادت کرتا تھا اُسکے ساتھ جاوے اور بُت اور درخت اور جو چیز کہ دنیا مین پوجی گئی ہے اُسکو وہان حاضر کرینگے بُت پرست بتون کے ساتھ اور درخت پوجنے والے درخت کے ساتھ اور چاند سورج پوجنے والے چاند سورج کے ساتھ جائینگے اور جو لوگ محض حق تعالیٰ کو پوجتے تھے وہی رہ جائینگے پھر ایک آواز ہوگی کہ یہود کسکو پوجتے تھے وہ کہین گے کہ ہم عزیر کو جو خدا کا بیٹا تھا پوجتے تھے حکم ہوگا کہ تم جھوٹ کہتے ہو حق تعالیٰ جورو لڑکے نہین رکھتا مگر تم کہو کہ تمھاری غرض اسوقت کیا ہے عرض کرینگے کہ ہم پیاسے ہین کوئی قطرہ پانی کا ہم کو ملے حکم ہوگا کہ جاؤ اور پانی پیو اور دوزخ کو اُنکی آنکھون مین ریگ رواں کرکے یعنے ریت کا میدان جس مین دور سے پانی کا دھوکا ہوتا ہے دکھلاوینگے اور ایک فرشتہ حضرت عزیر علیہ السلام کی شکل کا اُنکے ساتھ ہوگا جو وہ اُنکو لیکے دوزخ مین جا ڈالیگا اور اسی طرح نصاریٰ کے ساتھ کیا جاویگا اور ایک فرشتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل کا اُنکے ساتھ ہوکے اُنکو بھی اُنکے ٹھکانے پر جا پونہچاویگا پھر جب خالص موحد رہ جاوینگے تو پھر آواز ہوگی کہ تم کو کس کا انتظار ہے اور کس کے ساتھ جاؤگے تب یہ عرض کرینگے کہ یا الٰہی ہم دنیا مین طرح طرح کی احتیاج رکھتے تھے اور قسم قسم کے تعلق لیکن باوجود ایسی محتاجگی کے ہم نے مشرکون سے موافقت نکی اور اُنکے ساتھ نہوئے اب ہم کو کسواسطے اُنکے ساتھ کا حکم ہوتا ہے پھر اُس طرف سے ایک صورت ظاہر ہوگی اور کہیگی کہ مین تمھارا پروردگار ہون یہ عرض کرینگے کہ ہم ہرگز حق تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نکرینگے اس صورت سے ہم کو کچھ غرض نہین رہی جب ہمارا پروردگار پردہ اُٹھا دیگا اور ظاہر ہوگا تو ہم اُسکو پہچان لینگے تب حکم ہوگا کہ تم کچھ علامت اور نشان اپنے پروردگار کا اپنے پاس رکھتے ہو کہ اُس علامت سے اُسکو پہچان لوگے یہ عرض کرینگے کہ ہان تب اُسوقت ایک ساق یعنی پنڈلی ظاہر ہوگی اُسکو دیکھتے ہی جتنے ایماندار موحد ہین سب سجدے مین گر پڑینگے اور کہین گے کہ اب ہم راضی ہوئے تو ہی ہمارا پروردگار ہے اور جو لوگ دل مین

ایمان نہ رکھتے تھے وہی سجدے کا قصد کرینگے لیکن اُنکی پیٹھ تانبے کے تختے کے مانند سخت ہوجائیگی
اور سجدہ اُنسے کسی طرح نہو سکیگا اِس حدیث کی تمامی بہت ہے لیکن اِس مقام کے مناسب اِتنا ہی ہے
اور جب سجدہ اُنسے نہو سکیگا تو یہ سجدے کا نہونا اُنکے عبادت کے باطل ہونے کی دلیل ہوگی پھر باوجود اسکی
اُس ساق نورانی چمکتی ہوئی کی طرف دیکھ بھی نسکینگے اِسواسطے کہ اُنکی عقلی نظر کا توجہ مظاہر کی قید مین
پھنس رہا تھا تنزیہ صرف کے مقام کو نہ پونہچا تھا اِسیواسطے خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ جوندھلا
جاوینگی اُنکی آنکھین اِس سے کہ اُس تجلی کی طرف دیکھین بلکہ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ڈھانک لیگی اُنکے
تمام بدن کو سر سے قدم تک ذلت اور رسوائی اسواسطے کہ اُنھون نے بھی مظاہر کی عبادت مین حق تعالے
کی ذات پاک کو ذلیل کیا تھا اور اُسکے ظہور کو اپنے شریکون مین حقیقی کمال حق تعالی کا جانا تھا اور حال یہ ہے
کہ مظاہر حقیقیہ کسی طرح کے کیون ناقص اور ذلیل ہین اور اِنسے سجدہ نہو سکنا اُسوقت مین اُنکے پیدایشی
استعداد کے باطل ہونے کی دلیل ہے کہ حق تعالی کی عبادت کو چھوڑ کے اور اُسکی انکار کر کے اِس استعداد کو
برباد اور خراب کیا وَقَدْ كَانُوا اور تحقیق یہ تھے دُنیا مین يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ بلائے
جاتے خاص حق تعالی کی عبادت کے واسطے وَهُمْ سَالِمُونَ اور اُسوقت مین یہ سالم تھے
استعداد سے اور صحیح الفطرۃ تھے اگر اُسوقت حق تعالی کی خالص عبادت کے خوگر ہوتے تو انکو اسطرح کا
تغیر اور تبدّل ظاہر نہوتا اور جب ثابت ہوا کہ یہ کافر اسواسطے تم کو مجنون کہتے ہین کہ تم انسے قیامت کے
عذاب کی بات کہتے ہو اور وہ بات اِنکی عقل ناقص مین نہین آتی اِسکو اپنی عقل ناقص سے بعید جانتے
ہین اور یہ بھی ہے کہ تم انکو قرآن سُناتے ہو اور اُسکے مضمون کے بموجب خالص اللہ تعالی کی عبادت
اور سجدے کا حکم کرتے ہو اور مظاہر اور صورتون کی عبادت سے منع کرتے ہو سو یہ بات اِنکی بوجھ مین
نہین آتی بلکہ اسکو موہوم کے واسطے موجود کو چھوڑنا جانتے ہین اور ایسی اُلٹی بوجھ ہونا اُن کے
جنون کا نشان ہے فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ سو چھوڑدے
مجھکو اور اُسکو جو اِس بات کو جھٹلاتا ہے اسواسطے کہ یہ بات ہماری ہے نہ تمھاری سو تم اُنکے عذاب کے
جلدی کی دعا مت مانگو اور رنجیدہ مت ہو سَنَسْتَدْرِجُهُمْ قریب ہے کہ اُنکو آہستہ آہستہ ہم

کھینچتے ہین بڑی گمراہی مین گرفتار کر کے تاکہ انکی فاسد استعداد کا پیمانہ لبریز ہو جاوے اور سخت عذاب کے
مستحق ہو جاوین **مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ** اِسطرح سے کہ انکو معلوم نہو کہ یہ راہ گمراہی
کی ہے اور انتہا درجے کے عذاب کی حد کو پونہچاتی ہے بلکہ اپنے خیال مین اُس راہ کو ہدایت اور
بہتری جانین بلکہ اجر اور ثواب اِس مین سمجھین **وَاُمْلِیْ لَهُمْ** اور مہلت اور ڈھیل دینگے ہم انکو
اور فی الفور مواخذہ نکرینگے تاکہ یہ دھوکا کھاوین کہ اگر ہم گمراہی اور بُرائی پر ہوتے تو حق تعالیٰ ہم کو
فرصت ندیتا اور جھٹ پٹ پکڑتا اسواسطے کہ اِنسے ہم کو فریب منظور ہے **اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ**
بے شک ہمارا مکر اور داؤ بہت مضبوط اور محکم ہے ہرگز کسی کو اِسکی خبر نہین ہوتی اسواسطے کہ دوسرے کے
مکر کو دریافت کرنا اس سبب سے ہوتا ہے کہ اپنے مکر سے ایک دریافت کرنے کی قوت کو فریب دیتے
ہین اور دوسری قوت اپنے حال پر رہتی ہے تو اُس مکر کا انجام پہچان لیتے ہین اور ہمارا مکر ایسا ہوتا ہے
کہ جتنی قوتین دریافت کرنے کی ہین سب کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور خبرداری اور آگاہی اُس مین
بالکل نیست اور نابود ہوتی ہے کسی قوت سے اُسکا انجام معلوم نہین ہو سکتا اور اگر ہمارا مکر ایسا مضبوط
اور پکّا نہوتا تو اِن لوگون پر تمہاری خوبی اور تمہارے احسان جو اِن پر ہین کیون نہ ظاہر ہوتے جیسے نیک نصیحت
کرنا اور ایسے فائدے کے علم پہچانا اور تمہارے جھٹلانے اور انکار مین کیون دمبدم زیادہ ہوتے جاتے
اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا کیا تو انسے مانگتا ہے کچھ مزدوری اِس نصیحت کرنے اور فائدے کے
علم پہچانے پر **فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ** پھر یہ اُس ڈانڈ مین مزدوری دینے
کے دبے جاتے ہین اسواسطے تم سے سیکھتے نہین اور فائدہ نہین لیتے **اَمْ عِنْدَهُمُ**
کیا انکے پاس ہے **الْغَيْبُ** غیب کا علم جس سے کشف کے طور پر حق تعالیٰ کے چھپے حکم اور آخرت
مین نفع اور ضرر دینے والی چیزین انکو معلوم ہوتی ہین **فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ** پھر وے اِس
اپنی معلومات اور مکشوفات کو لکھتے ہین اور اُس کشفی علم کو کھلی عبارت سے بیان کر سکتے ہین
تاکہ اپنے متوسلون اور اپنے پس ماندون کو بھی اُس علم سے فائدہ پونہچاوین اور تجھسے بے پروا ہین
احسان کا بوجھ کسواسطے اُٹھاوین سو جب اُن دونون باتون سے ایک بھی نہین پائی جاتی ہے

تو جان لے کہ یہ اُنکا جھٹلانے اور انکار کرنے پر اصرار اور ہٹ کرنا فقط حق تعالی کے مکر اور رداؤ
کی نشانی ہے جو انکو بات مین تامل کرنے اور بوجھنے نہین دیتا اور کسیطرح سے حق بات اِنکے ذہن
مین آنے نہین دیتا **فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ** پھر صبر کر انکی ایذا پر اور اپنے پروردگار کے
حکم کا منتظر رہ دیکھہ کہ اِنسے کیا معاملہ کرتا ہے کسکو اِن مین سے اِس عذاب کی تاخیر مین شرمندگی
اور توبہ اور حق کی طرف رجوع ہونے سے سرفراز کرتا ہے اور کسکو اِس تاخیر کے سبب سے برائیون
اور شرارت مین انتہا درجے کو پونہچا کے گمراہی اور بے نصیبی کے دریا مین ڈبوتا ہے **وَلَا
تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ** اور نہو اُس پیغمبر کے مانند جو مچھلی کے پیٹ مین قید ہوا
اور حق تعالی کے حکم کی انتظار نہ کی اور غیرت الٰہی کے غلبے کے سبب سے اپنی قوم پر عذاب طلب
کرنے مین جلدی اور شتابی کی سو وہ پیغمبر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے اور اُنکا قصہ

ف حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ

اِسطور سے ہے کہ اُنکے زمانے مین اُلوالامر پیغمبر بنی اسرائیل مین حضرت شعیا علیہ السلام تھے
اور حذقیا بادشاہ اسوقت کا اِنکا مطیع اور تابعدار تھا اور اُن دنون مین بنی اسرائیل فلسطین اور
اُردن مین جو شام کے ملک مین بہت بہتر بستیان ہین رہتے تھے اتفاق سے نینوا اور موصل
کے لوگ جو عراق اور شام کے درمیان مین بستیان ہین بنی اسرائیل پر چڑھ آئے اور انکا مال
اور اسباب لوٹ لے گئے اور آدمی بھی بہت اُنکے پکڑ لے گئے حذقیا بادشاہ نے یہ ماجرا حضرت
شعیا علیہ السلام سے عرض کیا اور کہا کہ بندیون کے چھڑانے کی کیا تدبیر کیا چاہیئے اسواسطے کہ
جب تک ہمارے قیدی وہانسے چھوٹکر نہ آوینگے تب تک ہم سے فوج کے زور سے اِنکی اِس
زیادتی کی تدبیر کچھ نہین ہو سکتی ہے حضرت شعیا علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھاری مملکت مین پانچ آدمی
پیغمبر ہین ایک کو اُن مین سے اُن لوگون پاس بھیجو تاکہ وہ لوگ اُسکے سمجھانے اور نصیحت کرنے
سے راہ پر آجاوین اور تمھارے قیدیون کو چھوڑ دین حذقیا نے عرض کی کہ آپ ہی اُن مین سے
ایک کا نام مقرر کر دیجیے تاکہ مین اُنکو روانہ کرون حضرت شعیا نے فرمایا کہ یونس بن متی کو اِس کام کے
واسطے مقرر کرو کہ وہ محنت کش اور امانتدار آدمی ہین اور حق تعالی کی درگاہ مین اُنکا بڑا مرتبہ ہے

اور اِس زمانے کے پیغمبروں سے عبادت اور ریاضت کی زیادتی میں بھی ممتاز ہیں اگر وہاں کے لوگ اُنکی نصیحت نمانینگے
تو ہو سکتا ہی کہ وی بڑے بڑے معجزے اور غیبی کرشمے اُنکو دِکھلا کے راہ پر لا دینگے بادشاہ وہاں سے
اُٹھا اور حضرت یونس علیہ السّلام کو اُنکے گھر سے بلوایا اور یہ کہا کہ اِس کام کے واسطے آپ تشریف
لیجائیے حضرت یونس علیہ السّلام نے کہا کہ اگر حضرت شعیا علیہ السلام نے حکم الٰہی کے بموجب مجھکو مقرر
کیا ہی تو مجھکو جانا ضرور ہی اور اگر ایسا نہیں ہی تو اِس جانے میں میری اوقات میں خلل پڑیگا اور میں
بیچین ہونگا بادشاہ نے کہا کہ تمھارا مقرر کرنا حق تعالیٰ کی وحی کے بموجب نہیں ہی لیکن حضرت شعیا
علیہ السّلام نے اِسیطرح فرمایا ہی سو آپکو جانا اُسطرف ضرور ہی حضرت یونس علیہ السّلام رنجیدہ ہوکر
نینوا کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے گھر والونکو بھی اپنے ساتھ لے لیا پھر اُس شہر میں پہنچکر پہلے
وہاں کے بادشاہ سے ملاقات کی اور اُس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہی کہ
بنی اسرائیل کو قید سے چھوڑ دے اور بنی اسرائیل سے ہرگز دشمنی مت کر اُس نے کہا کہ اگر تم
اِس بات میں سچے ہوتے تو حق تعالیٰ ہم کو اِتنی قدرت کسواسطے دیتا کہ ہم تمھارے مُلک پر
چڑھ جاتے اور جورو لڑکے پکڑ کے لاتے کیا اُسوقت حق تعالیٰ کو اِتنی قدرت نہ تھی کہ بنی اسرائیل
کی حمایت کرتا اور ہم کو منع کرتا جو اَب تم کو بھیجا ہی غرض کہ حضرت یونس علیہ السّلام تین روز تک
اُسکے دربار میں آتے جاتے رہے لیکن اُس نے ہرگز اُنکی بات نہ مانی تب اِنکو غصّہ آیا اور حق تعالےٰ
کی درگاہ میں عرض کیا کہ یا الٰہی یہ لوگ میری بات نہیں سُنتے اور میری نصیحت نہیں مانتے
اور بنی اسرائیل کو قید سے نہیں چھوڑتے حق تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اِنکو ہمارے عذاب سے
ڈراؤ اگر تمھاری بات کو نمانینگے اور ایمان نہ لاوینگے تو اِن پر ہمارا عذاب آویگا حضرت یونس
علیہ السّلام اُس شہر کے تمام کوچے اور بازار میں پھرے اور کہا کہ ہم تم کو خبر کیے دیتے ہیں
تم لوگ اپنے بادشاہ کو یہ خبر پہنچاؤ کہ اگر میری بات نمانیگا اور میرے کہے پر ایمان نلاویگا
تو حق تعالیٰ کا عذاب اُسپر آویگا لوگوں نے کہا کہ کچھ مُدّت مقرر کرو حضرت یونسؑ نے فرمایا کہ
چالیس دن کا ہمارے تمھارے درمیان میں قرار ہی اگر تم اِس چالیس دن میں ایمان لاؤگے تو بہت

بہتر ہے اور نہین تو سب ہلاک ہو گے آخر ہوتے ہوتے یہ بات پھیلی اور بادشاہ اور اُسکے مصاحبون نے
ھنسی اور مسخری شروع کی اور کہنے لگے کہ یہ فقیر دیوانہ ہے ایک بات اِسکے جی پر بیٹھ گئی ہے اور
حضرت یونس علیہ السّلام نے حق تعالیٰ کی درگاہ مین عرض کیا کہ یا آلٰہی مین نے اِنسے چالیس دن کا وعدہ
کیا ہے اِس وعدے کو میرے سچّا کر اور نہین تو مین ذلیل ہونگا اور مجھکو مار ڈالین گے اسواسطے کہ
اُن لوگون کی عادت یہی تھی کہ جو شخص اِس طرح کا جھوٹ بولے اُسکو مار ڈالتے تھے حق تعالیٰ کا حکم
ہوا کہ تم نے کسواسطے ایسی جلدی کی اور چالیس دن کا وعدہ کیا ابھی تم کو چاہیئے صبر کرنا کہ تقدیر مین
اِن کا ایمان لکھا ہے آخر کو راہ پر آوینگے اور ایمان لاوینگے حضرت یونس علیہ السّلام کو اِس بات کا
بڑا رنج ہوا اور جب ایک مہینا اِس وعدے سے گذرا تب حضرت یونس علیہ السّلام نے اُس شہر سے
مع اپنے گھر والون کے نکل کے بارہ کوس اُس شہر سے دور جا کر ڈیرہ کیا تا کہ دیکھین اُسکا انجام
کیا ہوتا ہے اور ہمیشہ اِس دعا مین رہتے تھے کہ یا آلٰہی یہ وعدہ میرا سچّا کر اور نہین تو مین خفیف اور
ذلیل ہونگا آخر جب پینتیسوان دن ہوا اور صبح کو جو لوگ اُٹھے تو دیکھا کہ کچھ علامت عذاب کی
شروع ہوئی ہے اور دھوان اور آگ آسمان سے برستا ہے اور وہ دُھوان اور آگ گھرون کے
کوٹھون کی چھت کے قریب پونچا بادشاہ اور اُسکے تمام ارکان دولت گھبرا کر باہر نکلے اور کہا کہ
اُس فقیر گودڑی والے کو ڈھونڈو دیکھو کہان گیا جلدی اُسکو لاؤ تا کہ اُسکے ہاتھ پر ہم توبہ کرین اور
جتنے قیدی ہین سب اُسکو سپرد کر دین اور شہر کے دروازے کو بند کیا اور ہر گلی اور کوچے اور گھرون
مین ڈھونڈھنا شروع کیا کہین اُنکا پتا نپایا لاچار ہو کے سب ننگے سر اور ننگے پانؤن میدان مین نکلے
اور بچون کو انکی ماؤن سے جدا کیا اور گائے بکری کے بھی بچون کو انکی ماؤن سے جدا کیا اور سب نے
اپنا اپنا گریبان چاک کیا اور سر کو سجدے مین رکھا اور رونا اور پیٹنا اور فریاد اور عاجزی کرنا شروع کیا اور
جناب آلٰہی مین عرض کیا کہ ہم نے کفر سے توبہ کی اور حضرت یونس علیہ السّلام جو تیرے بھیجے ہوئے ہین
اُنکے قول پر ہم ایمان لائے اور قصد مصمم ہمنے کیا اور دل پر ٹھانا کہ جتنے بنی اسرائیل کے قیدی ہین اُن
سب کو حضرت یونس علیہ السّلام کے حوالے کرینگے حق تعالیٰ نے اُنکی گریہ وزاری پر رحم کیا اور عصر کے وقت

اُس عذاب کو اُن سے اُٹھالیا اور ہوا صاف ہوگئی اور یہ قصہ عاشورے کے دن یعنی محرم کی دسوین تاریخ کو
ہوا تھا اِس عذاب کے دفع ہونے کے بعد بادشاہ اور سب ارکان اور رعایا خوش ہو کے شہر مین داخل ہوئے
اور ہرکارون کو اور جاسوسون کو چارون طرف دوڑایا تاکہ خبر حضرت یونس علیہ السّلام کی لاوین بلکہ بادشاہ نے
اپنی زبان سے یہ بھی کہا کہ جو شخص حضرت یونس علیہ السّلام کی خبر میرے پاس لاوے اُسکو ایک روز اپنی
سلطنت کے تخت پر بٹھا کے سب حکم اُسکے اختیار مین دون تاکہ اُس دن جو کچھ چاہے مال اور اسباب
اور کارخانے مین سے لے لے بہت لوگ اِس طمع پر ہر طرف دوڑے اور حضرت یونس علیہ السّلام کو
بھی گنوارون کی زبانی یہ خبر معلوم ہوئی تھی کہ تمھاری قوم سے عذاب اُٹھ گیا اور وے لوگ تم کو ڈھونڈھتے
پھرتے ہین یہ عذاب کے پھر جانے کی خبر سُنکر بہت رنجیدہ ہوئے اور جانا کہ مین اپنی قوم مین جھوٹا
ہوا اب اُنکے پاس کیا مُنھ لیکے جاؤن اسواسطے کہ میرا وعدہ سچّا نہوا اور اگر حضرت شعیا علیہ السّلام
اور بنی اسرائیل کے پاس جاؤن تو بھی خفیف ہونگا اسواسطے کہ مجھسے کچھ کام بن نہ آیا یہ سوچ کے
اِن دونون طرفون کا ارادہ موقوف کیا اور جو اِس امر سے بہت رنج حاصل ہوا تھا بدون انتظار وحی اور بغیر
اجازت آلہی کے روم کی طرف چل کھڑے ہوئے اور حق تعالیٰ کے عتاب مین گرفتار ہوئے آپ
یہان سے اُنکے ساتھ دوسری طور کا معاملہ عتاب آمیز شروع ہوا پہلے اُنکے نوکر اور خادم اور رفیق
اُن سے علحدہ ہوئے سوا ایک بی بی اور دو بچون کے کوئی اُنکے ساتھ نہ رہا ایک بچے کو
اپنے کندھے پر اور دوسرے کو بی بی کے کندھے پر سوار کر کے منزل بمنزل راہ طے کرنا شروع کیا
ایک روز راہ کے درمیان مین ایک درخت کے نیچے سائے مین ٹھہرے اور آپ اپنی بی بی اور دونون
بچون کو وہان ٹھہرا کے جنگل کی طرف پائخانہ کو گئے اتفاق سے اُسوقت وہان کے بادشاہ کے
بیٹے کی سواری جو شکار کے واسطے گیا تھا اُس طرف درخت کے قریب ہو کے نکلی شاہزادے
نے دیکھا کہ ایک عورت جوان نہایت خوب صورت دو بچون کو لیے بیٹھی ہے اپنے ساتھ کے
لوگون سے کہا کہ اِس عورت کو لے آؤ اُن بی بی نے کتنا ہی شور اور غل کیا اور کہا کہ مین ایک
شخص نیک بخت کی جو پیغمبر ہے خدا کا اُسکی جورو ہون مجھکو مت لیجاؤ لیکن شاہزادے نے شراب کی

مستی اور جوانی کے نشے مین کچھ نہ سُنا اور اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے گیا حضرت یونس علیہ السلام
جو پائیخانے سے فراغت کرکے آئے دیکھا کہ بی بی نہین ہین لڑکون سے پوچھا اُنھون نے
جو کچھ گذرا تھا سب کہہ سنایا آپ نے دریافت کیا کہ درگاہ الٰہی سے عتاب کا معاملہ شروع ہوا لاچار
دونون بچون کو ساتھ لیکر چلے اور نوبت بنوبت ایک کے بعد ایک کو کندھے پر چڑھاتے اُتارتے
لیچلے راہ مین ایک نالہ بہتا ہوا ملا ایک بچے کو کنارے پر چھوڑا اور دوسرے کو کندھے پر چڑھا کر
چاہا کہ پار اُتار آؤن جسوقت اُس نالے کے بیچ مین پونہچے تو اتفاق سے کنارے پر ایک بھیڑیا آیا
اور بچے کو اُٹھا لے گیا آپ گھبرا کر لوٹے تاکہ بھیڑیے سے اُس بچے کو چھڑاوین اِس گھبراہٹ مین
دوسرا بچہ جو آپ کے کندھے پر تھا پانی مین گر پڑا اور زور سے پانی کی ریل جو آئی تو اُسکو بھی بہا
لے گئی آپ نے کتنی ہی کوشش کی لیکن نہ یہ ہاتھ آیا نہ وہ لاچار مایوس ہو کے آپ اکیلے تن تنہا روانہ
ہوئے اور دریائے روم کے کنارے پر جا پونہچے دیکھا کہ ایک جہاز پر سوداگرون نے اپنا مال چڑھایا ہے
اور لنگر اُٹھا کر روانہ ہوا چاہتے ہین آپ نے اُنسے کہا کہ مین بھی فقیر ہون اگر بدون نول لیے تم سے
ہوسکے تو مجھکو بھی جہاز پر چڑھا لو۔ ناخدا اور سوداگرون نے کہا کہ تم ہمارے سر اور آنکھون پر بیٹھو
تمھارے قدم کی برکت سے حق تعالیٰ ہمارا بھی بیڑا پار کریگا ہمارا جہاز سلامتی سے پونہچے گا اسواسطے کہ
تم بہت نیک بخت معلوم ہوتے ہو اور تمھارا چہرا بہت نورانی ہے غرض کہ آپکو سوار کر کے روانہ ہوئے
جب بیچ دریا کے جہاز پونہچا یکایک ایک بڑا طوفان اُٹھا اور موجین آنا شروع ہوئین اور جہاز
ٹھہر گیا کتنی ہی تدبیرین چلنے کی کین لیکن جہاز آگے نہین بڑھتا تھا معلم اور ناخدا وغیرہ نے آپس مین
مشورہ کیا کہ جہاز کے نہ چلنے کی کیا وجہ ہے ہمنے عمر بھر ایسا معاملہ نہین دیکھا کہ طوفان مین جہاز تھم جائے
پھر ناخدا نے کہا کہ مین نے کئی مرتبے تجربہ کیا ہی کہ اگر کسی کا غلام بے اپنے مالک کی رضا کے بھاگ کر
کشتی یا جہاز مین سوار ہوتا ہی تو اسی قسم کا معاملہ درپیش ہوتا ہی جہاز مین سبسے پکار کر کہدو کہ جو کوئی اپنے
مالک سے بھاگ کر آیا ہو تو صاف کہدے کہ اسکے ہاتھ پانون باندھ کے ہم دریا مین ڈال دین تاکہ اور سب
جہاز والون کی جان بچے ایک کی ہلاکی سے اگر صدہا آدمیون کی جان بچے تو کچھ مضائقہ نہین ہے

پھر جب جہاز مین آواز ہوئی تو حضرت یونس علیہ السّلام بوجھے کہ وہ غلام بھاگا ہوا مین ہون کہ بدون
حکم حق تعالی کے جلتا ہون پھر جہاز والون سے کہا کہ وہ غلام مین ہون اپنے مالک سے بھاگا ہوا جاتا ہون
میرے ہاتھ پاؤن باندھ کے دریا مین ڈال دو تاکہ سب جہاز والون کی جان بچے اور اس بلا سے نجات
پاوین ناخدا اور دوسرے تاجرون نے کہا سبحان اللہ ایسا برا گمان ہم لوگ ہرگز آپکی طرف نہین کر سکتے
آپ بزرگ ہین اپنی بزرگی سے یہ بات فرماتے ہین تاکہ ہم سب لوگون کی عوض آپ اپنی جان دیتے ہین
سو یہ حرکت ہم سے ہرگز نہین ہونیوالی ہے ہم ایک اور تدبیر کرتے ہین یعنی قرعہ ڈالتے ہین دیکھین
کس کے نام پر نکلتا ہے پھر قرعہ ڈالا حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا سب نے کہا کہ اس قرعہ نے
خطا کی یہ بزرگ اس لائق نہین ہین کہ اس قسم کا برا گمان ان کی طرف کیا جائے پھر دوسری مرتبے
قرعہ ڈالا پھر آپ ہی کے نام پر نکلا پھر تیسری مرتبے ڈالا پھر بھی آپ ہی کے نام پر نکلا آخر جہاز والون
نے لاچار ہو کر آپکو دریا مین ڈال دیا آپ کے گرنے کے ساتھ ہی جہاز چل نکلا اتفاق سے دریا مین وہان
ایک بڑی مچھلی بھوکی لقمے کے انتظار مین بیٹھی تھی جو ہین آپ دریا مین گرے وو ہین وہ مچھلی آپکو
نگل گئی لیکن آپکو منھ کے اندر لیتے ہی حق تعالی کا حکم اس مچھلی کو پہنچا کہ خبردار ہو جا اس شخص کو تیری
غذا کے واسطے ہمنے تیرے پیٹ مین داخل نہین کیا ہے بلکہ تیرے پیٹ کو اسکا قیدخانہ مقرر
کیا ہے خبردار ایک بال برابر نقصان اس شخص کو نہ پہنچے پھر وہ مچھلی آپکو اپنے پیٹ مین لیے ہوئے
دریا کی سیر کرتی پھرتی تھی یہان تک کہ روم کے دریا سے بطایح مین پہنچی پھر وہان سے دجلہ
مین آئی اسوقت اس مچھلی کو حکم ہوا کہ اب اس قیدی کو دجلہ کے اس کنارے پر جو شام کی طرف ہے
اگل دے اس مچھلی نے چالیس دن کے بعد آپکو اس کنارے پر اگل دیا اور خلاصی کا سبب یہ ہوا کہ
جب حضرت یونس علیہ السّلام اس مچھلی کے پیٹ مین قید ہوئے آپکا دم بند ہونے لگا آپنے
جانا کہ اب دم آخر ہے حق کی یاد مین اسکو گذاریے یہ تسبیح آپ نے شروع کی کہ لا الٰہ الا
انت سبحانک انی کنت من الظالمین یعنے کوئی حاکم نہین سوای تیرے تو بے عیب ہے
مقرر مین تھا گنہگارون سے حق تعالی کو یہ انکا اقرار کرنا پسند آیا اور انکو اپنی رحمت سے سرفراز کیا

یعنی مچھلی کے پیٹ سے جو آپ نکلے تو آپکا بدن اسطرح کا نرم ہو گیا تھا کہ مکھی یا مچھر کے بیٹھنے کی تاب آپکو نہ تھی حق تعالی نے اُسیوقت ایک جھاڑ کدو کا اُگایا اسکی بوَن آپکے تمام بدن پر اسطورسے لپٹی کہ اُسکے پتون نے پوشاک کی طور پر آپکے تمام بدن کو ڈھانک لیا اور جو اتنی طاقت آپ مین نہ تھی کہ اُٹھکر کھانے کی تلاش کرین حق تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک ہرنی کو حکم فرمایا کہ اپنی چھاتی آپکے مُنھ مین دیکر کھڑی رہے یہان تک کہ وے دودھ سے آسودہ ہو جاوین صبح اور شام کو وہ ہرنی آپ کے پاس آتی اور اپنی چھاتی آپکے مُنھ مین دیکر کھڑی رہتی جب آپ سیر ہو جاتے چلی جاتی چالیس دن اسطورسے گذرے اور آپکے بدن مین کچھ قوت آئی اور اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت ہوئی اور ہرنی کا دودھ اتنے دنون پینے کے سبب سے آپکا ضعف جاتا رہا پھر چالیس دن کے بعد اُس ہرنی کو حکم ہوا کہ آج اُنکے پاس مت جا اور دودھ مت دے پھر جب وہ ہرنی نہ آئی تب آپنے درگاہ الٰہی مین عرض کی کہ بار خدایا آج ہرنی نہین آئی حکم ہوا کہ اُتنا عادت کا بدلنا تم کو اپنے واسطے اچھا نہ معلوم ہوا اور ہمسے ایک بڑی عادت کا خلاف چاہتے تھے کہ ایک ہی مرتبے مین ہم اپنے بندے پالے ہوؤن کو نیست اور نابود کر دین آپنے پھر توبہ اور استغفار کیا اور بہت شرمندہ ہو کر عرض کی کہ اب جو حکم ہو اُسکو بجالاؤن ارشاد ہوا کہ پھر اپنی قوم مین جاؤ اور اُن ہی مین رہو آپ وہان سے روانہ ہوئے راستے مین ایک شہر ملا اُس مین ایک کلال یعنی مٹی کے برتن بنانیوالے کو دیکھا کہ آوہ برتنون کا بھرا ہوا پکا کر درست کر چکا ہے اور برتنون کے نکالنے کے واسطے مستعد بیٹھا ہے حکم ہوا کہ اُس کلال کے پاس جاؤ اور کہو کہ ایک بھاری لکڑی لیکر اِن سب برتنون کو پھوڑ ڈال پھر جو جواب وہ دے وہ ہم سے عرض کرو حضرت یونس علیہ السلام اُس کلال کے پاس گئے اور وہ بات کہی وہ کلال سنتے ہی غصے مین آیا اور کہا کہ عجب طرح کا تو دیوانہ آدمی ہے جو مجھسے ایسی بات کہتا ہے کیا مینے اسیواسطے اتنی محنت اِنکے بنانے مین کھینچی تھی کہ لکڑی سے توڑ ڈالون مجھکو تو ان برتنون سے بہت نفع لینا ہے حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الٰہی اس کلال نے ایسا جواب مجھکو دیا پھر حکم ہوا کہ دیکھ مٹی ہم نے پیدا کی اور پانی ہمنے پیدا کیا اور کلال کے ہاتھ بھی ہماری مخلوقات سے ہین پھر اُس کلال نے اپنے ہاتھون سے مٹی پانی ملا کر یہ شکل اور صورت برتنون کی بنا کر

تیار کی ہو اُس پر اسقدر اُنکو دوست اور عزیز رکھتا ہو کہ اُنکو توڑ نہین سکتا بلکہ اُنکے توڑنے کو دشوار جانتا ہو
اور تو چاہتا تھا کہ ہم ایک لاکھ سے اوپر آدمیون کو اپنی مخلوقات سے ایک دم مین ہلاک کر ڈالین پھر وہانسے
روانہ ہوئے راستے مین ایک باغ ملا نہایت سرسبز اسی طرح کا پیغام اُس باغ کے مالک سے حکم آلہی کے بموجب کیا
اور اُس سے بھی سخت جواب سُنا پھر دوسرے شہر مین پونہچے وہان ایک بہت عمدہ مکان دیکھا کہ وہان کے
کسی امیر نے بنایا تھا اسی قسم کا پیغام ارشاد آلہی کے بموجب اُسکے مالک سے بھی کیا اور اُس سے بھی زیادہ
سخت جواب سُنا جب حق تعالیٰ کا عتاب اِس قسم کا بہت ہوا تب حضرت یونس علیہ السّلام نے نہایت
گریہ وزاری حق تعالیٰ کی درگاہ مین کی اور اپنے گناہون کی مغفرت چاہی پھر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے
آپکو سرفراز کیا اور اپنا رسول کیا پھر تو ہر طرف سے رحمت اور مہربانی کی نشانیان ظاہر ہونے لگین یہانتک کہ
اُس نالے پر جہانسے آپکے دونون بچّے جاتے رہے تھے پونہچے اُس گانوٗن کے لوگون کو دیکھا کہ
دونون بچّے ساتھ لیے کھڑے ہین اُنسے حال پوچھا لوگون نے کہا کہ ایک بزرگ اِدھر سے جاتے تھے
اُنکا ایک بچّہ پانی مین بہ گیا تھا سو ہمارے گانوٗن کے دُھوبیون نے اُسکو پانی سے نکالا اور اُن کا
دوسرا بچّہ کنارے سے بھیڑیا اُٹھا لے گیا تھا سو اسکو ہمارے گانوٗن کے چرواہون نے بھیڑیے سے
زخمی چُھڑا لیا تھا اُسکا علاج کر کے اچھا کیا پھر اِن دونون بچون کی ہم لوگ پرورش کرتے ہین کہ اگر اُنکا
باپ آوے تو اُسکے حوالے کرین اس مین بچون کی نگاہ اُن پر پڑی اور اُنکو پہچانا اور کہا کہ ہمارا باپ
یہی ہے غرض کہ اُن لوگون نے دونون بچون کو آپکے حوالے کیا اور آپکو بخوبی تمام اِس نالے
کے پار اُتار دیا آپ حق تعالیٰ کا شکر ادا کر کے آگے بڑھے جب اُس درخت کے قریب پونہچے
جہانسے آپکی بی بی سے مفارقت ہوئی تھی دیکھا کہ کچھ لوگ چوکی کے طور پر اُس درخت کے نیچے
بیٹھے ہین آپنے اُنسے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کسواسطے یہان بیٹھے ہو اُن لوگون نے کہا کہ
ہمارے شاہزادے کی سواری ایک روز اِدھر سے نکلی تھی کسی فقیر کی ایک عورت یہان بیٹھی
تھی اُس عورت کو شاہزادہ زبردستی پکڑ لے گیا اُس روز سے آج تک پیٹ کے درد مین شاہزادہ
مُبتلا ہے بادشاہ نے یہ حال سُنکر ہم لوگون کو یہان بٹھایا ہے کہ اگر اُن بزرگ کا کبھی اِدھر سے

پھر گذر ہو تو انکو ہمارے پاس لے آؤ تاکہ شاہزادے کی تقصیر اُنسے معاف کرواوین اور اُنکی عورت جو آجتک
پردے مین بہت احتیاط سے بیٹھی ہین اُنکے حوالے کرین آپنے فرمایا کہ وہ فقیر مین ہون اِس بات کو سُنتے ہی
وے لوگ بہت خوش ہوئے اور آپکو بڑی قدر اور منزلت سے بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ بھی بہت
تعظیم سے پیش آیا آپسے دعا کی التجا کی حق تعالی نے آپکی دعا سے اُس شاہزادے کو شفا بخشی پھر بادشاہ
نے آپکی بی بی کو آپکے حوالے کیا اور بہت کچھ مال اور اسباب آپکی نذر کرکے آپکو رخصت کیا پھر وہان سے
آگے چلے اور شہر نینوا اور موصل کی سرحد کے متصل پہونچے پھر ایک شخص کو آگے سے اُن بستیون کے
لوگون پاس روانہ کیا تاکہ آپ کے آنے کی اُن لوگون کو خبر دے بادشاہ اور اُسکے ارکان اور وہان کے
لوگ آپکے آنے کی خبر سُنکے بہت خوش ہوئے اور کئی منزل تک آپکے لینے کو آئے اور نہایت تعظیم
اور تکریم سے آپکو شہر مین لے گئے اور مُدت تک آپکی تابعداری اور فرمان برداری مین سُرخروئی دونون
جہان کی حاصل کی یہان تک کہ حضرت یونس علیہ السلام نے وہین وفات پائی آجتک مزار پُرانوار آپکا
اُس شہر مین مشہور ہے سو حق تعالی اِس آیت مین ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے
واسطے عذاب طلب کرنے مین جلدی اور شتابی کرنے سے جسطرح حضرت یونس علیہ السلام سے ہوا تھا
منع فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ تم ایسا کام مت کرو اسواسطے کہ اسکا انجام اچھا نہین ہے اور اِس
مچھلی والے پیغمبر کا حال یاد کرو **اِذْ نَادٰی وَھُوَ مَکْظُوْمٌ** جب پکارا اپنی قوم عذاب
طلب کرنے کے واسطے درگاہ الٰہی مین اور اُسوقت وہ غصّے مین بھرا تھا اور غصّے کے سبب سے
اتنی جلدی کی کہ حق تعالی کے حکم کی انتظار نہ کی آخر کو اِس اپنی جلدی کی سزا پائی کہ مچھلی کے
پیٹ مین قید ہوا اور پھر دوسرے مرتبہ پکارا اپنے گناہ کے ظاہر کرنے اور قائل ہونے اور
اپنی تقصیرون کی معافی طلب کرنے کے واسطے اسوقت مین بھی مکظوم تھا یعنے دم اُسکا بند ہو رہا تھا
اور عرب کی لغت مین مکظوم اُس شخص کو کہتے ہین جسکا دم غم یا غصّے کی زیادتی کے سبب سے رک جاوے
سو وہ پہلے مرتبے کا اُنکا غصّہ کھانا یہ پھل لایا کہ مچھلی کے پیٹ مین قید ہونا اور غم کھانا پڑا سو چاہیے کہ
تم مین ایسی نفسانیت اور غصّے کی بو بھی نپائی جاوے تاکہ تمھارے کمال مین کچھ بھی نقصان نہ پایا جاوے

اسواسطے کہ اس جلدی کے سبب سے حضرت یونسؑ قریب تھا کہ اس کمال بزرگی کے رتبے سے
گر پڑین اور حق تعالیٰ کے ہمیشہ کے عذاب اور عتاب کے سزاوار ہوجاوین اسقدر کہ **لَوۡلَآ
اَنۡ تَدَارَکَہٗ نِعۡمَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ** اگر تدارک اسکے حال کا نکرتا یعنے اگر نہ سنبھالیتا
اُسکو احسان تیرے پروردگار کا ایسی ذلت مین اسکے کمالون کے باقی رکھنے سے **لَنُبِذَ
بِالۡعَرَآءِ** تو البتہ پھینکا گیا ہی تھا چٹیل میدان مین یعنی ایسے میدان مین جہان نہ جھاڑ بھٹ
نہ گھاس نہ سایہ نہ پانی **وَھُوَ مَذۡمُوۡمٌ** اور وہ برے حال سے تھا اور کسی طرح کی کرامت
اُنکے واسطے ظاہر نہوتی نہ کدو کے درخت اُگنے سے اور نہ ہرن کے تابعدار ہونے سے
لیکن حق تعالیٰ نے اُنکو سنبھال لیا اور یہ سب چیزین موجود کردین اس مقام پر جاننا چاہیے کہ تسبیح کا
اثر مچھلی کے پیٹ مین اسیقدر تھا کہ اُس قید سے خلاصی پائی چنانچہ سورہ صافات مین مذکور ہے
فَلَوۡلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُسَبِّحِیۡنَ لَلَبِثَ فِیۡ بَطۡنِہٖۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ یعنے پھر اگر نہوتا یہ کہ وہ
یاد کرتا پاک ذات کو تو رہتا اُسکے پیٹ مین جس دن تک مردے جیوین اور مچھلی کے پیٹ کے نکلنے
کے سوائے اور دوسری کرامتین جیسے کدو کے درخت کا اُگنا اور ہرن کی مادہ کا تابع ہونا جو حضرت
یونس علیہ السّلام کے واسطے واقع اور ظاہر ہوئین یہ حق تعالیٰ کی ازلی عنایت فقط تھی کہ اُن کمالون کو
جو اُنکو عنایت ہوئے تھے باقی رکھا اور اِس ذلت اور گناہون کی شامت سے اِنسے لے نہ لیا
اور یہ بھی جان لیا چاہیے کہ مدار اس شرط اور جزا کا یعنے لَوۡلَآ اَنۡ تَدَارَکَہٗ الخ اِسی حال پر ہی یعنے
وَھُوَ مَذۡمُوۡمٌ اور لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ کو اس مین کچھ دخل نہین ہے تو وہ آیت جو سورہ صافات
مین ہی یعنی فَنَبَذۡنٰہُ بِالۡعَرَآءِ وَھُوَ سَقِیۡمٌ یعنے پھر ڈال دیا ہمنے اُسکو چٹپر میدان مین اور وہ
بیمار تھا اس آیت کے مناقض اور خلاف نہوگی اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو عاجز اور کسی
مصیبت مین پھنسا ہو اس آیت کو پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ اُسکو اُس رنج اور مصیبت سے نجات دیتا ہے
اور معتبر مشائخون سے بھی سند آئی ہی کہ ہر رنج اور مصیبت کے واسطے اس آیت کا پڑھنا تریاق
مجرب ہی یعنے آزمودہ بات ہی کچھ شک اور شبہ نہین ہی اور اِس آیت کے پڑھنے کا طریقہ دو طور سے ہے

ح لا الہ الا انت

اول یہ کہ ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبے ایک طور و شکل سے ایک جلسے یا تین جلسے مین پڑھنا
اور دوسرا طور یہ ہی کہ ایک شخص اکیلا اندھیرے گھر مین طہارت سے قبلہ کی طرف مُنھ کرکے بعد
نماز عشا کے بیٹھ کر تین سو مرتبے اِس آیت کو پڑھے اور ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا اپنے
پاس رکھ لے اور دمبدم اپنا ہاتھ اُس پانی مین ڈالکر اپنے مُنھ اور بدن پر ملتا جاوے تین دن
ع یا سات دن یا چالیس دن تک اسیطور اور ترتیب سے پڑھے اور یہ بھی حدیث مین آیا ہی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے سالن کو بہت دوست رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ
هِيَ شَجَرَةُ اَخِيْ يُوْنُسَ یعنے یہ جھاڑ ہمارے بھائی یونس کا ہے پھر جب حق تعالی کی نعمت نے
حضرت یونس علیہ السلام کو سنبھالا اور اُس ذلت اور عتاب کے سبب سے اُنکے واسطے مرتبہ
بلند حاصل ہوا فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ پھر پسند کیا اور نوازا اُسکو اُسکے رب نے اپنی رسالت
کے لیے بیواسطہ جسطرح پہلے حضرت شعیا علیہ السلام نے آپکو اپنی رسالت کے واسطے پسند
کیا تھا فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ پھر کر دیا اُسکو نیکون سے اور اِس منصب کی
لیاقت والون سے کہ اُسکام کو بخوبی سرانجام دیا اور ایک لاکھ کئی ہزار آدمی اُنکے ہاتھ سے
ایمان لائے اور پرہیزگاری کی دولت سے فیضیاب ہوئے اور پہلے اِسکے اِس رسالت کے
منصب کی لیاقت نہ رکھتے تھے بلکہ نبی عبادت کرنیوالے تھے اس عتاب اور خطاب کے بعد
اِس رسالت کے منصب کی لیاقت جسکی استعداد اُنکو تھی سو اب ظاہر ہوئی اور جو یونس علیہ السلام
کے قصے سے معلوم کیا تم نے کہ کافر بھی اپنے مکر اور فریب سے رسولون اور نبیون سے بعضے
کام مین جلدی کروا کے اُنکو بھی لغزش دیدیتے ہین اور حق تعالی کے عتاب مین گرفتار
کردیتے ہین اور طعن اور تشنیع کا ایسا مضمون باندھتے ہین کہ انبیاؤن کو بھی بشریت کے تقاضے
سے غصہ آجاتا ہے اور حق تعالی کے حکم کا انتظار نہ کرکے کوئی کام کر بیٹھتے ہین پھر اُسکے سبب سے
اپنے کمال کے درجے سے نیچے آجاتے ہین سو تمکو چاہیئے کہ اپنی قوم کے اِس قسم کے مکر اور
فریب سے ہوشیار رہو کہ یہ لوگ بھی اس کام مین بڑے استاد ہین وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ

کَفَرُوْا اور بے شک کافر نزدیک اور درپے ہین لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِھِمْ اسکے کہ ڈِگا دین تجھکو صبر اور تحمل کے مقام سے اپنے گھور گھور دیکھنے سے تاکہ تم غصے مین آؤ اور بیقرار ہو کے حق تعالیٰ سے ٹھہرے ہوئے وقت کے پہلے اِنکے واسطے عذاب طلب کر بیٹھو اور یہ کافر مکر اور فریب نہین کرتے ہین مگر لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ جب سُنتے ہین اِس قرآن کو کہ تمام حق تعالیٰ کے ذکر سے بھرا ہوا ہے کوئی اسکی آیت حق تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہین ہے اور اسیواسطے اِس کلام کا نام ذکر ہوا تاکہ زیادہ تیرے غصے کا سبب ہو اور حق تعالیٰ کی اور اُسکے ذکر کی محبت مین اِنسے تو اُلجھ پڑے اسواسطے کہ آدمی اپنا عیب سُن سکتا ہے لیکن اپنے محبوب کا عیب نہین سُن سکتا اور اپنی حقارت گوارا کر سکتا ہے مگر اپنے محبوب کی حقارت گوارا نہین کر سکتا اور یہ کافر فقط اِس گھورنے اور آنکھ مارنے پر کفایت نہین کرتے بلکہ زبان سے بھی ایذا دیتے ہین وَيَقُولُونَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ اور کہتے ہین کہ بیشک یہ شخص دیوانہ ہے اسواسطے کہ ہر بات مین اُسی ایک ہی چیز کا ذکر کرتا ہے اور یہ نشان دیوانہ پن کا ہے اور اِتنا نہین بوجھتے کہ ہر کلام مین ایک چیز کا ذکر کرنا اُسوقت جنون کی علامت ہوتا ہے کہ جب وہ کلام کسی دوسری چیز کے واسطے لایا گیا ہو اور اگر وہ کلام اسی ایک ہی چیز کے یاد کرنے کے واسطے لایا گیا ہے تو تمام اِس کلام مین اِس ایک چیز کا ذکر کرنا واجب اور لازم ہو جاتا ہے جیسے وے ذکر اور وظیفے جو نبیون سے منقول ہین وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ اور وہ کلام نہین ہے مگر حق تعالیٰ کا ذکر جو مقرر کیا گیا ہے تمام جہان والون کے واسطے بخلاف ذکر اور وظیفے نبیون کے اور ولیون کے کہ فقط اپنی اُمت والون کے واسطے یا اپنے سلسلے کے مُریدون اور شاگردون کے واسطے مقرر کردیے ہین سو اِس ذکر کو فرشتے لذت لینے کے واسطے پڑھتے ہین اور مزا اُٹھاتے ہین اور جنات اور انسان ثواب کی امید واسطے اور دوری کے پردے اُٹھ جانے اور نزدیکی اور قربت حاصل ہونے کے واسطے پڑھتے ہین اور معنے بوجھنے اور اِس سے حکم نکالنے کے واسطے بھی پڑھتے ہین اور پرند اور جانور اپنی آواز کو اِن کلمون کے مطابق کرنے کے واسطے تاکہ جہان تک ہو سکے اُسی کی حکایت اور

ف روایت

اسی سے مشابہت پیدا کرین سو اس کلام مین حق تعالیٰ کا ذکر بار بار کرنا عین مقصود اور مطلوب ہے اسکو
جنون پر کس طرح حمل کرنا چاہیئے اکثر مفسرین نے اِس آیت کے نازل ہونے کے سبب مین ایسی روایت
کی ہے کہ جب قریش کے کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے دفع کرنے مین جو جو حیلے اور
فریب اُنسے ہو سکے سب کر کے عاجز ہوئے آخر ایک شخص کو جو بنی اسد کے قبیلے کا تھا اور یہ قبیلہ
پہلے تمام عرب کے ملک مین چشم زخم پہونچانے مین یعنی نظر لگانے مین مشہور اور معروف تھا بلکہ اِس بات مین
اِس قبیلے کی لوگ مثال دیتے تھے پھر اُس قبیلے مین یہ شخص اِس بات مین اپنے سب لوگون سے بڑھا تھا
اُسکو بلا لاے اور اُس کو بہت سی طمع دیکر کہا کہ اگر تو فلانے شخص کو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
نظر لگا کے ہلاک کر دے تو تجھکو اتنا کچھ دین کہ کسی نے نہ دیا ہو اور اُس شخص کی عادت اِس طرح کی
تھی کہ جب کسی کو نظر لگانا منظور ہوتا تو پہلے تین دن کچھ نہ کھاتا بعد اِس تین دن کے اِس شخص پر جا کر نظر
لگاتا اور اسکو ہلاک کر ڈالتا سو اُس نے اپنی عادت کے موافق تین دن کھانا نہ کھایا پھر تیسرے دن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ اُسوقت قرآن شریف کی تلاوت مین مشغول تھے اُسنے
تھوڑی دیر گھور گھور کے آپکو دیکھا اور کہا کہ مینے آج تک اِس طرح کا خوش آواز اور خوش لہجہ کسی کو
نہین دیکھا اور اِس کلمہ کو کئی مرتبے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ مَا شَاءَ اللہُ لَا قُوَّۃَ
اِلَّا بِاللہِ یعنی جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے کسی کو کچھ قوت نہین مگر اللہ کی مدد سے حق تعالیٰ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکے شر سے محفوظ رکھا اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے
کہ اگر کسی شخص کو نظر کا خوف ہو یا اسکی کچھ علامت اپنے پر یا اپنے مال اور اولاد پر دیکھے تو اُسکا علاج
یہی ہے کہ اِس آیت کو پڑھے خدا کے فضل سے دفع ہو جائیگا اور اِس آیت کے پڑھنے کا طریقہ
یہ ہے کہ تین مرتبے اِس آیت کو پڑھ کر جس پر نظر کا شبہ ہو اپنے پر یا اپنی اولاد اور مال پر اُ
پھونکدے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ اَلْعَیْنُ حَقٌّ یعنے نظر کی تاثیر حق ہے وَلَوْ کَانَ
شَیْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْہُ الْعَیْنُ یعنے دنیا مین اگر کوئی چیز ایسی ہوتی جو تقدیر الٰہی سے
سبقت کرتی تو البتہ نظر ہوتی اسواسطے کہ اسکی تاثیر بہت زبردست ہے اور جس شخص کو کوئی چیز اچھی

ح

معلوم ہو تو اسکو چاہیئے کہ یہ دعا پڑھے یعنے مَاشَآءَ اللّٰہُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ تاکہ نظر سے وہ چیز بچ جاے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کو اسطرح سے تعویذ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علی نبینا و علیہ السلام حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام کو بھی اِن ہی کلمون سے تعویذ کرتے تھے یعنے پڑھ کر پھونکتے تھے اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّةِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَآمَّةٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَآمَّةٍ یعنے پناہ مین دیتا ہون مین تم دونون کو اللہ تعالیٰ کے کامل کلمون کی ہر شیطان سے اور ہر حشرات سے اور ہر آنکھ بد لگانے والے سے اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ مین ایک روز دن نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واسطے گیا دیکھا مین نے کہ آپ درد کے سبب سے بہت بیتاب ہین پھر اُسی دن تھوڑا دن رہے آپکی خبر کو گیا تو دیکھا مین نے کہ آپ کو صحت حاصل ہوئی عرض کیا مینے کہ ایسی جلدی صحت حاصل ہونے کا کیا سبب ہے آپنے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ افسون یعنی منتر پڑھکے میرے اوپر پھونکا بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ یعنے ساتھ نام اللہ کے پھونکتا ہون مین تجھکو ہر چیز ایذا دینے والی سے اور ہر آنکھ حسد کرنیوالی سے اللہ شفا دے تجھکو اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنی بی بی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر مین داخل ہوئے ایک چھوٹی لڑکی کو دیکھا کہ بیمار ہے آپنے فرمایا کہ اِسپر نظر کا منتر کرو اسواسطے کہ اِسکے منھ پر نظر کے آثار معلوم ہوتے ہین اور یہ بھی آپنے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو نظر کی علامت معلوم ہووے تو چاہیئے کہ جسکی نظر لگی ہے اُسکو کہے کہ وضو کے اعضا اور اپنے استنجے کی جگہہ پانی سے دھو کر دیوے اور اُس پانی سے جسپر نظر لگی ہے وہ نہا ڈالے تو شفا حاصل ہوگی اور عائن کو یعنے نظر لگانے والے کو چاہیئے کہ اپنے اعضا پانی سے دھو دینے مین کچھ تکرار اور ننگ اور عار نکرے اس مقام پر جاننا چاہیئے کہ اس تاثیر کی حقیقت مین جسکو نظر لگ جانا کہتے ہین علما کو بڑا اختلاف ہے اور ڈھنگ اِس تاثیر کی وجہ صاف کسی کو معلوم

نہین ہوئی جاحظ نے کہا ہے کہ نظر لگانے والے کی آنکھ سے زہر کی تاثیر کے اجزا شعاع کے طور پر نکلتے ہین اور دوسرے کے بدن مین مسام کی راہ سے در آکر زہر کی سی تاثیر پیدا کرتے ہین جیسے سانپ کا یا بچھو کا یا بھڑ کا زہر اور جبائی اور دوسرے معتزلہ کے عالمون نے اس مین گرفت کی ہے کہ اگر نظر کی تاثیر کی وجہ یہی ہوتی تو لازم تھا کہ جس شخص کو عائن دیکھتا اُس مین یہی بات پائی جاتی اُس عائن کو اچھی معلوم ہونے کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے پھر جاحظ کی طرف سے دوسرے عالمون نے اسکے کئی جواب دیے ہین کہ مستحسن یعنی جو عائن کو اچھا معلوم ہو اُسکی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ اچھا معلوم ہونیوالا عائن کا دوست ہے یا دشمن اگر دوست ہے تو اُسکی اچھائی دیکھ کے اس عائن کو بڑا خوف پیدا ہوتا ہے اُس اچھائی کے جاتے رہنے کا اور اگر اسکا دشمن ہے تو اپنے دشمن پاس ایسی نعمت دیکھ کے اُس عائن کو بہت غم اور رنج ہوتا ہے اور خوف اور غم دونون ملکر روح کو دل کے اندر گھیر لیتے ہین اور تنخین کے یعنے گرمی سے گھٹنے کے سبب پڑتے ہین اور باصرے مین یعنی بینائی کی روح مین بھی ایک حالت گرم زہر کی سی پیدا کرتے ہین اور جسوقت دائن کی آنکھ مین وہ چیز اچھی نہ معلوم ہوئی تو اسوقت یہ دونون چیزین یعنی غم اور خوف اُس مین پائے نہین جاتے پھر جب یہ دونون چیزین نپائی گئین تو تاثیر بھی نہوگی لیکن جاحظ کے اصل کلام مین خلل ہے اسواسطے کہ عائن کی تاثیر جسطرح سامنے دیکھنے سے ہوتی ہے اسی طرح غیبت مین سُننے سے بھی ہوتی ہے اور جسطور سے جانور اور انسان کے جسمون مین عائن کی تاثیر ہوتی ہے اِسیطرح اُگنے والی اور زمین سے پیدا ہونیوالی چیزون مین جیسے جھاڑ اور پتھر مین بھی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ تاثیر زہر والی چیز بدن مین در آنے اور گھس جانے کے سبب سے نہین ہے بلکہ یہ کچھ اور ہی چیز ہے اور جنہون نے جاحظ کے مذہب کو عائن کے اچھا جاننے سے تائید کی ہے وہ بھی بیجا ہے اسواسطے کہ زہر کے اجزا نظر والے کے بدن سے دفع کرنے مین اُس پانی کو جو عائن کے بدن کا دھوون ہے کیا دخل ہے اور کس طرح سے وہ پانی تاثیر کرتا ہے اور ابو ہاشم اور ابو القاسم بلخ والون نے ایسا کہا ہے کہ نظر لگانے والا جب

کسی چیز کو دیکھتا ہے یا سنتا ہے تو اُس چیز کا فریفتہ ہو جاتا ہے اور علم الٰہی مین اُسکے واسطے
بہتر یہ بات ہوتی ہے کہ وہ چیز اپنے حال پر نہ رہے بلکہ متغیر ہو جائے تاکہ عاشق کا دل اُس پر
فریفتہ نہ رہے اِس سبب سے وہ چیز متغیر اور درہم برہم ہو جاتی ہے اور ظاہر مین لوگ ایسا جانتے
ہین کہ اِس شخص کے پسند کرنے کے سبب سے اسمین خلل واقع ہوا ہے اور اِس کلام مین بھی خلل ہے
اسواسطے کہ اگر اسطرح کی مصلحت اور حمایت یعنی آدمیون کے دلون کو کسی چیز پر فریفتہ ہونے
کے واسطے اِس چیز کو متغیر کر دینا منظور ہوتا تو خوب صورت لڑکون اور حسین عورتون کو زندہ نہ رکھتے
تاکہ عاشقون کے دل اِس طرف فریفتہ ہونے پاوین اور یہ بھی ہے کہ اگر یہ بات سچ ہوتی تو جس
چیز کی طرف کسی کا دل رغبت کرتا اور وہ اسکا عاشق اور فریفتہ ہوتا تو یہ فریفتگی اُس چیز کے زوال
اور نیستی کا سبب پڑتی اور یہ بات خلاف واقع اور ظاہر کے ہے اور حکما اِس مقام پر دوسری راہ چلے

آدمی کے نفس کی تاثیر دو قسم کی ہے

ہین جو قیاس سے کچھ قریب ہے اور سچ معلوم ہوتی ہے سو اُنھون نے کہا ہے کہ انسان کے نفس
کی تاثیر دو قسم کی ہے ایک قسم وہ ہے جو ظاہری احوال کے واسطے سے ہوتی ہے اور دوسری
قسم بیواسطے ظاہری کیفیت کے ہوتی ہے جیسے وہم کی تاثیر کہ جب بہت بلند مکان پر کوئی
کھڑا ہوتا ہے یا بہت باریک اور پتلا راستہ چلنا پڑتا ہے تو اُسوقت وہم کے غلبے سے بدن مین
رعشہ پڑ جاتا ہے یعنے کانپنے لگتا ہے اور گر پڑتا ہے اور حال یہ ہے کہ برابر جگہ مین ہمیشہ ایسے
راستے پر چلا پھرا کرتے ہین اور کچھ بھی وہم کا اثر نہین ہوتا اور جیسے تصور اور خیال کی تاثیر چنانچہ اُن
احوالون مین جو انسان کے نفس پر کبھی کبھی آجاتے ہین اور اُنکو عوارض نفسانیہ کہتے ہین یہ بات
ظاہر ہے جیسے خوف کے سبب سے رنگ زرد یعنے پیلا ہو جاتا ہے اور بدن ٹھنڈھا اور
آنکھون مین تاریکی آجاتی ہے اور غصے کی حالت مین اسکے برعکس ہو جاتا ہے یعنے رنگ سرخ
ہو جاتا ہے اور بدن گرم اور سب اعضا مین قوت آجاتی ہے سو جسطرح نفس پر ایک حالت آجانے سے
اِس قسم کی تاثیر اپنے بدن مین ہو جاتی ہے اسی طرح اپنے غیر کے بدن مین بھی ہو جاتی ہے چنانچہ نظر
کی تاثیر بھی اسی قسم سے ہے اور ایک قسم کا جادو جسکو تعلیق ہمت اور وہم کہتے ہین اور ہند کے

جوگیون کا معمول ہی اور وہ اِسی قبیل سے ہی اور جو تاثیر مین نفس مختلف ہین بعضے قوی ہین اور بعضے ضعیف اِسی سبب سے تاثیر بھی مختلف ہوتی ہی اور کم زیادہ ظاہر ہوتی ہی اور بعضی جگھہ اِس قسم کی تاثیرین موروثی ہوتی ہین یعنی باپ سے بیٹے مین اور بیٹے سے پوتے مین آتی ہین اور رکھانے سے اور گوشے مین بیٹھنے سے اور اپنی خواہش اور رغبت کی چیزین چھوڑ دینے سے بھی یہ چیزین حاصل ہو سکتی ہین بلکہ جو لوگ اِس قسم کی تاثیر مین کمال کے درجے کو پہونچتے ہین وہ دوسرے کو بھی یہ تاثیر اسکے دل مین ڈال کے اپنے مانند کر سکتے ہین چنانچہ ڈائن کے قصون مین جسکو جھاڑ پھونک والون کی اصطلاح مین گفتار کہتے ہین یہ بات مشہور اور تواتر کو پہونچی ہے یعنے اِتنے لوگون نے ذکر اِسکا کیا ہے کہ اُنکو جھوٹا نہین کہہ سکتے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

سُوْرَۃُ الْحَاقَّۃِ

یہ سورت مکی ہی اِس مین باوَن آیتین اور دو سو باون کلمے اور ایک ہزار چار سو اسی حرف ہین اور اِس سورت کے ربط کی وجہ سورۂ نون سے ایک مقدمے کے بیان پر موقوف ہی اور وہ مقدمہ یہ ہی کہ حق تعالیٰ کے عذاب عالم مین دو قسم کے ہین اُن دونون مین سے ایک قسم کو ابتلا کہتے ہین کہ بندونکو آزمایش کے واسطے اللہ تعالیٰ ایسے عذاب مین مبتلا کرتا ہے تاکہ دیکھے کہ بندے خبردار ہو کے حق کی راہ قبول کرتے ہین اور بُری بات کو چھوڑتے ہین یا نہین اور اِس قسم کے عذاب کا خاصہ یہ ہی کہ تھوڑے دنون کے بعد موقوف ہو جاتا ہی اور سورۂ انعام اور سورۂ اعراف مین اِسکا مفصل بیان آیا ہی چنانچہ حق تعالیٰ سورۂ انعام مین فرمایا ہی وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنَاهُمْ بِالْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ آخر آیت تک یعنی اور مقرر ہم نے بھیجے تھے رسول بہت اُمتون پر تجھسے پہلے پھر اُنکو پکڑا سختی مین اور تکلیف مین شاید وہ عاجزی کرین اور گڑگڑاوین اور سورۂ اعراف مین حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ اور نہین بھیجا ہم نے

کسی بستی مین کوئی نبی مگر پکڑا وہان کے لوگون کو سختی اور تکلیف مین شاید وے عاجزی کرین اور گڑگڑاوین اور پھر اسی سورت مین حق تعالی فرماتا ہے وَلَقَدْ اَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ اور ہر آیت تحقیق ہم نے پکڑا فرعون والون کو قحطون مین اور میوون کے نقصان مین شاید وے دھیان کرین اور دوسری سورتون مین بھی اس قسم کا ذکر بہت آیا ہے اور کتنے دوسرے احوال اس قسم کے حق تعالی نے بیان فرمائے ہین چنانچہ بنی اسرائیل مین اس قسم کے معاملے بہت واقع ہوئے ہین اور اس امت مین بھی اس قسم کے معاملے بہت واقع ہوئے ہین اور اس قسم کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ نیک اور بد سب اس بلا مین شریک ہوتے ہین کچھ فرق اور امتیاز آپس مین نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ نیکون کو ایسی بلا مین مبتلا کرنے سے انکے مرتبون کو بڑھانا اور انکے گناہون کو گھٹانا اور انکے صبر اور شکر کا امتحان کرنا منظور ہوتا ہے اسی سبب سے حق بات کا کھل جانا اسطور پر کہ شبہ بالکل جاتا رہے نہین ہوسکتا اور ظاہر مین منکرون پر الزام محبت کا اہل حق اور اہل باطل کے شریک ہونے کے سبب سے اس عذاب مین میسر نہین ہوتا ہے اور حقیقت مین ایماندار گنہگارون کا عذاب قیامت مین اسی قسم سے ہی کہ اس عذاب سے گنہگارون کا گناہ سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہے یہ ہی سبب ہے کہ وہ عذاب ہمیشہ نرہے گا اور دوسری قسم کو حاقہ کہتے ہین جو حق بات کے ظاہر کرنے اور سچ اور جھوٹ مین فرق کرنے کے واسطے منکرون پر عذاب کرتے ہین اور اس قسم سے بدلا لینا منظور ہوتا ہے نہ امتحان اور ایسا عذاب کبھی نہین جاتا اگر دنیا مین کسی پر ہوتا ہے تو تا لب گور رہتا ہے اور بعد مرنے کے بھی اس سے جدا نہین ہوتا اور اگر آخرت مین یہ عذاب کسی پر ہوگا تو ہمیشہ اسپر رہیگا کبھی موقوف نہوگا لیکن دنیا مین اس قسم کا عذاب آکر پھر ایسے عذاب سے بچنا کسی کے واسطے نہین ہوا مگر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے واسطے کہ عذاب ظاہر ہوکر پھر گیا چنانچہ سورۂ یونس مین یہ قصہ تفصیل سے مذکور ہے لیکن حقیقت مین وہ عذاب حاقہ نہ تھا بلکہ قسم اول سے یعنی ابتلا اور آزمایش کی قسم سے تھا چنانچہ اسکا مفصل بیان اپنے مقام پر ہوگا پھر جب یہ مقدمہ بیان ہوچکا تو اب جاننا چاہئے کہ سورۂ نون مین مذکور

ہے کہ مکّے والون کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی جناب مین بے ادبی کے سبب سے کہ جنون کی نسبت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف کرتے تھے سات برس تک قحط مین مُبتلا کیا جیسا ضروان کے
باغ والون کو فقیرون اور مسکینون کے حق ندینے کے سبب سے ایک بلا مین گرفتار کیا تھا یعنے اُس
باغ کو جلا دیا تھا تاکہ وے لوگ یعنی مکّے والے خوب جان لیوین کہ عذاب حقیقی بھی اسی طرح یکایک
آجاتا ہے یہ سمجھ کے خبردار ہو جاوین اور بُرے کامون کو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن اور
تشنیع کرنے کو چھوڑ دین اور انکی نبوت کا اقرار کرین پھر جب وے لوگ اُس بلا سے متنبہ نہوے
اور اُس قحط سے جو سب نیک اور بد مسلمان اور کافر اُس مین شریک تھے کچھ بھی عبرت اور پند پذیر نہوئے تو
اُنکو اسقدر خبردار کر دینا ضرور ہوا کہ یہ قحط ایک آزمایش تھی اور وے عذاب جنکو حاقہ کہتے ہین یعنے
جنسے حق اور باطل جدا ہو جاتا ہے اُسکا طور ادر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کے
واسطے اِس قسم کا عذاب قیامت پر موقوف ہے دنیا مین اُس اُمت پر جو عذاب ہے سو آزمایش کے
طور پر ہے کہ کچھ دنون رہا پھر منقطع ہو گیا سو اس سورت مین اِس قسم کے عذاب کو یعنی جو حق اور باطل کو
جدا کریگا بہت شرح اور تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور اُنکی تمثیلون مین پہلی امتون کے قصّے جو
دنیا مین عذاب حاقہ مین گرفتار ہوئی تھین بیان فرماتے تاکہ اِس اُمت کے کافر آخرت کے عذاب کو
جو حاقہ ہے پہلی اُمتون کے عذاب حاقہ پر قیاس کر کے ڈرین اور قیامت کے عذاب حاقہ کو
آزمایش کا عذاب جو اُن پر اکثر ہوتا رہتا ہے سمجھکر خاطر جمع سے نہ بیٹھ رہین اور باوجود اس بات کے
اِن دونون سورتون مین متفرق مضمون کے اعتبار سے بھی بہت مناسبت پائی جاتی ہے چنانچہ
اُس سورت مین بیان فرمایا ہے کہ یہ رسول مجنون اور دیوانہ نہین ہے اور کافر جو جنون کی نسبت
اُسکی طرف کرتے ہین سو جھوٹے ہین اور اِس سورت مین یہ فرمایا کہ یہ نبی نہ شاعر ہے اور نہ کاہن
اور اُس سورت مین بیان فرمایا ہے کہ دنیا مین اپنے مال اور اولاد پر کافر مغرور ہو کے قرآن سے
بے ادبی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ قصّے ہین پہلون کے اور اِس سورت مین مذکور ہے کہ قیامت کے
دن کافر افسوس کرینگے اور کہینگے مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَہْ یعنی کچھ میرے کام نہ آیا یہان تک میرا مال جو

دنیا مین مینے جمع کیا تھا اور اُس سورت مین مذکور ہے کہ ضروان کے باغ والون کو مسکینون کے حق ندینے کے سبب سے آفت پونہچی تھی اور اِس سورت مین فرمایا کہ کافرون کو آگ کی زنجیرون اور طوقون مین گرفتار کرینگے اسواسطے کہ دنیا مین یہ مسکینون کو ندیتے تھے اور دوسری بھی اسکے سواے بہت سی مناسبتین ہین کہ تامل کرنے سے ظاہر ہوتی ہین اور اِس سورت کے حاقہ نام رکھنے کی وجہ بھی اِسی مقدمے کے بیان سے ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ حاقہ اُس عذاب کا نام ہے جو حق کو باطل سے جدا کرے اسطور پر کہ کچھ بھی شُبہ باقی نہ رہے اور اِس سورت مین کتنے احوال اِسی قسم کے بیان فرمائے ہین جو دنیا مین ہوئے یا آخرت مین ہونگے اور اِس بیان سے پھر رسالت کی نبوت اور وحی اور قرآن کے نزول کیطرف انتقال فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

ع ۱ س

اَلْحَاقَّةُ وہ حادثہ جو حق کو باطل سے جدا کرے اِسطور سے کہ ہرگز شبہ حق اور باطل مین باقی نہ رہے نہایت عجیب ہوتا ہے اور وہ بڑی بزرگی رکھتا ہے کہ اُس سے بطور عظمت اور تعجب کے پوچھا جاتا ہے اور اُسکے حق مین کہا جاتا ہے کہ مَا الْحَاقَّةُ کیا ہے وہ حادثہ حق دکھانیوالا اور اِس حادثے کی بزرگی اسقدر ہے کہ اِسکی حقیقت کما حقہ نہ جاننے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہ عمدہ اور اعلی تمام مخلوقات کے ہین سب آدمیون مین شریک کرکے خطاب فرمایا ہے کہ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہے وہ حادثہ حق دکھانے والا اور جو اِس حادثہ کی حقیقت اور اسکے کُنہہ کی شرح کُھلی کُھلی بیان کرنا دشوار ہے تو اسواسطے اِسکی نظیرین اور مثالین بیان کرنا منظور ہوا اور اسکی نظیرین اور مثالین کمی اور زیادتی اور سختی اور خفت عذاب مین مختلف اور متفاوت ہین اور اسکی کامل وجود اِس اُمت کے واسطے ہے سو حق کے ثابت کرنے مین اور باطل کے باطل کرنے مین اعلی مرتبے کو پونہچی ہے اسطور پر کہ حاقہ نام گویا اِسی فرد کا ہوگیا ہے اور دوسرے حاقے اور عذابون کو بوجھانے اور سمجھانے اور ذہن مین آجانے کے

واسطے توطیہ اور تمہید کے طور پر ذکر کرنا ضرور پڑتا ہے **كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ** انکار کیا اور نمانا ثمود کے فرقے نے جو ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد مین تھے اور شام اور حجاز کے درمیان مین رہتے تھے اور پتھر کے تراشنے اور عمارت کے بنانے اور کھیتیان کرنے اور باغ کے لگانے مین بہت رغبت رکھتے تھے اور شام اور حجاز کے درمیان مین وادی القریٰ سے حجر تک سات سو بستیان اُس مین کتنے شہر اور قصبے اور گانون آباد کیے تھے اور ہر جگہ پر چشمے جاری کر کے کھیتیان اور باغ سرسبز کر رکھے تھے اور عیشین اور مزیایان کرتے تھے اور سب کے سب بت پرستی مین مشغول رہتے تھے یہانتک کہ حق تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو جو اُس قوم کے شریفون مین اور پیدایش اور لڑکپن سے امانت اور دیانت اور تقویٰ اور صلاحیت مین معروف اور مشہور تھے اپنی طرف سے رسول کر کے بھیجا اور بت پرستی سے اور سنگ تراشی اور عمارتون اور زراعتون مین بہت مشغول رہنے سے منع فرمایا **وَعَادٌ** اور عاد کے فرقے نے جو ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد مین تھے اور یمن کی احقاف مین یعنی ریگستان مین کہ نہایت بڑا ملک ہے رہتے تھے اور دوسرے آدمیون کی نسبت سے انکے جسمون مین قوت اور زور بہت تھا بڑے بڑے قد اور ہاتھ پانون اور دوسرے اعضا بہت قوی اور زبردست لڑائی اور لوٹنے مین سب جہان والون پر غالب آتے تھے آخر رفتہ رفتہ اُن لوگون کو اپنی قوت اور زور پر گھمنڈ اور تکبر بہت ہوا اور حق تعالیٰ کی عبادت سے بالکل غافل ہو گئے اور اپنے گرد و نواح کے رہنے والون پر بہت ظلم اور زبردستی کیا کرتے تھے اور عمارتین اور حوض اور تالاب بنانے پر انکو بھی رغبت بہت تھی یہانتک کہ حق تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو جو اُسی گروہ سے تھے رسالت اور پیغامبری کے طور پر انکے پاس بھیجا تاکہ انکو غفلت اور تکبر سے اور اپنی قوت اور زور پر گھمنڈ کرنے سے منع کرین اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رغبت دلاوین اور اُسکے عذاب سے ڈراوین حضرت ہود علیہ السلام نے انکو سمجھایا لیکن اُن دونون فرقون نے یعنی عاد اور ثمود نے اپنے رسولون کا کہا نمانا بلکہ انکی رسالت سے منکر ہوتے اور جھٹلایا **بِالْقَارِعَةِ** اُس حادثہ ٹھوکنے والے کو جو اُنکے بدنون کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا اور انکی

روحون کو برزخ کے عذاب مین گرفتار کریگا اور کہنے لگے کہ ایسی آفت کبھی نہین آئی ہے جو تمام خلقت کو ایک ہی مرتبے غارت کر دے کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے اور ظاہر مین فوج اور سپاہ کچھ بھی نہو سو یہ ڈرانا نہین ہے مگر اسواسطے کہ یہ لوگ ہماری ریاست لیا چاہتے ہین اور اگرچہ ابتدا مین گناہ ان دونون فرقون کا یہی تھا کہ پیغمبرون کو جھٹلاتے تھے اور عذاب آلہی کو جو پیغمبرون کی زبانی سنتے تھے یقین نہ جانتے تھے اور بت پرستی اور عمارت بنانے کو نچھوڑتے تھے اور اللہ تعالی کی عبادت کی طرف مشغول نہوتے تھے اور دونون فرقے اس امر مین شریک تھے لیکن آخر کو یہ دونون فرقے بعضے بعضے عملون کے سبب سے علیحدہ علیحدہ عذاب کے مستحق ہوئے اور اسی عذاب مین گرفتار ہو کر ہلاک اور غارت ہوئے **فَاَمَّا ثَمُوْدُ** پھر لیکن ثمود کے فرقے نے اپنے پیغمبر کے جھٹلانے مین بادی کتّے کی خصلت پیدا کی تھی اور اللہ تعالی کے ناقہ کے ساتھ نہایت بے ادبی کی یعنی اسکی کونچین کاٹ ڈالین اور حضرت صالح علیہ السلام کے بھی مار ڈالنے کی تدبیر کی اور اللہ تعالی کے ناقے کا گوشت کتّون کے مانند کھایا اور اسکی ہڈیون کو توڑا اور مارنے کے وقت اس اونٹنی کی آواز اور چلانے سے بھی رحم نکیا اور اس اونٹنی کے بچے کو بہت ڈرایا یہانتک کہ وہ بھاگ کے پتھر مین گھس گیا اور تین آوازین کر کے غائب ہو گیا چنانچہ یہ قصہ والشمس کی سورۃ کی تفسیر مین مفصل بیان کیا گیا ہے تب اللہ تعالی کی حکمت نے اس بات کا تقاضا کیا کہ ان پر عذاب بھی کتّے کی جھڑکی اور دھتکار کی قسم کا ہووے چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا پھر انھون نے ایک آواز بہت سخت کی **فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ** پھر وے سب ہلاک کیے گئے ایسی آواز سخت سے جو سب دنیا کی آوازون سے سخت تھی اسواسطے کہ دنیا مین شیر کی آواز اور بڑی توپ کی آواز بہت سخت ہوتی ہے جس سے جوڑ اور پٹھے ڈھیلے ہو جاتے ہین اور عمارتین اور عورتون کے حمل گر پڑتے ہین اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پتّا پھٹ جاتا ہے اور آدمی مرجاتا ہے لیکن ایسی آواز جس سے ہزارون آدمی ایک آن مین مرجاوین اور کانون کے سوراخ بند کرنا اور تہ خانون مین چھپنا اس آواز کو نہ روکے معتاد آوازون کے اندازے سے خارج ہے اور اس آفت سے ثمود کے فرقے کے سوا کسی کو کچھ اذیت نہ پہنچی اور ثمود کے

فرقے مین سے کوئی باقی نہ رہا اور مسلمانون کو حضرت صالح علیہ السلام کی رفاقت کی برکت سے نجات ملی
یہ ظاہر اور کھلی دلیل ہے اِس بات پر کہ یہ عذاب حاقہ تھا ابتلا کی قسم سے نہتھا و الا سب کو شامل ہوتا
اور مسلمان بھی نہ بچتے اور کافر اور مسلمان مین کچھ فرق نہ ہوتا اور برزخ کے عذاب سے متصل بھی نہوتا
اَب باقی رہا یہان پر ایک سوال جسکا جواب دینا ضروری ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ قرآن شریف
مین جس جگہ اِن قصّون کا ذکر آیا ہے تو عاد کا قصہ ثمود کے قصّے سے پہلے بیان فرمایا ہے اور
زمانے کی ترتیب بھی اِسی بات کو چاہتی ہے اسواسطے کہ عاد کی قوم ثمود کی قوم سے پہلے گذری
ہے اور ثمود سے پہلے ہلاک بھی ہوئی ہے اور یہان پر ثمود کے قصّے کو عاد کے قصّے پر کیون مقدم
کیا اُسکا جواب یہ ہے کہ اِس جگہ زمانے کی ترتیب یعنے پہلون کو پہلے اور پچھلون کو پیچھے بیان کرنا
منظور نہین ہے اِسواسطے کہ یہ مقام اِس بات کو نہین چاہتا بلکہ اِس جگہ عذابون کی زیادتی اور
کمی اور آفتون کی سختی اور خفت کا بیان کرنا منظور ہے سو جس فرقے پر عذاب تھوڑی دیر تک ہا یعنے
ایک ہی دن مین تمام ہوا اور سختی مین بھی کم تھا کہ فقط ایک آواز سخت تھی جس نے سب کو خراب کر دیا اُسکو
پہلے بیان فرمایا اور جس فرقے پر عذاب کئی دن تک ہا یعنے سات راتین اور آٹھ دن تک اُسکی شدت
اور سختی مین بھی بہت زیادہ تھا کہ ہوا کے موکّلون نے چارون طرف سے ہوا کو لا کر عاد کی قوم پر
جھکا دیا تھا سو ہوا اُنکو اُڑا اُڑا کر اوپر لیجاتی تھی اور پھر وہان سے زمین پر ٹپک دیتی تھی کہ اُنکے
بدن پاش پاش ہو جاتے تھے اور اگر کسیکو اِس ترتیب کا بیان جو اِن قصّون مین رعایت کی
گئی ہے مفصل سُننا منظور ہو تو اَب کان دھر کے سُنے کہ ثمود کے فرقے کو محض ہوا کی کیفیت سے
جسکو آواز کہتے ہین غارت کیا اور جو ہوا کی کیفیت ہوا کے جوہر کے تابع ہے اور صفت کا مرتبہ
ذات کے مرتبے سے کمتر ہوتا ہے اور یہ مقام اِسی بات کو چاہتا تھا کہ کمتر کو پہلے بیان کرین اور
اُسکے بعد بزرگتر کو اسواسطے ثمود کے قصّے کو عاد کے قصّے سے پہلے بیان کرنا ضرور پڑا اور عاد کے
فرقے کو ہوا کی ذات کے جھوکے سے جسکو ریح کہتے ہین غارت کیا اور ہوا ایک عنصر ہے
چار عنصرون مین سے پانی اور خاک سے لطیف زیادہ ہے مگر فعل اور تاثیر مین آگ سے کم ہے

سو عاد کے قصے کو دوسرے قصّون پر جنمین کئی عنصر کا جمع ہونا اور پانی اور آگ اور خاک کو اکھٹا کرنا ضرور ہوا تھا مقدم کیا اسواسطے کہ بسیط مرکب پر مقدم ہوتا ہے اور آسمان سخت پر اور فرعون اور اُسکے لشکر پر جو عذاب واقع ہوا تھا سو دریاے قلزم مین ڈوبنے کا تھا اور اُسکا ڈوبنا اس بات پر موقوف تھا کہ اُسکے پہونچنے کے پہلے کنارے پر دریا کے بنی اسرائیل کی نجات کے واسطے دریا پھٹ جاوے اور فرعون اور اُسکا لشکر جراءت کرکے اُس مین درآوین اور غارت ہو جاوین اور حاقہ ہونے کے معنے ظاہر ہو جاوین اور دریا کا پھٹنا بدون اِس تدبیر کے کہ ہوا تند جسکو آندھی اور طوفان کہتے ہین زور سے بہے اور دیر تک دریا کے پانی کو ملنے سے باز رکھے اور پانی علیحدہ علیحدہ کھڑا ہو جاوے دوسری تدبیر سے متصور اور ممکن نہ تھا سو اُسکے غارت کرنے مین اِن دونون عنصرون کا یعنی پانی اور ہوا کا مرکب ہونا ضرور ہوا اور جنکے غارت کرنے مین دو عنصرون سے زیادہ مرکب کرنے کی احتیاج تھی اسکو اُسکے بعد ذکر فرمایا جیسے حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کا عذاب لیکن حضرت شعیب علیہ السّلام کے قصے کو حضرت لوط علیہ السّلام کے قصے کے بعد بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم دو عذاب سے غارت ہوئی مدین والے ایک تند آواز سے غارت ہوئے تھے جو بڑے بھونچال کے ساتھ ہوئی تھی اور بھونچال کی حقیقت یہ ہے کہ بڑے زور کی ہوا زمین کے مسام مین داخل ہوتی ہے اور غیر مسام کی طرف سے نکلتی ہے بس ہوا اور خاک مین ترکیب لازم ہوئی اور یہ دونون یعنی ہوا اور خاک جب آپس مین ملتے ہین تو سواے برائی کے اچھائی نہین ہوتی اور ملنا اُن چیزون کا جو آپس مین مخالف ہون رتبے مین موخر ہے یعنی پیچھے ہے اُن چیزون کے ملنے سے جو آپس مین موافق ہین اور ایکہ والے آگ کے سائبان سے ہلاک ہوے یعنے ایک سیاہ بدلی ظاہر ہوئی اور اُس سے آگ برسی اور وے سب غارت ہوئے ہر چند کہ اِس عذاب مین بھی دو موافقون کا ملنا ثابت ہوتا ہے لیکن ہوا اور پانی موافقت مین انسان کی طبیعت کے ساتھ بلکہ حیوان اور ہر اُگنے والی کی طبیعت کے ساتھ بالکل شراکت رکھتے ہین بخلاف آگ کے کہ ہر بڑھنے والی چیز کی طبیعت سے پرلے درجے کی جدائی رکھتی ہے

عنصر ہوا کی نسبت سے تیز کی دوری سے بھی زیادہ تو یہ ترکیب بہت غریب اور نادر ہوئی اور نادر چیز
پیچھے ہوتی ہے معتاد چیز سے اور جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا عذاب مرکب تھا ناری اور ارضی
جزوون سے جو مٹی کے غلبے کے سبب سے پتھر ہو کے گرے اور ان جزوون کو ہوا ہی نے اوپر
چڑھایا اور نیچے اتارا تھا اور یہ بھی ہے کہ زمین کی جڑون کو لوٹ پوٹ کرنا یعنی اوپر سے نیچے اور
نیچے سے اوپر کرنا بدون دخل کرنے تیز اور تند ہوا کے انکے مکانون کی جڑون مین ممکن نہ تھا تو
حقیقت مین یہ عذاب ان تینون عنصر سے ترکیب پایا تھا بلکہ گویا معدنی صورت کو پونہچا تھا اور فقط
بسیط یعنے غیر مرکب نہ رہا تھا موالید ثلثہ سے ایک کی شکل ہو گیا تھا اور مرکب کا مرتبہ موخر ہے
بسیط کے مرتبے سے اور جو مرکب ہے تین جز سے وہ موخر ہے اس سے جو مرکب ہے دو جز سے اور
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے عذاب مین چارون عنصر نے خدمت کی تھی پانی کو حاکم کیا تھا
اور ہوا کو استحالہ مین یعنی پانی ہو جانے مین اسکا تابع کیا تھا اور زمین کو پانی کے جاری کرنے
مین معین اور مددگار پانی کا کیا تھا اور آگ کو اپنی قوت پوست اور حرارت کے روکنے اور اپنی کیفیتون
کے پوشیدہ کرنے پر پوشیدگی کے عالم مین مامور کیا تھا تاکہ اس احالہ اور استحالہ کا سد راہ نکرے پھر
اس عذاب کے حاقہ ہونے مین کشتی بنانا اور حیوانون اور نباتات سے خدمت لینا یعنی لکڑی اور لوہے
اور خشکی تری کے جانورون کو تابع کرنا اور ایماندارون کے واسطے انکے منافع باقی رکھنا بھی ضرور پڑا
اسیواسطے یہ عذاب تمام روے زمین کے رہنے والون کو شامل اور گھیر لینے والا ہوا اور حقیقی حاقہ
یعنے قیامت سے بہت مشابہت پیدا کی سو اسواسطے اسکا بیان کرنا سب کے پیچھے بہت مناسب ہوا
تاکہ حاقہ حقیقی کے بیان سے متصل ہو اور احوال حاقون کے ظہور کا آہستہ آہستہ انسان کی فہم
مین بنہایت توضیح اور تشریح سے جلوہ گر ہووے اور دوسری جگہون پر اس قرآن مین جہان کہین
مقام ترتیب زمانے کو مقتضی ہوا ہے یعنی جسکا زمانہ اول ہے اسی کے قصے کو پہلے بیان کرنا تو
وہان یہ قصے اسی ترتیب سے بیان ہووے ہین اسطرح پر کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سب سے پہلے بیان
فرمایا ہے پھر بعد اسکے عاد کا قصہ پھر اسکے بعد ثمود کا قصہ پھر اسکے بعد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ

پھر اسکے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا قصہ پھر اسکے بعد فرعون کا قصہ چنانچہ سورۂ اعراف
اور سورۂ ہود اور سورۂ شعرا اور سورۂ قمر اور دوسری سورتون مین اسیطور سے بیان ہوا ہے حاصل
کلام کا ثمود کے فرقے کو جو انکار مین اسقدر بڑھ چلے تھے کہ حق تعالی کی نشانیون کو مٹا دینے پر
کمر باندھی تھی چنانچہ حق تعالی کی اونٹنی کی کوچین کاٹین اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر مستعد
ہوئے تھے تو انکو کتون کی طرح ایک سخت اور تند آواز سے جھڑک دیا اور اسی ایک جھڑکی مین
انکے جسم بیجان ہوگئے اور انکے روح کے کتے نے اپنے گھر کی راہ لی **وَاَمَّا عَادٌ** لیکن
عاد کا فرقہ سو اپنے وقت کے پیغمبر کو جھٹلانے اور انکار کرنے مین اسقدر بڑھ گیا تھا جیسے پہلوان
کشتی کھیلنے والے مستعد ہوکر اکھاڑے مین خم ٹھونک کر آ کھڑے ہوتے ہین اسیطرح وے بھی اپنے
پیغمبر کے مقابلے پر مستعد ہوگئے تھے اور کہتے تھے کہ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً یعنے کون ہی سخت زبردست
ہم سے قوت مین یہانتک کہ حق تعالی نے تین سال برابر ان پر قحط ڈالا تب ان لوگون نے گھبرا کر
اپنے ستر آدمیون کو مکہ معظمہ مین بھیجا تاکہ وہان جاکر دعا کرین اور پانی حق تعالی سے مانگین لیکن تکبر
اور غرور نے یہ قبول نکیا کہ حضرت ہود علیہ السلام سے التجا کرین اور ان سے پانی کی دعا طلب کرین
اور مکہ مین اسوقت عمالقہ کی قوم غالب تھی جب وے لوگ عمالقہ پاس پہونچے اور اپنا حال ظاہر کیا ایک
شخص نے جسکا نام مرثد تھا انسے کہا کہ اس مقام کی دعا تمکو فائدہ نکریگی تمکو لازم ہے کہ اپنے پیغمبر
کی بات قبول کرو اور دین حق کو مانو تاکہ اس بلا سے خلاصی پاؤ اسواسطے کہ تمھارے کہنے سے
معلوم ہوا کہ یہ قحط وہ قحط نہین ہے جو دعا سے جاتا ہے بلکہ یہ قحط حق تعالی کی طرف سے آزمایش
اور امتحان کے واسطے ہے جب ان لوگون نے یہ مرثد کی بات سنی کہنے لگے کہ اگر ہم یہان سے
بدون حاصل ہوئے مطلب کے پھر جاوینگے تو ہماری قوم ہمکو بہت ذلیل اور خفیف کریگی جسطرح سے
ہو سکے یہ کام یہانسے کرکے جانا چاہیے اور اسکام کی تدبیر مرثد سے پوچھی اس نے کہا کہ تم
سب ننگے سر اور ننگے پاؤن حاجیون کی شکل سے صفا پہاڑ پر جو بیت اللہ کے سامنے ہی چڑھو
اور جسوقت بیت اللہ تم کو نظر آوے تو اسوقت اسطور سے دعا مانگو کہ ای ہود کے خدا اگر ہود اس بات

مین بھیجے ہین کہ تیرے پیغمبر ہین تو ہمکو پانی دے کہ ہم لوگ فقط پانی کے واسطے آئے ہین اُن لوگون نے اسیطرح کیا اور اُنکی دعا قبول ہوئی اور حق تعالیٰ نے تین ٹکڑے بدلی کے بھیجے ایک سفید ایک سُرخ ایک سیاہ اور ایک آواز آئی کہ اِن تینون بدلیون کے ٹکڑون مین سے ایک اپنے واسطے تجویز کر لو اُن لوگون نے آپس مین مشورہ کر کے سیاہ ٹکڑے کو قبول کیا اِسواسطے کہ سیاہ بدلی مین پانی بہت برستا ہے اور اپنے شہر کو روانہ ہوئے وہ کالی بدلی بھی اُنکے ساتھ اوپر اوپر چلی جاتی تھی جب اپنے شہر کے قریب پونہچے کئی آدمیون کو جلدی سے آگے بھیجا کہ ہم بدلی اپنے ساتھ لائے ہین تم اپنے سب تالاب اور حوضون کو جھاڑ کر صاف کر رکھو اور کھیتی کا سامان جیسے بیج اور بیل وغیرہ بھی سب دُرست کر رکھو اور خوش ہو کہ یہ بدلی تمھاری خواہش کے موافق برسے گی شہر کے لوگ سب اِس خوش خبری کے سُننے سے بہت خوش ہوئے کہ ہمارے بھیجے ہوؤن کی دعا مقبول ہوئی اور بہت بدلی آئی اور حضرت ہود علیہ السّلام پر زبان طعن اور تشنیع کی کھولی اور کہا کہ دیکھو ہمارے بھیجے ہوؤن کی دعا مقبول ہوئی اور بدلی آئی تم کہتے تھے کہ بلا آویگی حضرت ہود علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ بدلی نہین ہے یہ حق تعالیٰ کی بلا ہے اِس سے ڈرتے رہو اور ابھی کچھ نہین گیا ہے میرا کہا مانو اور ایمان لاؤ اور بُت پرستی کو چھوڑو اُن لوگون نے کہا کہ بدلی مین کیا بلا آویگی حضرت ہود علیہ السّلام نے فرمایا کہ آندھی یعنی طوفان کی ہوا چلے گی کہ تمکو اور تمھارے سب مکانون کو نیست و نابود کر دیگی اُن لوگون نے جواب دیا کہ تم ہمارا زور اور قوت جانتے ہو پھر ہمکو ہوا کی شدت اور تندی سے خوف دلاتے ہو اسی گفتگو مین تھے کہ وہ بدلی اُنکے شہر کے کنارے آپونہچی اور طوفانی ہوا چلنا شروع ہوئی اور حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ باد عقیم کو جسکا ٹھکانا چوتھا طبقہ زمین کا ہے بیل کے ناک کی سوراخ کے برابر چھوڑ دو اور عاد کی قوم پر مسلط اور معین کر دو پھر شے فرشتے جو ہوا پر معین ہین اِس لحاظ سے کہ یہ ہوا کہین بے گناہون کو نہ ہلاک کر ڈالے کتنا ہی اُس ہوا کو روکتے تھے لیکن ہوا اُنکے روکنے سے کب رُک سکتی تھی پھر اِس قسم کی ہوا کی تندی اور زور دیکھکر عاد کی قوم مضبوط اور مستحکم مکانون مین جا گھُسے تھے اور مضبوط ستونون سے آپس مین ایک نے

باندھا تھا اور اپنے جانوروں کو بھی زنجیروں سے جکڑ دیا تھا اور اپنے گھر والوں کو اونٹوں کے
کجاووں میں بٹھا کر ہوا سے جو حق تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک ضعیف جز ہے مقابلے
اور کشتی کے واسطے مستعد ہوئے اور اس ضعیف مخلوق نے بھی انکے ساتھ اس قسم کی کشتی کی
انکی عورتوں کو جو لوہے کی عماریوں میں بڑی بڑی مضبوط سانڈنیوں پر بٹھلا کے لوہے کی
زنجیروں سے ان عماریوں کو سانڈنیوں پر کس دیا تھا سو ہوا انکو مع سانڈنیوں کے زمین سے
اڑا لیجاتی تھی اتنی دور کہ وہ سانڈنی مع عماری ٹیڑی سی معلوم ہوتی تھی پھر وہانسے زمین پر
دے مارتی تھی یہانتک کہ اس قوم کو بالکل ہلاک کیا اور حضرت ہود علیہ السلام ایماندارونکو
لیکر ایک [illegible] میں ہو گئے تھے اور ایک خط اپنے گرد کھینچ دیا تھا حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہے
وہ ہوا جبھی اس خط کے اندر آتی تھی تو آہستگی سے چلتی تھی جو بدن کو اچھی معلوم ہو اور اس خط
کے باہر جسپر پونہچتی تھی اسکو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی سو حق تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایسے
عذاب میں مبتلا کیا جو انکی پہلوانی کے مناسب تھا اور ہوا کو جو منہ کی پھونک سے پراگندہ ہو جاتی ہے
انکی کشتی کے واسطے بھیجا تا کہ وے بھی اس درگاہ الٰہی کے پہلوان کی قوت کا تماشا کریں
فَاُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ پھر ہلاک کیے گئے زور کی ہوا سے جو چلنے کے
وقت آواز زور سے کرتی تھی **عَاتِيَةٍ** بہت سخت اور تند بہنے والی جو نگاہبانوں اور
موکلوں کے اختیار سے نکل گئی تھی چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ کبھی ہوا کو ح
دنیا میں نہیں بھیجتا مگر اندازے سے اور پانی کو بھی نہیں بھیجتا مگر اندازے سے لیکن حضرت
نوح علیہ السلام کے طوفان کے دن اور عاد کی قوم پر عذاب کے دن کہ طوفان کے دن
اس ریلے سے پانی بہا تھا کہ محافظ فرشتوں کے اختیار میں نہ رہا تھا اور عاد کی قوم پر انکے
عذاب کے روز ہوا بھی نکل فرشتوں کے اختیار سے باہر ہو گئی تھی اور یہ ہوا کا اس زور سے
بہنا کچھ آسمان کی گردش سے نہ تھا والا عاد کے کافروں کی تخصیص اس عذاب میں نہوتی بلکہ
حضرت ہود علیہ السلام اور دوسرے ایمانداروں کو بھی اس سے ایذا پونہچتی بلکہ حق تعالیٰ نے

سَخَّرَهَا مسلط کیا تھا اُس ہوا کو نہایت غصے اور بدلا لینے کے ارادے سے
عَلَيْهِمْ اُن پر یعنے فقط عاد کی قوم پر نہ مسلمانون پر اور نہ حضرت ہود علیہ السلام پر اور
یہ ہوا کا اُن پر مسلط کرنا گھڑی دو گھڑی نہ تھا بلکہ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ
سات رات آٹھ دن تک تھا۔ شوال کی بائیسوین تاریخ بدھ کی صبح سے یہ تسلط اور ہوا
کی شدت شروع ہوئی تھی اور انتیسوین تاریخ اسی مہینے کی بدھ کے آخر دن تک یعنی آفتاب
کے غروب تک وہ شدت تمام ہوئی اور سات رات اور آٹھ دن اُس عذاب کے رہنے
کی وجہ یہ تھی کہ عاد کی قوم اپنے تکبر اور غرور مین اس طرح کی زبان درازیان کرتے تھے
اور کہتے تھے کہ یہ قحط کیا چیز ہے ہم اتنی قوت رکھتے ہین کہ سات برس اسی طرح کا قحط رہے تو
بھی ہم اسکی برداشت کر سکتے ہین سو حق تعالیٰ نے ہر برس کے مقابلہ مین اس ہوا کے
عذاب کا ایک دورہ دن اور رات کا اُن پر مسلط کیا اور آٹھوین دن کو اسواسطے زیادہ
کیا تاکہ آپس مین ہر شخص ضعف اور بے طاقتی اور کمزوری ایک دوسرے کی دیکھین اور ہر
شخص کو دوسرے کی ہلاکی کا رنج اور غم ہووے۔ چنانچہ ابن جریج اور دوسرے مفسرون نے
روایت کی ہے کہ وہ قوم باوجود اس ہوا کی شدت کے کہ انکو اٹھا کر دے پٹکتی تھی لیکن یہ
لوگ سات دن تک زندہ رہے آخر کو آٹھوین دن بدھ کو سب مردہ اور بیجان ہوئے پھر
ہوا نے انکی لاشون کو اڑا کے کھاری دریا مین ڈال دیا اور اُن آٹھ دن اور سات
راتون مین کچھ بیچ مین فاصلہ نہ تھا تاکہ بیچ مین تھوڑا آرام لے کے پھر عذاب اٹھانے
کی قوت پیدا کرین بلکہ حُسُومًا پے درپے تھے یعنے لگاتار تھے چنانچہ اوپر ذکر
ہو چکا ہے اور ان دنون کو عرب کے لوگ عجوز کہتے ہین جو آخر جاڑے دن مین مشہور اور
معروف ہین اور برد العجوز ایک مثل ہے مشہور عرب مین اور اُن دنون کے نام علحدہ
علیحدہ عرب کے نزدیک مقرر ہین چنانچہ پہلے دن کو صنّ اور دوسرے دن کو صنبر اور
تیسرے دن کو وبر اور چوتھی دن کو آمر اور پانچوین دن کو موتمر اور چھٹے دن کو مطفی الجمر

اور ساتوین دن کو مکفی الظعن کہتے ہین اور ان دنون کی عجوز کی طرف نسبت کرنے کی وجہ
مین عوام لوگ یون کہتے ہین کہ ایک بڈھی عورت عاد کے قوم کی اُن دنون مین ایک
تہ خانہ مین گھس کر چھپ رہی تھی آٹھوین دن ہوا نے اُسکو بھی تہ خانہ سے نکال کر زمین پر
دے پٹکا اور ہلاک کیا لیکن صحیح یہ ہی کہ عجوز کی لفظ غلط العام ہے یعنی عوام کی غلطی سے
ہی اصل مین عجز ہے اور عجز جانور کے آخر کو کہتے ہین یعنی اُس جسم کو جو دُم سے ملا ہوا ہوتا ہے
اور اُن دنون کو ایام عجز اسواسطے کہتے ہین کہ یہ دن بھی جاڑون کے آخر مین ہوتے ہین
حاصل کلام کا یہ ہے کہ قوت اور زور عاد کی قوم کا اِس ہوا کی مصیبت دفع کرنے مین
کچھ کام نہ آیا اور اُس ہوا کے ہاتھ سے ایسے عاجز اور لاچار ہو گئے جسطرح کشتی گیر
پہلوانون کے ہاتھ مین گرہ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ پھر دیکھتا تو اے دیکھنے والے
اگر اُسوقت موجود ہوتا اُس قوم کو ان ڈیل زبردست کو اُن بھوڑے راتون اور دنون
مین کہ بے جان پڑے تھے اور ہوا نے اُنکی روحون کو نکال کر اُنکے جسمون کو مردہ
کر کے ڈال دیا تھا كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ گویا کہ وے کھجور کے ڈنڈ
تھے قد کی لمبائی اور بدن کی موٹائی مین لیکن کھوکھلا پڑے ہوے چنانچہ ہوا اُن کے
مسامون مین اور نتھنون مین ایک طرف سے گھستی تھی اور دوسری طرف سے
نکل جاتی تھی اور آواز کرتی تھی گویا کہ اُنکے بدنون مین رطوبت یعنی تری کا نام نہ رہا تھا
بلکہ سب کو جلا کر خشک کر دیا تھا فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ پھر کیا دیکھتا ہی
تو اُن دونون فرقون کا کوئی بھی باقی رہا جو اِن فرقون کی نسل سے گنے اور اپنی تئین
اُن کی طرف منسوب کرے اسی جگہ سے معلوم ہوا کہ جو عذاب حاق ہوتا ہی وہ جس پر
آتا ہی اُسکا نام اور نشان بھی نہین رکھتا ہے اور آدمی کی نسل کو قطع کر دیتا ہی بخلاف
اُس عذاب کے جو ابتلا اور امتحان اور آزمایش کے واسطے آتا ہی کہ وہ سب کو شامل
نہین ہوتا ہی اور جڑ سے کھود کر نہین بہاتا وَجَاءَ فِرْعَوْنُ اور آیا فرعون یعنے

ف ۱ بیان بادشاہون کے لقب کا

پیدا ہوا اور غلبہ کیا اور فرعون اصل مین لقب ہی مصر کے بادشاہ کا جو قبطیون سے ہوتا تھا
جسطرح روم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ اور ترک کے
بادشاہ کا لقب خاقان اور یمن کے بادشاہ کا لقب تبع اور ہند کے بادشاہ کا لقب
راجہ ہوتا ہی اور یہان پر فرعون سے ایک شخص معین مُراد ہی جو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسّلام کے زمانے مین مصر کا بادشاہ تھا یہود اور نصاریٰ ایسا کہتے ہین کہ اُسکا نام قابوس
تھا اور قبط کی قوم سے تھا اور بعضون نے کہا ہی کہ اُسکا نام مصعب بن ریّان تھا اور اُسکا
باپ ریّان ابن الولید حضرت یوسف علیہ السّلام کے زمانے مین مصر کی بادشاہت کرتا تھا
وَمَنْ قَبْلَهٗ اور وہ جو لوگ فرعون کے پہلے تھے یعنے وہ بھی دنیا مین آئے اور

ف ۲ مدین نام ہے حضرت ابراہیم کے بیٹے کا

اُن لوگون سے مراد حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم ہے اور اُنکے دو فرقے تھے
ایک مدین والے جو بیچ شہر مین رہتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے جنکا نام مدین ہی
اُنکی اولاد سے تھے اور دوسرے ایکہ والے جو شہر کے باہر جنگلون مین رہتے تھے اور
حضرت شعیب علیہ السّلام کو حق تعالیٰ نے اُن دونون فرقون کی طرف رسول کر کے
بھیجا تھا اور دین اور مذہب اور بُت پرستی مین اُن دونون فرقون کا ایک ہی طریقہ تھا
وَالْمُؤْتَفِكَاتُ اور اُلٹی بستیان اور وہ چھ یا پانچ بستیان تھین اور اُن مین جو
بڑی بستی تھی اُسکا نام سدوم تھا جس مین چار لاکھ آدمی تھے حق تعالیٰ نے حضرت لوط
علیہ السّلام کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھانجے ہوتے ہین اُنکی طرف رسول کر کے
بھیجا اور حضرت لوط علیہ السّلام بیس برس اُن مین رہے اور اُنکو ایمان کی طرف بلایا
لیکن وہ ایمان نہ لائے **بِالْخَاطِئَةِ** بڑے بڑے گناہون کے ساتھ جنکا برا ہونا
سب کے نزدیک ثابت تھا سو فرعون کے گناہ یہ تھے کہ پہلے پیغمبر کی اولاد سے

ف ۳ بیان اُن عداوتون کا جو فرعون بنی اسرائیل سے کرتا تھا

دشمنی شروع کی یعنے بنی اسرائیل سے اور اس عداوت کا سبب یہ تھا کہ جسوقت حضرت
یوسف علیہ السّلام مصر کے بادشاہ کی طرف سے جسکا نام ریّان تھا مصر کی سلطنت کے

مختار ہوئے اور بنی اسرائیل اس واسطے سے مصر مین گئے اور وہان کی سکونت اختیار کی تو
حضرت یوسف علیہ السلام کے غلبے اور شوکت کے سبب سے سب مصر والے بنی اسرائیل کی
بہت تعظیم اور بزرگی کرتے تھے پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے وفات پائی
اور فرعون مصر کا بادشاہ ہوا تو بنی اسرائیل کی بزرگی اور عزت جو مصر والے کرتے تھے
اُسکے دل کو نہ بھائی بلکہ گران معلوم ہوئی چاہا کہ کسی تدبیر سے بنی اسرائیل کو مصر والون
کی نظرون مین ذلیل اور خوار کر دے تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ریاست کا خیال
بنی اسرائیل کے دل مین نہ رہے اور اس سبب سے ریاست کے کامون مین دخل کی خواہش
نکرین آخر ہوتے ہوتے اسقدر ظلم اُن پر کرنے لگا کہ کوری اور چمارون کی طرح اُسکی بیگار مین
ہمیشہ گرفتار رہتے تھے کسی سے عمارت اپنی بنواتا تھا اور کسی سے کھیتی اور کسی سے
باغبانی اور کسی سے اینٹ بنواتا تھا اور کسی سے اینٹ پکواتا تھا غرض کہ سب ذلیل
کام انھین سے لیتا تھا اور سخت بے رحم پیادے اُن پر مقرر کیے تھے اور اپنے تئین
سب مصر والون کا معبود ٹھہرا کر سب سے اپنے تئین سجدہ کرواتا تھا اور بنی اسرائیل
یہ بات اُسکی نہین مانتے تھے اسواسطے اور اِن پر غصے مین آتا تھا اور ایذا پونہچاتا
تھا یہانتک کہ کاہنون اور نجومیون نے فرعون کو خبر دی کہ اس بنی اسرائیل کی قوم مین
ایک لڑکا پیدا ہوگا اسطرح کا کہ تیری بادشاہت اُسی کے ہاتھ سے جائیگی یہ بات سُنتے
ہی اس بدبخت نے ایسا حکم کیا کہ دائیان بنی اسرائیل کے گھر بگھر ہمیشہ پھرتی رہین اور
دیکھا کرین جس عورت کو اُن مین سے حاملہ دیکھین اُسکا نام اور پتا کوتوال کے دفتر
مین لکھوا دین پھر جب جننے کا وقت ہو تو کوتوال کے پیادے اُسکے دروازے پر
جا کر کھڑے رہین اور دائیان جنوا کر اُس لڑکے پیدا ہوئے کو باہر لا کر اُن پیادون کو
دکھلا دین اگر وہ بیٹا ہو تو پیادے اُسیوقت اُسکو مار ڈالین اور اگر وہ بیٹی ہو تو اُسکو
چھوڑ دین غرضکہ برسون یہ ظلم اُسکا اُن پر جاری رہا اور سوائے اسکے دوسری طرح طرح کے

ظلم جو بنی اسرائیل پر کرتا تھا سو تمام عالم مین مشہور ہین اور باوجود ان ظلمون کے لوگون پر
بت پرستی اور شرک کرنے کے واسطے زبردستی کرتا تھا اور چونکا کر کے آدمیون کو
مارنا اُسی کی ایجاد ہے آخر ہوتے ہوتے اُسکا کفر اس درجے کو پونہچا کہ بیخوف و خطر
پکار کر کہتا تھا کہ اَنَا رَبُّکُمُ الاَعْلٰی یعنی مین ہون تمھارا رب سب سے بڑا اور حضرت شعیب
علیہ السّلام کی قوم کے گناہ بعضے وہ تھے کہ مدین اور ایکہ والے دونون ان مین شامل تھے
جیسے بت پرستی اور ماپ اور تول مین کمی کرنا کہ یہ دونون چیزین اُن سب لوگون مین
بڑی انتہا رواج پائی تھین لیکن قزاقی اور رہزنی کرنا خاص مدین والون کا چلن تھا کہ شام
اور مصر کی راہون پر گڈھیان بنا کر چھپے بیٹھے رہتے تھے اور قافلے لوٹتے تھے۔
اور بہت مال لاتے تھے اور حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کے گناہون مین سب سے بڑا
گناہ لونڈے بازی تھی یعنے مرد مرد کے ساتھ برا کام کرتا تھا اور سوای اس برے
فعل کے اور بہت سی برائیان اور بدعتین ان مین رائج تھین جیسے کبوتر بازی اور
مینڈھے لڑانا اور پتھرون سے آپس مین لڑنا اور مہمان کو اپنے گھر اترنے نہ دینا
اور اگر کوئی دور سے اُنکے شہر مین غلہ خریدنے کو آوے تو اسکو خرید کرنے نہ دینا
اور آپس کی ہنسی کھیل مین گالیان دینا فحش بکنا اور راہ چلتے سے مسخری کرنا اور عورتون کی
طرح مسی لگانا اور ہاتھ پانون عورتون کی طرح مہندی سے رنگنا اور بیحیائی مین انتہا درجے کو
پونہچے تھے یعنے سب کے سامنے ننگے ہو کر ایک دوسرے کے منہ پر گوز مارتا تھا پھر
حق تعالیٰ نے ان سب کی ہدایت کے واسطے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام کو
فرعون کی طرف اور حضرت شعیب علیہ السّلام کو مدین اور ایکہ والون کی طرف اور حضرت
لوط علیہ السّلام کو سدوم وغیرہ کی طرف رسول کر کے بھیجا اور ان برائیون سے اُن سب کو
منع فرمایا فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ پھر نافرمانی کی ہر ایک نے ان مین سے
اپنے اپنے رسولون کی جو اپنے پروردگار کے بھیجے ہوئے تھے اور حکم نہ مانا اور

بیان اُن گناہون کا ... جو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مین رائج تھے
بیان اُن گناہون کا ... جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم مین رائج تھے

اپنی برائیون کو نہ چھوڑا بلکہ اپنے اپنے وقت کے رسولون کے مقابلہ کر بیٹھے اور لڑائی
اور جھگڑا شروع کیا فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً پھر پکڑا اُنکو اُنکے رب نے
بڑی پکڑ یعنے پیغمبرون کی نبوت کے انکار سے جس گرفتاری کے لوگ لائق ہوتے ہین
اس سے زیادہ گرفتاری اُن لوگون کے واسطے ہوئی تاکہ وہ زیادہ گرفتاری اُن گناہون کے
مقابلہ مین واقع ہووے سو فرعون کو اُسی کے کہنے کے موافق دریا مین ڈبویا اسواسطے کہ
ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک فریادی کی شکل بناکر اُسکے دربار مین آکر اس سے
پوچھا کہ اگر کسی کا غلام اُسکی غلامی سے منکر ہوکر اپنے خاوند کے مقابلہ مین آپ بھی اپنی
صاحبی کا دعوی کرے تو ایسے غلام کے واسطے بادشاہ کا کیا حکم ہے اور کیسی سزا اُسکو دی
جاوی فرعون نے کہا کہ ایسے غلام کو جو اپنے خاوند کی نعمتون کا منکر ہے دریا مین ڈبویا جاے
اور یہ بھی ہیکہ اکثر فرعون اپنی فخر اور بڑائی مین حضرت موسی علیہ السلام کے مقابلے مین بیان
کیا کرتا تھا کہ مین ایسا ہون کہ مصر کے ملک مین نہرین جاری کی ہین اور اُن نہرون کو اپنے
مکانون کے نیچے سے بہا نکالا ہے سو ایسے شخص کو کہ نہرون کے جاری کرنے کو بڑا اپنا
فخر سمجھتا تھا اور اس بات سے اُسکو نہایت لذت حاصل ہوتی تھی دریا مین ڈبوکر ہلاک
کرنا بہت مناسب ہوا کہ اُن چھوٹی چھوٹی نہرون سے کیا ہوتا ہے تو تو مصر کا بادشاہ ہے
تجھکو بڑے دریا کی سیر کرنا چاہیے اور جیسا کہ تو اُن نہرون کو اپنے مکانون کے نیچے سے
جاری کرکے مزے اور عیش کرتا تھا ویسا ہی اب ہم ایسے بڑے دریا کو تیرے سر اور تمام
بدن پر جاری کرینگے تاکہ تیری لذت کے اسباب چارون طرف سے تجھکو گھیر لیوین -
اور فرعون کے عذاب کی زیادتی اس طرح سے ہوئی کہ تمام اُسکی سلطنت اور مکانات
اور باغات اور اچھے اچھے محل فرش فروش سے آراستہ اور خزانے بے انتہا ایک
پل مین اُسکے ہاتھ سے نکل کے اُسکے دشمنون کو جو بہت حقیر اور ذلیل اُسکی نظرون
مین تھے عنایت ہوئے اور عادت یون ہیکہ بادشاہون پر اس طرح کی شدت عذاب کی

نہین ہوتی ہے اور حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم پہ جو دو فرقے تھے کئی طرح کا عذاب ہوا مدین والون پر صیحہ یعنے سخت آواز بھی ہوئی جیسی ثمود کی قوم پہ ہوئی تھی اور بھونچال نے بھی اُنکو ہلاک کیا اور ایک قسم کے عذاب کا دوسری قسم کے عذاب کے ساتھ ملنے سے عذاب کی زیادتی ہوتی ہے حضرت شعیب علیہ السّلام کے جھٹلانے اور حقیر جاننے کے عوض مین سخت آواز سے جھڑکے گئے اور ناپ اور تول مین جو کمی کرتے تھے اور ڈنڈی یا پیمانہ ہلا دیتے تھے تاکہ ناپی اور تولی چیز برابر نہ اُترے اُسکے عوض مین بھونچال مین مبتلا ہو کر ہلاک ہوے اور حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کو پہلے نیچے سے اوپر لے گئے پھر وہانسے اُلٹا کر پھینکدیا اسواسطے کہ انکا کام لونڈے بازی اور بیحیائی تھی جس مین موضوع کا قلب لازم آتا ہی یعنے جو چیز جسواسطے مقرر کی ہے اُسکو اُلٹا کرنا جیسے مرد کو حق تعالے نے اسواسطے نہین پیدا کیا کہ اوندھا پڑے اور اپنے تئین ذلیل کرے بلکہ اُسکو عزت والا پیدا کیا ہے کہ یہ عورت پر سوار ہو اور اُسکے بعد اُن پر پتھر جلے ہوئے برسائے اسواسطے کہ لونڈے بازی مین زنا کا مزا اُنکو ملتا تھا اور زنا کی حد رجم ہے یعنے پتھر مارنا اور اس مقام پر بعضے لوگون کے دل مین شبہ آتا ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کے شہرون کو اُلٹا کردیا تو وے لوگ ہلاک ہو گئے اور اُنکی لاشین زمین کی تہ مین چھپ گئین پھر اُن پر پتھر برسانے سے کیا فائدہ اسواسطے کہ پتھر زمین پر گرے ہونگے اور اُنکی لاشین بہت دور زمین کی تہ مین چھپی ہونگی جواب اسکا یہ ہے کہ ان پتھرون نے اپنے مادے کی تیزی سے گندھک کی خاصیت پیدا کی تھی اور کچھ اُن پتھرون کا بھاری اور کچھ پھینکنے والے کا زور ان دونون چیزون کے آپس مین جمع ہونے کے سبب سے وے پتھر اسقدر زور سے گرتے تھے کہ زمین کو پھاڑ کر گھس جاتے تھے اور اُنکی لاشون تک پہونچکر اُنکے جسمون مین آگ لگا دیتے تھے اور اُلٹا کر پھینکنے کے وقت مین اگرچہ احتمال اس بات کا ہے کہ اُنکی روحین اُنکے بدنون سے جدا نہوئی ہوون لیکن روح کو

جو اپنے بدن کے ساتھ ایک طرح کا علاقہ باقی رہتا ہے وہی علاقہ روح کے عذاب کا سبب پڑتا ہے اسیواسطے مُردے کی ہڈی توڑنے سے اورکسی دوسری طرح کی اذیت اور سختی پہونچانے سے منع آیا ہے تو اُن شہرون کو اُلٹا کرکے پھیکنا دُنیا کا عذاب تھا اور پتھر برسانا اور پتھرون سے اُنکے بدنون کو جلانا یہ برزخ کا عذاب تھا اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ جب اُنکو اُلٹا کرکے پھینکا تھا تو زمین پر پہونچنے کے پہلے ہی پتھر برسائے ہون تو اُس صورت مین یہ بھی دُنیا ہی کے عذاب سے ہوگا ہر صورت سے یہ پانچون واقعہ حقیقی حاقے کی مثالین ہین کہ کافرون کو اُنکے کفر اور نافرمانی کے سبب سے بدون شریک کرتے مسلمانون کے اور بدون فلکی اور عنصری اسباب کے طلب کرنے سے طرح طرح کے عذاب سے اُنکو نیست اور نابود کردیا اور اگر باوجود ایسی مثالون اور نظیرون کے پھربھی کسی کو شُبہ باقی رہے اور کہے کہ اِن واقعون مین مسلمانون کا بچ رہنا اور کافرون کا نیست اور نابود ہوجانا ایک سبب تھا کہ پہلے ایماندارون کو کافرون سے جُدا کردیا تاکہ وہ عذاب کے مقام پہ نہ رہین بلکہ وہان سے دور ہوجاوین پھر کافرون پر عذاب کیا اور یہ ایماندارون کو عذاب کے آنے سے خبردار کردینا اور عذاب کے مقام سے دور کردینا امتیاز کا سبب ہوا لیکن قیامت کو مسلمان اور کافر ایک ہی مقام پر جمع ہونگے اور وہانسے بھاگنا اور علیحدہ ہونا کسی طرح ممکن نہوگا اور عذاب کے اسباب عام اور سب کو شامل ہونگے وہان حاقہ کے معنے کسطرح ہو سکتے ہین تو ہم کہینگے کہ شاہد اور گواہ اُسکے بھی سُنو کہ **اِنَّا لَمَّا طَغَی الْمَآءُ** بیشک جب زیادتی کی پانی نے آسمان اور زمین کے برسات کی کثرت اور چشمون کے اُبلنے اور بہنے سے اسقدر کہ تمام روی زمین کو چھپالیا بلکہ بڑے اونچے پہاڑون کی چوٹی کے اوپر چالیس چالیس گز پانی اونچا چڑھ گیا تھا اور اور آسمان اور زمین کے درمیان مین بھی چالیس روز تک پیہم برسات کی کثرت سے پانی غالب رہا اور یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے حاقے کا حال ہے اور طوفان کے بولنے سے

یہی واقعہ مراد ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام اور سب مسلمان اُس واقعہ
مین سلامت رہے باوجود اِس بات کے کہ وہ بلا عام تھی اور طوفان نے تمام آسمان و زمین کو
اور زمین اور آسمان کے بیچ کو چھالیا تھا کوئی جگہ بھاگ بچنے کی باقی نہ رہی تھی ہر جگہ پر طوفان
تھا اُنکو بھی بھاگنے سے بچاؤ نہ تھا اگر حق تعالیٰ حضرت نوح علیہ السّلام اور مومنین کو نہ بچاتا
تو وے سب اِس طوفان مین ہلاک ہو جاتے اور تم لوگون نے جو حق تعالیٰ کی نعمتون کے
انکار پر کمر باندھی ہے سو تمھارے وجود کا پتا بھی نہ معلوم ہوتا اسواسطے کہ تم لوگ حضرت
نوح اور اُنکی اولاد کی نسل ہو پھر اگر اُسوقت تمھارے باپ دادون کی محافظت حق تعالیٰ
نہ کرتا تو تم کسطرح اِسوقت مین پیدا ہوتے سو اُسوقت مین حضرت نوح علیہ السّلام
اور مومنین کے بچاؤ کے واسطے ایک تدبیر اُنکو تعلیم کر دی ہمنے تا کہ وہ لوگ اُس
طوفان مین شریک بھی رہین اور اُس عذاب سے بچے بھی رہین بلکہ عذاب کی چھینٹ
بھی اُن تک نہ پونہچے اور اُس تعلیم کے مضمون کا حاصل یہ ہے کہ لکڑی کے سوا کوئی
دوسری چیز اُسکی صلاحیت نہین رکھتی اسواسطے کہ پانی کی اصل ثقیل ہے یعنی بھاری ہے اُسکی
طبیعت اِسی بات کو چاہتی ہے کہ زمین پر ٹھہرا رہے اگر جس چیز مین کہ زمین کے اجزا غالب ہین
اُس سے کوئی چیز مرکب کر کے بیٹھنے بنا کے پانی مین ڈالین تو پانی اُسکو اپنی تہ مین لیجائیگا اور
نیچے بٹھاویگا اور آپ اُسکے اوپر رہیگا سو ایک جوہر لطیف چاہیئے جو پانی کے اوپر تیرا کرے
اور اُسکے نیچے نہ بیٹھ جاتے اور ایسا لطیف اور پاکیزہ جوہر دو عنصر مین منحصر ہے ایک آگ اور
دوسری ہوا سو آگ کی اصل جلا دینا ہے پھر اُسپر آدمی کو سوار کرنا گویا اُسکی ہلاکی کی خوشخبری دینا ہے
اور ہوا اگرچہ آدمی کی طبیعت کے موافق ہے اور اُسکے جسم کو فاسد اور خراب نہین کرتی لیکن
ازبسکہ لطیف اور پاکیزہ ہے قابل اسکے نہین ہے کہ آدمی باوجود اپنے جسم کے بھاری ہونے کے
اِس پر سوار ہو سکے سو اسواسطے حضرت نوح علیہ السلام کے دل مین اِس بات کو ڈالدیا کہ جو
چیز بہت ٹھوس نہ ہو بلکہ اُسکے مسام اور سوراخون کے خالی ہونے کے سبب سے اِس مین ہوا

اور آسکتی ہوا اور بہت ہوا اس مین بند ہوسکتی ہو ایسی چیز اختیار کرو اور اِس قسم کی چیز لکڑی ہو کہ ہمیشہ ہوا اُسکے مسام اور منفذ مین درآتی ہو اور اُسکو اوپر اُٹھا لیتی ہو بخلاف حیوانات اور معادن یعنے زمین کے اندر پیدا ہونیوالی چیزون کے اور یہی وجہ ہو کہ لکڑی اور پتے درختون کے کتنے ہی بہت ہون اور بھاری لیکن پانی کے اوپر ہی رہین گے پانی کی تہ مین نہ بیٹھ جائین گے اور معدنی چیزین جیسے لوہا وغیرہ اور جانورون کے جسم کتنے ہی چھوٹے اور ہلکے ہون لیکن پانی کے نیچے تہ مین بیٹھ جائینگے اسواسطے کہ لکڑی اور پتا ہوا کا ظرف ہو اور ہوا لطیف اور اوپر رہنے والی ہو اور ظرف کو مظروف کا حکم ہوتا ہو اِس مقدمے مین اور معدنی اور حیوانی جسم ٹھوس ہونے اور مسامون کے بھر بیٹھنے بلکہ ہوا کے ظرف نہین ہوسکتے ہین ارضی جز اُنکے غالب ہوتے ہین اور مٹی کا جوہر بھاری پانی کی تہ مین بیٹھنے والا ہو غرض کہ لکڑی کے سوا کوئی چیز ایسی نہ تھی جو اِس کام کی لیاقت رکھے اسواسطے حکم ہوا کہ نباتی جسم سے یعنے لکڑی سے ایک شہر مختصر تیار کرو اسقدر جس مین آدمی اور جانور اور اُن سب کے چھ مہینے کے کھانے کی گنجایش ہو سکے اور اِسکو طبقہ طبقہ کرو یعنی ایک کے اوپر ایک پھر نیچے کے طبقے مین چارپایون کو اور درندے جانورون کو رکھو اور بیچ کے طبقے مین آدمی اور جنات کو اور اوپر کے طبقے مین اُڑنیوالے جانورون کو رکھو اور جتنے جانور چرند اور پرند مین اُنکو سب کو حکم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی تابعداری مین جاکر حاضر ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ایک ایک جوڑا اُن سب جانورون مین سے پکڑ کر کشتی مین رکھو پھر حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے حضرت نوح علیہ السّلام کا دست مبارک اُسی جانور کے جوڑے پر پڑتا تھا جسکی نسل کا باقی رکھنا قیامت تک مقدر اور منظور تھا پھر حق تعالیٰ نے درندے اور موذی جانورون کے دل مین سے اِس عداوت کو جو دوسرے جانورون کے ساتھ رکھتے ہین چھ مہینے تک بالکل نکال ڈالا تاکہ اُن سب کا ایک جا پڑ رہنا ہو سکے اور اوپر کے پانی کا بچاؤ بے سرپوش کے ممکن نہ تھا سو حضرت نوح علیہ السّلام کے دل مین اس بات کو

بھی اتفاق کیا کہ اِس چلتے شہر کے واسطے ایک سرپوش بھی جو اوپر سے سب کشتی کو ڈھانک لے
تیار کر رکھو تاکہ سوار ہونے کے بعد اِس سرپوش سے کشتی کو ڈھانک لینا اور روشنی کے واسطے
حکم ہوا کہ روشندان یعنے سوراخ اس سرپوش مین اسطور پر رکھو کہ روشنی بھی رہے اور برسات کا
پانی کشتی کے اندر نہ آوے اور اِس چلتے شہر کا نام سفینہ اور جہاز اور کشتی رکھا پھر جو اس کشتی کو
مہینون پانی چیرنا اور موجون کے تھپیڑون کی برداشت کرنا تھا تو اسواسطے حکم ہوا کہ اِس کشتی کا
سر مرغ کے سر کے مانند اور اُسکا سینہ بط کے سینے کے مانند اور اسکی دُم کبوتر کی دُم کے
مانند بناؤ تاکہ موجون کے صدمون سے اُلٹ نہ جاوے اور جو طوفان کے آنے کا وقت معلوم
نہ تھا تو اسواسطے حضرت نوح علیہ السّلام اور مومنین کو ایک نشان بھی بتلا دیا یعنی جبوقت
تمھارے گھر کے تنور سے پانی کا اُبلنا شروع ہووے تو جان لینا کہ پانی کی طغیانی اور طوفان کا
وقت آ پہونچا اور بوجھ لینا کہ پانی کی روح کو تمام عناصر پر اسقدر غلبہ ہوا کہ تنور کی آگ سے
اسکے مقابلے مین نیستی کا حکم پیدا کیا چنانچہ اِس علامت کے ظاہر ہونے کے وقت
حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ اُٹھا لیا یعنے لاد لیا ہمنے تمکو اِس چلتی کشتی مین جو بہتی
طوفان کے پانی مین تھی جس مین سب کافر ڈوب گئے اور وہ کشتی غرق نہ ہوتی تھی پھر اب
غور کرو اور سوچو کہ باوجود عذاب مین شریک ہونے کے تمکو ہمنے بچا رکھا اور ڈوبنے نہ دیا
ان مسلمانون کے طفیل سے یعنے اِس سبب سے کہ تم اُنکے پیٹھ مین نطفہ تھے اور وہ کشتی
تمھارے اِس عذاب کے اوپر یعنے طوفان کے پانی پر نہایت آہستگی سے چلی جاتی
تھی کچھ صدمہ اُسکو نہین پہونچتا تھا اِسیطرح قیامت کے دن ایماندار پُل صراط جو دوزخ کے
اوپر ہوگا چلے جائین گے اور کچھ صدمہ اُنکو نہ پہونچے گا اور اِس کشتی کے بنانے کی تدبیر سکھانے
مین ایک نفع تمھارے واسطے دوسرا بھی رکھا ہے ہمنے لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً
تاکہ کرین ہم اُس کشتی کو واسطے تمھارے یادگاری اور جس مقام پر ڈوبنے کا وقت ہوا اور
تم ارادہ کرو کہ اِس شہر سے دوسرے شہر کو یا اِس کنارے سے دوسرے کنارے کو

پانی سے اُتر کر پونچا چاہیئے تو وہان اِسیطرح کا چلتا گھر یعنے جہاز یا کشتی کسی لکڑی سے تیار کر کے پار ہو جایا کرو اور اپنے مطلب کو پونچا کرو اب اِس بات مین تمکو چاہیے کہ خوب غور کرو اور تامل کرکے بوجھو کہ گناہون کا بوجھ بھی اِسیطرح ندامت اور حسرت کے دریامین ڈبونیوالا اور دوزخ کے گڑھے مین ڈالنے والا ہے اِس سے نجات اور خلاصی بدون وسیلے کسی ایسے شخص کے جس نے اپنے تئین گناہون سے خالی کرکے اِس سب لطیفون سے لطیف کا یعنے ارحم الراحمین کی رحمت کا ظرف اور نزول گاہ بنا رکھا ہو ممکن نہین ہے جیسے لکڑی کہ اپنے تئین ہوا لطیف کا ظرف بنا کر بھاری بھاری چیزون کو پانی مین ڈوبنے سے بچا کر پار کر دیتی ہے سو تمکو بھی چاہیے کہ جسطرح ہوسکے اپنے تئین بھی کسی لطیف کے ظرف مین یعنی کسی صاحب باطن صالح کے دل مین جگہ دو تاکہ اِس لطیف کی برکت جو اِس ظرف کی مظروف ہے تمھارے حال پر بھی متوجہ ہو اسواسطے کہ وہ لطیف اُس ظرف کا مظروف ہی اور تم بھی اِسی ظرف کے مظروف ہوئے تو اِس لطیف سے ایک نوع کا اتحاد بہم پونچا اور یہ اتحاد اُن گناہون کے بھاری پن سے سبکباری اور خلاصی حاصل کرسکتا ہے سو ایسے لطیف ظرف ہر زمانے مین کمیاب اور نادرالوجود ہوتے ہین ایسے لوگونکی طلب اور تجسس مین ضرور رہا چاہیے اور دل اور جان سے اُنکی محبت اور متابعت مین کوشش کیا چاہیے تاکہ اِن لوگون کے دلون مین اپنی جگہ پیدا ہو سو اِس امت مرحومہ کے واسطے ایسے لطیف ظرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہین انکی محبت اور متابعت اِس بات کا سبب پڑتی ہے کہ اِنکے دلون مین اِس شخص کی جگہ پیدا ہو اور جب یہ بات حاصل ہوئی تو وے دل تو حق تعالیٰ جل شانہ کے لطف کے نور سے معمور اور بھرے ہوئے ہین تو اِس شخص کو بھی اِن دلون مین جگہ پانے سے اور انکی ہمسائگی کی برکت سے جناب پاک پروردگار سے ایک طرح کی مناسبت حاصل ہو جائیگی اور یہ مناسبت گناہون کے بوجھ کے دفع کرنے مین تریاق کا حکم رکھتی ہے

اور کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے ؎ مور بیچارہ ہوس کرد کہ در کعبہ رسد ٭ دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید ٭ یعنے چیونٹی بیچاری نے حوصلہ کعبہ جانے کا کیا کبوتر کے پانون کو ہاتھون سے تھا بنھا اور اُس وسیلہ سے کعبہ کو پونہچی اور اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مَثَلُ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجٰی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ یعنی مثال میرے اہل بیت کی تم مین شال نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے کہ جو سوار ہوا کشتی مین اُسنے طوفان سے نجات پائی اور جس نے اُس سے منھ موڑا اور پیچھے رہ گیا وہ ڈوبا اور ہلاک ہوا اور حضرت اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اِس بزرگی اور فضیلت سے خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی آپ کے علم کے کمال کی صورت تھی اور حضرات اہل بیت کو بھی حق تعالیٰ جل شانہ نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے کمال کی صورت گردانا تھا اور یہ عبارت ہے طریقت سے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی کمال کا بھی دوسرے مین جلوہ گر ہونا بدون حاصل ہونے ذاتی مناسبت کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روحی قوتون مین جیسے عظمت اور پاکی اور حفظ اور جوانمردی اور بخشش مین کسیطرح متصور نہ تھا اور یہ مناسبت بغیر ولادت اور بغیر اصلی اور فرعی علاقے کے کسیطرح حاصل نہین ہو سکتی سو اِس کمال کے دریا کو جو مختلفہ ولایتون کا اصل اور منبع ہے اُسکے سب شعبون اور شاخون کے ساتھ اِسی بہانے سے بہایا ہے اور اِسی پرنالے سے جاری کیا ہے اور یہی معنی ہین امانت کے جو اُن بزرگوارون مین ایک دوسرے کو وصی کرتا آیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ بزرگ اِس امت کے تمام اولیا کے سلسلون کے مرجع ہین اور جو شخص کہ تمسک حبل اللہ کا کرتا ہے تو بالضرور اُسکے استقاضہ کی سند اِن ہی بزرگوارون تک پونہچتی ہے اور وہ اِسی کشتی مین بیٹھتا ہے بخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی کمال کے کہ وہ کمال اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مین جلوہ گر رہا اسواسطے کہ اِس کمال کے حاصل کرنے

ح

ف

بیان وجہ اہل بیت
کی مناسبت حضرت
نوح علیہ السلام
کی کشتی کے ساتھ

اور اس مین کمال پیدا کرنے کے واسطے مدّت دراز تک ہم صحبت رہنا اور مرضی
نا مرضی کو اُسکی دریافت کرنا ضرور ہے جیسے شاگرد کی نسبت ہوتی ہی اُستاد سے
تا کہ بات کے مطلب کو پونہچنا اور مشکل کو حل کرنا اور مجہول چیز کے نکال لینے اور دریافت
کر لینے کا طریقہ حاصل ہووے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہی کہ
اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِاَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ یعنی میری اصحاب ستارون کے مانند ہین
ان مین سے جسکی تم پیروی کروگے مطلب کی راہ کو پونہچ جاؤگے سو جسطرح ظاہر کے دریا سے
پار ہونا بدون کشتی کی سواری اور تارون کے حساب دریافت کرنے کے تاکہ مطلب کی طرف سے
دوسری طرف کشتی نہو نے پاوے ہرگز ہو نہین سکتا اسیطرح حقیقت کے دریا کو بھی بدون علمی اور
عملی دونون بازؤن کے قطع کرنا اور پار ہونا کسیطرح ممکن نہین ہے تو مسلمان آدمی کو بھی ان
دونون بازؤن پر تمسک اور اعتماد کرنا ضرور ہوا اور اس مضمون کو کسی شاعر نے ہندی بیتون مین
بخوبی ادا کیا ہے اور وہ بیتین یہ ہین

نظم

جبکہ اصحابون کو حضرت کہہ گئے ٭
ہین کواکب یہ ہدایت کے لیے ٭ اور عترت کے تئین کشتی کہا ٭ دونون ان جزون سے
یہ ظاہر ہوا ٭ عترت و اصحاب بیشک و گمان ٭ لازم و ملزوم ہین دونون بیان ٭ گرچہ
ان دُو کو نہ مانیگا کوئی ٭ راہ وہ ہرگز نہ پاویگا کبھی ٭ ایک کا ان دُو سے ہو گر بغض و
کین ٭ ہوگی اسکی بھی ہلاکت بالیقین ٭ جو نہ سمجھے انکو نجم چرخ دین ٭ گم کرے کشتی وہ
اپنی بالیقین ٭ کشف ہی بالکل معلّم پر یہ راز ٭ بن کواکب چل نہین سکتا جہاز ٭ یافقط
بس جان لے انجم کہ جو ٭ اور تمسک اسکو کشتی کا نہو ٭ غرق دریاے ضلالت مین رہے
اسکے تئین ساحل امان کا کب ملے ٭ انتہی اور اسیواسطے فرمایا ہے کہ وَتَعِيَهَا
اور یاد رکھے اس طوفان مین ڈوبنے سے بچ رہنے کو اور کشتی کے حالات کو جو اُسوقت کے
مسلمانون کو اس تدبیر سے حاصل ہوا تھا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ وہ کان یاد رکھنے والا ہے
ایسے قصّون کو اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تب آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ سألت اللہ ان یجعلہا اذنک یا علی" یعنے دعا مانگی ہین مینے اللہ تعالےٰ سے کہ کردے اللہ تعالےٰ ایسے کان تیرے اے علی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاص کرنا اس شرف و بزرگی سے اس نکتہ کے واسطے ہی کہ اہل بیت کے کشتی ہونے کے معنی بدون تبع سلطہ ہونے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ممکن نہ تھے اسواسطے کہ اہل بیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوقت مین بچے تھے اس طریقے کی امامت کے قابل نہ تھے اور انکی تربیت کا عہدہ کسی دوسرے کے حوالے کرنا آپکی شان کے لائق نہ تھا تو گناہون کے بوجھ سے نجات حاصل کرنے کے قاعدے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم کرنا اور انکو اس مین امام کرنا اور اپنے علمی کمال کو انکے صورت مین ظاہر کرنا ضرور ہوا تاکہ وہ یعنے حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوت کے حکم سے یعنے باپ ہونے کے سبب سے اس کمال کو تر و تازہ صاحبزادون کو پونچادین اور یہ سلسلہ قیامت تک انہی کے واسطے سے جاری رہے اسیواسطے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یعسوب المومنین کا خطاب دیا ہی اور یعسوب شہد کی مکھی کے بادشاہ کو کہتے ہین اور باوجود اس بات کے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین پرورش پاے تھے اور دامادی کا علاقہ بھی آپ سے رکھتے تھے اور بچپن سے ہر کام مین رفیق اور شریک رہے تھے تو گویا آپ کے فرزند کے حکم مین تھے اور قرابت مین بھی بہت قریب تھے سو اس سبب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روحانی قوتون مین بہت مناسبت حاصل تھی تو گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی کمال کے ظل اور صورت تھے اور یہی مراد ہے ولایت اور طریقت سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے وہ انکی استعداد بہت بڑی ہو گئی اور انتہا درجے کے کمال کے مرتبے کو پونچے چنانچہ اسکے آثار اور نشانیان ظاہر اور باطن ہر طریقے اور ہر سلسلے کے اولیاء اللہ مین روشن اور ہویدا ہین و الحمد للہ علی ذلک اور جب خاص اور عام حاقے جو دنیا مین واقع ہوئے ہین مثالون کے بیان کرنے سے سمجھ مین آگئے تو اب آخرت کے حاقے کو تصور کرنا اور بوجھنا آسان ہو گیا اتنا ہی فرق ہے کہ دنیا کے

حاقے مین تخصیص ہے اور آخرت کے حاقے مین انتہا درجے کا عموم اور شمول ہوگا فَاِذَا نُفِخَ
فِی الصُّوْرِ پھر جسوقت پھونکا جائیگا صور مین یعنے نرسنگھے مین ثمود کے قوم کی آواز
کی طرح جو جبرئیلی حقیقت کے آثار سے تھی اور یہ پھونک اسرافیلی حقیقت کے آثار سے ہوگی
اور اسکی خادم اور مددگار روحون کے قبض کرنے کے واسطے عزرائیلی حقیقت ہوگی چنانچہ
ثمود کی قوم پر آواز کرنے کے وقت بھی یہی حقیقت اُس قوم کی روحون کے قبض کرنے
کے واسطے خادم اور مددگار ہوئی تھی فرق اِن دونون آوازون مین اتنا ہی کہ یہ نفخہ نہوگا مگر
نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ پھونکنا ایک شخص تنہا کا جو تمام عالم کے جاندارون کی روحون کے
کھینچ لینے کے واسطے کفایت کریگا بخلاف ثمود کے قوم کی آواز کے کہ وہ خاص ایک ہی
قوم کی روحون کے کھینچ لینے کے واسطے تھی اگر وہ آواز سب جاندارون کے واسطے فرض
کی جاتی تو بہت آوازین متعدد چاہیے تھین اور اِس نفخہ سے پہلا نفخہ مراد ہے چنانچہ حضرت
عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ سے منقول ہے اسواسطے کہ زمین اور
پہاڑون کا آپسمین ٹکرانا اور عالم کی خرابی کا شروع اِسی نفخہ سے ہے اور وہ جو بعضے قدیم
مفسرون نے کہا ہے کہ اِس سے دوسرا نفخہ مراد ہے تاکہ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ کے مضمون
کے ساتھ مناسب ہووے اسواسطے کہ اعمال کا عرض دوسرے نفخہ کے بعد ہے سو اِسکا
جواب یہ ہے کہ پہلی بار کے صور پھونکنے کے وقت سے یہانتک کہ بہشتی بہشت مین
اور دوزخی دوزخ مین داخل ہونگے ایک ہی دن ہے تو اِس صورت مین کہہ سکتے ہین کہ
جس دن پہلا صور پھونکا جائیگا اُسی دن عرض اعمال ہوگا اگرچہ کچھ دیر سے ہو اور صور
بیل کے سینگ کی شکل ہے اور بعضی ضعیف روایتون مین آیا ہے کہ صور کی لمبائی ہزار سال ف بیان صور کی شکل کا
کی راہ ہے اور اُس ایک سینگھ مین سات پیچ واقعہ ہوئے ہین اور ہر دونون پیچون کے
درمیان مین گرہین ظاہر ہوئی ہین جیسے نیشکر یعنے گنّے کے پور اور ہر پور مین سوراخ ہین
بھڑ کے چھتے کے مانند اور ہر سوراخ مین ٹھہراؤ ایک ایک روح کا ہوگا عالم کی روحون سے چنانچہ

ف — بیان اس مضمون کا جو صور میں پھونکا جاویگا

پہلے خانے مین فرشتون کی روحین ٹھہرینگی اور دوسرے خانے مین پیغمبرون کی روحین اور تیسرے خانے مین صدیقون کی روحین اور چوتھے خانے مین شہیدون کی روحین اور پانچوین خانے مین ایمانداروں کی روحین اور چھٹے خانے مین کافرون کی روحین خواہ وہ کافر آدمیون سے ہون یا جنون سے یا شیطانون سے اور ساتوین خانے مین باقی تمام مخلوقات کی روحین ٹھہرینگی اور صور پھونکنے کی خدمت حضرت اسرافیل علیہ السلام کے واسطے معین ہے پہلے نفخہ مین اس مضمون کو ادا کرینگے کہ اے روحون اپنا اپنا قالب چھوڑ کر میری طرف آؤ اور دوسرے نفخہ مین اس مضمون کا کلام کہین گے کہ اے سڑی ہوئی ہڈیو اور اے کٹی ہوئی رگو اور اے پراگندہ اور جدا جدا ہوئے گوشتو تم سب جمع ہو جاؤ اور اے روحو تم سب اپنے اپنے قالبون مین در آؤ اور مفسرون نے کہا ہے کہ پہلے نفخہ مین سب کی روحین اپنا اپنا قالب چھوڑ دینگی مگر حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور حضرت عزرائیل اور حضرت اسرافیل اور حق تعالی کے عرش کے اٹھانے والے فرشتون علیہم السلام کی روحین سو حق تعالی جل شانہ ان سب کی روحین اپنے قدرت کے ہاتھ سے قبض فرماویگا اور پھر سب کے پہلے حضرت اسرافیل زندہ ہونگے تاکہ اپنی خدمت معین کو یعنے نفخہ ثانی کو بجا لاوین اور دوسری مرتبے صور پھونکین غرض کہ عالم کے خرابی کی ابتدا پہلے نفخہ سے شروع ہوگی اور تمام عنصرون کی روحین کھچ جاوینگی اور اس آواز تند اور سخت کے سبب سے ہوا جنبش مین آویگی **وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ** اور اٹھائی جائے گی زمین اور پہاڑ ہوا مین یعنی زمین کے اجزا جو آپس مین اپنی قوت سے ملے ہوئے ہین ان مین سستی آجائیگی اور سخت بھونچال آنے کے سبب سے پہاڑ کی جڑین ڈھیلی ہو جاوینگی اور زمین کو چھوڑ دینگی اور ہوا اس شدت سے بہے گی کہ پہاڑ اڑتے اڑتے پھرینگے اور یہ واقعہ عاد کی آندھی اور مدین والون کے بھونچال اور موتفکات کے الٹ پلٹ کے مانند ہے

لیکن اتنا فرق ہو کہ وے آفتین خاص ایک ایک ملک پر تھین اور یہ آفت عام ہوگی تمام زمین اور پہاڑ اور جنگل سب کو شامل ہوگی **فَدُكَّتَا** پھر کوٹی جائیگی زمین اور پہاڑ سخت آندھی کے تھپیڑے کے سبب سے جو جو باقی ہوگی اور پہاڑ آپس مین ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہو کر زمین کے برابر ہو جائینگے **دَكَّةً وَّاحِدَةً** کوٹنا برابر یعنے وہ کوٹنا سب زمین اور پہاڑونکو شامل ہوگا اس مین کچھ فرق اور جدائی اور تخصیص کسی کی نہوگی **فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ** پھر اس دن ہو پڑیگا واقعہ یعنے وہ حاقہ جو تمام عالم کے خراب اور گرفتار کر دینے کے واسطے وعدہ کیا گیا ہے اور اثر اس واقعہ کا جسطرح آسمان کے نیچے والون کو شامل ہوگا اسیطرح آسمان کے اوپر والون کو بھی شامل ہوگا **وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ** اور پھٹ جائیگا آسمان اسواسطے کہ پیدائیش آسمان کی سفلی عالم کی بھلائی برائی کے واسطے تھی اور جب سفلی عالم نہ رہا تو آسمان کے باقی رکھنے مین بھی کچھ حکمت اور فائدہ باقی نہ رہا بس اسکو بھی نیست اور نابود کر دینا ضرور ہوا اور آسمان کی اسقدر مضبوطی اور پائداری جو ہزارون اور لاکھون برس سے دیکھتے سنتے چلے آتے ہین کہ ایک ہی حالت پر ہے کبھی پھٹتا ٹوٹتا نہین ہے سو یہ مضبوطی اس انشقاق اور خرابی کو مانع نہوسکیگی اسواسطے کہ یہ سب اسکی مضبوطی ارواح کے تعلق اور محافظت کے سبب سے تھی پھر جب روحین کھنچ گیئن اور آسمان کے قالب کو خالی کر دیا تو اسکی بنیاد کا نگہبان کوئی نہ رہا **فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ** پھر وہ آسمان اس دن نہایت سست اور جوڑ بند سے ڈھیلا ہو جائیگا جسطرح مُردے کا بدن روح کے نکل جانے سے ہوتا ہے **وَّالْمَلَكُ** اور فرشتے جو آسمان کو دوری حرکت دلاتے تھے یعنے چکر مین رکھتے تھے اور وہ دوری حرکت آسمان کو پھٹنے ٹوٹنے نہین دیتی تھی اسواسطے کہ پھٹنا یعنے جزون کی مستقیم حرکت پر موقوف ہے سو وے فرشتے اس حرکت دلانے سے آسمان کے اس روز علحدہ ہو جاینگے اور بھاگ کر **عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا** آسمان کے کنارون پر جاتے رہین گے اور جب اسکی دوری حرکت جو اسکو پھٹنے ندیتی تھی جاتی رہی تو نفخہ کی تاثیر اسکی جزون مین مستقیمہ

حرکت کے لانے مین واجب ہوئی لِاَنَّ وُجُودَ المُؤثِّرِ مَعَ عَدَمِ المَانِعِ یُوجِبُ وُجُودَ المَعلُولِ
یعنے اسواسطے کہ موثر کا پایا جانا بدون مانع کے معلول کے وجود کا موجب ہوتا ہے سو یہان موثر
نفخہ ہوا اور مانع حرکت دوری تھی سو نہ رہی تو معلول کا وجود لازم ہوا اور معلول یہان پھٹنا ہے
اور جسطرح سے اِس نفخہ کا اثر زمین اور آسمان کو پونہچے گا اور عالم سفلی اور عالم علوی کو یہ دھچہ
اُلٹ پلٹ کر ڈالیگا اُسیطرح سے عرش اعظم کو بھی جو سب علوی اور سفلی جسمون کو گھیرے
ہوئے ہی تغیر اور انقلاب پونہچا دیگا لیکن عالم سفلی اور عالم علوی کا انقلاب اور تغیر
سُستی اور بودے پن کے ساتھ ہوگا یعنے تمام جوڑ بند اُسکے ڈھیلے ہو جا دینگے اور عرش مجید
کے انقلاب اور تغیر مین اسکا عکس پایا جائیگا یعنے بھاری پن اور گرانی اُسکی زیادہ ہو جائیگی
وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ اور اُٹھا وینگے تیرے پروردگار کے عرش کو
فَوْقَهُمْ اپنے سر اور کاندھے پر نہ ہاتھون پر اسواسطے کہ بہت بھاری چیز ہاتھون سے
تھم نہین سکتی اور جس چیز کو ایک آدمی سر پر اُٹھا سکتا ہے اسکو دو آدمی بھی ہاتھ سے
نہین تھام سکتے اور عرش مجید کا بھاری پن اُس روز پہلے سے دونا ہو جائیگا اسواسطے اپنے
سر دن پر اُٹھا وینگے **يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ** اُس دن آٹھ بڑے بزرگ فرشتے اور
اُسکے پہلے یعنے اِس عالم مین چار فرشتے اُٹھاتے تھے اور اُس دن عرش اعظم کا بوجھ
زیادہ ہو جانے کی وجہ یہ ہوگی کہ عرش اعظم حضرت حق جل شانہ کی سلطنت اور جہانداری
کی صورت ہے اور جہانداری اس مالک الملک کی اِس عالم مین چار صفتون کر کے ہی جو ہر
ذرہ مین عالم کے ذرون مین سے اُن چارون صفتون نے ظہور فرمایا ہی اور ہر ایک کو شامل
اور گھیرے ہوئے ہین پہلی صفت علم ہے اور دوسری قدرت تیسری ارادہ چوتھی حکمت اور
اُس عالم آخرت مین چار صفتین دوسری اِن چارون کے ساتھ ملین گی تاکہ وہ عالم آخرت کا
اِس عالم دُنیا سے جُدائی اور امتیاز پیدا کرے سو پہلی صفت ظہور اور انکشاف اور حقیقت
صرف ہے یعنے جو اُس عالم مین ہے وہ ہر شخص پر ظاہر ہوگا اور حقیقت اُسکی کھل جائیگی کسیطرح کا

شبہہ اور دھوکا اور پوشیدگی اور مکر اور فریب اِس عالم مین نہ رہے گا یہانتک کہ کافر اور جاہلون پر بھی کسی چیز کی حقیقت چھپی نہ رہیگی اور ہر چیز کو قرار واقعی دریافت کر لینگے چنانچہ قرآن مجید مین جابجا مذکور ہے جیسے سورۂ طارق مین حق تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ یعنے جس دن جانچے جاوینگے بھید اور سورۂ مریم کے پانچوین رکوع مین فرمایا ہے اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُونَنَا یعنے کیا سنتے دیکھتے ہونگے جس دن آوینگے ہمارے پاس اور اِنکے سوائے بھی دوسری آیتین ہین اور خطا اور صواب کا نام بھی اِس عالم مین رہیگا اسیواسطے تکلیف کا قلم یعنے حکم مکلف سے اُٹھ جائیگا اور دنیا مین یہ صفت عام اور شامل نہ تھی اور دوسری صفت سبوغ اور کمال اور تمام ہے یعنے ہر چیز اِس عالم مین اپنے کمال پر ہوگی کسیطرح کا نقصان کسی مین نہوگا یہانتک کہ کافر اور بدکارون کے جسم غذا اور دوا کے محتاج نہونگے اور احساس یعنے دریافت اور دوسری قوتین انکی جیسے خیال اور وہم اور عقل کا بوجھ اور قوتین حرکت کرنیوالین اُس عالم کے تقاضے اور تاثیر سے نہایت اوج اور کمال پر ہونگی چنانچہ حق تعالیٰ جل شانہ سورۂ عنکبوت کے چوبیسوین رکوع مین فرماتا ہے وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ یعنے اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے جیتا اگر یہ لوگ سمجھ رکھتے خلود اور دوام اور ابدیت اور بقا غیر منتہا یعنے ہمیشگی اِسی صفت کی آثار اور شاخین ہین تیسری صفت قدس اور طہارت ہے یعنے اُس عالم کی صفائی کے سبب سے سب کے سب کدورتون اور آلودگیون سے بہت دور اور پاک ہونگے یہانتک کہ کافر اور بدکار بھی جا ضرور اور پیشاب نکرینگے اور کوئی چیز پلید اور نجس وہان نہ رہیگی لیکن پیپ اور زرد پانی زخمون کا اور زخمون کا دھوون اور زناکار مرد اور عورت کی شرمگاہ کی بدبو جو ہوگی سو عذاب کے واسطے اُن پر مسلط ہوگی نہ بدبو اور نجاست کے طور پر۔ چوتھی صفت عدل ہے اور ہر چیز کا حق اسکو پہنچانا اور دنیا مین یہ بات ہرگز ہو نہین سکتی اور اُس عالم مین کسی وجہ سے ظلم اور زبردستی نہوگی اور آثار ان چارون

صفتون کے بھی اُس عالم آخرت مین عموم اور شمول کے طور پر درکار ہونگے اسواسطے گرانی
عرش معنوی کی جو عبارت ہے جہانداری سے دونی ہوگی اور صورت کو معنون کے ساتھ
مطابقت ہونے کے سبب سے ظاہری عرش مین بھی بوجھ اور گرانی پیدا ہوگی اور وے
فرشتے جو پہلے اُن چارون اسمون کے مظاہر ہو کے عرش اعظم کو اٹھاے تھے سو انکی
بھاری ہو جانے کے سبب سے اِس بوجھ کو نہ اٹھا سکین گے اسواسطے دوسرے
چار فرشتے جو اِن چارون اسمون کے جای ظہور ہین اِنکی مدد کے واسطے مقرر ہون گے
اور بعضے باریک بین بات کی تہ کو پوچھنے والون نے ایسا کہا ہے کہ عرش اعظم عبارت
ہے فلک الافلاک سے اور اُسکی عارضی حرکتون کے آثار کو دنیا مین دوسرے آٹھ آسمان
جو اُسکے نیچے ہین اٹھاتے ہین اور عرش کی روح کی تاثیر سے اور اُسکے خیال سے اُن
آٹھون آسمانون کے ستارون کو مختلف حرکتین ظاہر ہوتی ہین اور اُن حرکتون کے
سبب سے اِس عالم مین بھلائیان اور برائیان ظاہر ہوتی ہین اور اِس پردے مین
حق تعالی کی تدبیرین جلوہ گر ہوتی ہین اور اس دن یہ آٹھون آسمان آپس مین ٹکڑا کے
نیست اور نابود ہو جائینگے اور وے فرشتے جو اِن آٹھون آسمان کے کامون پر مستعد اور
قایم تھے بھاگ کر کنارون پر جایین گے اور عرش کا پایہ خالی ہو جائیگا اور عرش کی
تدبیرون کے فیض پونہچانے کا مکان اور اسطرف سے دواعی فائضہ کا متحمل درمیان
مین نہ رہیگا اسواسطے ضرور ہوا کہ دوسرے آٹھ فرقون کو اِس کام کے واسطے عرش کے
نیچے جگہ دینگے اور وے آٹھون اِس منصب کے حامل اور اُٹھانیوالے ہونگے اور جسطرح
ظاہری عرش دنیا مین اُن آٹھون آسمان پر تھا اسیطرح اُس دن اُن آٹھون فرقون پر
ہوگا اور اِس تفسیر کا تائید دینے والا وہ قول ہے جو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ
سے منقول ہے کہ وے فرماتے تھے لَا اَدْرِيْ اَثَمَانِيَةُ اَشْخَاصٍ اَوْ ثَمَانِيَةُ اٰلَافٍ
اَوْ ثَمَانِيَةُ صُفُوْفٍ اَوْ ثَمَانِيَةُ اٰلَافِ صُفُوْفٍ یعنی نہین جانتا ہون مین کہ وے آٹھ شخص ہین

یا آٹھ ہزار ہین یا آٹھ صفین ہین یا آٹھ ہزار صفین اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہو کہ ھم ثمانیۃ
صفوفٍ لا یعلم عددھم الا اللہ یعنی وی آٹھ صفین ہین انکی گنتی کوئی نہین جانتا ہو مگر اللہ تعالے
لیکن صحیح حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ھم الیوم اربعۃ
فاذا کان یوم القیمۃ ایدھم اللہ تعالی باربعۃ اخری یعنے وی آج کے دن چار ہین پھر
جب قیامت کا دن ہوگا تو تائید کریگا انکی اللہ تعالی چار دوسر دن سے اور دوسری روایت
مین آیا ہے کہ عرش معلی کے اٹھانیوالون کے پانون ساتوین زمین کے نیچے ہین اور عرش معلی
انکے سرون پر ہے اور وی سر نیچے کیے ہوئے تسبیح مین مشغول ہین اور قیامت کے
دن ان مین سے چار کی یہ تسبیح ہوگی کہ سبحانک اللھم وبحمدک لک الحمد علی عفوک
بعد قدرتک یعنی پاکی بولتے ہین ہم تیری ای اللہ اور حمد تیری تیرے ہی واسطے حمد ہے
تیری معافی پر بعد قادر ہونے تیری کے اور دوسرے چار یہ تسبیح کہین گے کہ سبحانک اللھم
وبحمدک لک الحمد علی حلمک بعد علمک یعنی پاکی بولتے ہین ہم تیری ای اللہ اور حمد تیری تیرے
ہی واسطے حمد ہے تیرے حلم پر معلوم ہونے کے پیچھے اور وہ جو بعضی روایتون مین آیا ہو کہ
عرش معلی کے حامل پہاڑی بکرے کی صورت ہین اور انکے سم سے چوتڑ تک سو ہزار سال
کی راہ ہے سو انکے ڈیل کی بزرگی کی طرف اشارہ ہو اور پہاڑی بکرے کی صورت بھاری
بوجھ اٹھانے کے مناسب ہے کچھ بعید نہین ہے کہ حق تعالی نے انکو بھی وہی صورت
دی ہو اور وہ جو بعضی روایتون مین آیا ہو کہ ان مین سے ایک کی صورت آدمی کی سی ہے اور
دوسرے کی صورت بیل کی سی اور تیسرے کی صورت شیر کی سی اور چوتھے کی صورت گینڈے
کی سی سو پہلی روایتون کے خلاف نہین ہے اسواسطے کہ ہو سکتا ہے کہ انکا تمام بدن یکسان
پہاڑی بکرے کی صورت ہو اور انکے چہرون مین اسطرح کا اختلاف ہو تا کہ انکی حقیقتون کے اختلاف پر
اشارہ ہو اسواسطے کہ وی بھی مختلف اسمون کے مظاہر ہین جسطرح پانی کے جانور کہ بدن انکا
یکسان ہوتا ہو اور چہرون مین بڑا فرق ہوتا ہے چنانچہ بعضے گھوڑے کی صورت اور بعضے

کتے کی صورت اور سوا اسکے بہت صورتین ہوتی ہین اور فضیلت آئین کمالات آگین بھائی
محمد رفیع الدین صاحب سلامت رکھے انکو اللہ تعالی اور زیادہ کرے انکو دین اور دنیا مین
فتوح اور برکتین اپنی بعضی تصنیفات مین ایسا لکھا ہے کہ حاملان عرش علی ایک جماعت
ہین جو حق تعالی کے چار کمالون کے حامل ہین ایک ابداع اور دوسرا خلق اور تیسرا تدبیر
اور چوتھا تدلی سو پہلا فرشتہ کہ ابداع کے کمال کا حامل ہے اور قیوم کے اسم سے ثابت
ہے اور ہیولی اور صورت ظاہری اور مثالی اور زمانون اور مکانون اور جہتون اور حرکتون
پر موکل ہے اور تمام استعدادون (یعنے مادہ ۱۲) کا علم اور انکی جزون کی تقسیم اور مقدارون کی اور جہتونکی
حد معین کرنا اور وقتون کا اندازہ کرنا اور جو اس قبیل سے ہو سب اس سے متعلق ہے اور
دوسرا فرشتہ جو خلق کے کمال کو حامل ہے وہ مصور کے اسم سے ثابت ہے اور وہ تمام
نفسون پر اور بسائط اور مرکبات فلکیہ اور عنصریہ کے صور نوعیہ پر موکل ہے اور صورتون
کے خواصون کو باقی رکھنے کا علم اور شرح کرنا اور اسکے آثار کا فیض پونچانا اور اسکے
ہیکلون اور قوتون کی تشخیص کرنا اور جو اسکے متعلق اور مناسب چیزین ہین سب اس سے
علاقہ رکھتین ہین اور تیسرا فرشتہ جو تدبیر کے کمال کا حامل ہے وہ عدل کے اسم سے
ثابت ہی اور نظام کی تشبیہہ دینے مین مطلق خیر کے ساتھ صورتون کے اجتماع اور آثار
کے تداخل کے وقت پر موکل ہی اور مختلفون کے درمیان مین ترجیح کا علم اور اسباب
کی تنگی اور کشادگی اور اندازہ اس کا ایک تہانک اور جو اسکے مناسب ہے یہ سب اس سے
تعلق رکھتا ہے اور چوتھا فرشتہ جو تدلی کے کمال کا حامل ہے وہ قدوس کے اسم سے
ثابت ہی اور تمام تجلیات اور شعائر الٰہیہ پر موکل ہی اور قسم قسم کی تجلیات کے مظاہر کا علم اور
شریعتون کا نصب کرنا اور اہل اللہ کے عقیدون اور عملون اور قربون کا اندازہ کرنا اور مذہب
حق اور باطل کی نگہبانی اور جو اس قسم سے ہی وہ سب اس سے تعلق رکھتا ہی ظاہر ایسا
معلوم ہوتا ہی کہ وہ مضمون جو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین وارد ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ مجھکو حکم ہوا ہی کہ عرش معلی کے اٹھانیوالے فرشتون مین سے ایک فرشتے کا حال تم پر بیان کرون پھر
آپنے اسکی پیدایش اور جسم کی بزرگی کے بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اس فرشتے کی تسبیح یہ ہے کہ
سُبحانک حیث کنت یعنی پاکی ہے تجھکو جہان کہین ہی تو سو اس مضمون سے اسی بزرگ فرشتے کی
طرف اشارہ ہی اور اس عزکی شرح یہ ہی کہ اس فرشتے کی حقیقت ایک خاص جہت ہی حق تعالی کے کمالون سے
یعنی جسجگہ مظاہر مین ناله یعنی معبودیت کی صفت کا جمال ظاہر ہوتا ہی تو اس لباس مین جہانیت کی
جہت کا منشا اور اس ظہور کا حامل یہی فرشتہ ہوتا ہی گویا کہ جہان کہین تجلی ہوتی ہی اس فرشتے ہی کے
دل پر ہوتی ہی اور یہی فرشتہ ہی جو تجلی کی صورت کے متشابہ ہوجاتا ہی یعنی وہ تجلی یہی ہوجاتا ہی اور انی انا
اللہ کے کلمہ اپنی زبان کو گویا کرتا ہی اور حق تعالی کی ذات پاک کا آئینہ ہوتا ہی یعنی اس ذات کا عکس
اسمین ورآتا ہی من حیث مع الحجاب یعنی اس طور سے کہ اٹھ جاتا ہی پردہ اسکی مثل یون سمجھا چاہیے کہ
یہی فرشتہ تھا جو آگ کی صورت ہو کے حضرت موسی علیہ السلام پر ظاہر ہوا تھا اور ان بورک من فی
النار کے مقولہ کا مصداق ہوا تھا یعنی برکت رکھتا ہے جو آگ مین ہے اور انی انا اللہ کا کلمہ جناب
پاک پروردگار سے یہ کیفیت اسی فرشتے کے سینے مین سے نکلتا تھا اور آگ کے آئینہ مین سما جاتا
تھا واللہ اعلم بالصواب. حاصل کلام کا یہ ہے کہ ظاہر عرش کے اٹھانیوالے اصل مین یہ چار فرشتے ہین اور
تشریع کے فیض کی نسبت انکے ساتھ اس سبب سے ہی کہ تشریع مندرج ہی تکوین مین اور جو اس عالم دنیا مین انتظام کا
جاری ہونا تکوین کے فیض کے موافق ہی اور تشریع کا فیض اس عالم مین تبعی اور ضمنی ہی یعنی دوسری
چیز کے سبب سے ہی اور حق اور باطل کا جدا ہوجانا جیسا کہ چاہیے پوشیدگی اور اشتباہ کے پردے
مین چھپا ہی اسی سبب سے چار ہی فرشتے اس بوجھ کو تھانبے ہین یہانتک کہ جب سنفرغ لکم
ایہ الثقلان کے مضمون کے بموجب حق تعالی کی عنایت تشریع کے باغ کی تعمیر کی طرف
متوجہ ہوگی اور ہر جان کا بیج وان الدار الآخرة لھی الحیوان کی زمین مین جو ہر حق والے
کے پورا حق ملنے کا گھر ہی بکھیرا جائیگا اور ہر شخص کی استعدادین پیدائشی ہون خواہ حاصل کی
ہوئی ظاہر ہونگی اور ہر ایک شخص ایک ایک جہان کا حکم پیدا کریگا اور ہزارون بلکہ لاکھون نیک

اور بدصورت اور عملون کا منبع ہو جائیگا تو اسوقت تشریح کے فیض کے خادم فیض مطلق کے
عرش کے اٹھانے مین شریک ہونگے اور وہ فرشتے جو اس دن اس کام مین شریک ہونگے
انکی تفصیل یہ ہی کہ پہلا ایک فرشتہ ہی جو پہلے فرشتے کا عرش اٹھانے مین رفیق اور شریک ہوگا
اور سب انسانون اور جنون کے نفسون کی استعدادونکا علم اور وہ دقیقہ جو ان نفسون مین
مندرج ہین اور انکے کمالات کے درجون کا اور ان قوتون کا جو ان مین پائی جاتی ہین ان
سب کا علم اسکو ہی اور دوسرا فرشتہ دوسرے حامل کا رفیق اور شریک ہوگا اور عملون کی
حقیقتون کا علم اور انکی قسم قسم کی کیفیت طرح طرح کی شکلون سے مثال کے آئینہ مین پائے
جانے کا علم اور ان عملون کی جہتون کی شرح کہ طاعت ہی یا گناہ اسلیے کہ ہر ایک ان مین سے
علیحدہ حقیقت شرعیہ ہی اور نیک بختی اور بدبختی کا اندازہ اور احوال اور اقوال اور اعمال
کے جزون کا اور معتقدات اور ملکات کا علم یہ سب اسی سے تعلق رکھتا ہی اور تیسرا
فرشتہ تیسرے فرشتے کا رفیق اور شریک ہوگا اور آدمیون کی احتیاجون اور معاملون کا
اور بندون کے حقون کا علم اور انکے جھگڑون کا فیصلہ اور برائیون اور کفارون کے
مقصدون کی وجہون کا علم اور آپس مین دلون کے رنگ کی محو اور اثبات اور اہل فضل کے
درجون کی تشخیص کہ نجات والے کون ہین اور ہلاک ہونیوالے کون ہین اور مصلحتون
اور مطلبون اور عذرون کے دستور اور ضبط کا علم اسی کو ہی اور چوتھا فرشتہ چوتھے فرشتہ کا
رفیق ہوگا اور احوال اور مشاہدات کے پھلون کا علم اور حق تعالی کے دیکھنے والون کے
مرتبون کا علم اور اسماء الہی کے ساتھ احوال کا مرتبط ہونا کہ یہی ان مرتبون کا مبادی ہی
اور ہر اسم کا اپنے شعبہ مین ظاہر ہونے کا اندازہ از روی قوت اور ضعف کے اور ذات کے
منکشف اور محجوب ہونے کی منزلون کی حدون کا علم اور عمل کرنیوالون کے اخلاص کا اور
متخلق اور متحقق ہونا حق تعالی کے ساتھ کا علم اور جو اسکے مناسب ہی یہ سب اسکو ہوتا ہی یہانتک
تمام ہوا کلام مولوی رفیع الدین صاحب کا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ جب تک عرش معلی اپنے

مکان مین ثابت اور برقرار ہی تب تک اُسکو چار فرشتے جلیل القدر اُٹھا سکتے ہین اور جب اپنے
مقام سے جنبش کریگا اور دوسری جگہہ پر جاویگا تو اُسوقت چار فرشتے دوسرے چاہیئے اُن
پہلے چارون کی مدد کو اسواسطے کہ جب کوئی بھاری چیز ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پرلے جایا
چاہتے ہین بخلاف اُسکے کہ وہ چیز اپنی جگہہ پر قائم رہے کہ اس مین زور کم درکار ہوتا ہی اور جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے بوجھا جاتا ہی وہ یہ ہی کہ حق تعالی جل شانہ اپنے بندون کے
ساتھہ دنیا اور آخرت مین وہی معاملہ کرتا ہی جو اُنکے ذہنون مین بیٹھا ہوا ہی اور اُنکی آپس مین
دستور ہی اور پھیل رہا ہی جیسے دنیا مین باوجود اس بات کے کہ حق تعالی مکان سے منزہ اور
پاک ہی لیکن اپنے واسطے ایک گھر ٹھہرایا ہی تاکہ بندے اُس گھر کو دیکھکر اس گھر والے کی
تعظیم بجالاوین اور بدون اس گھر بزرگ کے دیکھے ہوئے ممکن نہ تھا کہ انکی باطنی تعظیم
اُنکے ظاہر پر ظہور کرے اور اس گھر مین ایک سیاہ پتھر کو یعنی حجر اسود کو اپنا سیدھا ہاتھ ٹھہرایا
اسواسطے کہ آدمیون کی عادت یون ہی ہو گئی ہی کہ اپنے رئیس اور سردارون سے جو ملاقات
کرتے ہین تو پہلے مصافحہ کرتے ہین اور ہاتھہ بھی چومتے ہین اور بندون کے عملون اور
کامون کی محافظت کے واسطے فرشتون کو اخبار نویس اور خفیہ نویس مقرر کیا ہی کہ بندون کے
عملون کو لکھتے رہین اور حال یہ ہی کہ حق تعالی کا علم سب کو گھیرے ہوئے ہی کچھ اس لکھنے کی
احتیاج نہین ہی اور اُسکو کچھ بھول جانے کا بھی خوف نہین ہی اور اسیطرح اگر تمام شرعی
کامون مین غور اور فکر کی جاوے تو بہت معقول اور محسوس مشابہت کا مرعی اور معتبر ہونا کھل جاوے
اسیطرح آخرت مین بھی بنی آدم کے ساتھہ وہی معاملہ کیا جاویگا جو اُنکے دلون مین اور ذہنون
مین گڑا ہوا ہی اور بادشاہون کی شان بھی یہی ہی کہ جب انصاف کرنا اور ظالمون سے
مظلومون کا حق دلانا منظور ہوتا ہی تو پہلے پردے اور حجاب کو دور کرتے ہین اور رعایا کو
توپ اور نقارے اور نپاہ کی آواز سے خبردار کرتے ہین اور بلاتے ہین پھر آپ تخت پر
بیٹھکر دربار عام فرماتے ہین اور متصدی ہر دفتر کے حاضر ہوتے ہین اور تمام فوج کے

لوگ پیادے اور سوار صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہین تاکہ جو حکم نکلے مارنے یا باندھنے یا قتل کا تو اسیوقت بجالاوین اور سرفرازی کے اسباب جیسے خلعت خانہ اور عذاب کے اسباب جیسے زنجیر اور طوق اور بیڑی اور جلاد مستعد اور حاضر ہوتے ہین سوا اسی وحشت ناک شکل اور خوف والی صورت کو رنگ برنگ کی تقریرون سے قرآن کی آیتون مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین بہت شرح اور تفصیل سے بیان فرمایا ہی پس اس جگہ پر عرش معلے سے وہ عرش اعظم نہین مراد ہی جو سارے جہان کو گھیرے ہوئے ہی اور اسکو اُس دن اپنے مکان سے جدا ہونا یا بوجھا جاوے بلکہ مراد عرش دوسرا ہی یعنی عدالت الٰہی کی تجلی اُس نورانی عظیم القدر جسم پر مستولی اور غالب ہو کر حشر کے میدان مین ظہور فرماویگی چنانچہ دوسری آیت مین یعنی سورۂ زمر مین مذکور ہی کہ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيْءَ بِالنَّبِيِّيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ یعنے اور روشن ہوگئی زمین اپنے رب کے نور سے اور لا دھرا دفتر اور حاضر آئے پیغمبر اور گواہ اور فیصلہ ہوا ان مین انصاف سے اور ان پر ظلم نہوگا پھر اس سورۃ کے آخر مین فرمایا ہے وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنے تو دیکھے گا فرشتون کو کھڑے ہوئے گرد عرش کے پاکی بولتے ہین اپنے رب کی خوبیان اور فیصلہ ہوا ہے انمین انصاف کا اور یہی بات ہوئی کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب ہی سارے جہان کا لیکن اس مقام پر جاننا چاہیے کہ یہ جو شریعت کے حکمون مین عقلی چیز کی مشابہت ظاہری چیز کے ساتھ آئی ہی یہ فقط تصور اور خیال نہین ہی کہ عوام لوگون کی رغبت دلانے یا ڈرانے کے واسطے لائے ہون بدون اس بات کے کہ اسکی کچھ اصل اور حقیقت ہو جسطرح معتزلہ اور فلسفی مزاج سمجھتے ہین اور اس اپنے بوجھ اور سمجھ پر فخر کرتے ہین بلکہ اس تشبیہ کی حقیقت ہی بدون مجاز کے اسواسطے کہ حق تعالیٰ کی ذات پاک کو ظہور اور تجلی اور نمو اور تدلی کی صفت ثابت ہی

اور باوجود اس بات کے کہ تنزیہ اور پاکی کے اعلیٰ مرتبے مین ثابت ہی لیکن ہو سکتا ہے کہ
جس رنگ اور طور سے چاہیے اپنے تئین ظاہر کرے اور جلوہ گر ہووے چنانچہ طور پہاڑ کی
آگ کے بیان مین اور لن ترانی کی شرح مین صراحۃً ظاہر کر کے فرمایا ہی پس ان مقامون مین کہ
بندون کے مرجع اور جاے بازگشت ہین دنیا مین بھی اور آخرت مین بھی حق تعالیٰ کی ذات
پاک تجلی ہی اور اُس مالک الملک کے حکم نافذ اور جاری ہین اور اہل شرع اور فلسفیون کے
عقیدہ مین فرق اِتنا ہی ہے کہ اہل شرع اُن تجلیات کو ثابت کرتے ہین بلکہ اگر خوب تامل
کیا جاوے اور شرعی اخبارون مین غور کر کے دیکھا جاوے تو تشبیہ اور تنزیہ کے عقیدے
مین انطباق یعنے برابری پیدا کرتے ہین اسطور سے کہ تشبیہ تجلیات اور ظہورات مین ہے
اور تنزیہ ذات اور حقیقت مین فقط۔ حاصل کلام کا آسمانون کے پردے اٹھ جانے کے بعد
اور عرش معلی کے ظاہر ہونے کے بیان کے بعد فرماتے ہین کہ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ
اُس دن حاضر کیے جاؤ گے اپنے پروردگار کے سامنے لوح محفوظ کے ظاہر ہونے کے
سبب سے جو عرش معلی کے حاملون پاس ہے اور اسی کے مطابق کراما کاتبین کے
نسخے بھی اِسی مقام پر حاضر کیے جاوینگے لَا تَخْفٰی چھپا نرہیگا کسی پر پہلے ہون یا پچھلے
کسید کا احوال مِنْکُمْ تمسے خَافِیَۃٌ کوئی حال چھپا اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ ح
قیامت کے دن تین مرتبے عمل عرض کیے جاوینگے پہلے مرتبے کافر اور گنہگار اپنے
اپنے برے کامون سے انکار کر جاوینگے اور دوسرے مرتبے جب گواہ ان کامون پر
گذرینگے جیسے دن اور رات اور آسمان اور زمین اور انکی کھال اور ہر ہر عضو انکا گواہی
دیگا تب بہانے کرینگے اور عذر درپیش کرینگے اور تیسرے مرتبے عذر بھی انکے باطل
ہو جاوینگے اور حکم ہوگا کہ اِنکے نامہ اعمال اڑا دو پھر بعضون کو داہنے ہاتھ مین سامنے
سے دینگے اور بعضون کو بائین ہاتھ مین پیٹھ کے پیچھے سے دینگے پھر نامہ اعمال
اسطور سے دینے گے ساتھ ہی ہر ایک پر اپنے انجام کا حال کھل جائیگا اور پڑھنے

کے پہلے ہی اعمال کی بھلائی برائی معلوم ہو جائیگی فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ
بِيَمِيْنِهٖ پھر لیکن وہ شخص جو دیا جائیگا اسکا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ مین
تو پوچھ لیگا کہ میرا داہنا ہاتھ بزور آور تھا اور میرا نامۂ اعمال جو داہنے ہاتھ مین دیا ہے تو
میرا زور آور غلبۂ نفس کی خواہش اور حرص اور غضب پر ثابت ہوا فَيَقُوْلُ پھر کہیگا
وہ شخص فرشتون کو هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ لو پڑھو میری کتاب
اسواسطے کہ اس مین بالکل میری بہتری اور خوشی ہے اور جو چیز مجھکو رنجیدہ اور غمگین
کرے وہ ہرگز اسمین نہوگی اسواسطے کہ مین نے دنیا مین حق کی جانب کو قوی کیا تھا
اور باطل کی جانب کو ضعیف اِنِّيْ ظَنَنْتُ بیشک دنیا سے جانتا تھا مین ایسا جاننا جو
یقین کے نزدیک تھا کہ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ مقرر مین ملاقات کرونگا اپنے
حساب سے آخرت مین اسیواسطے دنیا مین ہمیشہ اپنے نفس سے محاسبے مین مشغول رہتا
تھا اس دن کے حساب مین گرفتار ہونے سے پہلے اور کتابیہ اور حسابیہ کے آخر
مین جو ہ ساکن ہے وہ ہ ضمیر کی نہین ہے بلکہ سکتے کی ہ ہے جو عرب کے کلام مین
وقف کے واسطے زیادہ کرتے ہین فَهُوَ پھر وہ شخص باوجود عام ہونے بلا
کے اور شائع اور پھیل جانے رنج اور غم کے فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ
من مانتی زندگانی مین اور گذران مین ہوگا اسواسطے کہ اسکو کچھ بھی رنج اور غم نہوگا جیسے حضرت نوح
علیہ السلام کی کشتی کے لوگ کہ عین طوفان مین خاطر جمعی سے اپنی گذران کرتے تھے سو اس شخص
کے ساتھ اتنی ہی خاطر جمعی اور بے غمی پر کفایت نکرینگے بلکہ وہ شخص داخل ہوگا فِيْ جَنَّةٍ
عَالِيَةٍ بڑے رتبے والے بہشت مین جس مین مکانات عمدہ اور فرش نفیس اور زر اور چاندی
اور سونے کے اور نہرین جاری اور ان نہرون مین فوارے چھوٹے ہوئے اور درخت میوے
لدے ہوئے اور سبزی لہکتے ہوئے ہونگے اور باوجود ان سب چیزون کے اس بہشت مین
ایک صفت دوسری ہے جو دنیا کے باغون مین وہ صفت ہرگز نہین ہو سکتی سو وہ صفت یہ ہے کہ

قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ میوے عمدہ اور چنے ہوئے اِس باغ کے جُھکے اور نزدیک
ہین کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے کے اسطرح پر کہ جو ہین بہشتی نے اِس طرف اشارہ کیا تو درخت
کی ٹہنی اُس میوے کو اُس بہشتی کے مُنھ کے پاس پونہچا دیگی اور یہ سب باتین وہان کے
درختون کو وہانکی زندگانی کی قوت سے حاصل ہونگی کہ اُن درختون نے وہان شعور اور دریافت کو
پیدا کیا ہی اور بہشتیون کو بہشت مین داخل کرنے سے پہلے یہ خوشخبری سُنا دینگے کہ كُلُوا
وَاشْرَبُوا کھاؤ اور پیو کھانے اور پینے بہشت کے هَنِيئًا گوارا ہو جو تم پر
یعنے رنج یچ جاتیو اور بدہضمی اور ثقالت اور دوسرے کسی عرض کا سبب نہ پڑیو بِمَا
أَسْلَفْتُمْ بدلے مین اُسکے جو پہلے اِس سے دنیا مین کیا ہی تمنے جیسے عبادتون مین
محنتین اور حرام خواہشون کو روکنا اور حق راہ کے ڈھونڈھنے مین رنج اور مشقتین کھینچنا
فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ گذرے ہوئے دنون مین یعنے ان روزون مین جو کھانے پینے سے خالی تھے
جیسے رمضان شریف کا مہینہ اور دوسرے دن جنمین روزہ مسنون ہی جیسے ایام بیض اور
ذیحجہ کا عرفہ یعنے نوین تاریخ اور عاشورے کا دن اور دوشنبہ اور پنجشنبہ اور شب برات کا دن
یعنی چودھوین تاریخ شعبان کی اور جو سوائے انکے ہین اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ بہشت کے
دروازون مین سے ایک دروازے کا نام ریان ہی جو شخص اُس دروازے سے پیٹھے گا کبھی
پیاسا نہوگا سو وہ دروازہ خاص روزہ دارون کے واسطے ہی اُس دن اُن سے
حق تعالیٰ فرماویگا کہ ای ہمارے دوستو ہمنے تمکو اکثر دیکھا تھا دنیا مین کہ پیاس کے غلبے سے
ہونٹھ تمھارے خشک اور بھوک سے پیٹ تمھارے پیٹھ سے ملے ہوئے اور
راتون کے جاگنے کے سبب سے آنکھین تمھاری بیٹھی ہوئی رہتی تھین سو آج کے دن
اُس محنت کے بدلے ہماری ہمیشگی کی نعمت مین درآؤ اور بہت میٹھا اور مزیدار بہشت کا
پانی پیو اور کشاف مین نقل کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کوئی بہشت
مین نہ داخل ہوگا مگر ایک دستاویز اور سند کے وسیلہ سے جو اسکو رب العالمین کی

درگاہ سے اسکے ہاتھ مین عنایت ہو گی اور مضمون اس دست آویز کا یہ ہوگا کہ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھٰذَا الْکِتَابُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ
اُدْخِلُوْہُ فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ قُطُوْفُھَا دَانِیَۃٌ شروع اللہ تعالی کے نام سے
جو نہایت مہربان بہت رحم والا یہ سند ہی اللہ تعالی کی طرف سے واسطے فلانے
شخص کے جو فلانے کا بیٹا ہی داخل کرو اسکو رتبے والی بہشت مین جسکے خوشے جھک
رہے ہین **وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِشِمَالِہٖ** اور لیکن وہ شخص جو دیا جائگا
اس کا نامہ اعمال اسکے اُلٹے ہاتھ مین تو بوجھ لیگا کہ میرا اُلٹا ہاتھ میری بودی طرف
تھا اور میرا نامہ اعمال جو اس ہاتھ مین دیا ہی تو معلوم ہوا کہ میری عمل بودے اور نکمے
ہین عذاب سے چھڑانے کی قوت ان مین نہین ہی پھر بہشت کے درجون پر پہونچانا
کیا ایسے ہو سکیگا بس داویلا اور واحسرتا کریگا **فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ**
اُوْتَ کِتٰبِیَہْ پھر کہیگا کیا اچھا ہوتا کہ نہ دیا جاتا مین اپنی کتاب یعنے نامہ اعمال
اسواسطے کہ لوگ ادھر ادھر سے اس کتاب کے پڑھنے کی تکلیف مجھے دینگے اور
اسکے پڑھنے مین فضیحت اور رسوا ہونگا ہین **وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَہْ**
اور کیا اچھا ہوتا کہ نہ جانتا مین کہ میرا حساب کیا ہی کہ اسواسطے کہ جو حساب خرابی اور
بلا کی کا سبب پڑے اسکا نہ جاننا جاننے سے بہتر ہی اور یہ بھی ہی کہ حساب کے
دریافت کرنے مین مجھکو میرے سب عمل برے یاد آوینگے اور اُنکے یاد آنے مین روح
رنج مین گرفتار ہو گی تو عذاب ظاہر کے پہلے یہ باطنی اور روحی عذاب چکھا ہوگا اور اگر
کوئی شخص اسکو کہیگا نصیحت کے طور پہ کہ ایسی بیفایدہ باتین تو کیون کرتا ہی کہ مجھکو نامہ
نہ دیتے اور میرے عملون پر مجھکو خبردار نکرتے تو بہتر تھا اسواسطے کہ جو اس حشر کے میدان
مین حاضر ہوا ہی سو اسکو نامہ اعمال کا ملنا اور اپنے عملون پر مطلع ہونا ضروری ہی تو وہ بدبخت
اس نصیحت کے جواب مین دوسری آرزو کریگا کہ **یٰلَیْتَھَا کَانَتِ الْقَاضِیَۃَ**

ای کاش یہ قیامت میرا کام تمام کرتی اور مجھکو مارڈالتی تاکہ اس رسوائی اور اس عذاب سے
چھٹکارا پاتا مین اور اگر فرشتے کہینگے کہ اپنے برے کامون سے خلاصی حاصل کرنے کو
اللہ تعالی کی راہ مین خیرات اور صدقے دنیا مین کیون نہ دئے تونے کہ اَلصَّدَقَۃُ
تُطْفِی الْخَطِیْئَۃَ کَمَا یُطْفِی الْمَآءُ النَّارَ یعنی صدقہ دینا مٹا دیتا ہی برائی کو جسطرح بجھا دیتا
ہے پانی آگ کو تو وہ بدبخت انکے جواب مین کہیگا کہ مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَہْ
کچھ کام نہ آیا میرے میرا مال اسواسطے کہ مین نے دنیا مین اپنا مال بیجا اور بیفائدے کی
جگہہ مین خرچ کیا اور برباد کیا اور اب اسوقت میرے پاس کچھ بھی نہین ہی جو گناہون کے
بدلے مین دیکر خلاصی حاصل کرون اسواسطے کہ ھَلَکَ عَنِّیْ سُلْطَانِیَہْ
برباد ہوئی مجھ سے حکومت میری جو اپنے اندازے کے قدر دنیا مین رکھتا تھا ایک
گھر پر یا ایک گاؤن پر یا ایک شہر پر یا ایک ملک پر اور کم سے کم اپنے مال پر اور لونڈی
غلام اور ہاتھ پیر پر تو البتہ حاکم تھا مین جو کچھ چاہتا تھا وہ ان پر حکم کرتا تھا اور یہ میرے
حکم کو بجالاتے تھے اب تو کوئی شخص اور کوئی چیز میرے حکم اور تصرف مین نہین ہی سو جب
اسکو سوای حسرت اور ندامت اور باطل آرزوؤن کے کوئی جواب معقول میسر نہوگا تب
حق تعالی فرشتون کو حکم فرماویگا کہ خُذُوْہُ پکڑو اسکو سختی اور غصے سے فَغُلُّوْہُ
پھر اسکا ہاتھ اسکی گردن مین باندھو اسواسطے کہ یہ شخص ہمارے کھلے ہاتھون کی نعمت کا
شکر بجا نہ لایا اور ہماری رضامندی کی باتون مین اپنے ہاتھ کو نہ کھولا حدیث شریف ح
مین آیا ہی کہ اس حکم کے سنتے ہی ایک لاکھ فرشتے اسکی طرف دوڑ پڑینگے اور اسکے ہاتھ کو
اسکی گردن سے باندھ دینگے پھر حکم ہوگا کہ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْہُ پھر دہکتی آگ مین
ڈالو اسکو اسواسطے اسنے کسی چیز کو دنیا کی لذتون اور نعمتون سے خدا کے واسطے نچھوڑا تھا
سو اسکے عوض مین اس بلا مین اسکو جلاؤ اور آگ مین ڈالنے کے پہلے اسکے ہاتھ
اسواسطے باندھ دیے جاوینگے تاکہ دوزخ مین ڈالنے کے وقت ہاتھ نہلا وے اور حرکت

اور جنبش بیقراروں کی سی نکر سکے کہ اس مین عذاب مین تھوڑی تخفیف ہو جاتی ہی ثُمَّ فِي سِلۡسِلَةٍ پھر ایسی زنجیر مین کہ اوّل سے آخر تک ہر حلقہ اسکا دوسرے حلقہ سے ملا ہو ذَرۡعُهَا جسکی ماپ سَبۡعُونَ ذِرَاعًا ستر گز ہو جبار کے گز سے جو فرشتون کے عرف مین رائج اور مشہور ہے اور ہر گز اسکا ستر باع ہے اور ہر باع اتنا ہے جتنا مکے اور کوفے کے درمیان مین دوری ہے اسیطرح روایت کی گئی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسرون سے بھی فَاسۡلُكُوهُ پھر جکڑ و اسکو تا کہ اسس زنجیر کے حلقون مین بند ہو جاے اور ہاتھ پاؤن اور دوسرے اعضا سے بھی حرکت نکر سکے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ زنجیر اسقدر لمبی ہوگی کہ اسکے پاخانہ کے مقام سے گھُسے گی اور حلق سے نکل آویگی اور اسکی پیشانی سے قدم تک لپٹ جائیگی اور اسکو اس زنجیر سے اسواسطے عذاب کیا ہمنے کہ إِنَّهُ كَانَ بیشک وہ تھا بے انتہا حادثون کے تسلسل کا قائل اور ہمیشہ اسباب او مسببات ہی کے سلسلے کے ملاحظہ مین لپٹا رہتا تھا اور ہر چیز کو کسی سبب کی طرف نسبت کیا کرتا تھا پھر اس سبب کو دوسرے سبب کی طرف اسیطرح کے تسلسل مین گرفتار رہا اور مسبب الاسباب کی طرف نہ جھکا یہی سبب تھا کہ لَا يُؤۡمِنُ بِاللَّهِ الۡعَظِيمِ ایمان نہ لاتا تھا خدا ے بزرگ کا ایسا خدا جسکی عظمت اور بزرگی کے ملاحظہ کے سامنے جتنے سبب ہین نظر سے ساقط ہو جاتے ہین اور اعتبار سے جاتے رہتے ہین اور اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے ؎

از سبب سازیش من سودائیم ❊ ور سبب سوزیش سوفسطائیم [5]

+ اس شعر کے معنے اوپر کی سورۃ مین گذر چکے ہین اور باوجود ایسی شدت کفر کے عذاب کی تخفیف کا کوئی سبب نرکھتا تھا سو اسواسطے کہ معانی عبادت اس شخص سے متصور نہ تھی اس سبب سے کہ مسبب کا قائل نہ تھا پھر اگر عذاب کی تخفیف کے واسطے کچھ بھی کام آتی

یعنے شاعر صوفی کا حال بیان کرتا ہے کہ اسطرح مشاہدہ ذات مین مستغرق ہوتا ہے کہ کسی اسباب کی حقیقت اسکے سامنے نہین رہتی ہے سو سبب سازی مین تو سودائی کے مشابہ ہوتا ہی اسواسطے کہ سودائی کے خیالات وہمی ہوتے ہین لیکن جسکو حق تعالیٰ چاہتا ہے اپنی قدرت کا ملہ سے ایسے سبب کا ل کر دیتا ہی اور رکینے سے معہ الگاتا ہی اور اضداد کی ضدیت کو دور کر دیتا ہے اور سبب سوزی مین سوفسطائی کے مشابہ ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک اشیا کا وجود حقیقی نہین ہے اور جسکو لوگ حقیقت کہتے ہین وہ انکے نزدیک فقط وہم ہے اور یہی حال [3]

ص صوفی کا بھی ہے لیکن صوفی کو مشاہدہ ذات کے استغراق سے دوسری طرف توجہ نہوا اور سب چیزکو وہمی سمجھا اور سوفسطائی ایسا نہ سمجھین سے اور دونون مین فرق زمین آسمان کا ہے فقط ۱۲

وہ مالی عبادت تھی سو وہ بھی اِسنے اپنے ہاتھ سے کھودی بلکہ اپنے دینے کا تو کیا ذکر ہے دوسرے کا
دینا فقیرون کو دیکھہ نہ سکتا تھا **وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ** اور تاکید نکرتا تھا
اپنے اہل وعیال اور خادمون کو مسکینون کے کھلانے کو اور اسکے ہاتھ گردن پر باندھنے کی
وجہ یہی تھی کہ یہ اپنے مال کے دینے مین ہاتھ کھینچے رہتا تھا اور بخل کرتا تھا اور حضرت ابو درداء
رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انصاریون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جلیل القدر صحابی ہین اور
آنحضرت صلی اللہ وسلم نے انکے حق مین فرمایا کہ ابو دردا میری اُمت کا حکیم ہے اِنسے منقول ہے کہ
یہ اپنے گھر کی بی بی سے کہا کرتے تھے کہ شوربا سالن مین زیادہ کیا کرو تاکہ فقیرون کے
کام آوے انکی بی بی نے پوچھا کہ شوربا کے زیادہ کرنے مین کیا فائدہ ہے اسواسطے کہ
کھانے مین لذت خوب نہین ہوتی تو آپنے کہا کہ تمنے نہین سُنا کہ ایمان نہ لانے اور مسکینونکو
کھانا نہ کھلانے کے سبب سے کافرون کو آگ کی زنجیرون مین جکڑ کے عذاب کرینگے سو اللہ تعالیٰ کے
فضل اور کرم سے ایمان لانے کے سبب سے ہمنے آدھی اُس زنجیر کو اپنے سے کاٹ ڈالا ہے
اور آدھی جو باقی ہے وہ بھی مسکینون کو کھلانے کے سبب سے اپنے سے دور کیے دیتے
ہین حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ کافر جسطرح ایمان اور معرفت کے مکلف
ہین اِسیطرح دوسری عبادتون کے بھی مکلف اور مخاطب ہین اور انکی دلیل یہی آیت ہے
یعنی اگر ایسا نہوتا تو قیامت کو کافرون پر کھانا نہ کھلانے کے سبب سے عذاب نہوتا اور امام اعظم
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ کافرون پر عذاب ایمان نہ لانے کے سبب سے ہوگا لیکن اگر
مسکینون کو کھانا کھلایا ہوتا تو عذاب مین کچھہ تخفیف ہوتی اور اس آگ کی زنجیر مین گرفتار نہوتے
اور جب مسکینون کا کھلانا ترک ہوا اور اس سبب سے اِنکے عذاب مین تخفیف نہوئی تب آگ
کی زنجیر مین جکڑے گئے سو یہ آیت اِس بات کی دلیل ہے کہ کافر جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات سے
احسانات کرتے ہین اِس سبب سے انکے عذاب مین تھوڑی تخفیف ہوگی یہ معنی اِس آیت
کے نہین ہین کہ مالی یا بدنی عبادت کافرون پر فرض یا واجب ہے اور جب کافرون کے عذاب کی

مسئلہ شرعیہ

کافرون کا احسان کرنا خلق اللہ سے انکے عذاب کی تخفیف کا سبب ہوگا

شدت کے بیان کرنے سے فراغت پائی تو اب بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں رنج اور غم کی شدت
میں دو چیزیں تخفیف اور غم کی کمی کا سبب پڑتی ہیں ایک تو اپنا دلی دوست جو ایسے شدت
اور تکلیف کے وقت میں تسلی اور دلاسا اور ماتم پرسی کر کے رنج اور غم کی شدت کو ہلکا اور سبک
کر دیتا ہے اور دوسرا لذیذ اور مزیدار کھانا کہ دل کو قوت بخشتا ہے اور طبیعت اسکے کھانے
سے خوشی اور فرحت حاصل کرتی ہے اور اس رنج اور ملال کے اٹھانے اور برداشت کرنے
کی طاقت ہوتی ہے اسی واسطے رنج اور مصیبت میں پھنسے ہوؤں کی ان ہی دونوں طرحوں سے
مدد اور اعانت کیا کرتے ہیں سو ان دونوں چیزوں کو بھی یہاں سے نفی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ
فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ پھر نہیں ہے اس کافر کے واسطے اس دن جسکی شان میں حق تعالیٰ
فرماتا ہے کہ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ یعنی جس دن
بھاگیگا آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹے سے اگرچہ دوسرے
دنوں میں یعنی دنیا میں اس قسم کے لوگ بہت ہوتے تھے هٰهُنَا حشر کے میدان میں
جہاں ہر شخص اپنے حال میں گرفتار ہوگا اور اپنے انجام کی فکر میں گھبرایا ہوا بیقرار ہوگا
اگرچہ جنت میں داخل ہونے اور اپنی طرف سے امن اور چین حاصل ہونے کے بعد اپنے
خویش اور اقربا اور دوست اور آشنا کے حال سے بھی پریشان ہوگا اور یاد کریگا پھر اگر
انکو شفاعت کے قابل پاویگا تو انکی شفاعت کریگا حَمِیْمٌ کوئی قرابتی جو اسکی
خاطرداری کرے اور اسکی تسلی اور دلاسے کے سبب سے تھوڑے سے آرام اور تخفیف
عذاب میں اس کافر کو حاصل ہو وَلَا طَعَامٌ اور نہ کھانا جسکے سبب سے کچھ
بدن کو قوت اور دل کو فرحت حاصل ہووے تاکہ اس عذاب کے برداشت کی طاقت ہو
اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ مگر دھوون دوزخ میں جلے ہوؤں کے زخموں کا جو پیپ اور
زرد پانی کی صورت دو زخیوں سے بہ کہ دوزخ کے گڑھوں میں جمع ہوگا اور بدبو اور
بدمزگی اور بے لذتی میں اسقدر ہوگا کہ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ نہ کھاسکیگا

کوئی اِسکو مگر اسی قسم کے خطارکار گنہگار جنکے نہ ایمان کا ٹھکانا اور نہ کبھی اللہ تعالیٰ کے بندون کے ساتھ احسان اور سلوک اِنسے ہوا تھا پھر وہی لوگ ایسے بدمزہ بدبو والے کھانے کو نہایت بیقراری اور بھوک کے غلبے سے ہزار دشواری سے حلق کے نیچے آتارینگے لیکن آخر کو اِس کھانے کی تاثیر سے جو زہر کا خاصہ رکھتی ہوگی بیقراری اور بیتابی کی زیادتی ہوگی تو ایسا کھانا کھانے مین بھی انسے خطا ہوگی کہ اِس کھانے کو قوت کا سبب جانکے کھاینگے پھر اِسکے سبب سے اور عذاب کی شدت مین گرفتار ہونگے بس اِنکا حال ایسا ہی جیسے کوئی شخص زہر قاتل کو غذا یا دوا یا معجون مقوی کے عوض مین استعمال کرے کہ سراسر خطا اور چوک ہی لغت والون کو اِس جگہ پر ایک اعتراض ہے اِسکا مطلب یہ ہے کہ عرب کی زبان مین دُھوون کو غسلین کہتے ہین اور حال یہ ہے کہ دوزخ مین دھوون نہو گا اور دھوون مراد بھی نہین ہے بلکہ حدیث شریف مین غسلین کی تفسیر مین زرد پانی اور پیپ اور خون فرمایا ہے سو اِس مین کیا نکتہ ہے کہ زرد پانی اور پیپ اور خون کو غسلین فرمایا ہے اور اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ زرد پانی اور پیپ اور خون جو دوزخیون کے اعضا گھٹانے اور نقصان مین کچھ تاثیر نکریگا اسواسطے کہ اِنکا گوشت اور پوست اِنکے بدنون پر ہر وقت تازہ پیدا ہوگا تو گویا زرد پانی اور پیپ اور خون نے اِنکے حق مین دہوون کا حکم پیدا کیا گویا اُس تازہ پوست کو دہو ڈالا اور پاک کرکے پھینکدیا اور اِس پہلے کھال کے زرد پانی ہوکر بہ جانے کے سبب سے اور نئی کھال اِسکی جگہ پیدا ہوجانے سے ایسا ظاہر ہوا کہ وہ جلی ہوئی پہلی کھال میل کے مانند تھی جو بدن سے دور ہوگئی سو ایسی باریکیون کی رعایت کرنا فن بلاغت کے اعجاز کے مرتبون سے ہے اِس باریکی کے فائدے کے واسطے غسلین کے لفظ کو زرد پانی اور میل کے واسطے استعارہ فرمایا ہے یعنے اِسکے عوض مین لائے ہین فصیحون کے قاعدے کے بموجب اور جو اِس سورۃ مین ابتدا سے یہانتک اُن امرونکی تفصیل جنپر حاقہ ہونا ثابت ہوتا ہی قطعی دلیلون اور واضح برہانون سے

سن چکے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ علم حکیمون کی فکر اور داناؤن کی عقل سے باہر ہے اپنے علم اور عقل کے زور سے کوئی اسکو پا نہین سکتا تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ کلام حق تعالی کا ہے کسی مخلوق کا نہین ہے **فَلَآ اُقْسِمُ** پھر قسم نہین کھاتے ہین ہم اسواسطے کہ قسم کھانے کی کچھ احتیاج نہ رہی یہ کلام آپ ہی اپنے حال پہ گواہ عادل ہے اور شاہد صادق ہے اور اسکی مثال یون سمجھا چاہیے کہ جسطرح کتاب شفا جو تصنیف ہے شیخ بوعلی سینا کی اسکا مضمون اس قسم کا ہے کہ وہ خود دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ یہ حکیم کا کلام ہے اور اسیطرح کتاب قانون بھی اسیکی تصنیف ہے لیکن اسکا مضمون خود دلالت کرتا ہے اسپر کہ یہ کلام طبیب کا ہے اور اگر تم لوگون کو بغیر قسم کے یقین نہین آتا ہے تو ہماری قسم **بِمَا تُبْصِرُوْنَ** اس چیز کے ساتھ ہی جو دیکھتے ہو یعنے وہی لطیفے اور فائدے ظاہر اسکا جو اس کلام سے اپنی دانائی کی آنکھ سے دیکھتے ہو **وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ** اور جو نہین دیکھتے ہو یعنے وہ لطیفے اور فائدے باطنی جو اپنی دانائی اور عقل کی بصارت سے انکو پا نہین سکتے بلکہ انکے دریافت کرنے مین تعلیم اور تنبیہ کے محتاج ہوتے ہو بلکہ تعلیم اور تنبیہ کے بعد بھی تمھاری عقل کی نظر انکے دیکھنے مین چندھیاتی ہے اور بھر نظر دیکھ نہین سکتی اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ ماتبصرون سے ظاہر کا عالم مراد ہے اور مالاتبصرون سے غائب کا عالم مراد ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ماتبصرون وہ ہے جو زمین کے اوپر ہے اور مالاتبصرون وہ ہے جو زمین کے نیچے ہے یا ماتبصرون سے عالم اجسام مراد ہے اور مالاتبصرون سے عالم ارواح مراد ہے یا اول سے انسان اور دوسرے سے جنات مراد ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ماتبصرون سے کعبہ معظمہ زادہا اللہ تشریفاً وتکریماً مراد ہے اسواسطے کہ انوار الٰہی کی تجلی اس مقام مین اسطرح سے ظاہر اور باہر ہے کہ آنکھ کی بینائی سے معلوم ہوتی ہے اور مالاتبصرون سے بیت المعمور مراد ہے اور بعضون نے خشکی اور تری کے مخلوقات پر حمل کیا ہے اور بعضون نے ماتبصرون کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ پر یعنی حکم پہنچا دینے پر اور مالاتبصرون کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نزول اور اترنے پر منطبق کیا ہے اور اکثر صوفیہ قدس اللہ

اُسرار ہم نے مابصرون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے آثار اور نشانون پر جو ظاہر معجزون
کی مدد سے روشن اور واضح تھے حمل کیا ہے۔ اور مالا تبصرون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت
کے انوار پر جو ہرگز کسی مخلوقات کی بینائی بلکہ دانائی مین بھی نہین آسکتے ہین حمل کیا ہے غرض کہ ہر طرح سے
قسم کھانا اس مضمون پر ہے کہ اِنَّہٗ بیشک یہ قرآن معجزون والا جو ہر چیز کی حقیقت کو کھول دیتا
ہے لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ البتہ بیشک خدا کا کلام ہے لایا ہوا رسول بزرگ اور مانند ار کا
اسواسطے کہ درگاہ آلہی سے حضرت جبرئیل علیہ السّلام لاتے ہین اور حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے
رسول مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم سن کے تمکو پہنچاتے ہین اور یہ دونون شخص نہایت بزرگی
اور کرم اور عدالت اور دیانت اور امانت سے موصوف ہین اور دُنیا کی خسیس غرضون سے اور
اِس جہان کی بُری طمعون سے منزہ اور پاک ہین چنانچہ اِس رسول کا حال یعنی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا تمنے اپنی آنکھ سے خود دیکھا اور خوب جانتے ہو کہ جہان کی بُرائی سے پاک ہے اور
اُس دوسرے رسول کا حال دریافت کرنے کو اِس رسول کی گواہی فقط کافی ہے پھر ایسے بزرگون
سے اپنے مالک اور خالق پر افترا اور جھوٹ باندھنا ہرگز نہین ہو سکتا انکی طرف ایسی بات کی
نسبت کرنا بیجا ہے وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ اور نہین ہے یہ قرآن کہا ہوا کسی شاعر کا
اسواسطے کہ شعر کے واسطے وزن اور بحر لازم ہے اور اِس کلام مین ہرگز وزن اور بحر پائی نہین جاتی
اور یہ بھی ہے کہ شاعر کا کلام بے اصل محض ہوتا ہے اور تمام مضمون اُسکے وہمی اور خیالی ہوتے ہین
جنکی اصل کچھ بھی نہین ہوتی اور اس کلام مین حقائق اور معارف کے اصول کو قطعی دلیلون اور
یقینی حجتون سے بیان فرمایا ہے اور دوسرے یہ بھی ہے کہ شاعرون کے کلام مین خالی مضمون
اِس قسم کے نہین ہوتے ہین کہ وقت کی خصوصیت پر یا عدد اور مدت کی تعیین پر یا واقعی سچے
قصون پر جسطرح وے امورات حقیقت مین ہین اسیطرح بیان کرین بلکہ کمی اور زیادتی سے اُنکے
کلام خالی نہین ہوتے بخلاف اِس کلام پاک کے کہ اِسی قسم کے مضمون اِس مین سنتے ہو جسطرح اِس سورۃ
مین تمنے سنا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ

یَوْمَئِذٍ ثَمَانِیَةٌ یہان حق تعالیٰ نے وقت کو خاص کرکے اور عدد اور مدت کو معین کرکے
فرمایا اور اِس تعیین اور تخصیص مین کسی طرح کا شک اور شبہ نہین ہے اسی طرح دوسرے احوال جیسے ثمود کا
قصہ اور عاد اور فرعون کا اور جو اسکے پہلے تھے اور موتفکات کا یعنے اُلٹی بستیون والے یعنے
حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور اِس بیان مین کسی طرح سے کمی اور زیادتی نہین ہے پس نادان جاہلونکا
بکنا جسطرح ابو جہل جاہل کہتا تھا کہ یہ کلام کسی بڑے شاعر کا ہے جو بلاغت کے فن مین نہایت
مہارت رکھتا ہے کہ مجکو اپنی بلاغت کے زور سے عاجز کردیا ہے یہ اسکا کہنا محض بیفایدہ اور
پوچ ہے ہرگز سماعت کے قابل نہین ہے قَلِیلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ بہت تھوڑا تم یقین کرتے
ہو اسواسطے کہ بدیہی امرون کو جنکا صدق ظاہر اور کھلا ہوا ہے اُنکو بھی اپنی نادانی اور جہالت
اور تعصب سے انکار کرتے ہو نہین تو اِس کلام کا شعر نہونا ظاہر ہے از روئے لفظ کے بھی
یعنے جانب داری
اور از روئے معنی کے بھی کسیطرح کی پوشیدگی نہین ہے وَلَا بِقَوْلِ کَاهِنٍ اور نہین ہے یہ
قرآن کہا ہوا کسی کاہن کا جسکو جنات بعضی باتین غیب کی اور بعضے احوال کچھ ردیف قافیہ سے
ایک کلام درست کرکے بتلا دیتے ہین جیسے چور کا پتا اور نام اور نسب اور مدعی کو دعوے
مین سچا جان لینا اور خواب کی تعبیر بتا دینا اور اِسی قسم کی دوسری چیزین اُسکے دل مین ڈال
دیتے ہین جسطرح عقبہ بن معیط اِسی قسم کی باتین بکا کرتا تھا سو یہ کلام ویسا نہین ہے کئی
وجہون سے پہلی وجہ یہ ہے کہ جنون کا کلام معجز نہین ہوتا یعنے دوسرا ویسا کہہ نہ سکے
بلکہ جو ایک جن کسی کاہن کو ایک بات سکھلاتا ہے دوسرا جن بھی ویسی بات دوسرے کاہن کو
سکھلا سکتا ہے اور یہ کلام یعنے قرآن ایسا معجز ہے کہ کسی جن کا کلام اُسکے مشابہ نہین ہوسکتا
اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ کاہنون کے کلام مین قافیہ اور سجع کی رعایت کے واسطے
بہت لفظین بیکار اور بیفائدہ آتی ہین اور اِس کلام اعجاز نظام مین کوئی لفظ بیفائدہ
اور بیکار نہین ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ جنون کا خبردار ہونا کسی آیندہ کے احوال سے اور
معین کردینا کسی مجہول چیز کا جو آدمی سے چھپی ہے اُنکے جسم کی لطافت اور باریکی کے

سبب ہے اور اُنکے عالم کا نزدیک ہونا فرشتون کے عالم سے اور مختلف شکلون کے بدلنے پر
قادر ہونے اور آسمان کے قریب جاکر فرشتون کی بات سُن لینے کے سبب سے ہو سکتا ہے
لیکن علمون کی حقیقت پر مطلع ہونا اور دین اور شریعتون کے کلی قواعد اور دستورون کو
جان لینا اور فرشتون کے اور آسمان کے چھپے بھیدون پر خبردار ہونا اور اگلے زمانے
کے بڑے بڑے قصّون سے آگاہ ہونا ہرگز اُنسے نہین ہوسکتا بخلاف قرآن شریف
کے کہ وہ اِن ہی مضمونون سے بھرا ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اِس کلام مین یعنی قرآن مجید مین
اکثر مقامون پر شیطانون کی بُرائی اور اُنکی راہ اور چلن سے بچنا اور جنون کی عبادت کی
بُرائیان جو بتون مین گھس کے آواز کرتے ہین اور اِس فریب سے اپنے تئین معبود ٹھہرا کر
پجواتے ہین اور کاہنون کی بُرائیان جو شیطانون سے بھائی بندی رکھتے ہین مذکور ہین
سو اگر یہ جنون کا کلام ہوتا تو جن اپنی بُرائی آپ کاہے کو بیان کرتے اور اپنی شیطنت
ظاہر کرکے لوگون کو اپنے سے علٰحدہ اور متنفر کرتے اسواسطے کہ یہ بات عادت کے
خلاف ہے کہ کوئی شخص اپنی بُرائی آپ ہی بیان کرے **قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ**
بہت کم سوچتے ہو اپنے معلوم مقدمون کو اور بہت کم غور کرتے ہو ان مین اِس مقام
مین مفسرین کو ایک سوال ہے مشہور وہ سوال یہ ہے کہ شاعریت کی نفی مین قلیلاً ما تومنون
اور کہانت کی نفی مین قلیلاً ما تذکرون کیون فرمایا۔ سو اسکا جواب عین آیتون کی تفسیر مین
بیان کردیا گیا اسواسطے کہ شاعریت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی
تلاوت اور تبلیغ مین ایسا ظاہر امر تھا جو سب پر روشن تھا ایسی ظاہر چیز کی انکار نہین
کرتا مگر وہی جسکا دل تصدیق اور ایمان سے خالی ہے ایسا شخص بدیہی چیز کی بھی انکار
کرسکتا ہے جسطرح آگ کو جلانیوالا نہ جانے اسواسطے کہ بے عقل محض ہے اور اِس کلام سے
یعنے قرآن کے سُننے کے سبب سے کہانت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کرنا البتہ تامل اور غور پر موقوف تھا اور اِس بات کی احتیاج تھی کہ کہانت کے لوازمات کو

اور اسکی اصل اور فروع کو یعنی اسکی جڑ اور شاخ کو خوب طرح سے غور کرین اسواسطے کہانت کی نفی مین
تذکرون فرمایا یعنے غور اور فکر تم بہت کرتے ہو حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن شریف جب شاعر کا کلام
اور کاہن کا کلام نہو سکا تو ثابت ہوا کہ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُتارا ہوا ہے
تمام عالم کے پروردگار کی طرف سے جسکی ربوبیت عام ہے سب کو شامل اور یہی عام ربوبیت اسکی
اِس کلام کے اُتارنے کی مقتضی ہوئی یعنی اِس نے خواہش کی تاکہ سب جہان والون کو دین اور
دُنیا کے کامون مین اِس کلام پاک سے تربیت فرماوے اور یہ کہین کہ یہ کلام حقیقت مین حق تعالیٰ
ہی کا اُتارا ہوا ہے کسی آدمی اور جن کا کلام نہین ہے مگر ایک دو کلمے یا ایک دو آیتین رسول
اپنی طرف سے اِس مین ملا کر زیادہ کردے تو ہو سکتا ہے کچھ تعجب نہین ہے اسواسطے کہ دنیا کے
رسول اور قاصد بھی بھیجنے والے کی طرف سے پیغام پونہچانے اور ادا کرنے کے وقت ایک دو کلمے
اپنی طرف سے ملاتے ہین کچھ مضائقہ نہین جانتے اور اسقدر یعنی ایک دو کلمے یا ایک دو آیتین
اگر ملادی جاوین تو اِتنے بڑے کلام مین وہ پہچان نہ پڑینگی اور جدا نہو سکین گی تو اِس احتمال سے
اِس مجموع کلام کے معجز ہونے مین بھی امن حاصل نہوا تو اسکے جواب مین ہم کہین گے کہ یہ قیاس
تمہارا مع الفارق ہے یعنے اِس کلام پاک کو قاصد کے کلام پر قیاس کرنا بہت بعید اور بیجا ہے اسواسطے کہ
دنیا کے قاصدون کو اُنکے بھیجنے والے پیغام پونہچانے کے وقت دیکھتے نہین ہین اور اپنے کلام کو
قاصد کے حافظے مین ادا کرنے تک باقی رکھنے کی طاقت نہین رکھتے اسواسطے قاصد کو اِتنے
دخل دینے کی اپنے کلام مین گویا پروانگی دیتے ہین اگرچہ زبان سے نہ کہین اور یہان یعنے
حق تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول مین یہ بات متصور نہین ہو اسواسطے کہ یہان رسول اور اُسکا
حافظہ دونون بھیجنے والے کے یعنی حق تعالیٰ کے اختیار اور قدرت مین ہین اور ہر وقت اسکے
سامنے حاضر یہان ہرگز متصور نہین ہے کہ رسول اپنی طرف سے حق تعالیٰ کے کلام مین دخل دینے
پاوے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا اور اگر فرض کیا کہ بنا کر کہے یہ رسول ہمپر اپنی فصاحت
اور بلاغت کے زور سے بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ بعضی باتین یعنی کوئی آیت بن کچھ اپنی طرف سے

بڑھاوے اسواسطے کہ اگر سب کلام کو یا کوئی بڑی آیت کو پوری بنالیتا تو فصیح اور بلیغ لوگ اس سے
جھگڑا کر کے اسکو شرمندہ اور خفیف کر ڈالتے لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ البتہ اسکو ذلت
اسکو ہلاک کر ڈالتے اسطور سے کہ پکڑتے ہم اسکا سیدھا ہاتھ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ
الْوَتِيْنَ پھر ہم کاٹ ڈالتے تیز تلوار سے اسکی جان کی رگ جسکے سبب سے اسکی جان ہے اور ہم اسکو
فرصت نہ لینے دیتے اور یہ اس واجب القتل کے حال کی صورت ہے جسکو بادشاہ دنیا کے اپنے
سامنے سزا دیتے ہیں اور اپنے روبرو جلاد کو بلا کر اسکی گردن کٹواتے ہیں اور داہنا ہاتھ
پکڑنے کی وجہ یہ ہے کہ قتل کرنے کے وقت تلوار جلاد کے داہنے ہاتھ میں ہوتی ہے پھر اگر مقتول کا
بایاں ہاتھ پکڑ کے اسکی گردن مارے تو مقتول کی گردن پر پیچھے کی طرف پھری ہوئی تلوار لگے گی اور
اگر اسکا داہنا ہاتھ پکڑ کے ماریگا تو مقتول کی گردن میں بائیں طرف سے لگے گی جسطرف دل ہوتا ہے
گردن مارنے کی جگہ بھی وہی مقرر ہے اور مقتول کا ہاتھ گردن مارنے کے وقت پکڑنا اسواسطے
ہوتا ہے تاکہ اپنے ہاتھ سے جلاد کے حربے کو روک نہ لے اور دوسرے حربے کی جلاد کو حاجت ہوئے
اور روکنے اور بچانے میں اکثر داہنا ہاتھ اٹھتا ہے اور یہ ہاتھ زور والا بھی ہے سواسواسطے داہنا
ہاتھ ہی پکڑنا چاہیے اور بعضے محققوں نے ایسا کہا ہے کہ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ سے اشارہ یہ ہے کہ
اسکے داہنے ہاتھ کو ہم شل کر دیتے تاکہ ہل نہ سکے اور ہرگز جنبش نہ کر سکے اور جھوٹ بات اشارے
اور کنایے سے بھی نہ کر سکے اور لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ
اسکے دل کی رگ کو کاٹ ڈالتے تاکہ جھوٹ بات بنا کر نہ کہہ سکے اور اس رگ کا نام عربی میں
نیاط ہے اور نہ زبان کے متصل ہوتی ہے اور زبان کی جنبش اور دل کے ارادے کے موافق
زبان سے بات کا نکلنا اسی کے سبب سے ہوتا ہے اسی واسطے خفقان کے مرض کے وقت جو دلکو
گھبراہٹ اور بیقراری ہوتی ہے تو زبان بھی لغزش اور لکنت کرنے لگتی ہے اور اس جگہ پر ایک
سوال ہے بہت سخت اسکا مضمون یہ ہے کہ اگر یہ شرطاور جزا درست ہو اور مقدم اور تالی کی ملازمت
کلیتہً صادق آوے یعنی جہاں کہیں مقدم پایا جاوے وہاں تالی بھی ضرور پائی جاوے تو یہ بات

لازم ہوتی ہے کہ جو حق تعالیٰ پر جھوٹ باندھے وہ زندہ باقی نہ رہے اور حال یہ ہی کہ
مفتری اور جھوٹے بہت گذرے ہین جیسے مسلمہ کذاب اور اسود عنسی اور اِسیطرح
کے دوسرے جھوٹے جنھون نے طومار کے طومار حق تعالیٰ پر جھوٹ کے باندھے
ہین اور اس قسم کا مواخذہ اور پکڑ اِن سے نہ ہوئے تو اِسکا جواب یہ ہی کہ
تقول کے صیغے مین جو ضمیر مستتر ہے وہ فقط رسول کی طرف پھرتی ہے
نہ ہر فرد انسان کی طرف بس لازم یہ ہوا کہ اگر بالفرض رسول سے ایسی بات
پائی جاوے تو اِسیوقت یہ عذاب اسپر کیا جاوے اِسواسطے اِسکی تصدیق اور سچائی
معجزون کے سبب سے حاصل ہوئی ہی پھر اگر اِس قسم کی بات مین جلدی سزا اور عذاب نہ کیا
جاوے تو ایسا التباس اور شبہ پڑ جاوے جسکا سنورنا ممکن نہین ہی اور یہ بات
حکمت کے منافی ہی بخلاف اِس شخص کے جو رسول نہین اور اسکا رسول ہونا معجزے سے ثابت
نہین ہوا ہی تو اسکی بات بھی بیہودہ اور خرافات ہی کوئی اسکی بات نہ سنیگا اور ہرگز کسی کو
التباس اور شبہ نہ پڑیگا ہان ایسے شخص کے معجزے سے تصدیق ہونا محال ہی یعنے ہرگز
ہو نہین سکتی اور اسکی مثال یون سمجھا چاہیے کہ جسطرح بادشاہ کسی شخص کو کسی کام پہ مقرر کرکے
خلعت اور فرمان اپنا دیکر کسی طرف روانہ کرتے ہین پھر اگر اِس شخص سے اِس خدمت
مین کچھ خیانت ہوتی یا کچھ بادشاہ پر جھوٹ باندھنا اس سے ثابت ہوا تو اسیوقت اِسکا
تدارک کرتے ہین اور اگر کسی دوسرے شخص سے جسکے پاس نہ کوئی سند ہو نہ کچھ کام ایسی
بات ہوتی ہی تو ہرگز اسطرف متوجہ نہین ہوتے اور اسکے حال سے کچھ تعرض بھی نہین کرتے
اسواسطے کہ جانتے ہین کہ دانا لوگ اُسکے فریب مین ہرگز نہ آوینگے اور اسکی بات کو ہرگز نہ
سنین گے بس یہی حال رسول کے مقدمہ مین بوجھا چاہیے حاصل کلام کا یہ ہی کہ اگر رسول جسکی
رسالت معجزون سے ثابت ہو چکی ہے اِس قسم کا افترا اور جھوٹھ حق تعالیٰ پر باندھے تو ضرور
ایسے عذاب مین گرفتار ہووے فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ

پھر نہو گا تم مین سے کوئی فرقہ یا کوئی جماعت ہمارے اِس عذاب کو رسول سے منع کرنیوالا اور
روکنے والا یعنے پھر کوئی ایسا نہین جو رسول کو اِس بلا سے کسی حیلہ اور تدبیر سے بچا رکھے
اور ہلاک ہونے ندے اور اَحَدٍ کا لفظ جمع کے معنون مین ہے اسیواسطے اِسکی خبر مین
حاجزین فرمایا ہے جمع کے صیغے سے گویا اِسطرف اشارہ ہی کہ جب سب جہان کے لوگ
مِلکر اسکو اس ہمارے عذاب سے بچا نہ سکین گے تو ہر ایک اکیلا اکیلا کب بچا سکتا ہی اور
منع کر سکتا ہی سو جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ یہ قرآن سب کا سب یعنے ہر ہر کلمہ اور ہر ہر حرف
اسکا جہان کے مالک کی طرف سے اُتارا ہوا ہے تو ایک فائدہ اسکا ظاہر ہوا یعنے اِس
قرآن کی تلاوت حق تعالی کی نزدیکی کا سبب ہے اور اِسکی ہمیشہ تلاوت کرنے سے اُس
جناب پاک کی درگاہ مین بڑا مضبوط وسیلہ حاصل ہوتا ہی جیسے ذکر الٰہی پر مداومت اور
ہمیشگی کرنے سے اب دوسرا فائدہ جو اس مین پایا جاتا ہی بیان فرماتے ہین کہ **وَإِنَّهُ**
اور بیشک یہ قرآن **لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ** البتہ نصیحت اور سمجھوتی ہی اور یاد دلا دیتا ہی
پرہیزگارون کو یعنی اُن لوگون کو جو تقوی کی راہ چلتے ہین اور چاہتے ہین اُس کام کرنیکو
جس مین اپنے خاوند کی رضامندی حاصل کرین اور بُرے کامون سے دور بھاگتے
ہین ایسے لوگون کے واسطے یہ قرآن شریف قانون اور دستور العمل ہے اور یہ دونون
فائدے قرآن شریف کے ایمانداروں کے واسطے اور پرہیزگارون کے واسطے خاص
ہین منکر اور جھٹلانیوالون کو اِن دونون فائدون سے قرآن کے کچھ فائدہ نہین ہے
وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ اور بیشک ہم جانتے ہین کہ تم مین سے
بعضے لوگ اِس قرآن شریف کو جھٹلاتے ہین سو یہی دونون فائدے قرآن کے اُتارنے
ہین اِنکے واسطے ارادہ نہین کیا ہے ہمنے بلکہ کافرون اور منکرون کے حق مین قرآن کے
اُتارنے مین دوسرا فائدہ ہمنے منظور رکھا ہی **وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ**
اور بیشک یہ قرآن بڑا پچھتاوا ہوگا کافرون پر پہلے دُنیا مین جس وقت قرآن پر عمل

کرنیوالون کو حق تعالی کی طرف سے مددین اور فتحین پے در پے پونچین گی اور انکا غلبہ اور دبدبہ روز بروز بڑھتا جائیگا اور دوسرے آخرت مین جب قرآن پر عمل کرنے والے ہر موقف اور ہر جگہہ پر حشر مین سرخ رو ہوویںگے اور قرآن کے منکر ہر جگہہ پر ذلیل اور خوار اور رسوا ہونگے **وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ** اور بیشک یہ قرآن شریف صرف یقین ہی یعنے قابل یقین کرنے کے ہی جسمین باطل اور نالائق بات پائی نہین جاتی تاکہ شک اور شبہہ کی اس مین جگہہ ہووے یا کسی کا عذر اسکے مضمون کے نہ ماننے مین دنیا یا آخرت مین سنا جاوے **فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ** سواسکے ساتھ یاد کر اپنے پروردگار کا نام جو سبسے بڑا اور بڑی عظمت اور بزرگی والا ہی تاکہ مجھکو اس یاد کرنے مین دل کی پوری صفائی حاصل ہووے اور قرآن کا حق الیقین ہونا تیرے دل کی صیقل کیے ہوئے آئینے مین منقش ہو اور گڑجاوے اور یہ تیسرا فائدہ ہی قرآن شریف کا جس سے خاص لوگ جو صاحب باطن ہین بہرہ ور ہوتے ہین حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ یعنے اس تسبیح کو اپنی نماز کے رکوع مین پڑھا کرو اور اسطرح کہا کرو کہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ یعنی پاک ہے رب میرا جو بڑی عظمت والا ہی اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى نازل ہوئی تب آپنے فرمایا کہ اِجْعَلُوهَا فِي سُجُودِكُمْ یعنے اس تسبیح کو اپنی نماز کے سجدے مین پڑھا کرو اور یون کہا کرو کہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى یعنے پاک ہی رب میرا جو سبسے بلند ہی اور اسی حدیث سے نحو کے جاننے والے قاریون نے یہ بات نکالی ہی کہ معنی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ اور سَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ آپس مین دونون متلازم ہین یعنی دونون کے معنے ایک ہین اسواسطے کہ اس مقام مین سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہنے کو فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ کے مضمون کی فرمان برداری کا سبب گردانا ہی جسطرح سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہنے کو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى کے مضمون کی تابعداری کا سبب کہا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ بے کا حرف جو فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ مین ہی سو زائد ہی جیسے لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

ہین زائد ہی اور بعضے باریک ہین اس حدیث شریف کے مضمون ہین ایک اشکال رکھتے ہین
حاصل اُس اشکال کا یہ ہی کہ تسبیح کو دونون آیتون ہین رب کے اسم پر لاے ہین یعنی یون فرمایا ہی
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى
اور حدیث شریف ہین رب کی ذات کی تسبیح ہے اسم رب کی تسبیح نہین ہی یعنے
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى فرمایا ہے سوان دونون
تسبیحون کے کہنے سے جو حدیث شریف ہین وارد ہین فرمان برداری اس امر کی جو دونون
آیتون ہین ہی کسطرح ہوئی ظاہر تو آیتون ہین حکم دوسرا ہی اور حدیثون ہین حکم دوسرا سو اس اشکال کا
جواب یہ ہی کہ رب کی ذات کی تسبیح رب کے اسم کے ضمن ہین بوجھی جاتی ہی سو آیت ہین تسبیح
کی صورت کا حکم ہی اسطور سے جسطرح کوئی اپنے دل کی بات اور مقصود کو بیان کرے اور حدیث
ہین اس تسبیح کی صورت یعنے لفظون کی تعلیم ہے ان ہی دو اسم کر کے یعنے عظیم اور اعلی کر کے
اور ان دونون اسمون کو صفت کیا ہی ایک دوسرے اسم کا یعنی رب کا سو اسطور کی عبارت کو
اسواسطے اختیار کیا ہی تا کہ دونون آیتون کے لفظون کی رعایت جہان تک ہو سکے کیجاوے
اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ کے معنے یون ہون کہ فَسَبِّحْ ذَاتَ
رَبِّكَ بِهٰذَا الْاِسْمِ الْمُرَكَّبِ مِنَ الصِّفَةِ وَالْمَوْصُوْفِ یعنی پھر تسبیح کر اپنے رب کی ذات پاک کو
اس نام سے جو مرکب ہی صفت اور موصوف سے اور اس قیاس پر سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ
الْاَعْلٰى کو معنے یون ہونگے کہ اَوْقِعِ التَّسْبِيْحَ عَلٰى هٰذَا الْاِسْمِ الْمُرَكَّبِ مِنَ الْمَوْصُوْفِ
وَالصِّفَةِ یعنے واقع کر تسبیح کو اس نام پر جو مرکب ہے موصوف اور صفت سے۔ اب
اس صورت ہین حدیث کا مضمون آیت کے مضمون سے مطابق ہو گیا اور ہرگز کوئی اشکال باقی

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ

یہ سورۃ مکی ہی اور اس ہین چوالیس آیتین اور دو سو سولہ کلمے اور آٹھ سو اکسٹھ حرف ہین

اور اس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۃ حاقہ سے یہ ہی کہ اس سورۃ مین اوّل سے آخر تک قیامت کا
ذکر اور دنیا اور آخرت مین کافرون کے عذاب کی کیفیت بیان ہی اور اس سورۃ مین مکہ کے
کافرون کے عذاب موعود کی جلدی کرنا بیان ہی اور انکی جرأت اور بیباکی ایسے مہلک اور
خوفناک چیز کے طلب کرنے پر باوجود اس بات کے کہ ادنی چیز جو عادت کے خلاف ہو
اور سہل سی مشقت کے اٹھانے کی طاقت نہین رکھتے ہین تو گویا اس سورت مین حماقت
اور نادانی اور جہالت ان لوگون کی بیان ہی جو ایسی سخت آفت کو سہل سمجھ کر اسکی ٹھٹھا
اور مسخری کیا کرتے ہین اور اس سورت مین مذکور ہی کہ کافر خدا کا ایمان نہین لاتے ہین اور
فقیرون اور محتاجون کے کھلانے کی عادت نہین کرتے ہین اور قیامت کے دن کوئی خویش
اور قریب کافر کے کام نہ آویگا اور اس مضمون کو اس سورۃ مین تفصیل سے بیان فرمایا ہی کہ
یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ یعنے آرزو کریگا گنہگار کہ کاش کے عوض دے
اس دن کے عذاب سے اولاد اور جورو اور بھائی الخ اور مسلمانون کے حق مین ارشاد
فرمایا ہی کہ وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ وَالَّذِیْنَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ
وَالْمَحْرُوْمِ اور یہ بھی فرمایا ہے وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا اور یہ بھی ہی کہ اس سورۃ مین
آسمان کا پھٹنا اور ٹکرانا زمین اور پہاڑون کا مذکور ہی اور اس سورۃ مین پگھلنا آسمان کا اور اڑنا
پہاڑون کا ہوا مین مذکور ہی اور یہ بھی ہی کہ اس سورۃ مین مذکور ہی کہ کافر کا مال قیامت کے دن
کچھ کام نہ آویگا اور نہایت شرمندگی اور افسوس سے کہیگا مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ اور اس سورۃ
مین مذکور ہی کہ کافر کے اہل وعیال اور خویش اور اقربا قیامت کے دن اسکے عوض مین کچھ کام
نہ آوینگے کہ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْهِ الخ اور یہ بھی ہی کہ اس سورۃ
مین ارشاد ہوا ہی کہ کافرون کے عذاب کا کارخانہ ہمیشہ سے تقدیر مین مختلف رہا ہی بعضے
کافرون کے عذاب کا سامان تین دن مین سرانجام پایا ہی جیسے ثمود کی قوم اور ایک ہی فرشتہ
کے فعل سے یعنے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اور ایک ہی روح کے سحر کرنے سے یعنے

صوت اور صیحہ کے مقولے کی روح سے اور حقیقت مین یہ ایک شعبہ ہی ہوا کے عنصر کی روح کلی سے آور بعضے کافرون کا آٹھ دن مین اور بہت فرشتون کی تدبیر سے جیسے حضرت میکائیل علیہ السلام اور انکے ہمراہی والے فرشتے اور ہوا کے عنصر کی روح کلی کے مسخر کرنے سے سرانجام اور اختتام پایا جیسے عاد کی قوم اور بعضون کو بہت سے مختلف فرشتون کی جماعت کے سے اور مختلف عناصر کی ارواح سے اور ادھر کی مرکب چیزون سے اور حیوانی روحون سے چالیس برس مین یا ایک رات مین یا چھ مہینے مین عذاب کیا جیسے فرعون اور اسکے پہلے والے یعنے حضرت شعیب اور حضرت لوط اور حضرت نوح علیہم السلام کی قومون کے عذاب مین افعال مختلف ترکیب پاتے تھے چنانچہ فرعون کے غرق کرنے مین حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام اپنے لشکر اور ہمراہیون سے شریک تھے کبھی قحط اور کبھی میوون کا نقصان اور کبھی طوفان اور کبھی ٹیری اور کبھی چیچڑی اور کبھی مینڈک اور کبھی خون سے اسپر عذاب کرتے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے عذاب مین آواز کرنیوالے جبرئیل علیہ السلام تھے اور صدا کی روح کو مسخر کیا تھا اور آگ کے سائبان کو حضرت میکائیل علیہ السلام اور انکے لشکر کے فرشتون نے سرانجام دیا تھا اور آگ اور ہوا کی روح کی تسخیر واقع ہوئی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے عذاب مین حضرت جبرئیل علیہ السلام معہ سولہ فرشتے دوسرے شریک تھے اور گندھک کی کان کی روح اور زمین کی روح سب کو مسخر کرکے اس کام مین لگایا تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے عذاب مین حضرت میکائیل علیہ السلام اپنے لشکر اور مددگارون کے ساتھ شریک ہوکے پانی کی روح کو مسخر کیا تھا از روے فعل کے اور ہوا کی روح کو مسخر کیا تھا از روی انفعال کے اور ادھر کی مخلوقات کو پانی ہوجانے کے واسطے مسخر کیا تھا اور زمین کی روح کو چشمون کے پھاڑ نکالنے اور بہانے کے واسطے اور جنگل کے وحشی جانورون کو یعنی درندا اور پرندا اور حشرات الارض کو کشتی پر لادنے کے

واسطے اور اسواسطے کہ اپنی طبیعت کی خواہشون کو بند کرین اور کسی کو آپس مین ایذا نہ پونچاوین
اور اسیواسطے اِن قومون کے حق مین ارشاد ہوا ہی کہ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً اور اِس سورۃ مین
ارشاد فرمایا ہی کہ قیامت کا عذاب جو موعود یعنی وعدہ کیا گیا ہی وہ سب فرشتون کی خدمت کا
اور تمام مخلوقات کی ارواح کی خدمت کا محتاج ہی ارواح خواہ علوی ہون خواہ سفلی اور اِس غرض
کے سرانجام کی ابتدا صور کے پھونکنے سے ہی اور انتہا اِسکی دوزخ والون کے دوزخ مین قرار
پکڑنے تک اور یہ پچاس ہزار برس مین ہوگا پھر ایسے عذاب کو جلدی چاہنا کہ جھٹ پٹ آجاوے
بڑی نادانی اور حماقت کی دلیل ہے اور اس عذاب کی حقیقت سے ناواقف ہونے کا نشان ہے
اور معارج آلہیہ سے جہالت کی علامت ہی اور معارج آلہیہ عبارت ہین عمدہ تدبیرون کے تمام
ہونے سے بہت سے زمانون کے اُلٹ پھیر مین اور اِس سورۃ کا نام سورۃ معارج ہونے کی
وجہ یہ ہی کہ اِس سورۃ مین حق تعالی نے اپنے تئین ذی المعارج کی صفت سے موصوف کیا ہے
اور ایک کو اپنے معارجون سے ذکر فرمایا ہی کہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ
مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ اور صفت کی حقیقت جیسی چاہئے بغیر بیان کرنے ایک تفصیل
کے جس مین تھوڑی عبارت بڑھ جاویگی خاطر نشان نہین ہوسکتی سو پہلے جاننا چاہیئے کہ ہر چیز کے عروج
کے معنی یہ ہین کہ وہ چیز اپنے انتہا درجے کو پونہچے اور جو حق تعالی سب غایتون کی نہایت ہی یعنے
ہر انتہا کی انتہا اِس تک ہی تو ہر چیز کا اِس جناب پاک تک پونہچنا اپنے انتہا درجے کے مقصود کو
پونہچنا ہے پھر جاننا چاہیئے کہ افعال اور تاثیرین الہیہ عالم مین تین چیز کے واسطے سے ظاہر ہوتی
ہین ایک فرشتے اور دوسری ارواح جو ہر مخلوق کے جوہر دراکہ سے عبارت ہی اور اُس مخلوق کی
صورت نوعیہ اِسکی محکوم ہی اور تیسرے ارادے والون کے نفس جیسے انسان اور حیوان اور شیطان
اور جن سو جو کچھ فرشتے اور ارواح کے واسطے سے ہی وہ چیز حق تعالی کی طرف بے واسطہ منسوب ہے
اِسواسطے کہ اِن دونون قسمون مین وہم اور شہوت اور غضب نہین پیدا کیا گیا ہی جو کچھ ہے وہ
عقل ہی کہ بدون معارض اور مزاحم کے فوقانی داعیے کا تحمل کرتی ہی اور اسیطور پر چلتی ہی اور جو ارادے

ف
عالم مین افعال
اور تاثیرین الہیہ
تین چیز کے واسطے
سے ظاہر ہوتی ہین

دالون کے نفسون کے واسطے سے ہے یعنے انسان اور حیوان اور جن اور شیطان کے واسطے سے
وہ چیز پاک پروردگار کی جناب مین بے واسطے منسوب نہین ہوسکتی اسواسطے کہ ان نفسون مین
وہم اور شہوت اور غضب دخل رکھتے ہین ہان یہ البتہ ہے کہ بعضی فرد ین انسان کی جیسے
حضرت خضر علیہ السلام اور دوسرے حق تعالی کے کارکن کہ حق تعالی کی دواعی کے تحمل کے
واسطے پیدا ہوئے ہین انکی شان بھی فرشتے اور روحون کی شان کے مانند ہے پھر جاننا چاہیئے کہ
جب کوئی کام عالم مین واقع ہوتا ہے تو اس کام کے سرانجام اور پورا کرنے کے واسطے فرشتے
اور روحین ایک ایک یا سب ملکر شریک ہوتے ہین اور اس کام کی ابتدا سے انتہا تک
اُس مین مصروف اور لگے رہتے ہین اور جب وہ کام ہوچکا اور مطلب حاصل ہوا تو پھر
انکو عروجی رجوع اپنے بندے کی طرف حاصل ہوتا ہے اس سبب سے کہ انھون نے اپنی چھپی
ہوئی استعداد کو ظاہر کیا اور ایک طرح کا کمال اُنکے نصیب ہوا اور یہ انکا رجوع کرنا بطور عروج کے
بعینہ نفس انسانی کے حواس اور قوی کے رجوع کرنے کے مانند ہے عمدہ مطلب حاصل کرنے
اور اُسکی لذت لینے کے بعد تاکہ اپنے استعداد کی زیادتی اپنے مالک پر عرض کرین اور
دوسرے داعیہ کے اُٹھانے کے مستحق ہو وین اور جب یہ تینون چیزین معلوم ہوئین تو
جاننا چاہیئے کہ معارج الٰہیہ عبارت ہین عالم مین اُسکی تدبیرون کے تمام ہونے سے اور وے
تدبیرین مختلف ہین بعضی تدبیرین ایسی ہین کہ ایک آن مین اسکا سرانجام ہوتا ہے جیسے کہ منقول
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ سب مکانون سے
محبوب زیادہ جگہ حق تعالی کے نزدیک کون ہے اُنکو بھی معلوم نہ تھا لیکن انھون نے اسیوقت
عروج کرکے ایک آن کی آن مین اسکا جواب لے آئے کہ اَحَبُّ الْبِقَاعِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا
یعنی زیادہ محبوب مکان اللہ تعالی کے نزدیک مسجدین ہین اور بعضی تدبیرین ایسی ہین کہ انکا
سرانجام ایک دن مین ہوتا ہے جیسے عروج اُن فرشتون کا جو ہر ہر فرد انسان پر اُسکے عمل لکھنے
اور اُسکی محافظت کے واسطے مقرر ہین سو ہر روز جو صبح کو آتے ہین وے عصر کو چلے جاتے ہین

اور جو عصر کے وقت آتے ہین وہ دوسری صبح کو چلے جاتے ہین اور یہ دور ہمیشہ چلا جاتا ہی
اور بعضی تدبیرین ایسی ہین جو تین دن یا چار دن کے عرصے مین تمام ہوتی ہین جس طرح
آدمیون کے عملون کا عرض کرنا دوشنبہ اور پنجشنبہ کو ہوتا ہی اور بعضی تدبیرون کا سرانجام
ایک ہفتہ مین اور بعضی کا ایک مہینے مین اور بعضی کا ایک سال مین تمام ہوتا ہی جیسے اُن
فرشتون کا عروج کرنا جو آدمیون کے رزق پر اور اجل پر اور ایک سال کی اخبار
پونہچانے پر مقرر ہین سو اُنکا عروج لیلۃ البرات کو یعنے شعبان کی پندرھوین شب کو
ہوتا ہی اور علی ہذالقیاس یہان تک کہ بعضی عمدہ تدبیرین جو بڑے بڑے خاندانون کی
حکومتین اور سلطنتین آخر ہونے پر اور اگلے پیغمبرون کی ملت اور مذہب کے قطع کرنے پر موقوف
ہین اُسکا عروج ہزار سال کے عرصے مین ہوتا ہی چنانچہ الٓمٓ السجدہ کی سورۃ مین مذکور ہی اور وہ
آیت یہ ہی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ
اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنے حق تعالی تدبیر سے اُتارتا ہی کام آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے
اُسکی طرف ایک دن مین جسکا اندازہ ہزار برس ہی تمھاری گنتی مین اور سب سے زیادہ مدت انسان
کی دریافت مین اس قسم کے عروج کے واسطے قیامت کے وقائع کی تدبیر کی مدت ہی کہ پہلی مرتبے
صور پھونکنے کے وقت سے بہشتیون کے بہشت مین اور دوزخیون کے دوزخ مین پونہچنے اور
قرار پکڑنے تک پچاس ہزار برس ہونگے اور بالکل فرشتے اور تمام قسم قسم کے مخلوقات کی روحین
اس تدبیر مین شریک ہونگی پھر اس بڑے کام کے سرانجام کی مدت گذرنے کے بعد وہ لوگ عروج
کرینگے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ قیامت کی ابتدا سے بہشتیون کے
بہشت مین اور دوزخیون کے دوزخ مین اپنے اپنے مکانون مین قرار پکڑنے تک پچاس
واقعہ ظاہر ہون گے اور ہر واقعہ ابتدا سے انتہا تک دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا پس اس سے
معلوم ہوا کہ قیامت کا دن اوّل سے آخر تک پچاس ہزار سال کا ہوگا اور صحیح مرفوع حدیثون
مین قیامت کے دن کا اندازہ اتنی مدت تک کا اسقدر مشہور ہی کہ حد تواتر کو پونہچا ہی اور اسیطرح کا

شبہہ اس مین باقی نہین رہا اور جو سورہ سجدہ مین مذکور ہی کہ کام کی تدبیر شروع سے انتہا تک یعنے
عروج تک خدائی کارخانے مین ہزار سال مین ہوتی ہی سو وہ کام اور تدبیرین دوسری ہین جو دُنیا
مین واقع ہوتی ہین جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا رسول کرکے بھیجنا اور آنکا اپنی قوم کو طوفان سے
خوف دلانا اور پھر طوفان کا آنا اور اس سے نجات اور فراغت حاصل ہونا یہ سب ایک ہزار سال
کی قدر مدت مین ہوا اور جیسے قوت اور شوکت اور وبدبہ دین اسلام کا کہ پانچ سو سال عرب کے
ہاتھ مین رہا اور پھر پانچ سو سال ترکون کے ہاتھ مین رہا پھر دونون کے ہاتھ سے نکل کے
ہندوؤن اور فرنگیون کا دخل ہوا اور اسلام ضعیف ہوگیا حاصل کلام کا یہ ہی کہ مسبب الاسباب
کی تدبیرون کا عروج ایک طور اور ایک مدت مین منحصر نہین ہی اُس مالک الملک کے کارخانون کی
بزرگی کا بیان کبھی اُن تدبیرون مین ذکر ہوتا ہی جو ہزار برس مین تمام ہوتی ہین اور کبھی اُن تدبیرون
مین ذکر ہوتا ہی جو پچاس ہزار برس مین انجام کو پہنچتی ہین اور ابو مسلم اصفہانی نے اپنی تفسیر مین کہا
ہی کہ دُنیا کی ابتدائی پیدائش سے قیامت کے آنے تک پچاس ہزار برس ہین فرشتے اور
روحین جو اس عالم کے انتظام کے لیے متعلق ہین اپنے اپنے کامون سے فراغت
حاصل کرکے پھر عروج کرینگے اور پھر دوسرے فرشتے اور روحین انکی جگہ پر مقرر ہوکے آخرت
کے عالم کی معموری اور انتظام کی کوشش کرینگے اور جو یہ بات کسی کو معلوم نہین ہی کہ ابتدا
پیدائش اس عالم سے کسقدر زمانہ ہوچکا ہے اور کسقدر باقی ہی اسی سبب سے قیامت کا حال بھی
کسی کو معلوم نہین ہی کہ کب آویگی لیکن قرآن کی آیت یعنے فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ
أَلْفَ سَنَةٍ اس تفسیر سے کچھ مناسبت نہین رکھتی ہی بلکہ مباینت پائی جاتی ہی اسواسطے کہ اس
تقدیر پر مناسب اسطرح تھا کہ تعرج الملائکۃ والروح الیہ بعد خمسین الف سنۃ
فرماتے یعنے عروج کرتے ہین فرشتے اور روحین اسکی طرف پچاس ہزار برس کے بعد اور یہ بھی ہی کہ
ابتدا پیدائش سے قیامت کے آنے تک اتنی مدت معین کرنے کے واسطے کوئی صحیح سند
چاہیے اور ایسی سند پائی نہین جاتی اور بعضے صوفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہی کہ معارج سے مراد ترقی

کے مراتب ہین طبیعت کے مقام سے معادن کے مقام تک جو اعتدال سے نزدیک ہوجاتا ہے اور وہان سے نبات کے مقام اور وہان سے حیوان اور انسان کے مقام تک پھر انسانی مرتبون کے مقامون ہین پھر سلوک کی منزلون ہین کہ انتباہ اور تیقظ ہین یعنی خبرداری اور بیداری ان منزلون کے آخر تک پھر فنا کے مرتبون ہین یہانتک کہ فنافی الصفات کی نوبت پونہچے اور اسکو کثرت ہین نہایت نہین ہی اور ہر ترقی ہین ایک عروج حاصل ہوتا ہے ان فرشتون اور روحون کو جو انسان کی خدمت کے واسطے متعین ہین انسان کی تبعیت اور رو اسطے سے تو اب فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کے معنی یہ ہوئے کہ اگر اس عروج کو اپنی حرکت پر ظاہر ہین قیاس کرین تو اسقدر مدت اسکے واسطے چاہیے تب انتہا کو پونہچا ہو اور وہب ابن منبہ کہتے ہین کہ اسفل عالم سے یعنی تحت الثری سے عرش کے کنگرے کی چوٹی تک پچاس ہزار برس کی مسافت یعنی دوری ہی اور زمین سے دنیا کے آسمان کے اوپر والی طرف تک ہزار برس کی مسافت ہی اسواسطے کہ زمین سے اس دنیا کے آسمان کے نیچے کی طرف تک پانچسو سال کی دوری ہی اور اسی قدر دنیا کے آسمان کا موٹاپا ہے تو سورۂ سجدہ ہین ان تدبیرون کا بیان ہی جو دنیا کے آسمان سے زمین پر اترتی ہین اور اس سورۃ ہین ان تدبیرون کا بیان ہی جو عرش معلی سے تحت الثری تک جاری ہوتی ہین اور اگر سورۂ سجدہ ہین فقط اتار اور چڑھاؤ کو اعتبار کرین چنانچہ ظاہر عبارت کی روش بھی یہی ہی تو زمین سے آسمان دنیا کے نیچے کی طرف تک چڑھاؤ اور پھر وہان سے زمین تک اتار ہین ہزار برس کی مسافت ہوجاتی ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ معارج ظاہری مراد ہون خواہ معارج معنوی مراد ہون ان دونون صورتون ہین اسقدر مسافت آدمی کے ذہن ہین گنجایش نہ رکھ سکتی ہی اسی واسطے اس مقام پر اس مدت کو یاد فرمایا ہی اور یہ غرض نہین کہ حق تعالی کی ہر تدبیر کے واسطے اتار اور چڑھاؤ ہین اسقدر مدت چاہیے تاکہ یہ اعتراض وارد ہو اور سورۂ سجدہ کے مضمون کے ساتھ تعارض پیدا ہو اور اس سورۃ کے نازل ہونے کے سبب ہین

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہین کہ نضر بن الحارث اور ابو جہل اور دوسرے
قریش کے کافر جو اپنی سرداری کے غرور مین مست تھے بیت اللہ کے نزدیک آئے اور اس خانہ
ملائک آشیانہ کا پردہ اپنے ہاتھون سے پکڑا اور بعضون نے اُن مین سے یہ کہنا شروع
کیا کہ یا الٰہی اگر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہی اور سچا ہی تو ہمارے اوپر پتھر برساؤ یا اور
کوئی دوسرا عذاب نازل کر اور بعضون نے کہا کہ ایک ٹکڑا آسمان کا گرا تا کہ ہمکو قیامت کے
عذاب کا یقین حاصل ہوجائے سو ان لوگون کی حماقت اور تمسخر کی باتین سُنکر رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج اور آزردگی حاصل ہوئی تب حق تعالیٰ جل شانہ نے یہ سورۃ نازل فرمائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌ مانگا ایک مانگنے والے نے اِس مقام پر جاننا چاہیے کہ عرب کے
لغت مین سوال دو معنون مین آتا ہی ایک پوچھنے کے معنون مین آتا ہی اور اسکے صلہ مین عن کے
حرف کو لاتے ہین اور دوسرا طلب کرنے اور مانگنے کے معنون مین آتا ہی اور اسکے صلہ
مین کبھی بے کے حرف کو لاتے ہین اِس لحاظ سے کہ یہ لفظ دعائی معنون کو شامل ہی اور
اِس مقام پر یہی معنی مُراد ہین اور انہین معنون کا لحاظ کرکے بِعَذَابٍ فرمایا یعنی عذاب
اور بلا عن عذاب نہ فرمایا اور بعضے فصاحت اور بلاغت کے فن کے ناواقف اِس ترکیب
مین ایک اشکال کرتے ہین اِس اعتراض کا مضمون یہ ہی کہ سوال نکریگا مگر کوئی سوال کرنیوالا
پھر سال کے بعد سائل کا ذکر بے فائدہ ہی سو اسکا جواب یہ ہی کہ سأل کے لفظ سے سوال کرنیوالا
التزام کے طور پر پوچھا جاتا ہی اور سائل کے لفظ سے مطابقت کے طور پر پوچھا جاتا ہے
سو اِس ترکیب مین دو شکلون کا جمع کرنا ہی جو بلاغت کے فن مین عمدہ چیز ہی پھر سائل کے
لفظ مین ابہام ہی اس بات کے نظر کرنے پر کہ سوال کرنیوالا کوئی شخص معین نہین ہے اور

متعین ہی اس راہ سے کہ فاعل موجود ہی بس اِس ترکیب مین دو متقابلون کا جمع ہونا بھی ہوا اور تحقیر بھی ہی یعنی سائل عقل اور دانائی سے بالکل بے بہرہ ہی جو ایسا سوال کرتا ہے بس اِس راہ سے دو ضدون کا جمع ہونا بھی ہوا ہر صورت سے فاعل کا ذکر اِس طور پر کہ اِس سے تعین نہ بوجھا جاوے اور جو چیز فعل کے لفظ سے التزام کے طور پر بوجھی جاوے وہ اِس ذکر سے صراحت کے طور پر بوجھی جاوے یہ ایک نکتے کے واسطے ہی جو فصیح اور بلیغ عالمون کے نزدیک نہایت معتبر ہی اور وہ نکتہ اشارہ ہی اِس بات کی طرف کہ یہ سوال ایسے شخص نے کیا ہی کہ سوای سوال کے کوئی بہتری اسمین پائی نہین جاتی تا کہ اِس بہتری کی راہ سے وہ معین کیا جاوی تو گویا وہ شخص انسانیت سے او خطاب کی لیاقت سے اور اِس قسم کی دوسری چیزون سے بے بہرہ ہی اور اِس ترکیب مین سوال کے پہلے مفعول کو یعنی سوال کیے گئے کو جو اِس مقام پر ذات پاک حضرت حق تعالیٰ کی ہی حذف کیا ہی یعنی ذکر نہین کیا ہی اسواسطے کہ جب سوال کرنیوالے نے اِس جناب پاک کے ادب کی رعایت نہ کی اور بے ادب اور بے تمیزون کی طرح اِس قسم کا سوال کر بیٹھا گویا اِسکو اعتبار کے درجے سے ساقط کیا تو اسکے سوال کی نقل مین بھی اسکو لفظ سے گرا دیا چاہیے تا کہ اسکی گستاخی کی طرف اشارہ ہو وے اور عذاب کے لفظ کے نکرہ لانے مین اسکی نہایت تمسخر کی طرف اشارہ ہی اسواسطے کہ تنکیر یا عظمت پر دلالت کرتی ہی یا حقارت پر سو اِس مقام پر اگر عظمت مراد لیجیے تو اِس سائل کی نہایت جرأت اور بیباکی ثابت ہوتی ہی کہ ایسے بڑے عذاب کو جان بوجھ کے طلب کیا اور اگر حقارت مراد لیجیے تو نہایت نادانی اور حمق اسکا ثابت ہوتا ہی کہ ایسے بڑے عذاب کو حقیر سمجھا اور باوجود اِس بے ادبی کے جو سوال مین اُسنے کی حماقت بھی اسکی ثابت ہوئی اسواسطے کہ وہ اس سوال مین تحصیل حاصل کی کرتا ہی یعنی بیفائدہ کام کرتا ہی کہ ایسے عذاب کو طلب کرتا ہی جو **وَّاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ** مقرر واقع ہونیوالا ہی کافرون کے

واسطے ایسے کافر کہ سوال کرنیوالا بھی ان ہی مین سے ہی اور وہ عذاب نہ آنے کا احتمال
بھی نہین رکھتا ہی تاکہ اُسکے طلب کرنے سے اسکا آنا متعین ہوجاوے اسواسطے کہ
لیس لہ دافع کوئی نہین ہی اس عذاب کو دفع کرنیوالا اسواسطے کہ وہ عذاب
مقدر ہی **من اللہ** اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو موصوف اس صفت سے ہی **ذی المعارج**
عروج کے درجون اور مرتبون کا صاحب کہ اُسکے بندے اسکے حکمون کی تابعداری
اور فرمان برداری مین دل او جان سے کوشش کرکے ان مرتبون اور درجون سے
ترقی کرکے پھر اسکی حضوری سے مشرف ہوتے ہین اور وہ درجے مسافت کی
دوری اور نزدیکی مین مختلف اور متفاوت ہین بعضے درجے اور مرتبے ایسے ہین کہ
ایک پلک مارنے مین انکے سبب سے ترقی ہوسکتی ہی جیسے اسلام کا کلمہ زبان سے
کہنا کہ اس کلمہ کے زبان پر جاری کرنے کے سبب سے وہ شخص ایک آن مین خرابی
اور ہلاکی سے رہائی پاکے نجات ابدی کے درجے مین ترقی کرتا ہی اور بعضے انمین سے
ایسے ہین کہ ایک ساعت مین اُنسے ترقی حاصل ہوتی ہی جیسے نماز کا ادا کرنا اور بعضے
ایسے ہین کہ ایک دن کامل مین اُنسے ترقی حاصل ہوتی ہی جیسے روزہ یا ایک مہینے
مین جیسے تمام رمضان کے مہینے کا روزہ رکھنا یا ایک سال مین جیسے حج کا ادا کرنا
اور اسی پر دوسرونکو قیاس کرلینا چاہیے اور اسیطرح فرشتون اور روحون کا عروج
جو کسی کام پر مقرر ہین اس کام سے فراغت پاتے کے بعد مختلف اور متفاوت ہی چنانچہ بنی آدم کے
نگہبان فرشتے کہ صبح سے عصر تک نگہبانی کرتے ہین اور عصر کی نماز کے بعد عروج کرتے ہین
پھر دوسرے فرشتے جو انکے عوض آتے ہین وہ صبح کی نماز کے بعد عروج کرتے ہین اور رزق
او موت پر جو مقرر ہین فرشتے شب برات کو یعنی شعبان کی پندرھوین شب کو عروج کرتے ہین اور
پھر دوسرا دفتر لاتے ہین اور اسی طرح درختون اور کانون اور بدلی اور برسات کی روحین اپنے
اپنے متعلق کامون کی مدتون مختلف تک تدبیرین کرکے عروج کرتے ہین اور اسی طرح کسی نبی کے

دین کے قائم رکھنے کے واسطے یا کسی قبیلے کی سلطنت یا حکومت کے تھامنے کے واسطے جو فرشتے اور روحین کہ مقرر ہین ہزار سال تک اِسکی تدبیر مین مشغول اور سرگرم ہو کے پھر اِس مدّت کے تمام ہونے کے بعد عروج کرتے ہین اور ان سب سے دراز اور لمبی ایک مدّت ہے کہ **تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ** چڑھینگے فرشتے اور روحین جو بنی آدم کی تدبیرون کے واسطے مقرر ہین آسمان کی ہون یا زمین کی اسکی طرف اس دن مین جسکا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہی اور وہ روز قیامت کا دن ہی کہ اُس دن پہلے صور کے پھونکنے کے سبب سے وہ فرشتے اور روحین جو آسمان اور زمین اور پہاڑ اور دریا اور ستارون کی نگہبانی کے واسطے مقرر ہین عروج کرینگے پھر وہ فرشتے جو بنی آدم کے علمون کی نگہبانی اور اُن علمون پر گواہی دینے کے واسطے مقرر ہین عروج کرینگے اور اِسی طرح علمون کے تولنے اور نامۂ اعمال سیدھے یا اُلٹے ہاتھون مین دینے کے واسطے ہین اور پُل صراط سے پار کرنے کے واسطے اور دوزخ والون کو دوزخ کی طرف ہانک لیجانے کے واسطے اور منزل اور درجے بہشتیون پر تقسیم کرنے کو اور اُنکی عیش و عشرت کا سامان درست کر دینے کے واسطے اور دوزخیون کو ہر ہر طبقے اور درکے مین ڈالنے کو اور اُنکے عذاب اور دُکھ اور رنج کا سامان کرنے کے واسطے تمام فرشتے عالم علوی اور عالم سفلی کے اور آسمانی اور ارضی اور عنصری اور معدنی اور نباتی اور حیوانی سب روحین گروہ کے گروہ ایک کے بعد ایک عروج کرین گے اور دنیا کی خدمتون سے جو ہر ایک کے واسطے مقرر تھی فراغت پا کے عالم آخرت کی خدمتون پر مقرر ہونگے یہانتک کہ پھر ایک طور پر قرار ہوگا اور بہشتی بہشت مین اور دوزخی دوزخ مین ٹھہرینگے اور اُس عالم کے قیام اور انتظام کے واسطے فرشتے اور روحین ابد الآباد تک یعنی ہمیشگی کے واسطے اپنے اپنے کامون پر مستعد اور مشغول ہونگے پھر اُسوقت عروج نہ ہوگا اور قرار اور سکون یعنی ٹھہراؤ اور چین کی حالت ظاہر ہوگی اور ابتدا عروج سے انتہا تک پچاس ہزار برس کی مدّت ہوگی چنانچہ صحیح حدیثون مین اسکی تصریح آگئی ہی اور اس تمام مدّت کا نام ایک دن ہے

اسواسطے کہ اتنی مدت مین ایک ہی کام یعنی بدلا دنیا بھلائی اور برائی کا منظور ہی اور صحیح حدیث
مین حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے آیا ہی کہ صحابہ نے اِس آیت کے سُننے کے بعد
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ دن تو بہت بڑا ہوگا اتنی
مدت خوف اور بے چینی اور بیقراری مین گذارنا اور بے ٹھور اور ٹھکانے رہنا بہت مشکل ہوگا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم خدا کی ایماندار آدمی کو وہ دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا
جتنی دیر مین ایک نماز فرض کی دنیا مین ادا کرتا ہی اب پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطب
ہوکے فرماتے ہین کہ جب حق تعالیٰ کو تمنے ذی المعارج کی صفت سے سراہا گیا جان لیا اور ایسے
بعضے معارج سن بھی لیے کہ پچاس ہزار برس کی مدت رکھتے ہین تو ان کافرون کے ایسے
عذاب مقرر کی جلدی کرنے اور سخری کرنے سے رنجیدہ مت ہو **فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا**
پھر صبر کر اچھی طرح کا صبر کرنا جس مین جلدی اور رنجیدگی اور دل کی گھبراہٹ نپائی جاوے اور ہم
تمکو صبر کرنے کو اسواسطے فرماتے ہین کہ ان کافرون کا جلدی اور سخری کرنا انکی غلطی اور نادانی
اور کم فہمی سے ہی کہ **إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا** بیشک یہ کافر دیکھتے ہین اس دن کو بہت
دور اور جانتے ہین کہ آسمان اور زمین کے خراب ہونے کو ابھی مدتین ہین ہمکو اس دن سے
ڈرنا کسواسطے چاہیے کچھ ہماری زندگی مین تو آنیوالا نہین ہی **وَنَرَاهُ قَرِيبًا** اور ہم دیکھتے
ہین اس دن کو بہت نزدیک اسواسطے کہ اس دن کی آمدنی کی ابتدا موت سے ہی جسوقت
روح بدن سے جدا ہوئی اسیوقت اس دن کے آثار اور علامتین ظاہر ہونے لگتی ہین اور فرشتے
مقرر اور روحین مدبرہ اسکی عروج کرتی ہین جو خاص اسی کے واسطے مقرر تھین سو موت کا زمانہ
تو بہت قریب ہے اور اگر اس دن کی حقیقت کو دور سمجھتے ہین اسواسطے کہ دنیا کے تمام
ہونے کو بہت مدت باقی ہی تو یہ بھی انکی بوجھ بیجا ہی اسواسطے کہ جو جو واقعے اور احوال اس دن
ظاہر ہونگے اور ہر ہر واقعہ اسکا ہزار ہزار سال کی مدت تک رہیگا اسکی نسبت سے دنیا کا گذرنا
بہت قریب ہے اسواسطے کہ دنیا کا تمام ہونا اس دن کے شروع سے ہی **يَوْمَ تَكُونُ**

السَّمَاءُ جس دن ہوجائیگا آسمان آگ کی کثرت اور لپک سے اور صور کی آواز کے صدمہ سے
کَالْمُهْلِ تانبے اونٹتے ہوئے کے مانند وَتَكُونُ الْجِبَالُ اور ہوجائینگے پہاڑ آندھی
اور طوفان کے زور سے جوان پہاڑون کی جڑون مین گھسکر زمین کو خلخول اور کھوکھلا کردیگا
اور پے درپے ہونے سے صور کی آواز کے پہاڑون کی جڑون کو سست اور بودی کر دینے
مین ہوا کی اور بہی مدد ہوگی کَالْعِهْنِ رنگین اون دھنی ہوئی کے مانند جسکو دھنیا اپنی
کمان کی تانت سے مار کے اڑاتا ہی اور یہان رنگین اون اسواسطے مراد لی ہی کہ بعضے پہاڑ
سرخ ہوتے ہین اور بعضے سفید اور بعضے سیاہ اور اُس دن جو ہر ایک کے ٹکڑے مل کر
اڑینگے تو اِس آپس مین ملنے کے سبب سے رنگین اون کی طرح معلوم ہونگے اور اُسوقت
آدمیون پر اُس دن کی سختی اور مصیبت اسقدر ہوگی کہ اپنے خویش اور اقربا کو بھول جاوینگے
وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا اور نہ پوچھے گا کوئی قرابت والا اپنے قرابت والے کو کہ
تیرا کیا حال ہی اور یہ حال یعنی اِنکا نہ پوچھنا کچھ دوری اور اوٹ کے سبب سے نہوگا بلکہ
يُبَصَّرُونَهُمْ دِکھلایا جائیگا آدمیون کو اِنکے قرابت والون کا حال سو باوجود انکی
برے حال دیکھنے کے اپنی مصیبت اور گرفتاری کی دہشت اور فکر مین کچھ بھی انکی پرواہ
انکو نہوگی اور رنج اور غم بھی اِنکا نہوگا بلکہ یہ آرزو کرینگے کہ کاشکے ہماری عوض بھی اِن پر
عذاب کرین اور ہم چھوٹین يَوَدُّ الْمُجْرِمُ آرزو کریگا گنہگار لَوْ يَفْتَدِي مِنْ
عَذَابِ يَوْمِئِذٍ کہ کاشکے یعنے کسی طرح عوض مین دی اُس دن کے عذاب سے
بِبَنِيهِ اپنے بیٹون کو جس طرح دنیا مین اپنی عوض اول مین دیکر قید سے خلاصی ہوتی ہی
وَصَاحِبَتِهِ اور اپنی جورو کو جو اسکا ناموس اور عزت ہی اور جورو کو اول مین دینا
بڑی بے عزتی اور بیحیائی ہی وَأَخِيهِ اور اپنے بھائی کو جو اِسکی برابر والا ہی اور نابعدار بھی
اسکا نہین ہی وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ اور اپنے ایک جدی گھرانیوالونکو جنمین
رہتا تھا اور جب یہ شخص کوئی گناہ کرکے بھاگ کر اُن مین آبیٹھتا تھا تو وی بیٹھا رکھتے تھے

اور اسکی حمایت کرتے تھے وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اور جتنے لوگ زمین پر ہین سب کو
اکٹھا نہ ایک کے بعد دوسرا ثُمَّ یُنْجِیْهِ پھر اپنے تئین خلاص کریگا اور چھڑاوے جاننا چاہیے
کہ یہان اِس آیت مین لڑکون کو جورو پر اور جورو کو بھائی پر اور بھائی کو گھرانیوالون پر اور گھرانیوالون کو
بیگانون پر مقدم فرمایا اور سورہ عبس مین بھائیکو ماباپ پر اور ماباپ کو جورو پر اور جورو کو لڑکون پر
مقدم کیا ہی سو اِس تقدیم اور تاخیر اور عبارت کی الٹنی مین ایک باریک بات ہی وہ یہ ہی کہ سورہ عبس مین بھاگنے کا
بیان ہی اور آدمی بھاگتے وقت پہلے اسکو چھوڑتا ہی جسکی محبت کم ہوتی ہی اسواسطے وہ ترتیب وہان مناسب ہوئی
اور اِس سورہ مین بنا فدیہ اور ردینا مذکور ہی اور اول فدیہ مین پہلے اسیکو کرتے ہین جو اپنا تابعدار اور فرمان بردار
ہو تو اِس مقدمے مین لڑکا مقدم ہی جورو سے اور جورو مقدم ہی بھائی سے اور بھائی مقدم
ہی دوسرے اپنون سے اور اپنے مقدم ہین بیگانون سے کَلَّا ہرگز نہین یعنی یہ آرزو
بیفائدہ کرنا نہ چاہیے اسواسطے کہ اِنَّهَا بیشک وہ عذاب جو اُس دن مین ہی اور ضمیر کا
مونث ہونا خبر کی رعایت سے ہی یعنے خبر مونث ہی لَظٰی وہ دہکتی آگ ہی اور لپک والی
سو یہ آگ عوض قبول نہین کرتی اسواسطے کہ عوض قبول کرنا شعور اور فہمیدگی کا کام ہی اور وہ
آگ اِس بدلے اور عوض کا کچھ شعور نہین رکھتی ہان مگر اُس سے دانائی کیسے کام ہوتے ہین
اِس حالت مین کہ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی کھینچتی ہی بدن کی کھال کو جلانے کے سبب سے
اور کھال کی بھیتر کی چیز کو بالکل نہین جلا دیتی تاکہ نیست اور نابود ہوجاے بلکہ کھال کے
جلنے کے سبب سے سوزش اور جلن دمبدم زیادہ ہو اور ایک دوسرا بھی کام دانائون
کا سا کرتی ہی کہ تَدْعُوْا بلاتی ہی للکار کے اور فصیح زبان سے کہتی ہی کہ اِلَیَّ یا کافر
اِلَیَّ یا منافق اِلَیَّ یا جامع المال یعنی میری طرف آ ای کافر میری طرف آ ای منافق میری
طرف آ ای مال کے جمع کرنیوالے یعنے حرام مال کے جمع کرنیوالے اور زکوٰۃ نہ دینے ولے
چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول یعنی دوزخ کا بلانا اِن لفظون سے
منقول ہی اور یہ نام لیکر خاص اُس شخص کو بلاویگی مَنْ اَدْبَرَ جسنے پیٹھ دی تھی سچی راہ سے

پیغمبرون کی دشمنی اور نافرمانی کرنے سے **وَتَوَلّٰی** اور منھ موڑا تھا ایمان سے
وَجَمَعَ اور جمع کیا تھا مال کو بے پروائی سے یعنے نہ حلال کو دیکھا نہ حرام کو نہ شبہ کو
نہ مکروہ کو جسطرح پایا جمع کرلیا تھا اور اِس مال حاصل کرنے اور جمع کرنے ہی کے وقت
عذاب کا مستحق ہوچکا تھا **فَاَوْعٰی** پھر جمع کرنے کے بعد اِس مال کو کسی چیز مین کرکے
رکھ چھوڑا اور جو جو حق اِسپر ادا تھے جب اسکو ادا نکیا یعنی نہ خدا کا حق ادا کیا جیسے زکوة اور نہ بندے کا حق ادا کیا جیسے
قرض اور نوکر کی نوکری اور مزدور کی مزدوری اور لونڈی غلام کے کھانے کپڑے سے
خبرگیری کرنا اور جورو لڑکون کا حق اور بھائی بہن کا حق اور مان باپ کا حق اُس
مال سے ادا نہ کیا پھر اس مال کے بیجا خرچ کرنے مین بھی دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوا
اور جب معلوم ہوا کہ اِس آگ کو دو کام مطلوب ہین ایک بُرون کی کھال کو جلا دینا نہ دونکو
تاکہ ماباپ جورو لڑکے بھائی بند کی گرفتاری کو دیکھکر جلین دوسرا کام یہ ہے کہ بھاگنے
والون اور منھ موڑنیوالون اور مال کے جمع کرنیوالون اور حقون کے نہ دینے والونکو
ڈھونڈ ڈھونڈ اور چُن چُن کے بلا دیگی اور اپنی طرف کھینچے گی پھر ایسا شخص اپنی عوض مین دوسرے کو
دینے کی کس طرح آرزو کرتا ہے اور اِسکا عوض قبول کسطرح ہوگا اسواسطے کہ اگر اسکے عوض مین
دوسرا قبول ہو تو اِس شخص کے بدن کا جلنا جو مطلوب ہے کسطرح سے ہو اگرچہ اسکا دل اپنے
قریبون اور یگانون کے عذاب دیکھنے کے سبب سے جلیگا اور یہ بھی ہے کہ اگر اسکے خویش و اقربا
اُن ہی گنہگارون مین سے ہین یعنے بھاگنے والون اور منھ موڑنیوالون اور مال کے جمع
کرنیوالون اور دوسرے کے حق ندینے والون مین سے ہین تو وہ دوزخ کی آگ آپ ہی
اُنکو پکڑیگی اور ہرگز نچھوڑیگی اِس شخص کا اُن لوگون کو اپنی عوض مین دینا ہو نہین سکتا اسواسطے
کہ یہ ایسا ہوا جیسے ایک گنہگار اپنی عوض مین دوسرے گنہگار کو حوالے کرے ہے اور اگر اسکے
خویش و اقربا اُن گنہگارون کے غول مین کے نہین ہین تو وہ آگ انکو قبول نکریگی اسواسطے کہ
اسکی غرض ایسے ہی گنہگارون کو جلانا ہے نہ بے گناہون کو سوا ایسے شخص کو اپنے عوض مین

دینا ویسا ہوا ہے جیسے کوئی شخص گھوڑے کو دانے چارے کے عوض مین جواہر دے کہ وہ ہرگز
قبول نکریگا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہی کہ جب کافرون اور منافقون کو
دوزخ کی آگ نام بنام پکاریگی اور یہ لوگ بھاگینگے تب ایک گردن بہت لمبی آگ سے نکلیگی اور
وہ سو سال کی راہ سے جتنے کافر اور منافق ملینگے سب کو چن چن کر اٹھا لیجائیگی جسطرح سے جانور
اپنی نوک سے دانہ اٹھا لیتا ہی اور اگر کسی کے دل مین یہ شبہہ آوے کہ اس صورت مین بہت سے
لوگون کو دوزخ کی آگ پہونچیگی اسواسطے کہ یہ چارون صفتین جو دوزخ کی آگ کو مطلوب ہین اکٹھا
کم لوگون مین پائی جاتی ہین تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ بدنی عبادت سے منھ موڑنا اور
پیغمبر اور قرآن سے منکر ہونا اگرچہ کم ہی اور نیک پیدائش والا اسکو دانائی کے خلاف جانتا ہی
لیکن مال کا جمع کرنا اور مستحقین کو حق نہ دینا بہت رائج اور پھیلا ہوا ہی اسواسطے کہ اِنَّ الْاِ
نْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا بیشک آدمی موافق اپنی جبلت کے پیدا کیا گیا ہی بے صبر اور
حریص گھبرانے والا اور ہلوع عرب کی لغت مین بڑے حریص بے صبر کو کہتے ہین چنانچہ حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس لفظ کے معنے لوگون نے پوچھی آپنے فرمایا کہ حق تعالی نے
اس لفظ کی آپ ہی تفسیر کی ہی اور فرمایا ہی اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا جب پونہچے اسکو
برائی جیسے مفلسی اور بیماری یا کوئی دوسری مصیبت تو نہایت گھبراوے اور بیقرار ہووے
بخلاف دوسرے جانورون کے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ آدمی کی بوجھ اور سمجھ بہت قوی ہے
اور اسکی فکر دور دور تک پہنچتی ہی اسواسطے ہر مصیبت کے رنج اور الم کی وجہون کو خوب غور
کرکے دریافت کرتا ہی اور اسکے لوازمات کو اور انجام کے حال کو بہت دور سے دیکھتا ہی پھر
وہم کے غلبے کے سبب سے ان سب کو واقع ہوا جانتا ہی اور اس بیقراری کے حال مین مغلوب
ہو جاتا ہی اور اس مصیبت کے دفع کرنے کے واسطے طرح طرح کے حیلے اور تدبیرین بھی اسکے
دل مین آتی ہین اور کسی سے مطلب برآری نہین ہوتی ہی پھر ایک تدبیر کو چھوڑتا ہی اور دوسری
تدبیر مین پڑتا ہی اور اس انتقال مین یعنی ایک تدبیر کو چھوڑنے اور دوسری کو پکڑنے مین اسکے

تو اسکو بہت بیقراری حاصل ہوتی ہی اور ایک تدبیر کو تمام نکرکے دوسری تدبیر کے سامان کی فکر
مین جا پڑتا ہے وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا اور جب پہنچتی ہی اسکو بھلائی جیسے
دولت اور حکومت یا دوسری طرح کی بھلائی تو نہایت بخیل ہوجاتا ہی اور ہرگز نہین چاہتا کہ
دوسرے کو کچھ پہونچے اور جب حق تعالی اُسپر ہر طرف سے خوشی اور ترقی کے دروازے
کھولتا ہی تو اسکو ہر نعمت اور ہر مرتبے کے ترقی کی محافظت اور نگہبانی منظور ہوتی ہی تاکہ
دوسری کو نہ پہونچے اور میرے ہی نسل اور خاندان مین یہ حکومت اور ثروت ہمیشہ باقی رہے
پھر اس سبب سے اسکا بخل روز بروز بڑھتا جاتا ہی سو یہ بھی اُسکی دانائی اور بزرگی ہی کہ ہر نعمت کے
نفع کی وجہونکو خوب غور کرلیتا ہی اور اسکے لوازمات بعید کو اور پوشیدہ خاصون کو دور سے
بوجھ لیتا ہی اور اِس مین انتہا درجے کی خواہش کرتا ہی اور وہم کے غلبے کے سبب سے ہر ایک
خوارش کو ہوا بوجھتا ہی اور اُس نعمت کو تنہا اپنے ہی پاس رکھنے کے واسطے طرح طرح کے
حیلے اور تدبیرین کرتا ہی اور اِس مین بہت فکر اور غور کرتا ہی اور اِن سب کے پیچھے پڑتا ہی اور یہ
دونون صفتین یعنی بے صبری اور حرص کی زیادتی اکثر بندگی اور عبادت کی خرابی کا سبب اور
پیغمبرون اور قرآن سے پھرنے اور انکار کرنے کا سبب پڑتی ہی تو دوزخ کے بلانے کے
قابل سب آدمی ہوئے اسواسطے کہ انکی اصل پیدایش مین دوزخ کے بلانے کی استعداد پائی
جاتی ہی مگر آٹھ فرقے کہ انکو دوزخ نہ بلاویگی اسواسطے کہ انکو اپنے آٹھون دروازون سے
بہشت بلاویگی اگر انکو دوزخ بھی بلاوے تو آپس مین دوزخ اور بہشت کے جھگڑا اور مناقشہ
لازم آوے اور دوزخ اور بہشت آپس مین خواجہ تاش ہین یعنی ایک ہی خاندان کے تابعدار
ہین اور اِنکے آپس مین صلح اور ملاپ ہی اُن مین جھگڑا فساد آپس مین ہو نہین سکتا اور اُن
آٹھون فرقون کی تفصیل یہ ہی اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ
دَآئِمُوْنَ مگر وہی نمازی جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرتے ہین اور یہ اُنکا فعل اِس بات کی
دلیل ہی کہ یہ زیادہ حریص اور بے صبرے نہین پیدا کیے گئے ہین وا لا پنجوقتہ نماز کا ادا

کرنا انسے نہو سکتا اور جو یہ دن اور رات مین پانچ وقت اپنے خاوند کی حضور مین حاضر ہوتے ہین
تو انسے اپنے خاوند کے واسطے اپنے مال سے نذر اور نیاز نکالنے مین انکار کب ہو سکتا ہی
یا جنکی تنخواہ حق تعالی نے ان پر اُتاری ہی انکو دین اور حرص کی زیادتی انکو اس مرتبے کو
پونہچاوے کہ اسکے حق کو منع کرین یہ انسے ہرگز ممکن نہین ہی اسجگہہ پر جاننا چاہیے کہ
حق تعالی نے نماز پڑھنے والون کو گویا ان آٹھون فرقون کا سردار کر کے اس آیت مین
سب سے پہلے ذکر فرمایا ہی اور اس کلام کے آخر مین بھی اسی فرقے کا ذکر کے کلام کو ختم کیا ہے
سو ظاہر مین تکرار معلوم ہوتی ہی لیکن حقیقت مین تکرار نہین ہی کئی وجہون سے پہلی وجہ یہ ہی کہ
لوگون نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جلیل القدر
صحابیون مین سے ہین اس آیت کے معنے پوچھے تھے کہ نماز کی ہمیشگی سے کیا مراد ہے
اسواسطے کہ ہمیشہ نماز مین رہنا آدمی کی طاقت سے باہر ہی انہون نے جواب دیا کہ نماز کی
ہمیشگی سے یہ مراد ہی کہ نماز پڑھنے مین داہنے بائین نہ دیکھے اور دل بھی سوای خدا کی یاد کے
دوسری طرف نماز مین نہ لگاوے اور ظاہر بھی یہی ہی کہ محافظت کا لفظ جو ان آیتون کے
آخر مین آتا ہی اس سے مراد یہی ہی کہ نماز کے مقدمے مین بڑا اہتمام کرے یعنی اسکی آداب
اور شرطون کی رعایت کرنا اور وقت آنے کے پہلے سے وضو کر کے کپڑے پہن کے قبلہ کی
طرف دریافت کر کے مستعد ہو کر بیٹھنا تاکہ نماز کا وقت جو آوے تو اسوقت کسی شرط کے
حاصل کرنے کی طرف دل متعلق نہ ہے اور اثنار نماز مین ظاہری اور باطنی کی عاجزی سے
کھڑے ہونا اور ریا سے بچنا اسیطرح تمام آداب اور سنن کی رعایت کے ساتھ اول سے آخر تک
نماز کو تمام کرنا اور نماز سے فراغت ہونے کے بعد بھی بیہودہ اور بُری باتون سے بچنا یہ سب
چیزین التفات کے سواے ہین دوسری وجہ یہ ہی کہ مداومت سے مراد یہ ہی کہ پانچو وقت
کی نماز ہمیشہ ادا کرنا اور ایک وقت کی بھی نماز کو جان بوجھ کے نچھوڑنا اور محافظت سے دوسری
چیزین مراد ہین چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہی تیسری وجہ یہ کہ

پہلی آیت سے فرض نماز مراد ہی اور آخر کی آیت سے سواے فرض کے دوسری نمازین مراد ہین
جیسے روز کی موکدہ سنتین اور چاشت اور اشراق اور دوپہر لوٹنے کی اور تہجد کی نماز چنانچہ
حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ اور دوسرے
وہ لوگ جو انکے سب قسم کے مالون مین سے جیسے نقد اور کھیتی کا حاصل اور جانور پالے ہوے اور
تجارت کا مال اور لونڈی غلام حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ حق ہی معین اور مقرر کیا ہوا سو وہ زکوٰۃ ہے
اور صدقہ فطر کا اور واجب نفقے یا دوسرا حق ہی جو اپنے ہر جنس کے مال مین مقرر کر رکھا ہے
لِلسَّآئِلِ سوال کرنیوالے کے واسطے جسکو شریعت کی راہ سے طلب کرنا پونہچتا ہی جیسے
جورو اور اولاد اور غلام اور لونڈی اور دوسرے ناتے والے اور قرضخواہ اور مہمان کہ ان
سب کو اپنے اپنے حقون کا مطالبہ پونہچتا ہی اور یہ سب اپنے حقوق کو بے شرم ہو کے لوگون کے
سامنے محکمے مین طلب کرتے ہین وَالْمَحْرُوْمِ اور اُسکے واسطے جو محروم ہی مانگنے سے
اور شریعت کی راہ سے انکو مانگنا نہین درست ہی جیسے مسکین اور یتیم اور محتاج کہ یہ لوگ مطالبہ
نہین رکھتے اور بعضے مفسرین نے ایسا کہا ہی کہ سائل سے آدمی مراد ہی کہ اپنی احتیاج کو
اپنی زبان سے ظاہر کر سکتا ہی اور محروم سے جانور مراد ہین اسواسطے کہ بے زبان ہین اور بعضون
نے کہا ہی کہ سائل سے فقیر کوچہ گردی جو مانگتے پھرتے ہین وہی مراد ہین اور محروم سے
وہی محتاج مراد ہین جو اپنے گھر مین بیٹھے ہین اور کسی سے اپنی حاجت کو ظاہر نہین کرتے
اور لوگ انکو غنی سمجھتے ہین سو اِس سبب سے وہی لوگ صدقے سے محروم رہتے ہین اور
بعضون نے کہا ہی کہ محروم سے وہ افلاس زدہ مراد ہی جسکی روزی کا سبب درہم برہم
ہو گیا سو کسیطرح سے اپنا قوت پیدا نہین کر سکتا یا وہ تاجر مراد ہی کہ اسکی اصل پونجی مین
بہت نقصان آیا یا اسکا مال بالکل لٹ گیا اور اگرچہ صدقہ دینے مین محروم سائل پر
مقدم ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ الْاُكْلَةُ
وَالْاُكْلَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًا يُغْنِيْهِ وَلَا

یسئل الناس فیتصدق علیہ یعنی سکین وہ نہین ہی جسکو پھیری ایک لقمہ یا دو لقمے
یا ایک خرما یا دو خرمے اور در بدر مارا مارا پھرے بلکہ سکین وہ ہی کہ اپنی احتیاج کے دفع
کی چیز نہین رکھتا اور اپنی احتیاج کو کسی کے سامنے ظاہر کرنے سے سوال بھی نہین کرتا ہی
تاکہ لوگ اُسکی حاجت دریافت کرکے کچھ اُسکو دیوین سو ایسے فقیر کو دینا بہت بڑا ثواب ہے
لیکن اِس آیت مین سائل کو محروم پر مقدم بیان فرمایا ہی اسواسطے کہ ظاہر مین بھی یہی بات
ہوتی ہی جیسے کھانا تقسیم کرنے کے وقت مانگنے والے کو جو دروازے پر کھڑا ہوکر پکارتا ہے
پہلے دیتے ہین پھر جو کچھ بچکر رہ جاتا ہی تو محتاج خانہ نشینون کے گھر بھیج دیتے ہین اور اِس عمل سے
معلوم ہوا کہ اِس گروہ کو بڑا صبر ہوتا ہی کہ اپنا مال بھی دیتے ہین اور فقیر محتاجون کے آوازے اور
ظلم بھی سہتے ہین پر گھبراتے نہین ہین اور حرص بھی نہین رکھتے نہین تو اپنا مال جس سے بڑے
بڑے فائدے حاصل کر سکتے ہین دوسرون کو کیون اس طرح سے دے دیتے لیکن اُنکا مرتبہ
پہلے فرقے سے یعنے نماز پر ہمیشگی کرنیوالون سے کم ہی اسواسطے کہ اِنکو کبھی مال کے خرچ کرنیکا
سوچ اور مال کے جمع کرنے کی حرص بھی ہوتی ہی بخلاف پہلے فرقے کے کہ وے نماز مین مستغرق ہونے
کے سبب سے اِس حالت استغراق مین ایک ساعت اِن دونون چیزون سے نجات پاتے
ہین **وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ** اور تیسرے وے لوگ جو سچا
جانتے ہین انصاف کے دن کو سو بلا کے آنے سے بے صبر نہین ہوتے ہین اور بہتری پوہنچنے
سے مناع الخیر یعنے خیر کو منع نہین کرتے ہین اسواسطے کہ ہر بلا اور نیکی کا عوض ملنا یقینی جانتے
ہین سو یہ لوگ صبر بھی رکھتے ہین اور حرص کو اپنے پاس آنے نہین دیتے لیکن اُنکا مرتبہ
اُن دونون کے مرتبون سے یعنے نمازیون اور زکوٰۃ دینے والون سے کم ہی اسواسطے کہ اِن
لوگون کو ایسا کام کرنے مین جسمین دنیا کا نفع کچھ نہووے اور اپنے مال کو ایسی جگہ خرچ کرنے مین
جسمین ظاہری فائدہ کچھ نہووے بے صبری اور گھبراہٹ ہوتا ہی اور دنیا کے نفع والی باتون
مین پھنستے ہین اور دنیا کے رنج سے بچنے پر اور آیندہ کے واسطے مال جمع کرنے پر حرص ہوتی ہی

اور لالچ کرتے ہین لیکن یہ لوگ صبر کو بے صبری پر اور قناعت کو حرص پر ترجیح دیتے ہین اس سبب سے کہ انکو جزا کی یقین ہی تو گویا عوض اور بدلا کرتے ہین اور تھوڑا دیتے ہین اور بہت چاہتے ہین اور انکی گھبراہٹ اور حرص بالکل بے تاثیر نہین ہی بلکہ ایک فائدہ رکھتی ہی یعنی قسم دنیوی سے طرف قسم اخروی کے انتقال کیا ہی اور فانی سے طرف باقی کے اور ایک تنگ سے وسیع اپید اکیا ہے

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ اور چوتھے وہ لوگ ہین جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنیوالے ہین دنیا اور آخرت مین اور جانتے ہین کہ اگر بلا مین صبر نکرینگے یا مال کے دینے مین اپنے ہاتھ کو اچھی طرح نکھولینگے تو حق تعالی کے عذاب مین گرفتار ہونگے اور حقیقت مین بات یہی ہی کہ اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف اور ڈر مین رہا چاہیے اسواسطے کہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ بیشک عذاب اِنکے پروردگار کا ایسا ہی ہی کہ اس سے باوجود بلا مین صبر کرنے کے اور اپنے مال کو اُسکی راہ مین خرچ کرنے کے غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۵ نڈر اور بے دہشت نہ رہا چاہیے اسواسطے بھلائی اور برائی کا اعتبار خاتمہ پر ہی اور خاتمہ کا حال ہر شخص کا پوشیدہ ہی کسی کو معلوم نہین کہ کیا ہوگا اور صبر اور بخشش مین ان لوگون کا مرتبہ پہلون کے مرتبے سے کم ہی اسواسطے کہ اِنکے کام عذاب کے خوف کے سبب سے ہین اور پہلون کے کام ثواب کی امید پر اور ثواب کی طمع امید کی راہ سے ہے اور امید وسیلہ ہی محبت کا اور خدمت اور تابعداری محبت کے ساتھ بہتر ہی اس خدمت اور تابعداری سے جو خوف کے ساتھ ہو جس طرح مزدور یا نوکر کی خدمت بہتر ہی لونڈی غلام کی خدمت سے اور یہ دونون گروہ پہلے دونون گروہون سے مرتبے مین بہت کم ہین اسواسطے کہ اُنکے عمل صرف محبت کی راہ سے تھے بھلائی کی امید اور برائی کے خوف کا خیال اِنکو کچھ نہ تھا تو انکی خدمت اور تابعداری ایسی ہوئی جیسے عاشق معشوق کی خدمت اور اطاعت کرتا ہے اور یہ چارون فرقے جو مذکور ہوئے سو وہ لوگ ہین جنھون نے بدنی اور مالی عبادت ادا کرنے پر صبر کیا او مصیبت اور بلاؤن کو سہلیا اور اپنی حرص کو جو طاعت کے مخالف تھی ترک

کیا تھا اور گناہ اور شہوتون کی خواہش کو بالکل موقوف کیا تھا اب اُن لوگون کا حال بیان فرماتے
ہین جنسے جزئی کامون مین صبر اور قناعت ظاہر ہوئی ہی سو وہ بھی چار فرقے ہین پہلا فرقہ وہ ہے
جو اپنی شرمگاہ کی شہوت پر اور عورت سے صحبت کرنے کی لذت پر حرص نہین کرتا ہی بلکہ صبر کرتا ہے
اور یہ وہ چیز ہی جو اکثر خلق اللہ کی خرابی کا سبب پڑتی ہی دوسرا فرقہ وہ ہی جو خلق اللہ کے حق
مین جیسے امانت ہی یا عہد حرص نہین کرتا بلکہ اسکے ادا کرنے مین صبر کرتا ہی تیسرا فرقہ وہ ہی جو
خلق اللہ کے حقوق کو ظاہر کرنے کے سزاوار ہین اُنکے چھپانے پر حرص نہین کرتا بلکہ اُسکے
ظاہر کرنے پر صبر کرتا ہی چوتھا فرقہ وہ ہی کہ جو نفل عبادت مین جو اپنے ذمہ پر لازم کرلی
ہین خصوصًا نماز نفل جو دن رات مین اپنے پر مقرر کرلی ہی اِسکے ادا کرنے پر صبر کرتا ہی اور
کھیل کود اور آرام وچین کی لذت مین اپنے وقت کو گذارنے مین حرص نہین کرتا اور
اِن فرقون کو اِس ترتیب سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہی کہ عبادتین بدنی جو حق تعالیٰ کے
واجب کرنے سے بندے پر لازم ہوئی ہین وہ اِسی ترتیب سے بزرگی رکھتی ہین سب سے
اعلیٰ پانچوقت کی نماز مین ہمیشگی کے طور سے ادا کرنے پر صبر کرنا اور اُسکے چھوڑنے پر
حرص نکرنا اعلیٰ درجے کی نزدیکی اور قرب کا سبب ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ
مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ یعنی نہین نزدیک ہوتا ہے ح
کوئی بندہ ہماری طرف کسی عبادت سے جتنا نزدیک اور محبوب ہوتا ہی ہماری طرف
اِس عبادت کے ادا کرنے سے جو ہمنے فرض کردی ہی اُسپر اور دوسری عبادتون سے
نماز مین زیادہ خصوصیت ہی اسواسطے کہ یہ جامع ہی سب عبادتون کو اور انتہا درجے کی
حضوری اور قرب کو جو سرگوشی اور کلام کی حد کو پہونچے بلاواسطہ پہونچا دیتی ہی پھر اسکے بعد
فرض زکوۃ کو ادا کرنا اور اپنے ذمّے کے واجب نفقے دینے مین خلق اللہ کی منفعت اور خدا کے
بندون کی پرورش منظور رکھنا اسواسطے کہ یہ بھی نہایت خوشی اور رضامندی کا پروردگار
کے سبب پڑتی ہی پھر اسکے بعد گھبراہٹ اور بے صبری اور حرص کو ترک کرنا بلا اور مصیبت کے

وقت مین قوت ہوئی چیز پر ثواب کی امید سے نہایت بڑا مرتبہ ہی اِس ترک سے جو عذاب کی دہشت سے
ہو پھر اسکے بعد نامشروع چیز پر حرص نہ کرنا اور نہ شرع مین جائز ہی اسیقدر پر اکتفا کرنا خصوصًا
شرمگاہ کی شہوت کے مقدمے مین بہت ہی بڑا اور سخت صبر ہی اور یہ سب پروردگار
کے حق سے متعلق ہین پھر جو بندون کے حق سے علاقہ رکھتا ہی سو وہ یا اُنکے حقوق کا ادا
کرنا ہی جو اسکے ذمے پر ہین جیسے آپسمین امانتون کا ادا کرنا اور عہد اور پیمان کا پورا کرنا یا انکے
حقوق کو ظاہر کر دینا کہ اس مین اُنھون کے مالون کا زندہ کرنا ہی اگرچہ اپنے ذمے پر کچھ لازم
نہین آتا ہی اور جب ان سب حق تعالی کے واجبات کو صبر کرنے سے اور حرص کے ترک
کرنے سے مضبوط کیا تو باقی نہ رہی مگر وہ چیز جو اپنے ذمے پر نذر کے طور پر لازم اور واجب
کر لی ہی جیسے عبادت مین نفل خصوصًا نماز سو ان چیزون کا ذکر آخر مین کیا گیا چنانچہ فرماتے ہین
وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ اور پانچوین وہ لوگ جو اپنی شرمگاہونکے **حَافِظُونَ**
نگاہ رکھنے والے اور روکنے والے اس سے کہ کسی کی نظر اس پر پڑے یا بدن کسی کا اُن مین لگے
اور اس روکنے مین ان کی صبر کی قوت بھی ثابت ہوئی اور انکی بے حرصی بھی **إِلَّا عَلَىٰ**
أَزْوَاجِهِمْ مگر اپنی جورون پر۔ لغت مین زوج جوڑے کو کہتے ہین اور جو گھر کا کاروبار
اور انتظام بدون مرد اور عورت کے درست نہین ہو سکتا اسیواسطے عورت کو مرد کا جوڑا اور مرد کو
عورت کا جوڑا کہتے ہین جیسے موزے کا جوڑا اور جوڑے کے ہونے مین کئی چیزین شرط ہین
پہلی شرط یہ ہی کہ دونون مین کوئی خصوصیت ظاہر ہو اور یہ خصوصیت بدون شرعی ایجاب اور
قبول کے جسکو عقد نکاح کہتے ہین حاصل نہین ہو سکتی اسیواسطے ہر عورت کو ہر مرد کا جوڑا
نہین کہتے ہین اور دوسری شرط یہ ہی کہ وہ خصوصیت گھر کے انتظام اور دنیا کے کامون کی
تدبیر کے واسطے ہو نہ فقط شہوت نکالنے کے واسطے اور بدون گھر کے کامون مین شریک
ہونے کے نفع اور نقصان دونون کا مشترک نہوگا تو جوڑے ہونے کے معنے اسیواسطے بھی
ظاہر نہونگے جیسے خرچی اور متعہ کی عورت کہ اسکو جوڑا نہین کہہ سکتے ہین تیسری شرط یہ ہی کہ

نسل لینا اس سے ممکن ہو اور دوسرے کا حق اسکے ساتھ متعلق نہو جیسے غیر کی لونڈی کہ اسکے مالک نے اس سے صحبت کرنے کی اجازت دی ہو تو اسکو بھی جوڑا نہین کہہ سکتے ہین

ف

متعہ کی قباحتین اور مضرتین

چوتھی شرط یہ ہے کہ کوئی دوسرا رشتہ اور علاقہ اس سے قوی زیادہ اور مشابہ زیادہ ان دونوں کے درمیان مین اس رشتہ سے بڑھکر نہو اسیواسطے ماں اور بیٹی اور بہن کو مرد کا جوڑا نہین کہتے پس اس جگہ سے معلوم ہوا کہ متعہ کی عورت بھی مرد کا جوڑا نہین ہو سکتی اسیواسطے متعہ کی عورت کے مال کا مرد مالک نہین ہوتا ہے اگرچہ متعہ کی مدت مین وہ عورت مرجاوے اور نہ خانگی کامون کی تدبیر مین کچھ ایسی عورت کو دخل ہوتا ہے اور نہ نفع نقصان مین شریک ہوتی ہے اور نہ اسکی خوراک اور پوشاک مرد پر واجب ہوتی ہے اور نہ نسبت نسل کی محافظت اور نگہبانی اس سے ممکن ہوتی ہے اسواسطے کہ متعہ کی مدت گزرنے کے بعد دونون مین خود بخود اجنبیت اور جدائی ظاہر ہو جاتی ہے ایک مشرق کو جاتا ہے اور دوسرا مغرب کو عورت دوسرے کو متعہ کے واسطے چاہتی ہے اور مرد دوسری عورت کی خواہش کرتا ہے اور اگر متعہ کی مدت مین اس مرد سے اس عورت کو حمل رہگیا اور کوئی بچہ پیدا ہوا تو نہ وہ بچہ اپنے باپ کو پہچان سکتا ہے اور نہ باپ اس بچہ کو اور نہ وہ بچہ باپ تک پہونچ سکتا ہے تاکہ فرزندی حق اپنے باپ سے طلب کرے اور نہ باپ اس بچہ تک پہونچ سکتا ہے تاکہ تعلیم اور تربیت پدری اسکے ساتھ بجالاوے اور جب بچہ نسب مجہول اور نامعلوم رہا تو اسکا محرم ہونا بھی باپ کے قریبون سے اور خویشون سے نامعلوم اور پوشیدہ رہا تو آپسمین تداخل محارم کا بھی ممکن ہے یعنی محرم کے ساتھ نکاح کر لینا اسطور سے کہ وہ لڑکا اپنے باپ کی بیٹی کے ساتھ نکاح یا متعہ کرلے یا باپ کا بھائی اس لڑکی کے ساتھ متعہ یا نکاح کرلے اور اسیطور سے دوسری قرابتون مین بھی یہی تداخل متصور ہو سکتا ہے اور ایسے نکاح کرنے سے جو اولاد پیدا ہوگی انکے نکاح مین بھی کفو ہونے کی رعایت برہم درہم ہو جائیگی اور میراث کی تقسیم کا دروازہ بالکل بند ہو جاویگا اسواسطے کہ متعہ کے وارث جہان مین منتشر ہو پھیل گئے اور انکی پہچان اور انکے نامون اور مکانون کا دریافت کرنا بہت

متعذر ہو گیا تاکہ ہر شخص کی میراث اس تک پونہچا دی جاوے اسیواسطے متعہ کرنیوالون کے
عقیدے کے موافق بھی زوجیت اور جورو ہونے کے حکم متعہ کی عورت کے ساتھ جاری نہین
ہین جیسے عدت اور طلاق اور ایلاء اور لعان اور ظہار اور برابری عورتون مین یعنی پوشاک اور
کھانا اور گھر اور ساتھ سونے مین اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب ایک چیز کے حکم جاتے رہے تو
وہ چیز بھی نفی ہو جائیگی یعنی اس کا نام باقی نہ رہیگا جسطرح یہان ہی کہ جب زوجیت کے حکم جاتے
رہے تو جورو ہونا بھی جاتا رہیگا اور ایسی عورتون کو جورو نکہینگے اور اس مقام پر جو متعہ کے
حلال جاننے والون نے گفتگو کی ہی اور کہا ہی کہ یہ حکم یعنی عدت اور طلاق وغیرہ جورو ہونے
کے لازم نہین ہین تاکہ اسکا نپایا جانا زوجیت کے نہونے کی دلیل ہو اسواسطے کہ ناشزہ
عورت یعنی جو اپنے خاوند کی بیرضامندی اسکے گھر سے نکلکر دوسرے کے گھر مین جا بیٹھی اور
خاوند کے بلانے سے نہ آئی تو خوراک اور پوشاک ایسی عورت کے خاوند کے ذمے سے
ساقط ہو جاتی ہی اور اسکو دینا لازم نہین ہوتا اور جو عورت اپنے خاوند کو مار ڈالے یا کسی
کی لونڈی ہووے یا اہل کتاب مین سے ہو یعنے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو ایسی عورت کو
میراث نہین ملتی اور لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے سے آپس مین لعان نہین ہوتا اور سفر
مین باری جو لازم ہی یعنے سب عورتون کے پاس برابر رہنا جاتا رہتا ہی اور باوجود ان سب
چیزون کے وہ عورت اسکی جورو کہلاتی ہی تو معلوم ہوا کہ ان چیزون کا نپایا جانا کچھ جورو ہونے
کے مخالف نہین ہی سو یہ انکا گفتگو کرنا اس مقام پہ بالکل بے معنی اور بیفائدہ ہی اسواسطے کہ
منکوحہ عورت سے ان حکمون کا جو اوپر ذکر ہو چکے ہین اٹھ جانا ایک عارضے کے سبب سے ہی
جو لاحق ہو گیا ہی اگر وہ عارضہ جاتا رہے تو یہ حکم سب پھر اسپر جاری ہو جاوین جیسے عورت
ناشزہ اگر اپنے خاوند کے گھر پھر آوے تو خوراک اور پوشاک کی سزاوار اور مستحق
ہو جاویگی اور اگر لونڈی آزاد ہو جاوے یا کتابیہ عورت مسلمان ہو جاوے تو میراث کی
مستحق ہو جاویگی اور مرد جب سفر سے پھر آوے تو برابری رات کے رہنے مین اس پر

واجب ہو جائیگی تو معلوم ہوا کہ اِن چیزون کے عارض ہونے کے سبب سے بعضے حکم زوجیت کے
جاتے رہتے ہین زوجیت اور نکاح نہین جاتا بخلاف متعہ والی عورت کے کہ وہان خود عقد
متعہ کا اِن حکمون کے منافی ہی کسی چیز کے عارض ہونے کی احتیاج نہین ہی اور اسکی تمثیل یون سمجھا
چاہیے کہ پانی کی طبیعت بہنے کو چاہتی ہی اور پتھر کی طبیعت منجمد ہونے اور ٹھہرنے کو پھر
اگر کوئی شخص کہے کہ پانی بھی پتھر کی قسم سے ہی اسواسطے کہ پانی یخ کی سبب سے پتھر کی طرح
جم جاتا ہی یا کہے کہ پتھر پانی کی قسم سے ہی اسواسطے کہ اگر تیزاب مین اسکو ڈال دو تو یہ بھی
پانی کی طرح بہجائیگا تو یہ بات اسکی حماقت سے خالی نہین ہی اور کوئی عاقل اُسکی اس بیہودہ
بات کو قبول نکریگا اور دوسرے یہ بھی ہی کہ منکوحہ عورتون کو حق تعالیٰ نے چار عدد مین
منحصر کیا ہی چنانچہ سورۂ نساء کے اول مین مذکور ہی سو اگر متعہ والی عورتین منکوحہ عورتون
مین داخل ہوتین تو یہ بھی چار سے زیادہ جائز نہوتین اور حال یہ ہی کہ متعہ کرنیوالون کے
نزدیک بھی دس بیس عورتون کے ساتھ ایک ہی رات مین متعہ کرنا جائز ہی اور اگر
اِن مین سے کسی کے پاس چار عورتین منکوحہ ہون تو دوسری عورتون کے ساتھ سوائے
اِن چار کے متعہ کرنا درست جانتے ہین اور شرع شریف مین ایسا مقرر ہی کہ جب کسی شخص نے
اپنی نکاحی عورت سے ایک مرتبے صحبت کی تو وہ شخص محصن ہو گیا پھر اسکے بعد اگر اس
شخص سے زنا ہو تو اسکو سنگسار کرینگے یعنی پتھرون سے اِسکو مار ڈالین گے اور اگر
منکوحہ عورت سے صحبت کرنے کے پہلے زنا ہوا تو سوا درے مارینگے الخ. متعہ کے جائز رکھنے
والون کے نزدیک بھی متعہ والی عورت سے صحبت کرنا احصان کا سبب نہین ہوتا ہے
غرض کسی وجہ سے متعہ والی عورت زوجہ مین داخل نہین ہو سکتی اور جو لوگ متعہ والی عورت کو
زوجہ مین داخل کرتے ہین اِنکی مثل ایسی ہی کہ جیسے کوئی شخص آٹا گھول کر کانجی پکاوے
پھر اسمین گوشت کی بوٹی ڈھونڈھے ع اَضَاعَ الْعُمْرَ فِیْ طَلَبِ الْمُحَالِ یعنی گنوائی اپنی
عمر محال چیز کی تلاش مین اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ یا وہ چیز کہ اسکے مالک ہوئے انکے

انکے ہاتھ اور اس چیز سے لونڈیون کی شرمگاہ کا مکان مخصوص مراد ہی اسواسطے کہ وہ چیز
چاہیے کہ نجاست کی جگھ نہ ہو اور نسل کے قابل ہو سو غلام ایسی چیز نہین رکھتے اور لونڈیون کے
پاس دونون قسم کی چیزین موجود ہوتی ہین لیکن انکی بھی نجاست کی جگھ حرام ہی اسواسطے کہ وہ جگھ
نہ کھیتی ہونے کی لیاقت رکھے نہ نسل کی اور جب موصولہ کے لفظ سے وہی موضع مخصوص
مراد ہوا تو اب ماموصولہ کے لفظ پر کوئی اشکال وارد نہین ہو سکتی اور اس صورت مین بھی عورت
اور مرد کی خصوصیت اور نفع نقصان مین شریک ہونا اور اپنے نسب اور نسل کو نگاہ رکھنا
اور خانگی کامون کی خدمت کرنا یہ سب باتین یہان بھی ثابت ہین ان دونون مین یعنے
لونڈی اور بی بی مین فرق اتنا ہی کہ بی بی کے بدن سے موضع مخصوص کے سوا اور کوئی دوسری چیز
خاوند کے ملک مین نہین آتی اور لونڈی سر سے قدم تک اپنے مالک کی ملک مین داخل ہوجاتی
ہی اور عرب کے لغت مین ملک یمین ذات اور گردن کے مالک ہونے کو کہتے ہین اسیواسطے
مانگی ہوئی چیز کو کوئی نہین کہتا کہ یہ میری ملک یمین ہی پس جو لونڈی کہ اسکے مالک نے کسی کو
عاریت کی طور پر صحبت کرنے کے واسطے دی تو وہ لونڈی اس مستعیر یعنے مانگ لینے والے
کی ملک یمین مین داخل نہوجائیگی اور ایسی رعایت کو اس رعایت پر جس سے نفع لینا درست ہے
قیاس کرنا غلط ہی اسواسطے کہ یہ قیاس نص کے مقابل مین ہی یعنے صریح دلیل کے مقابل
مین ہی اور ایسا قیاس ہرگز مقبول نہین ہی اور یہ بھی ہی کہ یہ قیاس مع الفارق ہی اسواسطے کہ
اگر اس نفع کے واسطے لونڈی کو کسی سے مانگ لین اور اسکے ساتھ صحبت کرنے سے
شاید حمل رہجاوے تو وہ لونڈی مانگ لینے والے کے حق مین مشغول ہوجاویگی اور یہ جائز
نہین ہی اسیواسطے عاریت کی زمین پر درخت لگانا کنوان کھودنا درست نہین ہے
فَاِنَّھُمْ پھر بیشک یہ لوگ اگر اپنی عورتون یا اپنی لونڈیون کے ساتھ صحبت کرنے
مین اور لذت حاصل کرنے مین حرص اور بے صبری کرین **غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ؕ**
تو نہین رہین ملامت کیے گئے اور دلاسا دیے گئے تاکہ انکا بھی بے صبرون اور

حریصون مین داخل ہونا بوجھا جاوے فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ پھر جو شخص کہ طلب کرے اُن دونون کے سوا یعنی بی بی اور لونڈی
کے سوا پھر وہی لوگ ہین تعدی اور ظلم کرنیوالے اور عفت اور پاکی کی حد سے آگے بڑھنے والے اور
حریصون اور بے صبرون مین داخل ہونیوالے اب اس مقام پر جاننا چاہیے کہ آدمی کو شہوت
نکالنے کے واسطے کئی طور ہین لیکن سوائے اِن دو قسم کے جو شرع مین بے شبہہ جائز ہین باقی سب
صورتین ممنوع اور حرام ہین اور اِن سب حرام قسمون کی تفصیل بہت ہے اِن مین سے ایک لونڈے بازی ہے
اور اُس سے مراد نجس محل مین دخول کرنا یعنی غلیظ نکلنے کی جگہ مین پھر یہ کام خواہ مرد سے ہو خواہ
اپنی عورت سے ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا اجنبی عورت سے حرام ہے اور اِسی قسم سے ہے خرچی کی
عورت جیسے کنچنی کہ ایک رات یا ایک مہینے کی اُجرت مقرر کرکے اِس سے یہ فعل کرتے ہین اور اِسی
قسم سے ہے خانگی عورت کہ بدون اُجرت مقرر کرنے کے اِس سے فقط دوستی آشنائی کے سبب سے
یہ فعل کرتے ہین اور اِسی قسم سے ہے جس عورت سے زبردستی یہ فعل کرین جسطرح غنیم کی فوج دوسرے
ملک کے اوپر غالب ہونے کے وقت وہان کی عورتون سے زبردستی یہ فعل کرتے ہین اور
اِسی قسم سے ہے متعہ والی عورت یعنے ایک مدت معین کرکے اسکی اجرت مقرر کردینا پھر اسکے ساتھ
یہ فعل کرنا اور اِسی قسم سے ہے دوسرے کی لونڈی جو اسکے مالک کی رضامندی سے مانگ کر
اسکے ساتھ یہ فعل کرتے ہین اور اِسی قسم سے ہے عورت کا عورت کے ساتھ یہ فعل کرنا جسکو ہندی
مین چپٹی کہتے ہین اور اِسی قسم سے ہے اپنے ہاتھ سے ہلا کر منی نکالنا جسکو جلق کہتے ہین اور
اِسی قسم سے ہے اپنی محرم عورتون کے ساتھ نکاح کرنا پھر وہ محرم خواہ نسبی ہووین جیسے ماں بہن خالہ
بھتیجی - بھانجی وغیرہ اور خواہ سببی ہوں یعنی سسرال والیان جیسے جورو کی ماں یا بہن یا پھوپھو
یا خالہ وغیرہ اور خواہ رضاعی ہوں یعنی دودھ پینے کے سبب سے محرم ہوگئی ہووین جیسے دائی
جسکا دودھ پیا یا اسکی ماں نانی دادی یا اسکی اولاد یہ سب حرام ہین اور اِسی قسم سے ہے وہ عورت
جو ایک شخص کے نکاح مین ہے اِس سے بھی نکاح کرنا درست نہین ہے اور اِسی قسم سے ہے عورت مشترکہ

کے ساتھ نکاح کرنا سوا اہل کتاب کے اور اسی قسم سے ہی فاحشہ عورت سے نکاح کرنا کہ یہ بھی جائز نہیں ہے
سو یہ سب قسمیں ماورا ذلک میں داخل ہیں اور بالکل حرام ہیں **وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ**
اور چھٹے وہ لوگ جو اپنی امانتوں کو یعنی لوگوں کی امانتیں جو اپنے پاس رکھتے ہیں اور امانت کی
دو قسم ہیں ایک وہ ہی جو حق تعالیٰ کے حق کے ساتھ متعلق ہی جیسے وضو اور ناپاکی کا غسل اور نماز اور
روزہ اور زکوٰۃ اسواسطے کہ ان چیزون پر دوسرے لوگون کو خبر نہیں ہوتی ہی اسی شخص کا اقرار ان
چیزون مین مقبول ہی اور امانت کی حقیقت بھی یہی ہی کہ امین کا کہنا اسمین معتبر ہی دوسری امانت کی
قسم وہ ہی جو خلق اللہ کے حق سے علاقہ رکھتی ہی اسکی بھی کئی قسمین ہین پہلی قسم وہ ہی کہ لوگون کے
مال کسی کے پاس امانت رکھے جاوین دوسری قسم یہ ہی کہ لوگون کے حقوق اسکی دانست مین ثابت
ہون اور اس کا مالک اس پر خبردار نہ ہو جسطرح مورث کا قرض کہ وارثون کو اسکے خبر نہو تیسری قسم یہ ہی
جو اس شخص کے کام سے متعلق ہی جیسے تول اور ناپ اور کھانا پکانے مین مصالح کا خرچ کرنا یا سینے
مین سجاف اور مغزی کا لگانا اور اسیطرح پر دوسری چیزین ہین چوتھی قسم دلون کے بھید جو کسیکو
اعتماد والا جان کے اس سے کہتے ہین پانچوین حکومت مین انصاف کرنا کہ یہ رعیت کی امانت ہے
حاکمون اور قاضیون کے ذمے پر چھٹی فتویٰ دینے مین حق بات بیان کر دینا کہ یہ امانت عوام کی ہی
مفتیون کے ذمے پر ساتوین جورو خاوند کی آپسمین تنہائی کی باتین یا گھر کی تدبیر کہ یہ بھی امانت
ہر ایک کی دوسرے کے ذمے پر ہی آٹھوین اپنے مالک کی پوشیدہ باتین لونڈی غلام کے ذمے ہین
نوین آقا کی امانت نوکر کے ذمے پر دسوین ہمسایہ کی امانت دوسرے ہمسایہ پر گیارھوین اپنے
یارون کی امانت دوسرے یارون پر **وَعَھْدِھِمْ** اور اپنے قول قرار پر جو حق تعالیٰ
سے یا خلق اللہ سے کیا ہی سو پہلی قسم کو یعنی جو حق تعالیٰ سے عہد کیا ہی وہ اگر مال دینے کا عہد کیا ہی
یا کوئی عبادت ادا کرنے کو تو اسکو نذر کہتے ہین اور اگر کسی خاص خدا کے بندون مین سے کیا ہے
حق تعالیٰ کی راہ پہچاننے اور چلنے کو تو اسکو بیعت کہتے ہین اسواسطے کہ یہ بھی گویا حقیقت مین
حق تعالیٰ سے عہد کرنا ہی چنانچہ انا فتحنا کی سورۃ مین خود حق تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ الَّذِیْنَ

ف امانت کی قسمیں

یُبَایِعُونَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ
وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا یعنے جو لوگ بیعت کرتے ہین تجھ سے
وہ لوگ سواے اسکے نہین کہ ہاتھ ملاتے ہین اللہ سے اللہ کا ہاتھ قدرت کا انکے ہاتھ کے اوپر ہی
پھر جو کوئی قول کو توڑے سو سواے اِسکے نہین کہ توڑے اپنے برے کو اور جو کوئی پورا کرے
اِس چیز کو جسپر اقرار کیا اللہ سے سو وہ قریب ہے کہ پاویگا ثواب بہت بڑا اور دوسری قسم کی بھی صورتین
بہت ہین جیسے رہنا اپنا مال لاکر تجارت کرنا اسکو شراکت کہتے ہین یا ایک کا روپیہ اور دوسرے کی
محنت پھر نفع مین شریک ہونا موافق عہد کے اسکو مضاربت کہتے ہین یا صلح کرنا یا وصیت کرنا
سواے اِسکے جو فقہ کی کتابون مین شرح اور تفصیل سے مذکور ہے جیسے مرابحت یعنے اصل
قیمت پر کچھ نفع ٹھہراکر بیچنا اور تولیت یعنے اصل قیمت پر یعنے خرید پر بیچنا اور جیسے وکالت
اور کفالت اور ضمان ہی رَاعُوْنَ ۙ رعایت کرنیوالے ہین اور نگہبانی مین امانت اور عہد
کی کوشش کرتے ہین جسطرح سے بکریون کا چرانیوالا انکی نگہبانی ہر وقت کیا کرتا ہی سو یہ لوگ بھی
صبر کامل رکھتے ہین اور حرص بہت کم اسواسطے اگر ایسا نہوتا تو اُنسے عہد اور امانت کی رعایت
اور محافظت نہو سکتی وَالَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۙ اور
ساتوین وہ لوگ جو اپنی گواہیون کے اظہار کرنے پر مستعد کھڑے ہوئے ہین اور سچی گواہی
دینے مین دوستی جاتی رہنے سے اور قرابت کے چھوٹ جانے سے ڈرتے نہین ہین اور
اِس گواہی دیتے ہین جو اُنکے مخالفون کو اور دشمنون کو نفع پونہچتا ہی اس پر صبر کرتے
ہین سو اس سبب سے حق والے اپنے حقون کو پونہچتے ہین یہان پر جان لیا چاہیے کہ گواہی کا
چھپانا بڑا گناہ کبیرہ ہی اور اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ جان بوجھ کے گواہی دینے سے انکار
کرے اور کہے کہ مین نہین جانتا اور دوسری صورت یہ ہی کہ گواہی دیتے کے وقت انکار صریح نکرے
لیکن کسی حیلہ اور بہانے سے اُسکو ٹالدے اِن دونون صورتون مین خلق اللہ کے حق تلف
ہوتے ہین اور ٹلتے ہین اور اِس سے بھی بڑھکر ایک اور گناہ کبیرہ ہی یعنے جھوٹی گواہی دینا

اسواسطے کہ اس صورت مین حق کو باطل کرنا اور جھوٹے حق کو ثابت کرنا ان دونون گناہ مین یہ شخص
مبتلا ہوتا ہی اور اشارہ اِس بات کی طرف بھی ہی کہ گواہی کو بدون کم اور زیادہ کے بیان کر دینا چاہیے
اسواسطے کہ کم اور زیادہ کرنے مین قیام اِس گواہی پر ثابت نہین ہوتا وَالَّذِينَ هُمْ
عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ اور آٹھوین وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہبانی مین رہتے
ہین تاکہ اسکا ثواب جاتا نہ رہی اور یہ محافظت اُس مداومت کے سواہی جو پہلی آیت مین مذکور
ہی اسواسطے کہ مداومت کے معنی یہ ہین کہ ہمیشہ بجالاتا اور کبھی ناغہ نکرنا اور محافظت کے معنی
یہ ہین کہ اُسکے ہر کام کو پورا کرنا تاکہ ثواب اِس نماز کا پورا ملے اور اُسکی جتنی شرطین ہین اور جتنی
رکعتین ہین انکو انکے وقتون مین پورا ادا کرنا جیسے نماز مین اِدھر اُدھر نہ دیکھنا اور سجدے
کی جگہ اپنی نظر رکھنا اور کپڑے کو بچانا اور اپنے بدن کے ساتھ نہ کھیلنا اور انگڑائی نہ لینا
اور جمائی نہ لینا اور اگر آجاوے تو مُنھ کو بہت نہ کھولنا اور مُنھ کو کپڑے سے بند نہ کرنا اور
کپڑے کو سر پر یا کندھے پر ڈالکے دونون کنارے انکو نہ لٹکانا اور اپنی اُنگلیون کے ساتھ پنجہ نکرنا
اور انگلیونکو نہ توڑنا اسطور سے جسمین آواز نکلے اور نماز مین سجدے کی جگہ سے کوڑا کنکری دور

ف نماز کی مفسد چیزون اور مکروہ چیزون کا بیان

نکرنا اور اپنے ہاتھ مین کوئی چیز جیسے لکڑی یا کوڑا نماز مین نہ رکھنا اور نماز مین دل دوسری
طرف نہ لگانا بلکہ دل کو حاضر رکھنا اور دل کی حضوری سے نماز کو ادا کرنا سو جسطرح پانچ وقت
نماز پر ہمیشہ قائم رہنا نہایت شاق اور گران ہی اور نہایت صبر اور بے حرصی کی دلیل ہی اسیطرح کی
مفسد چیزون اور مکروہ چیزون سے اپنے تئین بچائے رکھنا بھی بہت شاق اور گران ہی
اور کمال صبر اور بے حرصی کی دلیل ہو سکتی ہی اسیواسطے اِن دونون چیزون کو باوجود
اِس بات کے کہ ایک ہی چیز سے علاقہ رکھتی ہین جدا جدا بیان فرمایا اور شروع ایک فعل سے
کیا یعنی مداومت سے اور دوسرے پر تمام کیا یعنی نقصان کی چیزون سے بچنا تاکہ نماز کی
فضیلت اور اسکی بہت تقید معلوم ہو جاوے کہ اِن آٹھون فرقون کے اوّل اور آخر نماز والے
ہین اور ہمیشگی کا ذکر پہلے اسواسطے کیا کہ نماز کے سبب سے جتنی آفتین بیصبری اور حرص کی زیادتی

کی ہین سب کم ہو جاتی ہین اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یعنی اسواسطے
کہ نماز بیحیائی اور بُرائیون سے باز رکھتی ہی اور جب حرص کم ہوئی اور صبر قوی تو نماز پر
ہمیشگی حاصل ہو سکتی ہی اسواسطے کہ نماز کی محافظت اور نگہبانی مین سب مشقتون پر صبر کرنا
اور تمام منافع کو چھوڑنا ضرور ہوتا ہی اور سب لذتون پر حرص کرنا محافظت کو منع کرتا ہے
اسیواسطے محافظت پر ختم فرمایا ہی اُولٰٓئِکَ یہ سب فرقے جو بیصبری اور بخل اور حرص
کی بُرائیون سے پاک ہین فِیْ جَنّٰتٍ قسم قسم کے باغون مین ہونگے اپنے اپنے
عملون کے مرتبے کے موافق مُّکْرَمُوْنَ تعظیم اور بزرگی کیے گئے یعنی عزت سے ع ۱
وہان ہونگے اسواسطے کہ سب اچھی خصلتین اُن مین پائی جاتی ہین اور بُرائیون سے بچے ہو
ہین اور بزرگون کی تعظیم واجب ہوتی ہی جسطرح سے شریر نافرمانونکی حقارت واجب ہے
اور اِس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کی بزرگی اُسکے اخلاق اور خصلتین اچھی ہونے کے سبب سے ہی
اور اسکی بُرائی اسکے اخلاق اور خصلتین بُری ہونے کے سبب سے ہی اور بعضے مفسرین سے روایت
آئی ہی کہ قرآن شریف مین بہشت کی بزرگی اور جو بہشتیون کو طرح طرح کی بزرگیون کے وعدے دیے
گئے ہین کافرون نے سُنے تو ہنسے اور مسخری کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف مین ف
آتے اور حلقے باندھکر داہنے بائین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھتے اور کہتے کہ اگر یہ قول آدمی کی بزرگی
تمھارا سچ ہی اور قیامت کا ظہور ہونا ضرور ہی اور اِس قسم کی نعمتین اور بزرگیان وہان عنایت ہونگی اور برائی کے
تو اسکو تم یقین جان رکھو کہ ہم لوگ اِن نعمتون اور بزرگیون کے زیادہ تر لائق ہونگے نہ یہ جنھون نے سبب کا بیان
تمھاری تابعداری اختیار کی ہی اسواسطے کہ حق تعالی حکیم ہی ہمکو دنیا مین عزت والا اور بزرگی والا
کیا ہی اور طرح طرح کی نعمتون سے نوازا ہی اور مال اور مرتبہ اور سرداری اور ریاست ہمکو بخشی ہی یہی دلیل ہے
اِس بات پر کہ آخرت مین بھی اپنی نعمتون سے ہمکو نوازیگا اور تمھارے تابعدار لوگ کہ اکثر فقیر اور
محتاج ہین اور غلام اور رذیلے اور کم اصل وہ ہرگز اِن نعمتون کے سزاوار نہین ہین سو حق تعالی نے
اُنکی اِس مسخری کی بات کے رد کرنیکے واسطے یہ آیتین نازل فرمائین کہ فَمَالِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

پھر کیا ہوا ہی ان کافرون کو جو بہشت کی نعمتون کے سُننے سے **قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ** تیری طرف دوڑے آتے ہین طمع کی گردن دراز کیے ہوے اور امید کی آنکھ سے تیری طرف دیکھتے ہوے کیا یہ لوگ بہشتیون کی صفتون کو جو آٹھون اوپر بیان ہوچکی ہین اپنے مین حاصل کرچکے ہین جو اس امید پر تیری طرف دوڑے چلے آتے ہین اور باوجود اس امید کے اُنکے نفس ایسے سرکش ہین کہ تمھارے روبرو دوزانو ہوکر ادب سے بیٹھنے کو قبول نہین کرتے بلکہ **عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ** داہنے اور بائین سے حلقہ کرکے بیٹھتے ہین تاکہ کسیکو یہ گمان نہو کہ یہ بھی تمھارے تابعدار ہوے اور کچھ اچھے دین کی بات سیکھنے کو تمھارے پاس آئے ہین **اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ** کیا طمع کرتا ہی ہر شخص انکا **اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ** اس بات کی کہ داخل کیا جاوے نعمتون والی بہشت مین باوجود اس کفر اور دشمنی اور مسخری کے اور باوجود اس باطل اعتقاد اور گھمنڈ کے کہ ہم لوگ اصل پیدایش مین عزیز اور بزرگ پیدا ہوے ہین کتنا ہی کفر اور برائی ہم سے ہووے لیکن ہم بہشت ہی کے سزاوار ہین اور حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت اور تابعدار اگر مسلمان اور نیکبخت ہون لیکن جو اکثر اُن مین رذالے اور کم اصل ہین سو ذلت اور حقارت ہی کے لائق ہین اور اس امر کو دنیا کی مجلسون اور محفلون کی تعظیم اور تکریم پر قیاس کرتے ہین **كَلَّا** ہرگز ایسا نہین ہونا چاہیے کہ ایسی جھوٹی طمع کو چھوڑین اور ایسے باطل خیال اور فاسد قیاس سے درگذرین اسواسطے کہ اصل پیدایش مین کوئی نہ واجب التعظیم ہی نہ لازم التکریم **اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ** مقرر ہمنے پیدا کیا انکو اس چیز سے جس کا حال یہ خوب جانتے ہین اور وہ چیز منی کا قطرہ اور نطفہ ہی کہ وہ آپ بھی ناپاک ہی اور ناپاک جگھ سے نکلتی ہی اور ناپاک ہی جگھ مین ٹھہر جاتی ہی پھر کہین اگر بدن یا کپڑے پر لگ جاتی ہی تو اس بدن اور کپڑے کا دھونا واجب ہوتا ہی پھر اب سوچنا چاہیے کہ آدمی کہان سے واجب التعظیم اور تکریم ہوا ہان البتہ آدمی کی بزرگی اور بڑائی ایمان اور نیک عملون سے ہی اصل پیدایش سے کچھ علاقہ نہین لیکن رذالت اصل پیدایش سے بھی ہی اور کفر برائیون سے بھی پھر اگر ایمان لایا اور نیک

عمل کیے تو اصلی رذالت اُسکی دور ہوئی اور تعظیم اور تکریم کے سزاوار ہوے اور اگر کفر اور گناہ مین گرفتار رہا تو اصلی رذالت اسکی اس نافرمانی کی رذالت سے ملکر دونی ہوگئی تو یہ لوگ ہرگز تعظیم اور بزرگی کے قابل نہین ہین اسواسطے کہ دونی رذالت رکھتے ہین بلکہ تعظیم اور تکریم کے سزاوار وہ لوگ ہین جو تمھاری صحبت مین دین سیکھنے کو مقرر ہوئے ہین اور تم پر آپکو فدا کیے ہوے ہین **فَلَآ اُقْسِمُ** پھر قسم نہین کھاتے ہین ہم اسواسطے کہ قسم کھانے کی اس جگھ احتیاج نہین ہے حق تعالی کی قدرت کاملہ سب پر ظاہر اور روشن ہے جس فرقے کو چاہے بدلکر دوسرا اس سے بہتر اسکی عوض مین پیدا کردے اور اگر تمکو بدون قسم کھانے کے یقین نہین ہوتا تو ہماری قسم **بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ** اپنی ان صفتون کرکے ہے یعنی پروردگار مشرقون اور مغربون کا ہون مین اور یہ کثرت مشرقون اور مغربون کی اسواسطے ہے کہ ہر ستارہ سورج ہو یا چاند یا دوسرے پانچون ستارے ان سب کی ہر روز ایک نئی مشرق ہوتی ہے سواے اس مشرق کے جو سال کے پہلے ہو چکی ہے اس ستارے کے دورے کی قدر منطقہ معدل سے یا نزدیکی اس ستارے کی اسی منطقہ سے پھر اسیطرح ہر ایک ستارے کی مغرب بھی جدا ہے لیکن تموز مین آفتاب کو نصف سال تک مشرقین اور مغربین جدا جدا معلوم ہوتے ہین اور باقی آدھے سال مین وہی مشرقین اور مغربین عود کرتے ہین یعنی پھر پھر آتے ہین اور یہ ہماری صفت شرافت اور حقارت کے تغیر اور تبدل کی دلیل کافی ہے یعنی بعضو نکو اپنی مخلوقات مین سے کسی وقت مین ایسی عظمت اور بزرگی سے سرفراز کرتے ہین ہم کہ انوار کے ظہور کے مشرق ہوجاتے ہین اور پھر دوسرے وقت ان ہی مخلوق کو اس عظمت اور بزرگی سے معزول کرکے دوسرے کو اس بزرگی سے سرفراز کرتے ہین ہم پھر اسیطرح بعضو نکو اپنی مخلوقات سے ایسی ذلت سے رسوا کردیتے ہین کہ بالکل سیاہی اور تاریکی اسپر چھا جاتی ہے پھر دوسرے کو اُسی رسوائی سے ذلیل کردیتے ہین ہم اور اسی پر اور بھی قیاس کرلینا چاہیے اور جب یہ ہماری قدرت اور عظمت اور حقارت کے تغیر اور تبدل مین برس کے ہر دنون مین ظاہر اور کھل گئی تو ثابت ہوا کہ **اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ عَلٰٓى**

اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ مقرر البتہ ہم قادر ہین اسپر کہ بدلکر لے آوین دوسرے فرقے کو
جو بہتر ہون اُنسے تمھاری صحبت کے واسطے اور تمھاری شاگردی اور نیک راہ سیکھنے اور خلق کی
آراستگی اور عملون کے نیک کرنے مین انسے وہ بہتر ہون سو وہ فرقہ انصاریون کا تھا
وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ اور نہین ہین ہم ایسے کہ کوئی ہم سے بڑھ چلے اور اسقدر
تعظیم اور بزرگی کا مستحق ہو جاوے کہ ہماری قدرت اور زور کو لے لیوے اور اسکی حقارت اور
اہانت کرنے سے ہماری تعظیم اور تکریم نہ رہے یا یہ عزت اور بزرگی ہم سے لیکر دوسرے کو
حوالے کردے اور ہمکو عاجز کردے سو ایسا کوئی نہین ہے تو بس معلوم ہوا کہ یہ ان سب کا
جمع ہوکر تمھارے پاس آنا کچھ بہشت مین داخل ہونے کی طمع سے نہین اور نہ تعظیم اور بزرگی
کرنے کی راہ سے ہی بلکہ انکے تکبر سے ہی جو بڑھ بڑھ کے باتین کرتے ہین اور حق تعالی
کی آیتون سے اور اسکے وعدون سے مسخری کرتے ہین فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَ
يَلْعَبُوْا پھر چھوڑدے انکو تاکہ یہ باتین بناوین اور کھیلین حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ
الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۙ یہان تک کہ ملاقات کرین اس اپنے بڑے دن کی کہ
جسکا وعدہ دیے جاتے ہین لیکن اس دن حق تعالی کی طرف بلانیوالے کو دوسری طرح سے
جواب دینگے یعنی جس طرح اب ہنسی اور مسخری کے ارادے سے تمھارے پاس آتے ہین
سو اس دن یہ بات نہوگی بلکہ نہایت بیچینی اور بیقراری سے اس بلانیوالے کے پاس
دوڑکر حاضر ہونگے يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ جس دن نکلینگے اکیلے کھلے بدن ننگے سر اور ننگے
پانون مِنَ الْاَجْدَاثِ قبرون سے سِرَاعًا دوڑتے ہوئے اور جلدی
کرتے ہوئے حضرت اسرافیل علیہ السلام کی صور کی آواز سنکے كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ
گویا کہ وہ سب کسی بت کی طرف جسکو اس گھر سے نکالکر کھڑا کیا ہے درشن کے واسطے
يُّوْفِضُوْنَ ۙ دوڑے جاتے ہین جلدی سے اس ارادے سے کہ سب سے پہلے ہم
ہی درشن کرلین اور چوم چاٹ لین اسکو اور اپنے تئین اس تک پونہچا دین اس آرزو کے

اسوقت جو پونہچا سو پونہچا لیکن یہ بات نہین ہی بلکہ یہ اُنکا دوڑنا اور جلدی کرنا نہایت ذلت
اور خواری کے ساتھ مِلا ہوا ہوگا اسواسطے کہ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تاریک اور متحیر
ہوئی ہونگی آنکھین اُنکی بلکہ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ چھالیگی سر سے پانون تک اُنکو ذلت
اور رسوائی ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝ وہ بڑا دن اُنکا ہے
جسکا وعدہ دیے جاتے تھے نہ وہ صبر کرنیوالون اور کم حرصون کا دن ہی اسواسطے کہ اُنکو اس
دن نعمت والی بہشتون مین تعظیم اور تکریم سے داخل کرینگے باقی رہے اِس مقام پر کتنے
سوال جنکا جواب ضرور ہی ان مین سے ایک یہ ہی کہ انسان کو جو سب مخلوقات سے
اشرف اور بزرگ ہی جسکو فرشتون نے سجدہ کیا ہی اور تمام روے زمین کا خلیفہ ہی اسطرح کا
بے صبر اور حریص کسواسطے پیدا کیا اور اُسکی اصل خلقت مین اِن دونون مذموم صفتون کو
کسواسطے ملادیا دوسرے حیوانون کو عشر عشیر بھی اسکا نہین ہی یعنے دسوین حصے کا دسوان
حصہ یعنے سوین کا ایک حصہ بھی نہین رکھتے کھانا پانی نہ ملنے کے وقت اور مصیبت مین
گرفتار ہونے کے وقت جو بیقراری اور بیتابی یہ کرتا ہی دوسرے حیوانون کو کبھی اِس
قسم کی بیتابی اور بیصبری نہین ہوتی اور اِس بات مین نہایت ذلت اور رسوائی اسکی ہی
اور اِس حرص اور بے صبری کے سبب جہان کہین کچھ طمع اور لالچ دیکھتا ہی اُسکا تابع اور غلام
بنجاتا ہی اور ہر گرم اور سرد سے اس بیقراری اور بیصبری کے سبب سے خوف کرتا ہی اور ڈرتا ہی سو اگر اسکا
خمیر ان ہی دو چیزون سے کیا ہی اور اِسکی اصل خلقت مین یہ دونون عیب ملادیے ہین پھر بیصبری
اور حرص پر جو اس سے ہو غصہ اور غضب کرنا اور اسکو برا کہنا کسواسطے ہی اسواسطے کہ اسکی اِسمین کچھ
تقصیر نہین ہی جبلی اور پیدائشی چیز سے وہ ناچار ہی اسکا جواب یہ ہی کہ حرص اور بیصبری کی شدت
اور زیادتی جو انسان مین پائی جاتی ہی بحقیقت مین اسکی بہتری کا سبب ہے اسواسطے کہ معرفت کے
درجون کی ترقی اور حق کی راہ کا چلنا اور جناب احدیت کی درگاہ مین قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کا
کوئی وسیلہ اور زینہ اِس سے بہتر اسکے واسطے نہین ہی اگر یہ حرص کی شدت اور بیصبری اسکو نہوتی تو

یہ بھی دوسرے حیوانون کی طرح تھوڑی سی معرفت پر قناعت کرتا اور بڑے بڑے معرفت اور قرب کے درجون کا طالب اور خواہان نہوتا اور حال یہ ہے کہ معرفت کے دریا کا کنارہ بھی نہین ہے اور قرب اور نزدیکی کے مرتبون کی کہین حد اور انتہا ظاہر نہین ہے پھر اگر اُسکا شوق اور حرص دمبدم زیادہ نہوتا جاے اور استسقا والے کی طرح پیاس پیاس کرکے نہ پکارے تو یہ راہ بے نہایت جسکی کہین حد اور کنارے کا پتا بھی معلوم نہین ہے کس طرح کٹ سکے اور یہ سب مرتبے قرب اور معرفت کے معطل اور بیکار رہ جاین اور اگر اپنے مالک اور خالق کی جدائی مین ایک لمحہ صبر کرے اور بیتابی اور بیقراری اور گھبراہٹ نہ کرے تو اسکی محبت اور عاشقی اور اپنے حال سے بے حال ہوجانا کسطرح ثابت اور ظاہر ہووے مصرعہ میان عشق صبوری ہزار فرسنگ است + یعنی عشق اور صبر مین نہایت مباینت اور دوری ہے جمع ہونا محال ہے پھر جب ثابت ہوا کہ آدمی کی شرافت اور بزرگی دوسری مخلوقات پر اسی سبب سے ہے کہ اسکو اپنے خاوند حقیقی کے عشق اور محبت کا مستعد یعنی استعداد والا پیدا کیا ہے اور اسکے قرب اور نزدیکی کا تلاشی اور ڈھونڈھنے والا بنایا ہے اور معرفت کے دریا کا جو بے تھاہ ہے غوطہ خور کیا ہے اسیواسطے اسکو یہ دونون چیزین یعنی بے صبری اور حرص کی زیادتی دینا ضرور ہوا اس پر غصہ اور غضب کرنا اور اسکی مذمت کرنا اسکے حرص کی زیادتی اور بے صبری کے سبب سے نہین ہے بلکہ اسپر غصہ اور غضب اسواسطے ہے کہ یہ اپنی حماقت اور نادانی سے ناپایدار اور فنا ہونیوالی لذتون پر بیقراری کرتا ہے اور جو چیزین چھوڑنے اور ترک کرنے کے لائق ہین اُن پر اپنی حرص کو صرف کرتا ہے غرضکہ بیجگہ صرف کرنے سے اسکی مذمت اور بُرائی بیان کی جاتی ہے جسطرح کوئی شخص اپنی جورو یا لونڈی کو اچھے کپڑے اور زیور پہنا کر آراستہ کرے اپنی خوشی اور دیکھنے کے واسطے اور وہ عورت شرارت اور ناشکری سے اپنے خاوند کا حق تلف کرکے اس لباس اور زیور کو پہنکر دوسرے یار پاس جاوے اور اپنی زیب زینت دوسرونکو دکھاوے تو وہ عورت سب کے نزدیک بُری اور پھٹکار کے سزاوار ہوگی اللہ تعالی پناہ دیوے ایسی ناشکری سے اور کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے ؎ اَلصَّبْرُ یُحْمَدُ فِیْ مَوَاطِنِ کُلِّهَا + اِلَّا عَلَیْكَ فَاِنَّهٗ مَذْمُوْمٌ + یعنی صبر کرنا بہتر اور سراہا گیا ہے سب جگہہ مین لیکن ایسا

کام کرنا جسمین دوسرے کو اپنے اوپر صبر کرنا پڑے سو بیشک برا ہو اور حدیث شریف مین آیا ہے
مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ عِلْمٍ وَّطَالِبُ دُنْيَا یعنے دو حریصون کا پیٹ بھرتا نہین ایک علم
کے طالب کا اور دوسرا دنیا کے طالب کا اور دوسری حدیث شریف مین بھی آیا ہے کہ لَا حَسَدَ
اِلَّا فِي اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ
اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا یعنی نہین ہی حسد مگر
دو شخصون مین ایک وہ شخص جسکو دیا اللہ تعالی نے مال پھر مسلط کیا اسکو یعنی توفیق دی اسکو اس
مال کے خرچ کرنے پر اچھی جگھہ مین پھر وہ خرچ کرتا ہو اسی مال سے رات اور دن دوسرا وہ شخص جسکو
دی اللہ تعالی نے حکمت یعنی دین کا علم پھر وہ حکم کر رہا ہی موافق اُس علم کے اور سکھلا رہا ہی لوگون کو۔

سُورۂ نوح علیہ السلام

یہ سورہ مکی ہی اور اسمین اٹھایئس ۲۸ آیتین اور دو سو چوبیس ۲۲۴ کلمے اور نو سو انتیس ۹۲۹ حرف ہین اور
اِس سورہ کا نام سورۂ نوح اسواسطے رکھا ہی کہ اس سورۃ مین سوا ے حضرت نوح علیہ السّلام کے
قصّے کے دوسرا حال مذکور نہین ہی اور تمام قرآن شریف مین دو سورتین ایسی ہین کہ جن مین ایک
ذکر خاص کے سواے دوسرا کوئی حال بیان نہین فرمایا اور اِس سورۃ کو حضرت نوح علیہ السلام
کے ساتھ بڑی خصوصیت ہی اسواسطے کہ سوا ے اِنکے کلام کے دوسرا کلام اِسمین مذکور نہین ہے
تو گویا اس سورۃ کا مضمون بالکل حضرت نوح علیہ السّلام کا کلام ہی اور یہ بھی ہی کہ اِس سورۃ مین
حق تعالی کی طرف خلق اللہ کی دعوت کے قاعدے اور اِس دعوت مین شرطون اور ادب کی
رعایت کرنا جو پیغمبرون اور اُنکے وارثون کے عمدہ کام ہین خوب اچھی طرح سے بیان کیے گئے
ہین اور اِس دعوت مین حضرت نوح علیہ السّلام جتنے حق تعالی کی طرف دعوت کرنیوالے اور
بلانیوالے گذرے ہین ان سب کے پیشوا ہین اسواسطے کہ اُن سے پہلے حضرت آدم علیہ السّلام
کے وقت سے انکی نبوت تک جہان کے لوگ دعوت کے محتاج نہ تھے اور کفر اور شرک مین گرفتار

نہوئی ئے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السّلام کی تعلیم اور ہدایت اسیطرح دوسرے پیغمبرون کی رہنمائی لوگون کو کافی تھی جیسے باپ کی تربیت اپنی اولاد کو اور قبیلے کے بزرگون کی نصیحت اپنے چھوٹون کو ہوتی ہے اسواسطے کہ کوئی اپنا مقابل اور طرف نہ رکھتے تھے تو انکو فقط نصیحت کافی تھی پھر پہلے رسول حق تعالی کے جنھون نے اِس مالک الملک کا پیغام اسکے بندون کو پونہچایا اور لوگون کے اعتقاد کے خلاف انکو تکلیف دی وہ حضرت نوح علیہ السّلام ہین اسیواسطے شفاعت کی حدیث مین انکے حق مین فرمایا ہے اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَہُ اللّٰہُ یعنے پہلے رسول جن کو بھیجا اللہ تعالی نے سو اِس سورۃ کا مضمون جسمین خلق اللہ کی دعوت کا طریقہ حق تعالی کی طرف بیان ہے پہلے حضرت نوح السّلام کے علم سے ہے اور یہ طریقہ جو دوسرون کو پونہچا وہ اُن ہی کی میراث ہے اور اس سورۃ کا ربط سورہ معارج سے یون ہے کہ سورہ معارج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دل تنگی کے اسباب مذکور ہین جیسے اپنے قوم کے کافرون کی دعوت کرنا یعنے اللہ تعالی کی طرف بلانا اور اُن کافرون کا نہایت بیباکی اور جرأت سے سوال کرنا قیامت کے عذاب کا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انکی دعوت کی مشقت اور ایذا پر صبر کا حکم ہونا مذکور ہے اور اِس سورۃ مین اوّل سے آخر تک حضرت نوح علیہ السّلام کی دل تنگی کا حال مذکور ہے باوجود اِس بات کے کہ ہزار سال تک کافرون کے ظلم اور ایذائین اُٹھائین لیکن اِن کافرون مین تابعداری اور فرمان برداری کا اثر بھی نہ پایا گیا تو گویا اشارۃً یون ارشاد ہوتا ہے کہ پیغمبرون کو خلق اللہ کی دعوت مین اِسی طرح کی بردباری اور تحمل چاہیے اور اُنکی ایذاؤن پر صبر کرنا چاہیے اور اگر ایک طور سے وہ کافر نہ سمجھین تو دوسری طرح سے سمجھانا چاہیے اور اگر اسی طرح سے بھی نہ سمجھین تو تیسری طرح سے غرضکہ رنجیدہ اور دلتنگ نچاہیے ہونا اور یہ بھی ہے کہ اس سورۃ مین مذکور ہے کہ قیامت کا عذاب جو کافرون کے واسطے وعدہ کیا گیا ہے اگرچہ دور معلوم ہوتا ہے لیکن اُسکی دوری کے لحاظ سے ڈرانے اور خوف دلانے مین اِس عذاب سے قصور نہ کیا چاہیے جسطرح حضرت نوح علیہ السّلام نے قصور نکیا اسوطرح کہ

طوفان کے عذاب سے خوف دلانے کا حکم اُنکو ہزار سال سے پہلے ہوا تھا اور حضرت نوحؑ نے
اِس عذاب سے خوف دلانے مین باوجود دور ہونے کے بہت سی سعی اور کوشش کی تو اب یہ
بات ثابت ہوئی کہ جو چیز آدمیون کے ذہن اور خیال مین دور معلوم ہووے وہ چیز حق تعالی کی قدرت
مین بہت نزدیک ہی پس معلوم ہوا کہ یہ سورۃ حق تعالی کے اِس قول کی کہ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا
وَّ نَرَاهُ قَرِيبًا دلیل اور برہان ہی اور باوجود ایسی دلالت کے اِن دونون سورتون کے مضمون
بھی آپس مین مناسب واقع ہوئے ہین چنانچہ اِس سورۃ مین فرمایا ہی کہ لَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا
اور اِس سورۃ مین ہی فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَنْصَارًا اور اُس سورۃ مین تَدْعُوا
مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى وَجَمَعَ فَاَوْعٰى اور اِس سورۃ مین وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ اِلَّا
خَسَارًا اور اُس سورۃ مین وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ واقع ہی اور اِس سورۃ مین
مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا اور اُس سورۃ کے اوّل مین مذکور ہی کہ حق تعالی کا عذاب نہایت
جراءت سے ایک شخص اپنے خویش و اقربا کے واسطے مانگتا ہی اور اِس سورۃ مین مذکور ہی کہ ایک پیغمبر
مظلوم محنت اور ایذا اُٹھاتے ہوئے عام مغفرت کی دعا پہلے اور پچھلون کے واسطے کرتا ہے
اور کہتا ہی رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
مصرع * ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا * یعنی دیکھ فرق دونون راہون مین کہان سے ہی
کہان تک اور سوا اِسکے بہت وجہین مناسبت کی ہین فکر اور غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہین اور حضرت
نوح علیہ السّلام اولوالعزم پیغمبرون مین سے ہین اور حضرت آدم علیہ السّلام سے جو ابوالبشر ہین دوسوین
درجے مین اِن کا ظہور ہوا اُنکے اور حضرت آدم علیہ السّلام کے درمیان مین آٹھ واسطے پائے جاتے
ہین اسطور سے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے باپ کا نام ملک تھا بڑے نیک بخت موحد تھے
لوگون کو توحید کی تعلیم کیا کرتے تھے اِنکے باپ کا نام متوشلخ تھا حضرت ادریس علیہ السّلام کے
بیٹے ایسے تیز ذہن تھے کہ دس برس کی عمر مین جتنے آسمانی صحیفے جو حضرت ادریس علیہ السّلام اور شیث
اور آدم علیہما السّلام پر نازل ہوئے تھے وہ سب یاد کر لیے تھے اور بعد حضرت ادریس علیہ السّلام

اکے بھی انکے خلیفہ ہوئے تھے اور بنی آدم کے کامون مین اور انکی بہتری مین بہت کوشش اور سعی کیا کرتے
تھے اور بہت کثیر الاولاد تھے اور اُنکے باپ حضرت ادریس علیہ السّلام تھے جنکا نام اصل اخنوخ تھا
اور بڑے مشہور پیغمبرون مین سے ہین کئی جگہ قرآن شریف مین بھی انکا ذکر آیا ہی اور ریاضی اور طبعی
اپنے علمون کو یونان والے حکما ان نبی کی طرف نسبت کرتے ہین اور لکھنا اور سینا بھی پہلے
آدمیون مین اُن ہی سے نکلا ہی اُنکے باپ کا نام یرو تھا جو قابیل کی اولاد کے ساتھ ہمیشہ
لڑائی اور جہاد کیا کرتے تھے اور حضرت آدمؑ کی ریاست یعنی گدی پر بھی تھے انکے باپ کا نام مہلائیل
تھا آدمیون کو علحدہ علحدہ شہرون مین پہلے اُن ہی نے بسایا اور بابل شہر آباد کر کے آپ مع
اپنے خویش اور اقربا وہان رہے اور شہر سوس بھی ان ہی کا بنا کیا ہوا ہی انکے باپ کا نام
قنیان تھا یہ بھی بڑی نیکبخت اپنے آبا و اجداد کے طور پر تھے اُنکے باپ کا نام انوش تھا حضرت
شیث علیہ السّلام کی اولاد مین یہ سب سے افضل تھے اور حضرت آدم علیہ السّلام اپنے دادا کے
برابر ہر فن مین انکے باپ کا نام شیث علیہ السّلام تھا جو حضرت آدم علیہ السّلام کے جانشین اور خلیفہ تھے
اور بڑے عظیم القدر پیغمبرون مین سے ہین پچاس صحیفے انپر نازل ہوئے تھے اور یونان کے
حکما حکمت الٰہی کو اُن ہی سے نقل کرتے ہین اور یہ عبادت اور ریاضت مین بہت مشغول رہتے
تھے یہان تک آٹھ واسطے ہوئے اور اُن آٹھون مین کوئی کافر نہ تھا سب مسلمان اور نیک بخت
تھے ہان حضرت ادریس علیہ السّلام کی وفات کے بعد بنی آدم مین بُت پرستی شروع ہوئی اور سبب
اسکا یہ ہوا کہ حضرت ادریس علیہ السّلام کے بیٹے سب اولیاء اللہ اور نیک بخت تھے اور ہر ایک نے
اپنی عبادت کے واسطے ایک مسجد بنا کر اُس مین آپ بھی عبادت کرتے اور لوگون کو بھی مسجد مین
حاضر ہونے اور حق تعالیٰ کے ذکر اور بندگی مین مشغول رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے چنانچہ بہت
لوگ وہان حاضر رہتے اور اُنکی تعلیم کے بموجب نہایت ذوق اور شوق سے عبادت کیا کرتے
اور اُنکی صحبت اور حضوری کی برکت سے عبادت مین نہایت لذت انکو حاصل ہوتی جب حضرت
ادریس علیہ السّلام کی اولاد نے اس عالم سے انتقال کیا تب لوگون کو نہایت رنج اور ملال انکی

ف بیان بت پرستی کے شروع ہونے کا بعد وفات حضرت ادریس علیہ السلام کے جنکی اصلاح کے واسطے حضرت نوح علیہ السلام بھیجے گئے تھے

مفارقت سے حاصل ہوا اور آپس مین اکثر اسی بات کا ذکر رہتا کہ جو مزا عبادت کا ان بزرگون کی صحبت
مین ہمکو حاصل ہوتا تھا اب وہ بات پائی نہین جاتی ابلیس مردود کہ انسان کا دشمن جانی ہے اسوقت کو
غنیمت جانکر ایک بوڑھے بزرگ کی شکل بنکر مکر کا عمامہ سر پر باندھکر اور فریب کا عصا ہاتھ مین لیکر
جس مجلس مین یہ سب لوگ بیٹھے یہی ذکر کر رہے تھے آنکر موجود ہوا اور کہا کہ تمھارے رنج کے
وفع ہونے کی ایک تدبیر مین تمھین بتلاتا ہون کہ وہی لذت عبادت مین تمکو پھر حاصل ہوا کریگی اور وہ
تدبیر یہ ہے کہ ان بزرگون کی شکلین پتھر سے ترشواؤ اور ان بزرگون کے کپڑے اُن تصویرون کو
پہناکر مسجد کی محراب مین اپنے سامنے کھڑا کر دو اور یہ سمجھو کہ یہ ہمکو دیکھتے ہین بموجب اس قول کے
کہ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللهِ لَا یَمُوْتُوْنَ یعنے اللہ تعالیٰ کے ولی مرتے نہین ہین اگر یہ تدبیر کروگے تو
پھر تمکو وہی لذت جو انکے سامنے عبادت مین ملتی تھی ملا کریگی ان لوگون کو یہ تدبیر بہت پسند آئی
اور تصویرون کو بناکر مسجدون مین رکھا اور اسمین اسطرح ٹھہرالیا کہ عبادت اور نماز سے فراغت
ہونے کے بعد جو مسجد سے باہر جاوے ان تصویرون کے ہاتھ اور پانؤن کو بوسہ دیکر باہر جاوے
تاکہ اس شخص کی حاضری جماعت مین اُن بزرگون کی روحون کے نزدیک ثابت ہوجاوے تاکہ
یہ بزرگ حق تعالیٰ کی درگاہ مین اس بات کی گواہی دین کہ یہ شخص ہمارے سامنے جماعت کے
ساتھ تیری عبادت مین مشغول تھا اور ہماری شفاعت کرین ہوتے ہوتے اس امر نے ایسا
رواج پایا کہ عبادت اور ذکر بالکل موقوف ہوگیا بس ان تصویرون کے ہاتھ چومنا فقط رہگیا کہ
جو شخص مسجد مین آتا ان تصویرون کے دست بوس اور قدمبوس ہوکر چلا جاتا پھر تھوڑے دنون کے
بعد قدمبوسی کے عوض خاک بوسی اور سجدہ شروع ہوگیا بلکہ اور سب موقوف ہوکر یہی رواج پایا
حضرت نوح علیہ السلام کے باپ لوگون کو اس برے کام سے بہت بہت منع کیا کرتے تھے
لیکن لوگ انکی بات نہین سنتے تھے اسی اپنے کام کو اچھا جانکر کیا کرتے تھے یہانتک کہ
حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے رسول کرکے اُن لوگون کے سمجھانے کو بھیجا اور ساڑھے
نوسو برس حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگون کو سمجھایا کہ ان بتون کی عبادت کو چھوڑ دو اور

حق تعالی کو وحدہٗ لاشریک جانکر اسکی عبادت مین مشغول ہو لیکن ان لوگون نے ہرگز آپکی بات کو
نمانا اور اُس ساڑھے نوسو برس سمجھانے سے اسی آدمی اُن پر ایمان لائے اور اُس بُت پرستی کو
چھوڑا اور دوسرے تمام روے زمین کے آدمیون نے باوجود اتنی مدت سمجھانے کے کسی نے اُنکا کہنا
نہ سنا اور اتنی مدت دراز مین کوئی جگہ ایسی باقی نرہی جہان انکی دعوت نہ پونہچی لیکن سب نے انکار کیا
اور ہرگز قبول نکیا آخر حضرت نوح علیہ السلام نے انکے ایمان لانے سے مایوس ہوکر ان پر بددعا
کی حق تعالی نے انکی بددعا سے ان پر طوفان بھیجا اور سب کو ڈبو دیا اور طوفان کے پہلے
حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالی کا حکم ہوا تھا کہ اپنے واسطے اور اپنے گھر والون اور مسلمانون
کے واسطے ایک کشتی بناؤ اور سب جانورون اور چرند اور پرند مین سے ایک ایک جوڑا لیکر اسمین
بند رکھو جسوقت تنور سے پانی اُبلے اُسوقت کشتی مین سوار ہونا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے
اُس حکم کے موافق کشتی تیار کر کے کھانا اور پانی اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا اس کشتی مین رکھکر
منتظر طوفان کے بیٹھے جونہین پانی تنور سے اُبلا آپ اور اپنے اہلبیت کو کہ تین بیٹے اور اُن کی
بیبیان اور لونڈیان اور غلام اور اسی آدمی اور دوسرے جو مسلمان ہوئے تھے ان سب کو لیکر اُس کشتی
مین سوار ہوئے اور اس کشتی کے اوپر ایک سرپوش رکھا تھا تاکہ آسمان سے بارش کا پانی کشتی مین
نہ آوے لیکن حضرت نوح علیہ السلام کی بی بی اور ایک بیٹا جسکا نام کنعان تھا آپکا ایمان
نلائے تھے یہ دونون کشتی مین نہ بیٹھے کافرون کے ساتھ غرق ہوئے اور حضرت نوح علیہ السلام
چھ مہینے کشتی مین رہے تھے دسوین رجب کو سوار ہوئے تھے اور دسوین محرم کو عاشوری کے دن
اُترے اور طوفان کا پانی زمین سے اُبلتا تھا اور آسمان سے بھی برستا تھا چالیس دن تک پانی
کی زیادتی اور طغیانی رہی چالیس دن کے بعد جوش موقوف ہوا اور آہستہ آہستہ پانی گھٹنا شروع
ہوا چھ مہینے کے بعد زمین نمودار ہوئی اور حضرت نوح علیہ السلام اور انکے ساتھ والے کشتی سے
اُترے اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مین بڑا اختلاف ہی مشہور یہ ہی کہ ایک ہزار چار سو برس
کی عمر تھی اور قرآن شریف سے اتنا بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ ہزار برس سے زیادہ عمر تھی اسواسطے کہ

سورۂ عنکبوت مین حق تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ بعد نبی ہونے کے پہلے طوفان سے ساڑھے نو سو
برس دعوت کی اور کم سے کم چالیس برس کی عمر ہوگی جب آپ رسالت کے خلعت سے سرفراز ہوئے
تھے اور بعد طوفان کے بھی بہت دنون دنیا مین آپ رہے چنانچہ اسکا ذکر سورۂ ہود مین ہے
اب یہان پر اس سورۃ کی تفسیر کے شروع سے پہلے دو مقدمون کو جان لینا ضرور ہی تاکہ اس
سورۃ کے معنی بہت آسانی سے بوجھ مین آجاوین پہلا مقدمہ یہ ہی کہ جب حق تعالیٰ کسی اپنے
بندۂ خاص کو مقبول اپنی بارگاہ کا کرکے اپنا پیغام پونہچانے کو خلق کی طرف بھیجتا ہی تو اُس
بندے کو لازم ہی کہ اِن لوگون کے عقیدے سے اور عمل اور خلق اور باطنی حالون کو خوب
غور اور تامل سے دریافت کرے اور اُسکے اصل مرض کو پہچانے اور اِس اصل مرض کے مٹانے
اور دور کرنے کو سب امر و نہی پر مقدم جانے پھر اسکے بعد ان طبیعت کی خواہشون اور اُنکی مقرری
حاجتون اور احوالون مین اپنی نظر کو دوڑا دے اور انکو اِس چیز سے جس سے بالطبع یا بسبب
مقرری حاجتون اپنی کے ڈرتے ہون خوف دلاوے اور جس چیز کو بالطبع یا موافق مقرری حاجتون
اپنی کے خواہش کرتے ہون اسکا امیدوار کرے اور جسطرح پہلے اُنکی عقلی قوت کی اور نفسانی
ملکون کی اصلاح منظور رکھی تھی اسیطرح اِس کام مین انکی وہمیہ قوت کی اصلاح امیدوار کرنے
اور خوف دلانے سے منظور رکھے اسواسطے کہ روح انسانی کی مملکت مین عقل وزیر ہے اور
صاحب الامر اور مختار کار اور حاکم اِس مملکت کا وہم ہی اور جب یہ دونون یعنی عقل اور وہم
تابعدار ہوگئے تو دوسرے جتنے ارکان اور تابع اور لشکر اس سلطنت کے ہین خود بخود
فرمانبردار ہوجائینگے اور ایک حالت عجیب حاصل ہوگی بموجب اِس مصرعہ کے ؎ از دوست
یک اشارہ واز ما بسر دویدن ٭ یعنی پھر انکا احوال اِس مصرعہ کے موافق ہوجائیگا کہ
معشوق کی طرف سے ایک اشارہ اور عاشق کی طرف سے اسکو سر اور آنکھ سے بجالانا لیکن اِن
دونون کامون کو قاصد اور ہرکارے کے طور سے انکو نہ پونہچاوے بموجب مضمون اس شعر کے
کہ ؎ دادیم ترا گنج مقصود نشان ٭ مختار توئی خواہ رسی یا نرسی ٭ یعنی مقصود کے خزانے کا

پتا تم کو بتادیا اَب آگے وہان پونہچو یا نہ پونہچو تم مختار ہو بلکہ باپ سا شفیق اور طبیب سا ناصح
ہو کے اِنکی بیماری کی سختی سے دلتنگ اور رنجیدہ ہو اور طرح طرح کی تدبیرین اسکے نفع کے
واسطے کرے اگر ایک طرح سے نہ سمجھین تو دوسری طرح سے سمجھا دے جہانتک اُنکی استعداد کا
پیمانہ گنجائش رکھتا ہو اور جب اِنکی استعداد کا بطلان خوب طرح سے معلوم کرے تب اُنکی نیست اور نابود
کردینے کی فکر کرے جسطرح حیوان کے جسم مین اگر کوئی عضو سڑجاتا ہی یا اسمین زہر باد ہو جاتا ہی تو اِس
عضو کو کاٹ ڈالتے ہین تاکہ دوسرے اعضا کو خراب کرے اِسی طرح انکے وجود کو جانے کہ اگر
باقی رہین گے تو دوسرے کو خراب کرینگے پھر اگر جہاد اور قتال کا اسکو حکم ہو تو لشکر اور دوسرے اسباب
لڑائی کے جمع کرنے مین کوشش کرے اور اگر جہاد کرنے کا اسکو حکم نہو تو انکے واسطے درگاہ آلہی مین
بددعا کرے کہ اِنکے وجود کو اِس عالم سے محو کرے اور مٹادے تاکہ اِنکا فساد اور بُرائی دوسرون مین
اثر نہ کرے اور دوسرا مقدمہ یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کو اصل غرض یہ تھا کہ حق تعالیٰ کی
نزدیکی اور اپنی حاجتون مین اولیاء اللہ کی روحون سے جو مظہر کامل ہین استعانت اور مدد
چاہتے تھے اور تنزیہ کے مرتبے سے تقرب حاصل کرنا اور اُسی مرتبے سے مدد چاہنا ہرگز انکے
ذہنون اور خیالون مین نہین آتا تھا یہانتک نوبت پونہچی تھی کہ دُنیا کی محبت اور اُسی کی خواہش اِنکے
دلون مین چھاگئی اور روحیت کے مرتبے کو نہ پونہچنے کے سبب سے اِن بزرگون کی روحین بھی اِن کی
نظرون سے غائب ہوگئی تھین اور خبیث شیطانی روحون نے انکی عوض مین اِنکے سامنے ہو کر اپنی
طرف اِنکو کھینچا تھا اور جھوٹے شعبدون مین اُنکو اپنا فریفتہ کر لیا تھا بس نام تو اولیا کا رہگیا تھا اور
حقیقت وہ سب شیطانی روحین تھین اور یہی حال ہی بشریت کا جبلی اور پیدائشی کہ جہان نیچے
کی طرف جھکا اور معرفت کے عروج سے باز رہا تو بیچ مین بھی نہین ٹھہرتا بلکہ ادنی سے اد[illegible]
مین جا گرتا ہی ہان اگر عبادت اور تقرب مین انکی نظر اولیاء اللہ کی روحون کے جما[illegible]
متوجہ ہوتی تو اُن روحون کی طرف سے بھی کچھ نہ کچھ ہدایت اور ارشا[illegible]
کبھی کبھی خواب مین یا دوسرے معاملون مین اُنکو اللہ کی طرف مت[illegible] دیتے اور

ف
قوم [illegible] کی طرف
بلا بھیجو الون کا
طرف اور جلی

شرک مین صراحتہً پھنسنے سے باز رکھتے سویہ تو کچھ نہوا بلکہ انکی وہمیہ قوت عمر کی درازگی اور ہمیشگی اور مال اور
اولاد کی کثرت اور عمارتون کی عمدگی اور باغ اور کھیتون کی زیادتی کو بہت دوست رکھنے لگی اور ان ہی
چیزون کی محبت انکے دلون مین بسگئی تھی تو اُن لوگون کو یون سمجھنا ضرور ہوا کہ جتنی تمھاری خواہش کی
چیزین ہین وہ سب حق تعالیٰ کے اختیار مین ہین زمین اور آسمان چاند اور سورج جو تمھاری خواہش کی
چیزون کے اسباب ہین ان سب کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہی سو اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کروگے تو
جتنے تمھارے مطلب ہین سب حاصل ہونگے اور اگر کہین تم اس سے پھرے اور اسکا حکم نمانا تو خرابی مین پڑوگے
اور کچھ بھی تمکو حاصل نہوگا پھر جب حق تعالیٰ کا قادر اور مختار ہونا ہر چیز پر انکے دلون مین خوب طور سے
جم جاتا اور اسکی وحدانیت کا یقین حاصل ہوتا تو پھر آہستہ آہستہ انکو ترقی کی طرف رغبت دلاتے
اور یون سمجھاتے کہ دُنیا فانی ہی اور اسکی جتنی چیزین ہین سب نیست اور نابود ہونیوالی ہین باقی رہنے
والی وہی ذات پاک ہی سو تمکو چاہیے کہ اپنی ہمت کو بلند کرو اور وہ چیزین جو عقبیٰ مین کام آوین اور اس
مالک الملک کی رضامندی کا سبب پڑین حاصل کرو اور حضرت نوح علیہ السّلام کا مطلب یہ تھا کہ شاید
اس تدبیر سے وہ لوگ راہ پر آجاوین لیکن جب دعوت کی مدت ہزار سال کے قریب پونہچی اور اس
عرصے مین کتنے قرن اور کتنے زمانے گذر گئے اور لوگون کے احوال مین بھی تغیر تبدل پایا گیا اور قسم قسم کی
استعداد والے پیدا ہوئے اور گذر گئے لیکن محنت انکی سب بیفائدہ ہوئی اور کسی نے اِنکی بات نہ سُنی اور کوئی
راہ پر نہ آیا مگر چند لوگ گنتی کے پھر جب حضرت نوح علیہ السّلام کو انکی صلاحیت سے بالکل مایوسی حاصل
ہوئی آخر ناچار ہوکر پوری بددعا انکے واسطے کی یعنی یون عرض کیا کہ یا الٰہی اب اِن مین ایک کو بھی
باقی نرکھ حق تعالیٰ نے آپکی دعا قبول کی اور سارے جہان کو غارت کیا۔ اب یہان پر جاننا چاہیے کہ
حضرت نوح علیہ السّلام کو ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی زبردست مناسبت سے
کئی وجہون سے جو دوسرے پیغمبرون کو آپکے ساتھ نہین ہی اسیواسطے اس سورۃ کو دعوت کے قاعدون کی تعلیم
اور رنج اور مشقت پر صبر کرنے کی تلقین کے واسطے آپ پر نازل فرمایا اور سورۂ معارج مین جو حکم ہوا تھا کہ
فاصبر صبرا جمیلا سو اسکے بعد اس سورۃ مین حضرت نوح علیہ السّلام کے قصے کو نظیر اور تمثیل کے طور پر

ف حضرت نوح علیہ السلام کی مناسبت کا بیان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

بیان فرمایا ہی یعنی تمکو ایسا صبر کرنا چاہیے جیسا نوح علیہ السلام نے کیا تھا اور مناسبت کی وجہوں سے پہلی وجہ یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا عذاب جو وعدہ لیا گیا تھا اُنکے ڈرانے اور خوف دلانے کے وقت سے بہت دوری رکھتا تھا یعنی کچھ کم ہزار برس کا فاصلہ درمیان مین تھا اِسی طرح عذاب موعود ہمارے رسول مقبول کی بھی امت کا بہت دوری رکھتا ہی چنانچہ قیامت کے دن ہووے گا بخلاف دوسرے پیغمبرونکی قوم کے عذاب کے کہ دنیا ہی مین تھوڑے تھوڑے فاصلے سے آیا اور اُنکی قوم کو ہلاک کیا چنانچہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا کرنے سے چالیس برس کے بعد غرق ہوا اور اسی طرح دوسرے کافر تھوڑے تھوڑی مدت مین دنیا کے عذاب سے ہلاک ہوئے اور یہ امت مرحومہ دنیا کے عذاب سے محفوظ ہی اِس امت کے کافرون کا عذاب بالکل قیامت کے دن پر حوالہ ہوا ہی اس امت کے کافرون پر قتل کرنے اور زندہ پکڑ کے لونڈی غلام بنانے سے کبھی کبھی دنیا مین بھی تنبیہ اور تادیب ہوتی رہتی ہی اور بس دوسری وجہ یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کرنے کی مدت ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی دعوت کی قدرت کے برابر ہے اتنا فرق ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اتنی مدت تک خود زندہ رہکے اپنی ذات سے اِس دعوت کو مخلوقات الٰہی تک پونہچایا اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چند دنون اپنی ذات مبارک سے دعوت فرما کے اپنے نایبون کو اپنا قائم مقام چھوڑ کے عالم بقا کو تشریف فرما ہوئے اور اِن نایبون کے سبب سے ہزار سال تک یہ امر دعوت کا پورا قائم رہا ہزار سال کے بعد ہندوستان مین کئی شخص جھوٹے دینون کے مدعی ظاہر ہوئے جیسے نانک والے اور داؤد پنتھی اور خفشان نودی اور اِن کافرون نے اپنی اپنی دعوت شروع کی اُس وقت سے اِس دین صحیح کی دعوت کا تو حد درہم برہم ہو گیا اور پھر اسکے بعد تمام جہان مین بہت جھوٹے دین کے مدعی پیدا ہوئے اور اپنی اپنی دعوتین شروع کین اب یہ اُنکا اختلاف بدون ظہور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہین دور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ آپکے زمانے فیض نشان مین توحید اور تفرد اِس دعوت حقہ کا نئے سر سے تازگی قبول کریگا تمام عالم مین ایک دین اسلام کا ہوگا اور منکرون پر دوسری مرتبہ الزام حجت کو تجدید کرینگے یعنی حقانیت اِس دین متین کی سب پر ثابت ہو جائیگی تاکہ عذاب موعود مین گرفتار ہونے کا مستحق اور قابل اپنے تئین معلوم کرین

اور باقی قسم کے تمام ہونے کے بھی مستعد ہووین اور تیسری وجہ مناسبت کی یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی نبوت عام تھی تمام مخلوق کو شامل تھی اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نبوت عام ہی سب کو شامل ہی اتنا فرق ہی کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہین آپکی بعثت جسطرح آپکے زمانے والون کی طرف تھی اسی طرح قیامت تک جو آدمی اور جنات پیدا ہوتے جاوینگے اِن سب پر آپکی بعثت ثابت ہی بخلاف حضرت نوح علیہ السّلام کے کہ اُنکی بعثت اُنکے زمانے والون پر جو اسوقت دنیا مین موجود تھے تھی یہ نہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے بعد جو پیدا ہونگے اِن پر بھی وہی نبی رہینگے اور وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص مین حدیث وارد ہی کہ بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً وَّکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً اِس حدیث کے یہی معنی ہین اسواسطے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے وقت مین جو اُس زمانہ مین موجود تھے سب آپکی قوم تھے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیون کی رسالت سے مخصوص ہین اپنے زمانے سے قیامت تک جو پیدا ہووین اور اِس بات مین یہ بھید ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے وقت مین جتنے دنیا مین لوگ تھے سب شرک مین گرفتار تھے اور جو عذاب کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی بددعا سے حق تعالی نے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا وہ عذاب بھی عام تھا اور سب جہان والونکو شامل تھا اگر حضرت نوح علیہ السّلام کو تمام جہان والون کی طرف رسول کرکے نہ بھیجتے اور اُنکی عمر اتنی بڑی نکرتے تاکہ اِتنی مُدت مین تمام روی زمین پر اُنکی دعوت تھوڑی تھوڑی پونہچ جاوے تو خاص کے گناہ پر ہلاکی عام کی لازم ہوتی اور یہ عدل اور حکمت کے قاعدے کے خلاف ہی اسی طرح سے اِس اُمت کے کافرون پر جو عذاب کہ مقرر اور موعود ہوا ہی وہ بھی عام ہی یعنی تمام عالم کی خرابی کو متضمن ہی اگر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیامت تک جو پیدا ہوتے جاوینگے اِن سب کی طرف رسول کرکے نہ بھیجتے تو یہان بھی وہی ہلاکی عام کی خاص کے گناہ پر لازم آتی اور یہ بات حکمت اور عدل کے قاعدے کے خلاف تھی چوتھی وجہ مناسبت کی یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی بعثت اور اُنکی دعوت قیامت وسطی کے متصل ہوئی جسکا نام طوفان تھا کہ دنیا مین کسی چیز کو باقی نرکھا اور اسی طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور دعوت قیامت کبری سے اتصال رکھتی ہی بخلاف دوسرے پیغمبرون کے کہ اِن مین یہ بات نہین پائی جاتی تھی اور یہ مناسبت

بھی تیسری مناسبت کی ایک شاخ ہے پانچوین مناسبت یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کو بعد طوفان کے بڑی شان عظیم حاصل ہوئی تھی یعنی حق تعالیٰ کی نزدیکی کا وسیلہ سوا انکی ذات مبارک کے کوئی نتھا اور حق تعالیٰ کی عبادت اور انکی معرفت کا حق ادا کرنیوالا سوا انکی امت اور انکے تابعداروں کے کوئی دوسرا نتھا تو اس سورۃ مین بہت بڑا رتبہ انکی ذات مین منحصر ہوا تھا اور عجیب طرح کی تفرد اور یکتائی اس کارخانے مین انکے نصیب ہوئی تھی اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ہونے کے وقت سے یہ مرتبہ حاصل تھا اسواسطے کہ آپکے نبی ہونے کے بعد جتنے دین تھے سب منسوخ ہوگئے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرنے کے لائق نہ رہے اور ان دینون کی عبادت اور معرفت کے طریقے سب باطل اور بے اصل ہوگئے اور اب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے نازل ہونے کے بعد یہ تفرد اور یکتائی ظاہری اور باطنی حقیقی اور حکمی آپکی ذات مبارک مین جلوہ گر ہوگی اس طور پر کہ کوئی دین سوا اس دین اسلام کے عالم مین باقی نرہیگا اور اسی دین مین توجہ الی اللہ کی شان منحصر ہوگی اور کوئی مدعی کسی دین باطل کا نہ رہیگا حاصل کلام کا یہ ہے کہ ان ہی مناسبتون کے سبب سے سورۂ نوح کو جو حضرت نوح علیہ السّلام کا قصہ اور انکا خوف دلانا طوفان کے عذاب سے اور رب کے واسطے بددعا کرنے کے بیان مین ہے بعد سورۂ معارج کے لاتے ہین کہ اس مین بھی اس اُمت کے عذاب موعود کے سوال کرنے کا اور عذاب کے جلدی کرنے کی ممانعت اور صبر کرنیکا حکم بیان ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّآ بے شک ہم اس مرتبے سے جو جامع ہے درمیان جلال اور جمال کے نکالنے کے واسطے جلال کی پوشیدگیون سے جمال کے انوار کی طرف اَرْسَلْنَا نُوْحًا بھیجا ہمنے نوح علیہ السّلام کو جو ان دونون شانون کا جامع تھا اور جلال کی تاریکیون مین پھنسے ہوؤن کو جمال کی روشنیون کی طرف نکال لانے کی کیفیتون پر خبردار تھا اپنا ایلچی اور رسول کرکے اِلٰی قَوْمِهٖٓ اسکی قوم کی طرف اسواسطے کہ ہمقوم ہونے کے سبب سے وہ انکے احوالون پر واقف بھی بہت ہوگا تاکہ اس واقفیت کی سبب سے جس طور سے کہ مناسب توجہ ان لوگون کو جلال کی تاریکیون سے نکال کر جمال کے نور سے منور کرے

اور ہر ایک کو اسکی استعداد اور بوجھ کے موافق اِس تاریکی کے انجام سے خوف دلاوے اور ڈراوے
اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ اِسلیے کہ خوف دلا اور ڈرا اپنی قوم کو اسواسطے کہ قومیت مین شریک
ہونے کے سبب سے تمھاری شفقت اور خیر خواہی اپنے حق مین یقین جانتے ہین تو تمھارے ڈرانے
سے بھی خوف کھا وینگے مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پہلے اسکے کہ آوے
ان پاس عذاب دکھ دینے والا جو اپنے پروردگار کی محجوبیت کا سبب ہے قَالَ يٰقَوْمِ یعنے
ہمارے حکم کے بھیجنے کے ساتھ ہی نوح علیہ السّلام نے فرمانبرداری اِس حکم کی کی اور کہا اپنی قوم سے
کہ ای میری قوم ہم قوم ہونا ہمارا اور تمھارا اِسی بات کو چاہتا ہی کہ جس سے ہم ڈرتے ہین تم بھی
اُس سے ڈرتے رہو اور جو تمھاری نصیحت اور بہتری کی بات ہم کہتے ہین اسکو قبول کرلو اسواسطے
کہ ہماری سچائی تمکو خوب معلوم ہو کہ ہم جھوٹھ نہین بولتے ہین اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ
بیشک مین تمھارے واسطے ڈرانے والا ہون صاف کہنے والا کہ اگر تم اپنے جھوٹے معبودون
کی عبادت کے پردے مین پھنسے رہوگے تو بڑے عذاب مین گرفتار ہوگے سو تمکو چاہیے کہ
جلدی اِس پردے سے اپنے تئین نکال کے سچے معبود کی طرف جو تمھارا پروردگار ہی متوجہ
ہو جاؤ اور اس پردے سے نکلنا کچھ بہت مشکل بات نہین ہی بلکہ آسان طور سے ہے اَنِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ یہ کہ عبادت کرو خدا کی اِس واسطے کہ یہ تمکو اِس پردے سے چھڑا دیگی
اور اِسکی برکت سے تمھاری توجہ حق تعالی کیطرف صاف ہو جائیگی اور اِسکی جمال کی روشنیون سے
تم منور ہوگے سو حق تعالی کی عبادت اِس تمھاری بیماری کے کھونے مین کافی ہی لیکن پرہیز
شرط ہی پرہیز کو اپنے اوپر لازم پکڑو وَاتَّقُوْهُ اور ڈرو اُس سے غیر کی عبادت کرنے سے
اِس اعتقاد سے کہ وہ غیر اسکی صفتون کی کامل مظہر ہین اسواسطے کہ جو مخلوق ہی وہ حق تعالی کے
کمال کے درجے سے ناقص ہی اگرچہ مظہر کامل ہو پس اِس صورت مین اِسکے کمال مین نقصان کا
اعتقاد کرنا تمکو لازم ہوتا ہی اور ایسا اعتقاد حق تعالی کے بڑے غضب کا سبب پڑیگا زیادہ تر
اِس غضب سے جو اسکی بالکل عبادت کے چھوڑ دینے پر اور اسکے حکمون کے بجالانے پر تم امید رکھتے ہو

اور اگر تمکو عبادت خالص اور تقوے کا طریقہ اپنی عقل سے معلوم نہو سکے تو ان دونوں چیزوں کی تفصیل مجھ سے سنو **وَاَطِیْعُوْنِ** اور تابعداری کرو میری اس چیز مین جو اللہ تعالی کے حکم مین تمکو پونہچاؤن تاکہ عبادت مین بھی تمسے خطا اور چوک نہونے پاوے اور گناہ سے بھی بچے رہو اور اگر اللہ تعالی کی عبادت کو پرہیزگاری سے ادا کروگے اور دل اور جان سے میری تابعداری قبول کروگے تو اسیوقت تمھاری پہلی تاریکی کے نشان مٹنا شروع ہو جاوینگے اسواسطے کہ اللہ تعالی **یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ** بخشدیگا تمھارے واسطے بعضے تمھارے گناہونکو جو تمھاری پوشیدگی کے اس جناب پاک سے سبب پڑے ہین اور جب گناہ دور ہوے تو اس سے دوری اور حجاب بھی اٹھ جانا ضروری ہوا اور وہ گناہ عبادت اور تقوے کو ترک کرنا اور حق تعالی کے حکمون کی نافرمانی کرنا ہی جو آگے تمسے ہو چکے ہین نہ وہ گناہ جو مخلوق کے حقوق سے متعلق ہین نہ وہ گناہ جو اسلام مین داخل ہونے کے بعد کروگے پس یہان پر من کا لفظ تبعیض کے واسطے ہی اور یہ آیت من کی زیادتی ثابت کرنے کی دلیل نہین ہو سکتی ہی جسطرح کوفے کے نحویون نے کہا ہی کہ پھر اسلام لانا تمھارا سبب پڑیگا ان گناہون کی پکڑ کی در نگی کا جو اسلام لانے کے بعد تمسے ہونگے یا بندون کے حقوق سے متعلق ہونگی اسواسطے کہ حق تعالی تمکو اسلام کی برکت سے دنیا کی پکڑ سے محفوظ رکھے گا **وَیُؤَخِّرْکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی** اور تاخیر کریگا اللہ تعالی تمھاری پکڑ کو ایک مدت تک جو اسنے مقرر کر دی ہی ہر شخص کی پیدایش کے وقت دم کے شمار سے یا برسون اور مہینون اور دنون اور گھڑیون کا نام رکھدیا ہی اور اس مہلت اور ڈھیل مین تمھارے واسطے فائدہ یہ ہی کہ اس گناہ سے توبہ کرلو اور حق والون کو اپنے سے راضی کرلو پس سوچو کہ اسلام لانا بالکل تمھاری امن اور چین کا سبب ہے ان چیزون سے جو حق تعالی کے غضب کی مقتضی ہین اور جو یہ کہا کہ ایک مدت مقرر تک تم سے مواخذہ نہوگا تو اس سبب سے کہ اس مدت مقرری مین تاخیر نہین ہونیوالی ہے اسواسطے کہ وہ مدت اللہ تعالی کے علم مین معین ہی **اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ** بیشک وہ مدت جو علم الٰہی مین معین ہی ہر شخص کے مرنے کے واسطے **اِذَا جَآءَ** جب آتی ہی جس طور سے کہ مقرر اور مقدر کی گئی ہی

قف لازم

لَا يُؤَخَّرُ ہرگز دیر نگی نہین کی جاتی اور اگر اسمین کچھ بھی تغیر اور تبدل ہو تو علم آلٰہی مین نقصان پایا جاوے اور اگر یہ کہو کہ ہر شخص کا ہم مین سے مرنے کا وقت حق تعالیٰ کے علم مین معین ہی جسطرح اسوقت مین تاخیر نہین ہونیوالی اسیطرح تقدیم بھی نہین ہوسکتی ہی پھر ہمکو کفر کرنے اور گناہون مین مبتلا ہونے سے کیون خوف دلاتے ہو اسواسطے کہ کفر اور گناہ کے سبب سے اسوقت معین کے پہلے ہم ہلاک ہونیوالے نہین ہین اور اسیطرح اسلام لانے اور فرمان بردار ہونے کے سبب سے بھی اسوقت کے بعد زندہ نہ رہینگے تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ حق تعالیٰ کے علم مین جو مدت تمہاری موت کے واسطے معین ہوئی ہی اگرچہ اسمین تاخیر نہین ہوسکتی ہی لیکن تقدیم ہوسکتی ہی اسطور پر کہ ایک مدت معلق ہو تمہاری کفر اور گناہ پر اور دوسری مدت معلق ہو تمہارے اسلام اور بندگی پر یعنی اگر کفر کروگے تو دس برس زندہ رہوگے اور ایک بلا مین مبتلا ہو کر ہلاک ہوجاؤگے اور اگر اسلام لاؤگے تو اس بلا سے بچوگے اور بیس ۲۰ برس زندہ رہوگے اور تم کفر اور گناہ کیے جاتے ہو تو اب اجل اللہ مقدم ہوسکتی ہی یعنی بیس برس کو نہ پہونچوگے بلکہ دس ۱۰ برس مین ہلاک ہوؤگے اسواسطے کہ اجل اللہ اُس مدت کا نام ہی جسکے وجود کی شرطین علم آلٰہی مین معلوم ہین کہ فلانے وقت واقع ہونگی اور دوسری اجل اُس مدت کا نام ہی جسکی شرطین علم آلٰہی مین معلوم الوقوع نہین ہین سو یہ ہوسکتا ہی کہ معلق کے دونون طرفون سے ایک طرف کی شرطین واقع ہو دین اور وہی طرف اجل اللہ ہوجاوے اور دوسری طرف پر مقدم ہوجاوے اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ دوسری طرف کی شرطین واقع ہو دین اور وہ طرف اجل اللہ ہوجاوے اور اس پہلی طرف پر مقدم ہوجاوے اور یہ ہرگز نہین ہوسکتا ہی کہ ایک طرف معین کی شرطین پائی جاوین اور وہ طرف نہ پائی جاوے بلکہ دوسری طرف پائی جاوے اسواسطے کہ اسمین اجل اللہ کی تاخیر بھی جاتی ہی اور یہ ممکن نہین ہی سو ہر شخص کی موت کی مدت مثلاً حق تعالیٰ کے نزدیک معین ہی اسواسطے کہ اگر اسکی اجل مبرم اور یقینی ہی تو ٹل نہین سکتی کسیطرح پر اور اگر معلق ہی تو اسکے دونون طرفون سے ایک طرف کا پایا جانا حق تعالیٰ کے علم مین بالیقین معلوم ہی تو ان دونون صورتون مین تعیین لازم آئی اور یہ مدت معین کسیطرح تغیر اور تاخیر قبول نہین کرتی اسواسطے کہ علم آلٰہی کا خلاف ہرگز متصور نہین ہی اور اگر اسمین تاخیر پائی جاوے تو علم آلٰہی کا خلاف لازم آتا ہی یعنی اللہ تعالیٰ کو اسکا وقوع جسوقت معلوم تھا اسوقت اسکا وقوع نہ ہوا

سو یہ بات ہرگز نہین ہوسکتی اور تقدیم کی صورت یہ ہی کہ اسطرف کے وقوع کی شرطین پائی جائین اور دوسری
طرف کے وقوع کی شرطون مین توقف ہووے پس اِس بیان سے معلوم ہوا کہ اجل اللہ مقدم ہوسکتی ہی لیکن
موخر نہین ہوسکتی پھر جو آدمیون کو اسکی خبر نہین ہی کہ اِن دونون طرفون کے احتمالون سے کون پایا جاویگا
تو ان پر لازم ہوا کہ جو طرف بہتر ہی اسکی شرطون کے حاصل کرنے مین کوشش و سعی کرین اور بری طرف کی
شرطون کے حاصل کرنے سے پرہیز کرین اور بچے رہین اسیواسطے کفر اور گناہ کو حرام کر دیا ہی اور ایمان
اور بندگی کو واجب کیا ہی۔ اور حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کے حق مین حق تعالی کا حکم یعنی قضای معلق
اسطور پر جاری ہوا تھا کہ اگر یہ لوگ نوح علیہ السّلام کی فرمان برداری کرینگے تو ہر ایک اپنی عمر طبعی کو پونچیگا
اور اپنی اپنی موت پر مریگا اور اگر یہ لوگ اِنکا کہنا نمانینگے اور انکی رسالت کا انکار کرینگے اور اِس سبب سے
حضرت نوح علیہ السّلام ان پر بد دعا کرینگے تو اِنکی دعا قبول کر کے اُن سب کو ایک ہی مرتبے طوفان
مین ہلاک کر ڈالینگے اور علم الٰہی مین یہ آخر کی بات یعنے سب کا ایک مرتبے ہلاک ہو جانا اجل اللہ تھا اسیواسطے
اسکی شرطین پائی گئین اور اِس اجل نے اِن دونون اجلون پر جو علحدہ علحدہ ہر ایک کی موت کے واسطے
مقدر تھین تقدیم پائی سو اِنکے حق مین اجل کی تاخیر کا وعدہ جو ایمان لانے اور عبادت اور تقویٰ اور اطاعت کی
شرطون پر تھا صادق ہوا لیکن شرط کے فوت ہونے سے مشروط بھی فوت ہو گیا یعنی جو ایمان نہ لائے تو
اجل کی تاخیر بھی نہوئی۔ حاصل کلام کا یہ ہی کہ دنیا مین تمام اسباب کا کارخانہ اِسی احتمال اور تعین نہونے پر
بنا کیا گیا ہی اسیواسطے اجلون کا علم جسمین تعین معلوم ہو جاوے کسی کو نہین دیا گیا مگر بعضے کامون مین
بعضے شخصون کو عنایت ہوتا ہی تاکہ اسبابون کا سببون کے ساتھ مربوط ہونا درہم برہم نہو جاوے باقی رہا یہان پر

۱۰ اجل مبرم اور اجل معلق اور اجل معین کا بیان

ایک سوال جو بعضے ظاہر بین کرتے ہین اِسکا حاصل یہ ہی کہ جو اجل مبرم ہی اسمین نہ تقدیم پائی جاتی ہی نہ تاخیر۔
اور جو اجل معلق ہی اسمین جسطرح تقدیم ہو سکتی ہی اسیطرح تاخیر بھی ہو سکتی ہی اسواسطے کہ صحیح حدیث مین آیا ہی کہ
جب حق تعالی نے حضرت آدم علیہ السّلام کو انکی اولاد دکھائی تو اُنہین حضرت داؤد علیہ السّلام انکو
بہت اچھے معلوم ہوئے پوچھا کہ اِنکی عمر کتنی ہی حق تعالی نے فرمایا کہ انکی عمر ساٹھ برس کی ہی پھر
حضرت آدم علیہ السّلام نے اپنی عمر سے چالیس برس اِنکو دیے اور حضرت داؤد علیہ السّلام نے سو برس

کی عمر پائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اجل اللہ تعلیق کے سبب سے جسطرح تقدیم قبول کرتی ہی تاخیر بھی قبول کرتی ہی
اِس سوال کے جواب مین لوگ ایسا کہتے ہین کہ اِس آیت اجل اللہ مین تاخیر نہ پائے جانے کو اذا جاء کے
لفظ سے مقید کیا ہی اور اجل اللہ کے آنے کے بعد تقدیم کیطرح ممکن نہین ہی لیکن تاخیر ممکن ہی اسیواسطے
یہان پر تقدیم کی نفی نہین فرمائی فقط تاخیر کی نفی پر اکتفا کیا ہی لیکن یہ نہین بوجھتے کہ اِس سورۃ مین
اِن اجل اللہ کے جملے کو سابق کے کلام سے کچھ ربط اور میل نرہیگا بلکہ اگر یہ معنی کیے جاوین تو
جسواسطے یہ کلام لایا گیا ہی وہ غرض حاصل نہوا سواسطے کہ اِس جملے کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہی کہ
اگر کفر کو نہ چھوڑ دوگے اور حق تعالیٰ کے حکم کی فرمان برداری نکروگے تو تمکو جلدی ہلاک کر ڈالینگے
اور تمھاری عمر مقدر کی مدت تک جو ہر ایک کے مقدر مین علیحدہ علیحدہ تقرر ہوئی ہی تمکو رہنے نہ دینگے اور اگر
ایمان لاؤگے اور فرمان برداری کروگے تو تم سب کو ایک ہی مرتبے طوفان مین نہ ہلاک کرینگے بلکہ
ہر واحد کو اسکی اجل مقدر تک پونچائینگے اور علیحدہ علیحدہ ہر ایک کی روح کو قبض کرینگے یہ اسواسطے کہ
جو اجل معین ہی حق تعالیٰ کے نزدیک وہ تاخیر کے قابل نہین ہی اور جو اجل کی تعین علم آلٰہی مین اِسکی
شرطون کے واقع ہونے کے تابع ہی تو چاہیے کہ مرغوب اجل کی شرطون کے حاصل کرنے مین
بہت سعی اور کوشش کرو سو حقیقت مین جواب اِس شبہ کا یہ ہی کہ حضرت آدم اور حضرت داؤد
علیہما السلام کے قصے مین اجل اللہ سو سال تھی نہ ساٹھ اسواسطے کہ اجل اللہ اِس تعلیق کی طرف کا
نام ہی جسکی شرطین پائی جاوین اور معلق کے دونون طرفون کو اجل اللہ کہنا مجاز کی طور پر ہی اسواسطے کہ
دونون طرفون مین سے ایک طرف اجل اللہ ضروری ہی پس یہ معلوم ہوا کہ اجل اللہ کی تاخیر کسی طرح
ممکن نہین ہی ہان تقدیم اسکی ہو سکتی ہی لیکن اِسی طور پر جو مذکور ہوا یعنی تعلیق کی دونون طرفون مین سے
ایک کو ایسی چیز کے ساتھ معلق کرنا جو پائی نہ جاوے اور دوسری طرف کو اِسکے ضد کے ساتھ معلق کرنا پھر
جب وہ چیز پائی نہ جائیگی تو ضد اِسکی ضرور پائی جاویگی پس یہی دوسری طرف ثابت ہوگی اور وہی
اجل اللہ ہی جو علم آلٰہی مین واقع ہونیوالی تھی اور اِسمین جو فرق ہی اسکی کنہ یہ ہی کہ واقع چیز کا موخر ہونا غیر
واقع سے معقول نہین ہی یعنی عقل مین نہین آتا اور واقع کا مقدم ہونا غیر واقع پر معقول اور ثابت ہی

اور اجل بشر دونون طرفون مین سے واقع کی طرف متعلق ہوتی ہی اسکی دوسری طرف غیر واقع
ہوتی ہی اور اگر کسی کو اِس جگہ شبہ گذرے کہ اجل معلق کی تاخیر حدیث نبوی مین بہت سی آئی ہی
چنانچہ برّ والدین کے مقدمے مین آپنے فرمایا ہی کہ لَا یَزِیْدُ فِی الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ یعنے نہین
زیادہ کرتی عمر کو کوئی چیز مگر نکوئی کرنا خصوصًا مان باپ کے ساتھ اور اپنے خویش اور اقربا کے ساتھ
صلۂ رحمی اور نیک سلوک کرنے کے مقدمے مین آپنے فرمایا ہی کہ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَ
یُنْسَاَلَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ یعنے جو شخص کہ چاہے کشادگی کیجاوے اسکے رزق مین اور تاخیر کی جاوے
اُسکے پیچھے یعنی اُسکی اولاد اور نسل بہت دنون تک رہے تو چاہیے کہ صلۂ رحمی کو اپنا شیوہ کرے اور اپنے
خویش اور اقربا سے سلوک کرے اور دعا کے باب مین آیا ہی کہ اِنَّ الدُّعَآءَ وَ السَّلَامَ لَیَعْتَلِجَانِ وَلَا
یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ یعنے قضاے الٰہی کو کوئی چیز دو نہین کرتی مگر دعا سو حدیث مین اجل کی
تقدیم کا کہین ذکر نہین ہی اور حال یہ ہی کہ اِس تقریر کے بموجب تقدیم ہو سکتی ہی تاخیر ممکن نہین بلکہ متصور بھی
نہین ہی سو جواب اسکا یہ ہی کہ تاخیر کا منصوص ہونا اِس تقریر مین اجل اللہ کے ساتھ مخصوص ہی اور اجل اللہ تعلیق
کی دونون طرفون مین سے ایک طرف ہی جو علم الٰہی مین متعین ہی اور حدیثون مین جو تاخیر آئی ہی وہ بھی اسی تعلیق
کی دونون طرفون مین سے ایک طرف ہی لیکن بے تعین علم بشری کی نسبت سے اب اِس صورہ مین کچھ آپس
مین منافات نہ رہی لیکن تقدیم کو جو حدیثون مین ذکر نہین کیا اسکی وجہ یہ ہی کہ آدمی اکثر موت مین تاخیر چاہتا ہے
نہ تقدیم پس اِس صورت مین جو عمل تاخیر کے سبب پڑتے ہین اُنکا بتانا ضرور ہوا جسطرح دعا کی قبولیت اور مطلب کا
جلد حاصل ہونا کہ یہ چیزین آدمی کی مرغوب اور خواہش کی ہین اور انہین جلدی چاہتا ہی اسواسطے انہین تقدیم
بھی آئی ہی اسی طرح وہ چیزین جنہین خوف دلانا منظور ہی جیسے بغاوت اور مان باپ کی نافرمانی اور زنا کی کثرت
سو انہین موت کی تقدیم اور عمر کی کوتاہی سے بھی ڈرا دیا ہی سو علم بشری کی نسبت سے اجل معلق مین تعلیق
کی دونون طرفون مین سے ایک طرف کی تاخیر کو جائز رکھا ہی جسطرح تقدیم بلا شبہ جائز اور درست ہی اور
حق تعالیٰ نے اِس علم مین اسباب اور مسببات کے کارخانے کو اسطور سے مبہم اور مجمل رکھا ہی اگر یہ ابہام
درمیان مین نہوتا اور تعلیق کی دونون طرفون مین سے ایک طرف کا یقین ہو جاتا تو سعی اور کوشش کا

کارخانہ بالکل برہم درہم ہو جاتا سو کلام الٰہی اِس سورۃ مین اجل اللہ کی تاخیر کو نفی کرتا ہو اسواسطے کہ وہی
طرف واقع ہونیوالی ہو نہ یہ کہ دونون طرفون مین سے ایک طرف مبہم کو نفی کرتا ہو اور ظاہر بینون کے
طور پر جو تقدیم اور تاخیر مین فرق نہین کرتے یون کہہ سکتے ہین کہ اس سورۃ مین اجل اللہ کی تاخیر
کی نفی اسکے آجانے کے بعد فرمائی ہو اور حدیثون مین جو تاخیر کا جواز پایا جاتا ہو وہ آنے کے قبل ہو نہ بعد
آجانے کے تو آیت اور حدیث کے مضمون مین کچھ منافات باقی نہ رہی لیکن بعضے ضعیف حدیثون
مین آیا ہو کہ رَأَیْتُ رَجُلًا اَتَاہُ مَلَکُ الْمَوْتِ لِیَقْبِضَ رُوحَہٗ فَجَاءَہٗ بِرُّہٗ بوالدیہ فترعہ من
یدہ یعنے دیکھا مین نے ایک شخص کو کہ آیا اسکے پاس ملک الموت تا کہ قبض کرے اسکی روح
پھر آیا اس پاس بر اسکا یعنی وہ نیکی جو ماں باپ کی فرمان برداری سے اسکو حاصل ہوئی تھی اور چھین لیا
اُس روح کو ہاتھ سے ملک الموت کے سو اِس صورت مین اجل اللہ کی تاخیر آنے کے بعد بھی ثابت ہوتی ہو
البتہ اگر یون کہا جاوے کہ ملک الموت کا آنا اجل اللہ کے آنے کو لازم نہین ہو تو ہو سکتا ہو لیکن یہ بات عقل
سے دوری رکھتی ہو پس تحقیق یہی بات ہو کہ تعلیق کی دونون طرفون مین اجل اللہ اِس طرف کا نام ہو جو
ہونیوالی ہو اور سب مناسب شرطون کو جامع ہو اور تمام موانع اور مخالف کو مانع اور اکثر مفسرون نے
اِس آیت کے معنی اسطور پر کیے ہین کہ یُؤَخِّرْکُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی سے اجل مبرم جو یقینی ہو وہ
مراد ہو اور اجل اللہ سے بھی وہی مراد ہو اور اس اجل مبرم مین جسطرح تاخیر نہین پائی جاتی تقدیم بھی
نہین پائی جاتی ہو لیکن تاخیر کی نفی پر اسواسطے اکتفا کیا ہو کہ یہ مقام اسی بات کو چاہتا ہو کہ تاخیر کی
نفی سے ڈرا دیا چاہیے نہ تقدیم کی نفی سے کہ یہ مطلب کا عکس ہو اور تحقیق بات یہ ہو کہ اجل کی
تین قسمین ہین ایک مبرم اور محتوم یعنی یقین کی گئی ہو کہ اسمین تردد اور شبہہ ہرگز گنجایش نہین رکھتا
اور تقدیم اور تاخیر بھی اسمین متصور نہین ہو اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر دو احتمال کو چاہتی ہو اور اجل
معلق کی دونون طرفون مین سے ایک طرف واقع ہونیوالی ہو سو یہ دونون طرف ہوتی ہے
جسکے وجود کی شرطون کا مجتمع ہونا اور اسکے موانعات کا دفع ہونا علم الٰہی مین ثابت ہو چکا ہو
اور یہ طرف مقدم ہوتی ہو دوسری طرف پر جو واقع ہونیوالی نہین ہو اور تاخیر کو ہرگز قبول

نہین کرتی جسطرح سے کہ اوپر گذر چکا ہی اور یہ دوسری قسم ہی اور یہ دونون قسمین اجل اللہ ہین اور تیسری
قسم اجل معلق کی دوسری طرف ہی جو غیر واقع ہی اور اسکے وجود کی شرطون کا مجتمع ہونا اور اسکے
موانعات کا دفع ہونا علم الٰہی مین ثابت نہین ہوا ہی سو اس قسم مین تقدیم اور تاخیر دونون ہو سکتی
ہین اور اس قسم کو وہمی اور احتمالی کہتے ہین اور معنی آیت کے یون بھی ہو سکتے ہین کہ اگر تم لوگ
ہماری فرمان برداری اور بندگی اور پرہیزگاری کروگے تو تمکو حق تعالیٰ دنیا کی پکڑ سے نجات بخشیگا
اور عمر بھر تمکو کسی عذاب اور بلا مین جیسے قحط اور وبای عام مین گرفتار نہ کریگا اور اگر میری فرمانبرداری
اور بندگی اور پرہیزگاری نہ کروگے تو تم سب ان بلاؤن مین گرفتار ہوگے لیکن وہ موت جو مقرری
ہی وہ کسیطرح سے دفع ہونیوالی نہین ہی پیغمبرون کی اطاعت اور فرمان برداری اور پرہیزگاری کی
بڑی تاثیر یہی ہی کہ دنیا کی بلاؤن سے بچ جانا نہ یہ کہ موت دفع ہو جاوے اسواسطے کہ اجل اللہ مین
تاخیر نہین پائی جاتی اور کسی چیز سے تاخیر نہین ہو سکتی ہی لیکن جب یہ معنی ہونگے تو پھر وہی سوال وارد
ہوگا کہ بعضی صحیح حدیثون مین نیک عمل کے سبب سے موت مین بھی تاخیر ثابت ہوتی ہی سو بدون اس
بات کے کہ اجل کی دو قسمین کی جاوین ایک مبہم اور تعلیقی اور دوسری اجل اللہ اور تحقیقی کسی طرح
گذارا نہین ہی اور کوئی بات بن نہین پڑتی غرض کہ حاصل اس سب تقریر کا یہ ہی کہ حق تعالیٰ کے علم مین
جو مدت ہر شخص کی موت کے واسطے مقدر اور مقرر کی گئی ہی اسمین کسیطرح سے تاخیر نہین پائی جاتی
لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ کبھی تم جانتے اس بات کو کہ ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا اپنے وقت
مقرر پر ضروری ہی اور اگر تم کہوگے کہ ہم منکر موت کے نہین ہین تو ہم کہتے ہین کہ تمھاری حرص اور
محبت دنیا کے کامون پر اس مرتبے کو پہونچی ہی کہ گویا تم اپنی موت کے آنے سے اپنے وقت پر منکر ہو
اور ہر وقت تم ان ہی چیزون کی تلاش اور کوشش مین رہتے ہو جس سے موت دفع ہو جاوے اور
وعدہ ٹل جاوے اور عمر بڑھ جاوے اگر اس بات کا تمکو یقین کامل ہوتا کہ اس وعدے مین کمی بڑھتی
ہونیوالی نہین ہی تو اس بیہودہ کام کے پیچھے نہ پڑتے اس جگہ پر حق تعالیٰ نے مختصر بیان فرمایا تمامی
اس قصے کی یون ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ کا حکم اپنی قوم کو پہونچایا اور عذاب الٰہی سے

خوف دلایا اور اُنکی قوم نے اُنکو جھٹلایا اور اُنکی بات کو نمانا یہانتک کہ صدہا برس اِسی طور پر گذر ے
اور لوگون کی کتنی پشتین گذر گئین جو شخص اس قوم مین مرنے کے قریب ہوتا تھا اپنی اولاد کو نصیحت
کرجاتا تھا کہ خبردار اس شخص سے یعنی حضرت نوح علیہ السّلام سے بچے رہنا اور ہرگز اسکی بات مت سننا اور
اپنے باپ دادے کے طریقے کو مت چھوڑنا اسواسطے کہ یہ بڈھا دیوانہ ہوگیا ہی واہی تباہی بکا کرتا ہے
ہماری عمرین گذر گئین کہ ہمکو جھوٹے وعدون سے ڈرایا کیا اور کبھی اسکا وعدہ سچّا نہین ہوا غرض
اسقدر آپکے کی ذلّت اور حقارت کے درپے رہتے تھے کہ چھوٹے چھوٹے اپنے لڑکون کو آپکے پیچھے
لگا دیا کرتے تھے تاکہ ہنسی اور مسخری آپکی کرین اور آپکو پتھر مارین اور جب حضرت نوح علیہ السّلام
نصیحت مین کچھ کڑی کرتے اور عذاب الٓہی سے زیادہ خوف دلاتے تو وہ بدبخت آپکو اسقدر مارتے کہ
آپکے بدن اور چہرے سے خون بہنے لگتا لیکن حضرت نوح علیہ السّلام کو حق تعالیٰ نے اسقدر حلم اور
بردباری عطا کی تھی کہ باوجود اس ظلم اور تعدی اِن بدبختون کے آپ ہمیشہ جناب الٓہی مین یہی دعا
کیا کرتے تھے کہ اِس میری قوم کو بخشدے کہ یہ مجکو نبی جانکر یہ نہین کرتے ہین اور تیرے پیغمبر کے
ساتھ اپنے گمان مین بے ادبی نہین کرتے ہین بلکہ یہ لوگ جاہل ہین اپنی نادانی سے ایسی حرکتین کرتے
ہین انتہی اور اس قصے کو اِس جگہ پر اسواسطے بیان نہ فرمایا کہ اِسی سورۃ مین حضرت نوح علیہ السّلام کے
عرض احوال مین یہی مضمون بالکل مذکور ہی سو آگے حضرت نوح علیہ السّلام کی زبانی حکایت کے طور پر یہی
قصّہ نقل فرمایا ہی اگر یہان بھی یہ قصّہ مذکور ہوتا اور تکرار بیفائدہ لازم آتی اور یہ بھی اشارہ کرنا منظور
ہی کہ حضرت پیغمبر علیہم السّلام حکم الٓہی کی فرمان برداری مین ہرگز قصور نہین کرتے سو انھون نے بھی
حکم الٓہی کے پونہچانے مین اور عذاب الٓہی سے خوف دلانے مین انتہا درجے کی کوشش کی ہوگی
کچھ ذکر کرنے کی حاجت نہین ہی ہمارا فرمانا انکے واسطے کافی ہی اِس بات کے بوجھ لینے مین کہ
یہ لوگ ہمارے حکم کو قرار واقعی بجالاتے ہین حاصل کلام کا یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے جو نصیحت کا
حق تھا اسکو ادا کیا اور سمجھانے اور خوف دلانے کا کوئی قرینہ باقی نہ رکھا آخر کو تھکے اور اپنی قوم کے
ایمان لانے اور فرمان بردار ہونے سے مایوس ہوئے اور اِس خوف سے کہ دعوت کے قرنون مین

اُنکے قصور پر حمل نہ کیا جاے بطور عرض حال کی تقریب سے قَالَ رَبِّ کہا حضرت نوح علیہ السلام نے
اے میرے پروردگار اِنِّیْ بیشک مین نے تیرے حکم کی فرمان برداری ہین اور اپنی قوم کو نصیحت کرنے
مین حتی المقدور قصور نہین کیا اور آدمی کی طاقت بھر انکے سمجھانے مین کوشش کی اس واسطے کہ
دَعَوْتُ قَوْمِیْ بلایا مین نے اپنی قوم کو بندگی اور پرہیزگاری اور فرمانبرداری کی طرف چھپکر
چپکے چپکے کانون مین سمجھایا کر تاکہ انکو اپنے پہلے گناہون پر جو غیر کی عبادت کرنے سے اور تیری
عبادت نہ کرنے سے جو شرمندگی انکو حاصل ہوئی ہے اسکے سبب آپس مین ایک دوسرے کے سامنے
فضیحت کرنے کے دقتون مین مقدم رکھا مین نے لَیْلًا رات کو اسواسطے کہ پوشیدہ بات رات کو
کہنا چاہیے اگرچہ رات سمجھانے اور ڈرانے کا وقت نہین ہے اور رات ہی کے سمجھانے پر کفایت نہ
کی مین نے بلکہ وَّنَهَارًا اور دن کو بھی سمجھاتا رہا مین اسواسطے کہ تنہائی کے وقت دن کو بھی میسر ہو
مین سو باوجود اس بات کے کہ دن اور رات ہمیشہ چھپے چھپے انکو سمجھایا مین نے لیکن انکو کچھ اثر نہ کیا بلکہ
انکو اور بھی عبادت اور پرہیزگاری کے نام سے نفرت ہوگئی فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا
فِرَارًا پھر زیادہ نہ کیا میرے بلانے نے انکو تیری طرف مگر بھاگتے تھے تیری طرف سے اور جسقدر
مین نے انکو تیری طرف بلایا اتنا اور تیری راہ سے پیچھے ہٹتے گئے یہان تک نوبت پہونچی کہ میری
بات سُننے سے اور میری صورت دیکھنے سے انکو نفرت ہوگئی وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ
اور بیشک مین نے جسوقت بلایا انکو عبادت اور تقوی اور فرمانبرداری کی طرف سو اپنے نفع کے واسطے
نہین تاکہ ان پر کچھ مجھکو حکومت حاصل ہو اور مجھکو اس نصیحت کرنے کے عوض مین انسے کچھ ملے بلکہ
ان ہی کے خاص نفع کے واسطے یعنی لِتَغْفِرَ لَهُمْ تاکہ بخشدے تو انکے پچھلے گناہ اور انسب سے
تیرے رحمت کی لیاقت پیدا کرین اور تیرے قہر اور غضب سے نجات پاوین جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ
فِیْٓ اٰذَانِهِمْ کرلین انگلیان اپنے اپنے کانون مین تاکہ میری نصیحت کی آواز بھی انکے کانون مین
نہ پہونچے وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ اور لپیٹے اپنے کپڑے اپنے اوپر تاکہ میری صورت نہ دیکھین
اور آواز بھی میری نہ سُنین اور ایسا نہو کہ ہاتھ کے ہلنے کے وقت کہین انگلی ڈھیلی ہو جاوے اور کوئی بات میری

اُنکے کان مین پڑ جاوے اور باوجود ایسی نفرت کے کبھی اِن گناہونکو جنمین گرفتار تھے چھوڑ دیتے تو کیا اچھی بات ہوتی کہ غضب اور قہر الٰہی تو تھوڑا اُنسے کم ہو جاتا لیکن اُنھون نے اسکا اُلٹا کیا اور برائیون مین اور بھی زیادتی کی وَاَصَرُّوا اور اصرار اور ہٹ کی اُنھون نے گناہون پر وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا اور تکبر کیا اُنھون نے میری فرمانبرداری سے انتہا درجہ کا تکبر کرنا اور یہ لوگ یہ سمجھے کہ مین اپنا حکم اِن پر چلایا چاہتا ہون اور اُنکی ریاست کیا چاہتا ہون اِس حیلے سے اُنکو اپنا تابع کیا چاہتا ہون تاکہ اُنسے کچھ فائدہ مجھکو دنیاوی حاصل ہووے اور یون سمجھے کہ یہ جو چھپے چھپے ہمکو سمجھاتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اِس پوچ اور جھوٹی بات کو علیحدہ علیحدہ ہر ایک کو سمجھا کے اپنا فریفتہ کرلے اور اپنے جال مین پھانس لیوے اور اپنی بات ہر ایک کے دل مین بٹھاوے اسی سبب سے سب کے سامنے کھلے کہہ نہین سکتا ہے تاکہ ہم سب ملکے اِسکی پوچ بات سے خبردار نہو جاوین اور سب کے سب مجمع مین اِسکو الزام نہ دیوین سو معلوم ہوا کہ یہ شخص فریبی دغاباز ہے ہرگز خیرخواہ نہین ہے پھر جب مجھکو اُنکا مطلب معلوم ہوا کہ میرے پوشیدہ سمجھانے سے یہ لوگ بدگمان ہوتے ہین اور مجھسے زیادہ بھاگتے ہین تب نصیحت کرنے کا دوسرا طور اختیار کیا مین نے ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا پھر بلایا مین نے اُنکو تیری عبادت کی طرف برملا اور کھلے اُنکے مجمع اور مجلسون مین اور اُنکو کھلا کھلا الزام دیا مین نے اور اِس بات کو ثابت کیا مین نے کہ غیر اللہ کی عبادت دنیا مین حجاب کا اور عقبیٰ مین عذاب کا سبب پڑیگا اور حق تعالیٰ کی عبادت سے جمال کے انوار حاصل ہونے کا اور اسکی مہربانی کا سبب ہوگا تاکہ اُنکی بدگمانی دفع ہو جاوے لیکن دیکھا مین نے کہ اِس کھلی نصیحت نے ایک دوسری بدگمانی اُنکے دلون مین پیدا کی یعنی وہ یہ سمجھے کہ ہمنے اِنکے پوشیدہ کہنے کو جو نمانا تو اسکی عوض مین ہمکو سب کے سامنے الزام دیتا ہے اور ہماری خفت اور فضیحت چاہتا ہے چنانچہ عرب مین یہ مثل مشہور ہے کہ اَلنُّصْحُ بَيْنَ الْمَلَاِ تَقْرِيْعٌ یعنے نصیحت کرنا سب کے سامنے رنج اور قلق مین ڈالتا ہے اور اِس میری کھلی نصیحت کرنے کو اپنی خیرخواہی نہ جانی آخر ناچار ہو کر نصیحت کرنے کا تیسرا طریقہ اختیار کیا مین نے ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا پھر تحقیق تمہاری

کی مین نے اِن پر دعوت اور ثابت کیا اسکو عقلی دلیلون اور قطعی حجتون سے اور پوشیدہ بھی کی مین نے انکو دعوت اور اسکو کشفی دلیلون اور وجدانی حجتون سے ثابت کیا لیکن ایک قسم کی پوشیدگی سے یعنے عقلی دلیلون کے میل مین کشفی دلیلون کو بھی بیان کردیا اور فقط کشف پر اکتفا نہ کیا مین نے اسواسطے کہ ایسا نہو کہ اسکے سمجھ جانے مین انکو تامل ہووے اِسیواسطے حق تعالی نے اسرارت کے بعد اس مصدر کو جو نوع پر دلالت کرتا ہی ذکر فرمایا اعلنت لہم اعلانا نفرمایا اسواسطے کہ یہ ہر طرح سے اعلان اور ظہور پایا جاتا ہی اور وہان ایک وجہ سے پوشیدگی پائی جاتی ہی نہ دوسری وجہ سے غرض ظاہر اور پوشیدہ دونون طور سے سمجھایا مین نے تاکہ دونون بدگمانیان اِنکی دفع ہوجاوین یعنی ظاہر بیان کی بدگمانی پوشیدہ سے اور پوشیدہ بیان کرنے کی بدگمانی ظاہر کے بیان سے دور ہوجاوے لیکن دیکھا مین نے کہ تینون طریق سے دعوت کرنے مین کچھ فائدہ نہوا اور خطابی اور عقلی اور کشفی تینون قسم کی دلیلون کے بیان کرنے سے کچھ حاصل نہوا اور انکے ظاہری احوال کو دیکھا مین نے کہ اس کفر اور گناہون کی شامت سے چالیس برس ہوے کہ قحط مین مبتلا ہین کھیتیان اور باڑیان اور مال اور اسباب اور جانور انکے سب خراب اور ہلاک ہوے ہین اور عورتین انکی بانجھ ہوگئین اور اولاد ہونا بند ہوگیا ہی اور چشمے اور نہرین انکی سب خشک ہوگئی ہین تو اسوقت مین یہ سوچا کہ آپ سے یہ لوگ اِس بلا مین گرفتار ہین اور جان سے بہ تنگ ہین ایسے وقت مین اِن دنیاوی نعمتون کا لالچ دلاکے انکو راہ پر لانا چاہیے شاید اِن دنیاوی نفع کو دیکھکر میرا کہنا قبول کرلین اور راہ پر آجاوین پھر جب اِس طریقے کی بہتری اور خوبی انپر کھل جاویگی تو اسوقت انکی نیت بھی خالص ہوجاویگی اور اپنے مطلب کو پہونچ جاوینگے اِس بات کو اپنے دل مین سوچکر دوسرا ڈھنگ ڈالا اور دعوت اور سمجھانے کا طریقہ دوسرے طور سے شروع کیا مین نے **فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ** پھر کہا مین نے کہ بخشش طلب کرو اپنے گناہون کی اپنے پروردگار سے اگر تمسے اسکی عبادت پرہیزگاری جیسی چاہیے سب شرطون کی رعایت سے نہین ہوسکتی اسواسطے **اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا** بیشک تمہارا پروردگار بڑا بخشنیوالا گناہون کا ہی اور اگر سب گناہ اور برائیان

تمھاری نہ بخشیگا تو اتنا ضرور ہو دیگا کہ یہ جو تم اپنے گناہون کے وبال سے اس بلا مین گرفتار ہو سو
اس دنیا کی بلاؤن سے تو نجات پاؤ گے یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا بھیجے گا بدلی کو
تم پر برستی ہوئی سو اس طور کی جیسے خشک بدلی اب قحط کے دنون مین آتی ہی اور تمکو جھوٹی طمع دلاکے
اور حسرت اور افسوس مین گرفتار کرتی ہی وَیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ اور مدد کرے تمھارے
تمھارے مالون کی بہتایت سے یعنی کھیتیون اور چراگاہون سے اور جانورون اور انکی نسل اور
دودھ اور گھی کی پیدائش کی زیادتی سے وَّبَنِیْنَ اور مددگاری کریگا بیٹیون سے یعنی ان
رطوبتون سے جو حیض کے استحالہ کے واسطے مستعد ہو دین اور اب تمھاری عورتون کے بدنون سے
خشک ہو گئی ہین جننے کے قابل نہین رہین جسطرح برسات کا پانی قحط اور یبوست کے غلبے سے خشک
ہو گیا ہی اور تمھاری منی بھی خشک ہو گئی ہی وہ بھی نطفہ ہونے کے قابل نرہی اور جب تمام عالم
مین رطوبت پھیلے گی تو وہ رطوبت بھی تمھارے اور تمھاری عورتون کے بدنون مین پھر آویگی اور
یہ بر سون سے یبوست جو تمھارے مزاج پر چھا گئی ہی اسکے ساتھ ملکے وہ رطوبت اعتدال بہم پونچا دیگی
اور یہ اعتدال کا پایا جانا اولاد نرینہ پیدا ہونے کا سبب پڑیگا نہ بیٹیون کا اسواسطے لڑکی
کی پیدایش کے واسطے رطوبت کی کثرت چاہیے اسواسطے کہ عورت کا مزاج بہت مرطوب ہوتا ہے
وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ اور کر دیگا تمھارے واسطے باڑیان پانی کی کثرت اور چشمے
کنوؤن کے جاری ہونے سے وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ اور کر دیگا تمھارے واسطے
نہرین جاری برسات اور زمین کے پانی ملنے کے سبب سے اور پہاڑون مین پانی جمع ہونے اور آہستہ
آہستہ نشیب مین اور خشک ندیون مین جاری ہونے کے سبب سے یہان پر بوجھا چاہیے کہ اس آیت کا
مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ گناہون کی شامت سے بھی کبھی قحط پڑتا ہی اور مال و اولاد
کی ہلاکی اور کھیت اور باغون کی خرابی اور بربادی مین لوگ مبتلا ہوتے ہین اور استغفار کرنا یعنی
مغفرت طلب کرنا اسکے واسطے بہت مفید ہی اسیواسطے شریعت مین صلوٰۃ الاستغفار مقرر فرمائی
اور استغفار کا اسمین حکم فرمایا ہی چنانچہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہین کہ امیر المومنین حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین ایک دفعہ قحط پڑا سب صحابہؓ کو لیکر آپ استسقا کے واسطے گئے اور
منبر پر چڑھے تاکہ دعا کرین اور پانی حق تعالیٰ کی درگاہ سے مانگین لیکن منبر پر جا کے سوائے استغفار
کے کچھ بھی نہ کہا اور منبر سے اُتر آئے اور مکان کو چلے جب مکان پر پونہچے لوگون نے عرض
کیا کہ یا امیر المومنین باران کے طلب کی دعا تو آپنے نہ کی آپنے کہا کہ مین نے بڑی عمدہ اور قوی
سبب باران کو طلب کیا ہی اور یہ آیت آپنے پڑھی، راوی کہتے ہین کہ پھر پانی اتنا برسا کہ قحط
بالکل دور ہو گیا اور ربیع بن صبیح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص
انکے پاس آیا اور قحط کا شکوہ کیا اُنھون نے اس سے کہا کہ استغفار کیا کر پھر دوسرا شخص آیا اسنے
اپنے فقر اور افلاس کا کچھ گلا کیا اسکو بھی یہی فرمایا کہ استغفار کہا کر پھر تیسرا شخص آیا اور کہا کہ میرے
لڑکا نہین ہوتا ہی آپ دعا کیجیے کہ حق تعالیٰ مجھ کو لڑکا عنایت کرے آپنے اسکو بھی فرمایا کہ
استغفار کہا کر پھر چوتھا ایک شخص آیا اسنے اپنی کھیتی اور باڑی کے حاصل کی شکایت کی کہ اسمین
کچھ پیدا نہین ہوتا آپنے اسکو بھی استغفار کرنے کی نصیحت کی آپکی مجلس کے لوگون نے پوچھا کہ
آپنے ان چارون کو ایک ہی امر کی نصیحت کی حالانکہ ہر ایک کا مطلب جدا جدا تھا آپنے فرمایا کہ
مین نے کچھ اپنی طرف سے یون نہین کہا بلکہ حق تعالیٰ نے خود قرآن شریف مین فرمایا ہی کہ
ان چارون آفتون کا دفعیہ استغفار ہی اور اس آیت کو آپنے پڑھا اور امام اعظم ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی دلیل سے کہتے ہین کہ استسقا حقیقت مین دعا اور استغفار کرنا ہے
نماز اور خطبہ اور دوسرے اُسکے لوازمات کچھ ضروری نہین ہین یعنی اگر ہون تو بہتر ہی اور
نہین تو کچھ حرج نہین ہی اصل مقصود اسمین دعا اور استغفار سے بھی حاصل ہوتا ہی **مَا لَكُمْ**
کیا ہوا ہی تمکو جو حق تعالیٰ کی عبادت سے انکار کرتے ہو اور پرہیزگاری مین قصور اور اُسکے
رسول کی فرمانبرداری سے تکبر اور غرور کرتے ہو شاید کہ **لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا** امید
نہین رکھتے ہو خدا کے واسطے عظمت اور بزرگی کی کہ اس عظمت اور بزرگی کے سبب سے اپنے
تابعدارون اور فرمانبردارون کو نقصان اور زیان سے بچا کر ترقی کے کمال کو پونہچا دیگا اور

طبیعت کی تاریکی سے نکالکر قدس کے انواروں سے مشرف کریگا اسواسطے کہ جو شخص کسی کی تعظیم اور بزرگی سے انکار کرتا ہی تو اسکا سبب یہی ہوتا ہی کہ اسکو آپسے بڑا نہین جانتا کہ اس بڑائی کے سبب سے اسکو اپنے سے بڑا سمجھے تو اپنے سے شخص کی تعظیم کرنا اور نکرنا دونون برابر ہی اور اسکی فرمانبرداری اور نافرمانی ایکسان ہی سو حق تعالیٰ کی جناب مین ایسا وہم کرنا باطل اور ملاحظۂ عقل کے نزدیک بھی بدون فکر اور تامل کرنے کے اسواسطے کہ اگر اسکی اس عظمت کو جو تمام عالم مین جلوہ گر ہی تم دیکھ نہین سکتے ہو تو اپنی ذات ہی مین دیکھو اور اپنی پیدایش مین نظر اور غور کرو **وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا** ؁ اور بیشک پیدا کیا ہی تمکو بھانت بھانت کا اور ہر رنگ پہلے رنگ سے بہتر اور خوب ہے اور ہر دوسرا طور تمھاری ترقی کا سبب بڑا ہی پہلے کی نسبت سے چنانچہ پہلے عناصر تھے پھر غذا کو اسمین ترکیب دیکر تمھاری اصل درست کی پھر اس سے نطفے کو بنایا پھر اس سے خون بندھا گیا پھر اسکو بندھی بوٹی گوشت کی کی پھر اسمین بعضے کو ہڈی اور بعضے کو نرم گوشت بنایا اور یہ سات طور بدن مین روح آنے کے پہلے ہوتے ہین پھر جب نفخ روح کیا تو تم بچے ہوکے مان کے پیٹ مین مقید تھے ہلنا ڈلنا ایک جگھ سے دوسری جگھ جانا ہاتھ پانؤن سے اپنی خواہش کے موافق کچھ کام کرنا یا آنکھ سے دیکھنا کان سے سننا کچھ بھی تم سے ہو نہ سکتا تھا پھر اس قید خانے سے تمکو خلاصی دی اور مان کے پیٹ سے صحیح و سالم باہر نکالا اور مان کے دودھ کی لذت تمکو ملی اور اسکی گود مین پلنے لگے اور دودھ پیتے بچے کہلائے اور کچھ ہلنے ڈلنے دیکھنے سننے کی طاقت تمکو عنایت ہوئی پھر چلنے پھرنے والے بچے ہوتے تم اور چلنے پھرنے سے سیر اور تماشے کی لذت تمکو ملی لیکن اپنے ہی گھر اور کوچے مین پھر نوجوان ہوے اور بازار اور باغ اور دریا اور مجلسون کی سیر اور دیکھنا لوگون کا اور سننا خوش آوازون کا تمکو عنایت ہوا پھر جوانی کے کمال کو پہنچے اور دور دور دراز سفر کر کے مال کمانا شروع کیا تمنے پھر متوسط عمر کو پہنچے اور عقل اور تجربہ اور تدبیر مین کمال کو پہنچکر بڑا مرتبہ اور نام حاصل کیا تمنے پھر تمکو بڈھے پن کی طرف پھیرا تاکہ آخرت کے سفر کے واسطے مستعد اور تیار ہو جاؤ اور قوت شہوی اور غضبی کے مضمحل اور کمزور ہونے کے سبب سے حق تعالیٰ کی راہ چلنے کے موانع تمسے دور ہو جاوین اور اس عالم آخرت کی ترقی کے اسباب

کچھ حاصل کرو اور یہ بھی سات طور ہین جو دنیا مین زندگی پانے کے وقت سے آخر وقت تک ہین اور اگر اپنے
بدن اور اعضا مین اور جو جو حکمتین کہ ان مین سپرد کی گیئن اور چھپائی گئی ہین غور کرو اور دیکھو تو ظاہری
رکن تمھارے بدن کے بھی سات طور کو شامل ہین جیسے کھال کہ زینت اور محافظت کے واسطے ہی
اور گوشت قوت اور گرمی کے واسطے ہی اور پٹھے ہلنے ڈولنے کے واسطے ہین اور رگین اور
آنتین غذا کے پونچانے کے واسطے مقرر ہین اور شرائین کی رگین روحون کے دوڑنے کے
واسطے مقرر ہین اور ہڈیان ستون یعنی تھمون کے قائم مقام ہین اور روحین قوتون کی حامل
اور زندگی کی سواری ہین اور انمین ہر طور اپنے سفلانی طور سے نفیس اور شریف ہی اور پوشیدگی
کے عالم مین بھی چھپے رکن تمھارے سات طرح پر واقع ہوے ہین پہلے قوی اور دوسرے نفس اور تیسرے
عقل اور چوتھے سر اور پانچوین روح اور چھٹے خفی اور ساتوین اخفی یعنی بہت خفی جو غیب الغیوب اور
عین جمع تمھاری ذات کی ہی اور انمین بھی ہر طور سفلانی طور سے بہتر اور اعلی ہی پھر باوجود ان چیزون
کے تمکو کیا ہوا ہی جو غیب کو ظاہر پر اور معقول کو محسوس پر اور آیندہ کو گذشتہ پر قیاس نہین کرتے ہو
اور آفاق کو نفس کے ساتھ مطابقت نہین دیتے ہو **اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا** کیا نہین دیکھتے ہو کہ کسطرح پیدا کیے حق تعالی نے
سات آسمان طبقے طبقے یعنی ایک کے اوپر ایک اور ہر طبقہ موٹائی اور بلندی اور کشادگی اور
بڑائی مین اپنے نیچے کے طبقے سے زیادہ ہی اور آسمانون کا سات ہونا اور ہر آسمان کا اپنے
نیچے والے آسمان سے زیادہ ہونا اس طرف دیکھنے سے بوجھا جاتا ہی اسواسطے کہ سات حرکتین
مختلف سات ستارون کی ظاہر دیکھی جاتی ہین اور ہر ستارے کا حاجب اور کاشف دوسرا
ستارہ دیکھا جاتا ہی سو عقل سے صراحۃً یہ بات معلوم ہوتی ہی کہ ساتون ستارے ایک آسمان پر
نہین ہین بلکہ ہر ایک جدے جدے آسمان پر ہین اور انکی حرکتین جو دوری دیکھی جاتی ہین تو اس
سبب سے بوجھا جاتا ہی کہ ہر ایک آسمان کرے کی شکل ہی یعنی گول ہی اور دوسرے آسمان کو جو اسکے
نیچے ہی گھیرے ہوئے ہی اور اگر ایسا نہوتا تو ستارے کی حرکت زمین کے نیچے کسی طرح سے نہو سکتی اور یہ بات

ظاہر ہو کہ جو چیز کسی دوسری چیز کو گھیرے ہوتی ہو تو گھیرنیوالی زیادہ ہوتی ہو گھیری گئی سے
اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر نیچے کے آسمان سے اسکے اوپر کا آسمان بڑا ہو **وَجَعَلَ
الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا** اور کر دیا ہو چاند کو ان ساتون آسمانون کے درمیان مین روشنی کا
سبب کامل جو دوسرے ستارون کی روشنی سے بہت زیادہ ہو گویا کہ اسکی روشنی کے مقابلے مین
دوسرے ستارون کی روشنی نہین ہو تاکہ یہ دلیل ہو اس بات پر کہ ظلمانی عالم مین نور کا فیض
پونہچانا ممکن ہو **وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا** اور کر دیا ہو سورج کو ایک چراغ چمکتا ہوا
اس طور کا کہ چاند کی روشنی حقیقت مین اسی چراغ سے ہو جس طور سے کہ صیقل کیے ہوئے لوہے
کے تختے پر چراغ کی روشنی پڑکر اس تختے کو چمکا دیتی ہو تاکہ تم لوگ اس بات کو بوجھ لو کہ عالم نور مین
بھی ایک ایسی ذات درکار ہو جو فیاض کے مبدے سے فائض اور مستفید ہووے اور اسی کے
سبب سے جو مستعد اور لیاقت اسکی رکھتے ہین مستفیض اور منور ہووین اور اپنی ترقی کا احوال پیغمبرون
کی ترقی کی نسبت سے اسی طور پر قیاس کر لو اور یہ بھی جان لو کہ علم اور عمل مین شریعت کی پیروی
کے سبب سے ظلمت اور تاریکی دور ہوتی ہو اور نور اور روشنی کی طرف ترقی حاصل ہوتی ہو چنانچہ
پیدایش کے طورون مین ترقی کا حصول یعنی بچپن سے جوانی کو اور جوانی سے بڑھاپے کو پونہچنا
حکمت اور قدرت مین طبیعت کی تابعداری سے ہوتا ہو اور اگر عالم علوی کی ترقیات کے درجے
اپنی نظر کے قصور کے سبب سے یعنی پست ہمتی سے تم دریافت نہین کر سکتے ہو تو عالم سفلی کی
یعنی دنیا کی ترقیات اور ترقی مین نظر کرو اور دیکھو **وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ**
اور اللہ تعالی نے تمکو اگایا ہو زمین سے اسواسطے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو تمھارے سبکے
باپ ہین انکو زمین سے پیدا کیا پھر انکی اولاد مین نطفے کو ولادت کا بیج ٹھہرایا اور نطفے کو
غذا سے اور غذا نباتی ہو یا حیوانی اور یہ دونون چیزین زمین سے پیدا ہوتی ہین بعضی بواسطہ
اور بعضی بے واسطہ سو تمکو ہر چند کہ زمین سے بلا واسطے نہین پیدا کیا تاکہ یون کہا جاوے کہ
أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ إِنْبَاتًا ولیکن تمھاری پیدایش کا سلسلہ آخر کو زمین تک پونہچتا ہو تو

کہہ سکتے ہین کہ اَنْبَتَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَنَبَتُّمْ یعنی پیدا کیا تمکو زمین سے پھر پیدا ہوئے تم ۔ نَبَاتًا ؕ پیدا ہونا اسواسطے کہ اصل قریب تمھاری جو نطفہ ہی سو وہ زمین سے پیدا ہوتا ہی لیکن ایک واسطے سے اور اصل بعید تمھاری یعنی پہلی حضرت آدم علیہ السّلام مین بے واسطے زمین سے پیدا ہوا اور جتنے دنیا کے جسم ہین اُن سب سے ذلیل اور خوار زمین کا جسم ہی اسواسطے کہ جو چلنے والا ہے وہ اسکو روندتا ہی اور باوجود اِس ذلّت کے جو تمھاری اصل مین پائی جاتی ہی پھر تمکو ایسا عزت والا پیدا کیا کہ دُنیا مین ظاہری عزت اور بزرگی سے نوازا یعنی غنی اور حاکم اور بادشاہ کیا اور دین مین نبوت اور رسالت اور امامت او خلافت اور قطبیت اور ارشاد اور ولایت کی بزرگیون سے عزیز اور سرفراز کیا ثُمَّ یُعِیْدُکُمْ فِیْھَا پھر پھیریگا تمکو اسی زمین مین باوجود اس تمھاری بزرگی کے جو تمنے حاصل کی ہی تاکہ تمھاری بزرگی کے سبب سے زمین بھی قدر اور منزلت پیدا کرے اور تمھارے بزرگون کی قبرین متبرک اور زیارتگاہ عام اور خاص لوگون کی ہووین وَیُخْرِجُکُمْ اِخْرَاجًا ؕ اور نکالے گا تمکو زمین سے دوسری بار نکالنا سواے اِس نکالنے کے جو نطفے سے تمکو نکالا تھا اور اِس دوسری بار کے نکالنے مین زمین کے جزون کو تمھارے وجود مین بہت ترقی اور عظمت حاصل ہوگی جو کسی کے وہم اور خیال مین نہین آسکتی ہی اور اِس درجے کی بزرگی حاصل ہونے کے سبب سے تمھارا جسم اُس مالک الملک کے مشاہدے اور دیدار کی لیاقت پیدا کریگا اور اسکی ہمیشگی کی حضوری اور ہمسائگی سے مشرف ہوگا اور اِس آیت کی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یخرجکم کی تاکید مصدر سے نکرنے کی یہ وجہ ہے اور نعیدکم کے اعادے سے تاکید نہ کرنے کی یہ وجہ ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انبتکم کی تاکید انباتًا سے نکرنا بلکہ نباتا سے کرنے کی وجہ یہ ہی اسواسطے کہ اعادے کی فقط ایک ہی قسم ہی اور اخراج کی دو قسمین ہین ایک تو اخراج ابتدائی ہی جیسے آدمی کا نطفے سے پیدا کرنا اور دوسرا اخراج ابداع کے بعد یعنی مارنے کے بعد پھر جلا کر نکالنا سو ابتدائی اخراج سے احتراز کے واسطے مصدر نوعی سے تاکید لانا ضرور ہوا اور انبتکم نباتًا فرمایا اور اگر انبتکم انباتًا ارشاد ہوتا تو

معلوم ہوتا کہ حق تعالی نے آدمی کو زمین سے بدون کسی واسطے کے اگایا ہے اسواسطے کہ فعل کی تاکید مصدر سے
اسواسطے لاتے ہین کہ مجاز کا وہم جاتا رہے اور اسناد حقیقی کا ثبوت پایا جاوے اور یہان اسناد مجازی
ہی منظور ہے اسواسطے کہ آدمی کو زمین سے اصل اور نطفے کے واسطے سے پیدا کیا ہے یعنی زمین سے
انکی اور نطفے کو پیدا کیا اور نطفے کی طبیعت کی خواہش سے اور باپ کی شہوت کے تقاضے سے
یہ لوگ پیدا ہوئے ہین اور اگر تمھاری خاطر مین یہ شبہہ گذرے کہ یہ جتنی عالم علوی اور عالم سفلی
کی ترقیات ہے ایک جنس کی جتنی قسمین ہین سب کو شامل ہے اور تم عبادت اور تقوی اور اطاعت کے
مرتبون کے موافق خاص ترقیون کا ہمسے وعدہ کرتے ہو تو اسکے جواب مین ہم تم سے کہتے ہین کہ
اس خاص ترقیون کے بھی گواہ اور شاہد اس عالم سفلی مین جو قریب تمھارے ہی موجود ہے
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝ اور اللہ تعالی نے کر دیا ہے تمھارے
واسطے زمین کو فرش جس پر کھاتے پیتے بیٹھتے اٹھتے سیر کرتے ہو لِتَسْلُكُوا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ تاکہ چلو اس زمین سے بہت لمبی چوڑی راہین سو باوجود اس بات کے
کہ تمام زمین ایک فرش کے طور پر ہے لیکن بعضونکو مشرق کی طرف اور بعضونکو مغرب کی طرف
اور بعضونکو پہاڑونکی طرف اور بعضونکو بستیونکی طرف اور بعضونکو جنگلونکی طرف ہم راہ چلاتے
ہین اور ہر طرف مین ان چلنے والونکو اپنے مطلب کی ایک بات حاصل ہوتی ہے اور اس سبب سے
ہر ایک کو ترقی اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے یہان پر جاننا چاہیے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے
ابتدا اپنی نصیحت سے یعنی ما لکم لا ترجون للہ وقارا سے یہانتک چار مرتبے اپنے معبود کا
نام پاک ظاہر کر کے لیا ضمیر اور اشارے پر کفایت نکی اگرچہ اشارہ بھی اس جگہ پر کافی تھا
لیکن اپنی زبان کو مشرف کرنا اور لذت حاصل کرنا اس نام پاک سے منظور تھا اسواسطے
اشارے پر کفایت نہ کی اور اس بات پر خبردار کرنا بھی منظور تھا کہ ابتدا سے انتہا تک
اور عرش معلی سے فرش تک اور نفس سے آفاق تک یعنی اعلی سے ادنی تک تمام مخلوق کو
ترقی بخشنے والی اور ادنی سے اعلی مرتبے کو پونچانیوالی وہی ایک ذات پاک ہے اور د

جو ذات پاک اس طرح کی عظمت اور قدرت رکھتی ہو کہ کوئی چیز جہان مین عالم کی قسمون سے جن ہون یا فرشتے
یا انسان عشر عشیر اس بزرگی کا نہین رکھتے پھر ایسی ذات پاک کی عبادت اور فرمان برداری سے
مونہ موڑنا اور انکار کرنا بڑے درجے کی خرابی اور نقصان ہو اور ان دلیلون کی ترتیب مین اور ان
گواہیون کے مقدم مؤخر لانے مین ایک نکتے باریک کی رعایت منظور ہو اور وہ یہ ہو کہ جب آدمی کو
منظور ہو کہ کسی کی عظمت اور بزرگی دریافت کرے تو اسکو چاہیے کہ پہلے اپنے احوال کو غور اور تامل سے
دیکھے کہ اسکی بزرگی کے آثار مجھ مین کیا کیا پائے جاتے ہین چنانچہ قد خلقکم اطوارا سے اسی نظر کرنے
کی طرف اشارہ ہو پھر اسکے بعد جسکی بزرگی کا یہ خود قائل اور معتقد ہو اسمین نظر کرے اور دیکھے کہ اس
عظیم الشان کی بزرگیون کے آثار اس بزرگ جز مین کیا کیا پائی جاتی ہین چنانچہ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ
خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اس
نظر کی طرف اشارہ ہو اسواسطے کہ عظمت اور بزرگی اور بلندی اور روشنی اور چمک اور آسمان اور چاند
اور سورج کی ہر ایک چھوٹے بڑے کو معلوم ہو پھر اسکے بعد اپنی اصل اور اپنے خاندان مین تامل کرے
اور دیکھے کہ اس عظیم الشان کی بزرگیون کے آثار اپنے باپ دادون پر اور اپنے بزرگون پر کیا کیا پائے
جاتے ہین چنانچہ واللّٰہ انبتکم من الارض نباتا اس نظر کی طرف اشارہ ہو پھر اسکے بعد اپنے دوسرے
متعلقات اور حاجتون مین نظر کرے چنانچہ واللّٰہ جعل لکم الارض بساطا اس نظر کی طرف اشارہ ہے
اور جب حضرت نوح علیہ السلام دعوت کے ان مرتبون کے طے کرنے کے بعد اور انتہا مرتبے کے پہنچنے
کے بعد اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوئے تب درگاہ الٰہی مین انکی ہلاکی کے واسطے دعا
کی اور اس دعا کے پہلے جو حالت یاس اور ناامیدی کی اپنی قوم کی صلاحیت سے انکو حاصل ہوئی تھی
اسکو اس طور سے حق تعالیٰ کی جناب مین عرض کیا قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ
کہا نوح نے اے رب میرے بیشک ان لوگون نے نافرمانی کی میری اسقدر کہ ان سے ہرگز اطاعت کی امید
باقی نہین اسواسطے کہ باوجود نافرمانی کے اگر یہ لوگ میرے مخالفت سے نہ ٹلتے اور انکی تابعداری
نکرتے تو البتہ امید تھی کہ شاید نصیحت قبول کرین اور ہدایت پر آوین اور آہستہ آہستہ فرمانبردار ہے

ہوجاوین لیکن یہ سب میرے مخالفون سے جاملے **وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ**
اِلَّا خَسَارًا ۚ اور تابعدار ہوے ایسے کے جسکے مال اور اولاد نے زیادہ نہ کیا مگر نقصان اسواسطے کہ
مال کے جمع کرنے کی محبت مین اور اولاد کی کثرت کی خواہش مین اسقدر محو اور مستغرق ہوے کہ اپنے
پروردگار کی یاد سے اور آخرت کے سفر کے سامان کی درستی سے غافل ہوگئے اور اپنی عمر کو جو نہایت عمدہ
چیز ہی خسیس کام مین یعنی مال کے جمع کرنے مین اور بچہ کشی مین برباد کیا سو پہلی بات یہ ہی کہ تونگرونکی
اور بہت بچہ والون کی پیروی کرنا اور اِن ہی چیزون کی تلاش مین رہنا میرے طریقے کی مخالفت پر
کمر باندھنا ہی اور دوسری بات یہ ہی کہ مال اور اولاد کی کثرت کو تابعداری کا سبب گردانا میری
تابعداری کا انکار کرنا ہی اسواسطے کہ مین بلکہ تمام پیغمبر اولاد اور مال کی کثرت کی خواہش نہین رکھتے
بلکہ اس سے احتراز رکھتے ہین اور تیسری بات یہ ہی کہ مال اور اولاد سے چن کر اُن لوگونکی تابعداری
اُنھون نے اختیار کی ہی جو لوگ اپنے مال اور اولاد کی کثرت پر مغرور ہو کے اپنی آخرت کو بھول گئے
ہین کاش اُن مال والون اور اولاد والونکی پیروی کرتے جو اپنے مال اور اولاد کی کثرت سے
آخرت کی بہتری کو حاصل کرتے ہین تو بھی کچھ مضائقہ نہ تھا اسواسطے کہ اِس صورت مین اگرچہ
مالدارون اور اولاد والون کی پیروی مین انکو بھی مال کے جمع کرنے اور کثرت سے اولاد ہونے کی
محبت ہوتی اور یہ محبت حق تعالی کی راہ سے انکو دور کرتی لیکن جب وہ مال جمع کیا ہوا اور اولاد پالی
ہوئی اللہ تعالی کی رضامندی مین مصروف کرتے اور اِسکو آخرت کے ثواب کا وسیلہ گردانتے
حق تعالی کی راہ کے نزدیک ہوجاتے اور انجام اُنکا اچھا ہوتا اگرچہ ابتدا انکی اچھی نہ تھی
وَاِنَّمَا الْعِبْرَةُ بِالْخَوَاتِيْمِ یعنی اعتبار اچھائی کا اور برائی کا خاتمہ پر ہی اور میرے مخالفون کی تابعداری
کے سواے میرے طریقے کے مٹانے مین انتہا درجے کی کوشش کرتے ہین اگر فقط میری نافرمانی
اور میرے مخالفون کی فرمان برداری ہی ان مین ہوتی تو بھی اُنکے صلاحیت پر آنے کی توقع باقی
رہتی سو یہ بات نہین ہی بلکہ اُنھونے اِس نیک طریقے کو بُرا کر کے ظاہر کرنے کے واسطے ایک ایسی
بات ٹھہرائی ہی کہ عوام لوگ اِنکے فریب مین پھنس جاوین اور وہ برائی اِن پر ظاہر نہ ہوئے

وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۚ اور فریب کیا ہے اُن لوگون نے ایسا فریب کہ اس سے
زیادہ فریب نہین ہو سکتا اسواسطے کہ پیغمبرون کے مقابلے مین اِنکے دین کی انکار کے واسطے کافر
اور منکر جو جو مکر اور فریب کرتے ہین وہ تین قسم کے ہوتے ہین اوّل قسم یہ ہے کہ رسولون کی رسالت
مین اور انکی رسالت کے مستحق ہونے مین شُبہ نکالتے ہین جیسا کہ مکہ معظمہ کے کافر اور دوسرے
کفار کیا کرتے تھے چنانچہ کہتے تھے کہ اگر یہ رسول ہوتا تو کھاتا پیتا نہین اور بازارون مین نہ پھرتا
اور فقیر نہوتا اور دوسری بہت سی باتین واہیات کہا کرتے تھے لیکن یہ مکر اُنکا سہل ہے اور اسکا
دفعیہ بہت آسان ہے کہ بڑے بڑے معجزے دکھلاکر رسالت ثابت ہو سکتی ہے اور دوسری قسم کافرون کے
مکر کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ربوبیت مین کہ حضرات پیغمبر اپنے تئین اسی طرف منسوب کرتے ہین اور اسکا
بھیجا ہوا اپنے تئین کہتے ہین شُبہ نکالین اور اپنے تئین خود مختار ظاہر کرین اور اپنے حق تعالیٰ کی طرف
محتاج ہونے کو پوشیدہ کرین اور اُسکے حکمون کو اور اپنے فرقے سے ساقط کرین جسطرح فرعون کرتا تھا کہ
کبھی کہتا تھا وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ یعنے کیا چیز ہے پروردگار عالم کا اور کبھی کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى یعنی
مین ہی ہون تمھارا رب سب سے بڑا اور کبھی کہتا تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ یعنی نہین جانتا ہون
مین واسطے تمھارے کوئی معبود سوائے اپنے سو یہ مکر پہلے مکر سے بھی آسان ہے اسواسطے کہ حق تعالیٰ کی
ربوبیت کی دلیلین رسولون کی رسالت کے ثبوت کی دلیلون سے زیادہ تر ظاہر اور کھُلی ہین اور
جسکو تھوڑی بھی عقل اور دانائی سے حصّہ ملا ہے وہ حق تعالیٰ کے رب ہونے کا انکار نہین کر سکتا ہے
اور تیسری قسم یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ربوبیت کا بھی ظاہر مین قائل ہو اور رسول کی رسالت کا بھی لیکن اسکے
ساتھ اسکا اعتقاد یہ ہو کہ رسولون کا علم عوام لوگون کی رغبت اور خوف دلانے کے واسطے ہے
اور کمینے اور کم عقلون کے سمجھانے کے واسطے اور ان لوگون کو راہ پر لانا اور انکی بُرائیون کو
چھُوڑوانا مناسب اور بہتر ہے لیکن دانا اور باریک بین جو ہر چیز کی حقیقت سے کما حقہ واقف
ہین انکو پیغمبرون کی نصیحت کی کچھ احتیاج نہین ہے اور وہ لوگ خطابات اور احکام سے مخاطب اور
محکوم بھی نہین ہین جو علم نصیحت اور پند کا رسول رکھتے ہین اِس سے اِن لوگون کا مرتبہ بڑھکے ہے

ف پر بیان ہے ان مکرون کے مقابلے جو کافر کرتے ہین انکے دین کے انکار کے واسطے

اور ربوبیت کی حقیقت کو اور رسالت کی حقیقت کو جسقدر یہ لوگ جانتے بوجھتے ہین رسول اتنا نہین
بوجھ سکتے اسواسطے کہ رسولون کی نظر ظاہر اور سرسری ہی اور ان باریک بینون کی نظر بہت
دور اور تہ کو پہنچتی ہی اور اس قسم کا کفر بہت سخت اور دشوار ہی دوسرے کفرون سے اور یہ مکر بہت بڑا
اور قوی ہی دوسرے مکرون سے اور اسکا علاج بہت مشکل ہی چنانچہ اکثر فلسفی طریقے والے اور یونانی
حکما اس بلا مین گرفتار ہین اور اسی قسم کے وہمون مین مبتلا ہین اور مرض کا دفع ہونا بہت مشکل ہی
اور سورۂ مومن مین ان ہی لوگون کا حال مذکور ہی چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ یعنے
جب آئے انکے پاس رسول انکے کھلی نشانیان لیکر تو وہ ریجھے اپنی بوجھ پر اور گھیر لیا انکو اس چیز نے
جسکی مسخری کرتے تھے وردہ جو مشہور ہی کہ یونان کے لوگون مین سے ایک شخص نے اپنے وقت کے
رسول کی نصیحت کے جواب مین کہا تھا کہ نَحْنُ اُنَاسٌ مُهَذَّبُونَ لَا حَاجَةَ لَنَا اِلٰى مَنْ
يَهْدِيْنَا یعنی ہم لوگ خود مہذب اور آراستہ ہین ہمکو کچھ احتیاج کسی ہادی اور ناصح کی نہین ہے
سو یہ کلام بھی اسی قسم مین سے ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خالص
حق تعالی کی عبادت اور شرک سے احتراز کرنے کا جو حکم کیا تو ان لوگون نے انکے جواب مین اسطرح کا
کلام فریب آمیز کہا کہ ہم لوگ حق تعالی کی عبادت پر قائم ہین بلکہ تم سے زیادہ ہم مضبوط ہین اسواسطے
کہ ہم لوگ ان مظاہر کاملہ کو عبادت کرتے ہین کہ جنمین حق تعالی اپنی صفت الوہیت سے در آیا ہی
اور انکو اپنا مظہر خاص کیا ہی اور تم ہمکو تنزیہ کے مرتبے کی عبادت کرنیکو حکم کرتے ہو اور اس مرتبے
کی تعریف مین ایسی صفتین بیان کرتے ہو جنکے سبب سے وہ مرتبہ موہوم محض ہو جاتا ہی تو گویا تم ہمکو حق تعالی کی
کی عبادت سے پھرا کر ایک موہوم امر کی عبادت کا حکم کرتے ہو تو ظاہر مین تم اپنے تئین داعی الی اللہ
کہتے ہو اور حقیقت مین حق تعالی کی عبادت سے منع کرتے ہو اور اس تقریر فریب آمیز کو اپنے تابعدارون
اور احمقون سے بیان کرتے تھے اور سچی بات کو اس فریب کی تقریر سے جھوٹی کر کے انکے دلون مین
جما دی تھی وَقَالُوا اور کہا میری قوم نے اپنے تابعدارون اور کم عمرون سے کہ اگر تمکو

حق تعالیٰ کی عبادت کرنا منظور ہی **لَا تَذَرُنَّ** ہرگز نچھوڑنا اسکے مظاہر کی عبادت کو اسواسطے کہ
ان مظاہرون مین اس نے خود الوہیت سے ظہور فرمایا ہے اور اسی سبب سے
یعنے الوہیت سے ان مظاہرون مین ظہور فرمانے کے سبب سے وہ مظاہر ہوئے ہین
اٰلِهَتَكُمْ اپنے معبودون کو سو اگر تم نے ان مظاہرون کی عبادت کو
چھوڑا تو ظاہر کی عبادت کو چھوڑا اور ان مظاہرون مین خدا ظاہر ہے تو گویا خدا کی عبادت کو
چھوڑ دیا تمنے اور حقیقت اس فریب کی یہ ہی کہ مظاہر کی الوہیت اُسوقت ثابت ہووے کہ الوہیت کا
مرتبہ ان مین ظاہر ہووے اور اس الوہیت کے مرتبے کو واجب الوجود ہونا شرط ہی اسواسطے کہ
بغیر واجب الوجود ہونے کے کوئی صفت انتہا درجے کی کمال کو قبول نہین کر سکتی اور بدون ایسے
کمال کے انتہا درجے کی تعظیم کا مستحق ہونا متصور نہین ہی اور معبود کو معبود ہونا اور انتہا درجے کی تعظیم کا
مستحق ہونا ضروری ہی اور جتنے حادث اور ممکن ہین انمین وجود کا واجب ہونا ممکن نہین ہے
ہان ان مظاہرون مین حق کا ظہور صرف وجود سے البتہ مسلم الثبوت ہی یعنے سب اسکے
قائل ہین لیکن وجود محض بدون قید وجوب کے عام ہی اور سب موجودات کو شامل ہی لیکن
اس ظہور کے سبب سے بعضے موجودات دوسرے موجودات کے معبود ہونے کے مستحق نہین ہو سکتے
ہین والا ترجیح بلا مرجح لازم آوے یا عابد کا معبود ہونا اور معبود کا عابد ہونا لازم آوے
اور یہ دونون چیزین محال اور ممتنع ہین ہرگز نہین ہو سکتین اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ مظاہر کا
معبود ہونا کسیطرح سے ہو نہین سکتا لیکن ان مکارون نے اپنے تابعدارون سے یون کہا تھا کہ
وَلَا تَذَرُنَّ اور ہرگز نچھوڑنا نیک لوگون کی تصویر کی عبادت کرنا اسواسطے کہ
حق تعالیٰ کی تجلی خاص انکے دلون پر اصالت کے طور پر واقع ہوئی ہی اور اس تجلی نے اُنکے
دلون کو اپنا مظہر یعنی جائے ظہور ٹھہرایا ہی اور اس تجلی کا اثر جو انکے ظاہر اور باطن مین
چھا گیا ہی اس سبب سے انکی تصویرین بھی اگرچہ پتھر یا پیتل وغیرہ کی ہمنے بنائی ہین لیکن وہی
تاثیر ان مین بھی پائی جاتی ہی اور یہ تصویرین بھی معبود اور مسجود ہونے کی لیاقت رکھتی ہین

سو ہرگز نہ چھوڑنا علی الخصوص **وَدًّا** ود کو جو حق تعالیٰ کی محبت ذاتیہ کا مظہر ہے اور وہی محبت تمام عالم کے ظہور کا مبدا ٹہری ہے چنانچہ اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ یعنے چاہا مین نے کہ پہچانا جاؤن مین پھر پیدا کیا مین نے مخلوقات کو تاکہ پہچانا جاؤن مین اِس قول کا مضمون اِسی مطلب کی طرف اشارہ ہے اور حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم نے اِس مظہر کو ایک مرد کی تصویر قرار دیا تھا اسواسطے کہ عالم انسانی کے اصل مبداء کے ظہور مین مرد کی محبت اور اسکا میلان عورت کی طرف ہے اور اُس مظہر کو ہندوون کی بولی مین بشن کہتے ہین **وَلَا سُوَاعًا** یعنے اور ہرگز نہ چھوڑیو ان مظاہر کو خصوصًا سواع کو جو ثبات اور استقرار اور بقای الٰہی کا مظہر ہے اور تمام عالم کے بقا کا سبب ہے اور شرع کی عرف مین اِس صفت کو قیوم کہتے ہین اور حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم نے اِس مظہر کو عورت کی شکل بنایا تھا اسواسطے کہ گھر کا انتظام اور اپنی نسل و خاندان کا ثبوت اور قیام عورت کے سبب سے ہوتا ہے اور ہندوؤن کی بولی مین اِس مظہر کو برہما کہتے ہین اور سواع کا مادہ عرب کے لغت مین سکون اور استقرار کے واسطے موضوع ہے اور سواع کے معنی تھامنے والا تمام جہان کا **وَلَا يَغُوْثَ** یعنے اور ہرگز نہ چھوڑنا اِن مظاہر کو خصوصًا یغوث کو اسواسطے کہ فریادرسی اور مشکل کشائی حق تعالیٰ کا یہی مظہر ہے اور اِس مظہر کو حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم نے گھوڑے کی شکل بنایا تھا اسواسطے کہ گھوڑا دوڑنے اور جلد پہونچنے اور مدد کرنے مین مشہور ہے اور اِس صفت کو شرع شریف مین غیاث المستغیثین اور مجیب دعوۃ المضطرین کہتے ہین یعنی فریادرس مصیبت مین پکارنے والون کا اور پہونچنے والا پکار پر بیقرارون کی اور ہندوؤن کی بولی مین اِس مظہر کو اندر کہتے ہین **وَيَعُوْقَ** اور نہ چھوڑنا یعوق کو جو حمایت کرنے اور بلا کے دفع کرنے کا مظہر ہے اور اِس صفت کو شرع شریف مین کاشف الضرار اور دافع البلاء کہتے ہین اور حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم نے اِس مظہر کو شیر کی شکل پر بنایا تھا اسواسطے کہ شیر جسوقت کسی درندے جانور کے مقابلے مین آتا ہے تو وہ جانور بھاگ جاتا ہے اور ہرگز اسکا مقابلہ نہین کرسکتا ہے اور ہندوؤن کی بولی مین اِس مظہر کو شیو کہتے ہین **وَنَسْرًا** اور نہ چھوڑنا نسر کو اور یہ قوت الٰہی کا مظہر ہے اور نسر لغت فارسی مین کرگس کہتے ہین جسکو ہندی مین گدھ کہتے ہین اور

یہ پرند جانورون مین بڑا قوۃ والا مشہور ہے اور اڑان مین بھی بڑا تیز پر ان مناسبتون کے سبب سے
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اِس مظہر کو اس شکل کا بنایا تھا اور شرع شریف مین اس صفت کو لطیفہ
غیبیہ الٰہیہ کہتے ہین اور ہندوؤن کی بولی مین اِس مظہر کو ہنومان کہتے ہین اور جب غیب سے امداد چاہتے
ہین تو اپنے اعتقاد مین اِسی کو پکارتے ہین یہان پر جاننا چاہیے کہ لا کے لفظ کو یعوق اور نسر سے
حذف فرمایا ہے یعنی ذکر نہین کیا بخلاف پہلے تینون نامون کے کہ ان تینون پر لا کو لائے ہین اسکی وجہ
یہ ہے کہ جن تدبیرون کو یغوث اور یعوق اور نسر کی طرف نسبت کرتے تھے وہ تدبیرین جزئی ہین جیسے
فریادرسی اور بلا کو دفع کرنا اور غیبی مدد تو گویا حق تعالیٰ کی شانون سے ایک شان کا حکم انکے اعتقاد
مین اُن تینون نے پیدا کیا تھا جسکو مدبر عالم کہتے ہین اسواسطے کہ ان تینون چیزون سے جن کو انکی
طرف نسبت کرتے تھے ایک شان تدبیر کی بوجھی جاتی ہے اور ود اور سواع کو اِن تدبیرون مین جو
کلیہ ہین اور سب کو شامل ہین جیسے عالم کا ظہور اور اسکی بقا اپنے اعتقاد مین مختار جانتے تھے تو گویا
ہر ایک مستقل بالذات ہوا یعنی علٰحدہ علٰحدہ اپنے اپنے کام کا مختار ہوا تو گویا لا کے لفظ یغوث اور
یعوق اور نسر پر بلکرر داخل ہے گویا اسطرح ارشاد ہوا کہ ود کو اور سواع کو اور اِن تینون کو جو ایک مظہر کا
حکم رکھتے ہین ہرگز نہ چھوڑنا تاکہ حق تعالیٰ کی ظاہر شانون سے محروم نہو اور یہ بھی جان لیا چاہیے کہ
یہ پانچون اسم حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادون کے نام ہین بہت نیک لوگ تھے لیکن جو
انکو زمانہ بہت گذرا تھا اور اِن لوگون مین جو جو صفتین اکثر پائی جاتی تھین اُن صفتون نے ان کو پوجنے
والون کے ذہنون مین وہم کے غلبے سے اُن شکلون پر ظہور پکڑا تھا اس سبب سے اپنے اِسی وہم
کے موافق اپنے اپنے بتون کو ان مختلف شکلون پر تراشا تھا اور وہم کے غلبے اور زور سے اسطرح
کے عجائبات اور غرائبات بہت ہوا کرتے ہین چنانچہ جاہل اسلام کے مدعی حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی تصویر کو شیر کی شکل بناتے ہین اسواسطے کہ اسد اللہ بھی انکا لقب ہے اور لعل شہباز کی تصویر کو سفید
باز کی شکل بناتے ہین فقط اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ حضرت نوح
علیہ السلام کے طوفان سے یہ پانچون بت زمین کی تہ مین دب گئے تھے ابلیس مردود نے

پھر عرب کے لوگون کو اِن بتون کا نشان بتایا اور عرب کے نادانون نے انکو زمین سے نکالکر
اپنا معبود ٹھہرالیا چنانچہ بنو قضاعہ نے ود کو لیکر دومۃ الجندل میں رکھا اور اِسکی عبادت مین مشغول ہوئے
یہانتک کہ بنو قضاعہ سے وہ بت بنو کلب کے ہاتھ مین آیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تک
بنو کلب مین تھا اور بنی طی کے کئی فرقون نے یغوث کو لیکر اپنی بستیون مین رکھا پھر بنو مراد ان سے
چھینکر اپنے شہر مین لیگئے اور اسکو پوجنے لگے پھر بنو ناجیہ نے چاہا کہ اِن سے اِس بت کو بزور
چھین لیوین بنو مراد اس خوف سے اِس بت کو لیکر بھاگے اور بنو الحرث بن کعب کے ملک مین
آرہے اور بنو الحرث کے ملک مین وہ رہا اور یعوق بنو الکھان کے پاس تھا پھر آخر ہوتے ہوتے
بنی ہمدان کے قبیلے مین وراثت کی راہ سے پونہچا اور نسر بنو خشعم کے پاس تھا اسلام کے ظہور تک
وہ لوگ اِسی کی پوجا مین مشغول تھے اور سواع ذوی الکلاع حمیری کی اولاد کے پاس تھا پھر انسے
بنی حمیر کے سب فرقون کو پونہچا اور اِن پانچ بتون کے سوا عرب کے لوگون کے پاس دوسرے
بت بھی تھے چنانچہ بنی ثقیف مین لات تھا اور بنو سلیم اور بنو غطفان اور بنو نصر اور بنو سعد اور
بنو بکر مین عزی اور قدید اور اور بلاد والون کا منات تھا اور مدینے والے بھی اِسکے درشن کرنے کو
جاتے تھے اور مکے کے لوگون کے پاس اساف اور نائلہ اور ہبل تھا اساف کو صفا پہاڑ چھر اسود کے
مقابلے مین رکھا تھا اور نائلہ کو رکن یمانی کے مقابلے مین اور ہبل کو بیت اللہ شریف کے اندر
رکھا تھا اور یہ ڈیل مین ہبل سب سے بڑا تھا آٹھ گز کا لمبا تھا اور لڑائی کے وقت کافر اِسی کو پکارتے
تھے چنانچہ ابو سفیان نے بھی کفر کی حالت مین یعنی اسلام لانے کے پہلے احد کے دن جب فتح
پائی تھی تو اِسی کی تعریف کی تھی حاصل کلام کا حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم ایسی تقریر فریب آمیز سے
عوام لوگون کو بہکایا کرتے تھے اور اِس اِنکے مکر نے عوام کے دلون مین بہت تاثیر کی تھی
دیوانون کی سی بیہودہ باتین اِنکے نزدیک تھیں تا کہ کوئی اِس طرف التفات نکرے اور اِسکے
تدارک اور خبرگیری مین غفلت کی جاوے وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ اور تحقیق گمراہ کیا
اِن لوگون نے اِس مکر اور فریب سے بہت سے لوگونکو یہانتک کہ حق تعالےٰ کی عبادت سے سب کے سب

محروم رہے اور غیر اللہ کی عبادت مین یعنی تصویرون کے مظاہر مین مشغول ہوے اور حال یہ ہے کہ اس مکر کے باطل ہونے پر انکی گمراہی کی خود دلیل ظاہر تھی اسواسطے کہ اگر ان مظاہر کی عبادت حقیقت مین حق تعالی کی عبادت ہوتی تو حق تعالی کی درگاہ مین مقبولیت کا سبب پڑتی اور تاریکی کے پردے انکے درمیان سے اٹھ جاتے اور انکو ہدایت نصیب ہوتی لیکن یہان اسکا عکس پایا گیا یعنے یہ مظاہر کی عبادت زیادہ تر دوری کا سبب پڑی اور حق تعالی کی عبادت سے غفلت زیادہ ہوتی گئی اور عمر بھر اسی مظاہر کی قید مین گرفتار رہے اسی سبب سے معلوم ہوا کہ انکی عبادت خدا کی عبادت نہ تھی اور یہ لوگ اس مظاہر کی عبادت اور معبود حقیقی کی عبادت کرنے سے ظالم ہوے اسواسطے کہ کسی کے حق کو تلف کرنا اور جو چیز جسواسطے بنی ہے اسکے غیر مین اسکو صرف کرنا اسی کا نام ظلم ہے سو عبادت خاص الوہیت کے مرتبے کا حق ہے اسکی ذات کے لحاظ سے جزئی مظاہر کا حق نہین ہے جسطرح کلی ہونا انسان مطلق کا حق ہے اسکو ذات کے لحاظ سے ہر ہر فرد انسان کا حق نہین ہے اور وسعت اور ہمیشہ بہنا دریا کا حق ہے اسکی ذات کی لحاظ سے ہر ہر موج کا اسکی حق نہین ہے اور جوہریت شخص کا حق ہے ذات کے لحاظ سے نہ اسکے سایہ کا اور نہ اسکے عکس کی صورت کا جو آپنے مین معلوم ہوتا ہے اور قسمت کو قبول نہ کرنا واحد کا حق ہے اسکی ذات کے لحاظ سے اسکے ظہور کے مراتب کا کہ بے انتہا عدد ہین حق نہین ہے اور اسی پہ اور بھی قیاس کر لیا چاہیے سو حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی کہ جب ان لوگون نے اسطرح کا ظلم کیا تو انکو استدراج کے طور پر بھی معرفت سے آشنا نہ کر اور اپنی شانون سے کسی شان کی طرف انکو ہدایت نکر اور راہ نہ دکھا **وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝** اور زیادہ نہ بڑھا ؤ ظالمونکو گمراہی کے سوا اسواسطے کہ اگر کسی کو انہین سے استدراج کے طور پر بھی کسی شان کی طرف معبود کی شانون مین سے ہدایت کریگا تو یہ ہدایت کرنا ایک کا دوسرون کی خرابی کا سبب پڑیگا یعنی اللہ تعالی کی عبادت کی طرف بالکل رخ نہ کرینگے اور غیر اللہ کی عبادت پر مصر ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہ کہینگے کہ جزئی مظاہر کی عبادت بھی معرفت حقیقی کے فتح باب کا سبب پڑتی ہے

اور فتح باب ہونا پردے کے اُٹھنے اور مطلب کو پونہچنے کی علامت ہی اِس جگہہ پر مفسر لوگ ایک
اعتراض کرتے ہین اِسکا مضمون یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام اولوالعزم پیغمبرون مین ہین اُن سے
اپنی قوم کے واسطے زیادہ گمراہی کی دعا کرنا بڑا تعجب ہی اسواسطے کہ نبیون کا کام تو ہدایت
طلب کرنا ہی نہ گمراہی کی بددعا کرنا ہی اور اِس اعتراض کا جواب اِسطور سے دیا ہی کہ یہ بددعا
حضرت نوح علیہ السّلام نے اسوقت کی تھی جب اِنکے ایمان سے بالکل ناامید ہوگئے تھے اور ہدایت
کی توقع اُن سے بالکل جاتی رہی تھی چنانچہ دوسری آیت مین حق تعالی نے خود فرمایا تھا کہ
اِنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ یعنے اب ہرگز ایمان نہ لاویگا کوئی
تمھاری قوم کا مگر جو ایمان لاچکا تب حضرت نوح علیہ السّلام نے چاہا کہ اپنا عوض اُنسے لیجیے
اور بددعا زیادتی گمراہی کی اُنکے واسطے کیجیے تاکہ اُنکے عذاب مین زیادتی ہو چنانچہ حضرت
موسیٰ علیہ السّلام بھی جب فرعون اور اِسکی قوم کے ایمان سے مایوس ہوئے تھے اِسی طور کی بددعا
اُنکے واسطے کی تھی چنانچہ سورہ یونس کے آخر مین حکایت کے طور پر اُنکی طرف سے بیان
فرمائی ہی کہ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ یعنے اے رب میرے مسخ
کر دے اُنکے مالون کو اور سخت کر دے اُنکے دلون کو اور اِس آیت کی تفسیر کے بیان مین
اِس اعتراض کا جواب بہت خوب طرح سے بیان ہوچکا کہ زیادتی گمراہی کی بددعا
حضرت نوح علیہ السّلام کی اپنی قوم کے واسطے مطلق نہین ہی بلکہ ظلم اور شرک کی بھی قید
لگی ہوئی ہی اور یہ بات اصول کے قاعدے کے موافق ہی اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ
تَعْلِيْقُ الْحُكْمِ بِالْوَصْفِ مُشْعِرٌ بِعِلِّيَّةِ الْوَصْفِ لِذٰلِكَ الْحُكْمِ یعنی حکم کو کسی وصف کے
ساتھ معلق کرنا اِس بات پر دلالت کرتا ہی کہ یہ وصف علت پڑی ہی اِس حکم کا اور اگرچہ ظلم اور شرک
کی حالت مین ہدایت متصور نہین ہی لیکن اِس دعا مین ایک فائدہ ہی کہ کسی طور سے ہدایت کا اُنمین
ظہور نہونے پاوے تاکہ دوسرون کی گمراہی کا سبب نہ پڑے اور جب حضرت نوح علیہ السّلام کی
دعا کے بیان سے جو انتہا درجے کی نصیحت اپنی قوم کو کر کے یہ بددعا کی تھی اور اُنکی قوم کی شکایت کے

بیان سے فراغت پائی جو حکایت کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے بیان کی گئی ہو تو اب ارشاد ہوتا ہو کہ اس دعا اور اس شکایت کا اثر ظاہر ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان کی نافرمانیون اور برائیون مین ہمیشہ پھنسے رہے کسی طرح ہدایت انکو نہوئی یہانتک کہ **مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ** اپنے گناہون کے بعد اور مِن اس جگہ تعلیل کے واسطے ہو اور ما کی لفظ کثرت اور زیادتی کے معنون کے فائدہ دینے کے واسطے ہو جسطرح کثیر ما اور دوسری بہت جگہون مین کثرت کے واسطے ما کو زیادہ کرتے ہین اور یہان ان گناہون کی زیادتی سے انکا کفر مراد ہو کہ اپنے وقت کے پیغمبر کے مقابلے مین ہزار برس تک اسی اپنے کفر پر اڑے رہے اور طرح طرح کی ایذائین پہنچائین سو اس سبب سے انکا کفر بہت قوی ہو گیا اور اسی سبب سے **اُغْرِقُوْا** غرق کیے گئے ایسے پانی مین جو آسمان سے بھی گرتا تھا اور زمین سے بھی اُبلتا تھا اور انکو ڈبونے سے انکا نیست اور نابود کر دینا روی زمین سے فقط منظور نہ تھا جو اسی ڈبونے پر کفایت کی جاتی بلکہ برزخ کا عذاب چکھانا بھی انکو منظور تھا اسواسطے کہ **فَاُدْخِلُوْا نَارًا** پھر غرق ہونے کے بعد داخل کیے گئے ایک آگ مین سوای دوزخ کی آگ موعود کے اسواسطے کہ اُسمین داخل ہونے کو ابھی بہت دوری ہو اور اس آیت مین ایک فعل ماضی کو دوسرے فعل ماضی پر فے تعقیب کے ساتھ جو عطف کیا ہو سو یہ قبر کے عذاب کے ثبوت پر صریح دلیل ہو چنانچہ ضحاک رحمۃ اللہ سے منقول ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اِدھر ڈوبتی جاتی تھی اور اُدھر جلتی جاتی تھی اور یہ بھی اس آیت سے معلوم ہوا کہ نافرمانون کی موت کسی طرح سے ہو پانی مین ڈوبنے سے یا آگ مین جلنے سے یا جانور کے کھا جانے سے لیکن قبر کے عذاب مین ضرور گرفتار ہوتے ہین اور جو کچھ اس مردے پر جو قبر مین گاڑا جاتا ہی ہوتا ہو وہی اسپر بھی ہوتا ہو اسواسطے کہ جو کچھ عذاب ہی سو روح پر ہی نہ بدن پر تاکہ بدن کا باقی رہنا عذاب کے واسطے شرط ہو **فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ** پھر نہ پایا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے واسطے ان اپنے معبودون کو جنکو پوجتے تھے اس امید سے کہ وقت پڑے پر کام آوینگے اور مصیبت مین مدد کرینگے **مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ** سوا حق تعالیٰ کے **اَنْصَارًا** مددگار

یعنے نہ ود نے اِنسے محبت کی نہ سُواع نے اِنکو قائم رکھا نہ یغوث اِنکی فریاد کو پونچا نہ یعوق نے حمایت کی نہ نسر نے انکو کچھ قوت دی تاکہ دُنیا کے عذاب سے یعنے طوفان مین غرق ہونے سے اِنکو بچاتے یا برزخ کے عذاب کو یعنی آگ مین جلنے کو اُن سے دفع کرتے سو اُنکی گمراہی کا اثر حضرت نوح علیہ السّلام کی دعا کے موافق ظاہر ہوا اور جب طوفان کے پانی کی زیادتی ہوئی اور آسمان سے برسنا اور زمین سے اُبلنا شروع ہوا اور حضرت نوح علیہ السّلام بہتے لوگون کے ساتھ کشتی مین سوار ہوے اور کافر ڈوبنے لگے لیکن بعضے کافرون کو دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹیون پر اور اونچے مکانون پر بھاگ کر جا بیٹھے ہین اور بعضون نے حضرت نوح علیہ السّلام کی زبان سے اِس طوفان کا حال سُنا تھا تو اِس خوف سے شیشے کے مکانات پہاڑون پر احتیاط کے واسطے بنا رکھے تھے اور کئی مہینون کا کھانا پینا بھی اُنمین رکھا تھا سو اسوقت اُن مکانون مین جاکر بےخوف ہوکر بیٹھے تھے حضرت نوح علیہ السّلام نے یہ حال دیکھکر اندیشہ کیا کہ ایسا نہو کہ بعضے کافر اِس عذاب سے اِس حکمت سے بچ جاوین اور پھر کفر کا تخم جہان مین باقی رہے یہ سوچکر پھر درگاہ الٰہی مین دست بدعا ہوکر عرض کی چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی **وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ** اور کہا نوحؑ نے ای رب میرے جو تو نے مجھکو اِس دعا کی قبولیت سے سرفراز کیا ہی اور میری قوم کے سردارون اور مکارون کو جنھون نے عوام لوگون کو بھی فریب دیکر خراب کیا تھا طوفان کے عذاب مین گرفتار کیا ہی تو ایک عرض تیری جناب مین اور کرتا ہون کہ **لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ** نہ چھوڑ زمین پر جہان بھر مین نہ یہان نہ دوسری جگہ **مِنَ الْكَافِرِينَ** کافرون کی جنس سے سردار اور مکار ہون یا اُنکے مقلد اور تابعدار میری قوم سے ہون یا غیر ان مین سے کسی کو **دَيَّارًا** گھر مین رہنے والا اور چلنے والا اور دیار فیعال کے وزن پر ہی مشتق ہی دار سے یا دور سے اگر دار سے یہ لفظ نکلتی ہی تو اسکے معنے ہین گھر مین رہنے والا اور بسنے والا اور اگر دور سے نکلی ہی تو اسکے معنے ہین پھرنیوالا اور چلنے والا اور یہ لفظ فعال کے وزن پر نہین والا دوّار ہونا چاہیے تھا نہ دیار اور اِسمین تعلیل ایام کے موافق ہوئی ہی جسکی اصل ایوام ہی مثل سید کہ اصل سیود تھا اور تعلیل یہ ہی کہ واو اور یے ایک لفظ مین بلا فاصلہ جمع ہوے واو کو یے کے ساتھ بدلا گیا اور یے کو یے مین ادغام کیا دیار

اور ایام اور سید ہوا اور قیام بھی فیعال کے وزن پر ہے اور بعضی روایت مین یہ اسم اسماے حسنی مین معدود ہے اور تہجد کی دعا مین واقع ہوا ہے فعّال کے وزن پر نہین ہے اور متحرز کی لفظ جو سورۂ انفال مین آئی ہے وہ بھی متفعل کے وزن پر ہے اصل اسکی متحیوز ہے نہ متفعل کے وزن پر اسواسطے کہ اصل مین یہ سب وادی ہین نہ یائی فقط اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کلام دعائیہ مین دیار کی لفظ کو لائے فقط اسواسطے نہ کہا کہ ابلیس اور اسکی ذریت کی بقا قیامت تک آپکو معلوم تھی اگر ہر کافر جاندار کی ہلاکی روی زمین سے درگاہ الٰہی سے طلب کرتے تو انکا کلام حق تعالیٰ کی تقدیر مبرم کے مخالف واقع ہوتا اور حضرات انبیا علیہم السلام تقدیر الٰہی کے مخالف دعا نہین کرتے ہین اس سبب سے دیار کی لفظ کو لائے تاکہ ابلیس اور اسکی ذریت اسمین داخل نہوین اسواسطے کہ ابلیس اور تمام شیاطین زمین پر انسان کی طرح خانہ داری اور سکونت نہین کرتے ہین اور اکثر زمین پر چلتے پھرتے کم ہین بلکہ انکی حرکت اکثر ہوا مین ہوتی ہے اور جو کافرون کا روی زمین پر باقی رہنا بھی حکمت الٰہی کے تقاضے سے ہوتا ہے اسواسطے کہ ان کافرون سے کسی زمانے مین خلق کی ہدایت مقدر ہوتی ہے اگرچہ سردست کفر اور گمراہی مین گرفتار ہوئے ہین جیسے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافر کہ باوجود کفر مین سخت ہونے کے آخر کو سعادت اسلام سے مشرف ہوئے اور ہزارون کافرون سے جہاد کرکے اسلام مین داخل کیا یا ان کافرون سے اولاد صالح پیدا ہونا مقدر ہوتا ہے اور انکی اولاد حق تعالیٰ کی معرفت اور بندگی کو بجا لاتے ہین سو حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کے عرض کرنے کے وقت ان دونون فائدون کی نفی بھی بیان کردی کہ **اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ** تحقیق اگر چھوڑیگا تو انکو تو البتہ گمراہ کرینگے سب تیرے بندونکو تیری عبادت کی راہ سے اور انکو نفرت دلادینگے اور منع کرینگے سیدھی راہ چلنے سے اور انکی پیدایش جو معرفت اور عبادت کے واسطے ہوئی ہے وہ حکمت درہم برہم ہو جائیگی **وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا** اور ہرگز نہ جنین گے یہ بدبخت مگر بدکار ناشکر پس انکی اولاد مین بھی صالح اور نیک ہونے کی امید نہین ہے غرض ہر طرح سے یہ لوگ ہلاکی اور خرابی کے

سزاوار ہین اور جب حضرت نوح علیہ السّلام نے جناب باری عزاسمہ سے ایسا مواخذہ جو عام ہو اور
سب کو شامل اور نمونہ ہو قیامت کا طلب کیا تو اِس بات کا خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ قہر الٰہی ایسا جوش
مین آئے کہ مجھ سے ترک اولی جو کبھی کبھی ہو جاتا ہی اور میری اُمت کے مسلمانون سے فرعیہ
گناہون پر جو اُن سے ہو جاتے ہین مواخذہ اور پکڑ ہو سو اِس خوف کے دفع کے واسطے درگاہ
الٰہی مین ایک دعا دوسرے مضمون کی بھی کی اور کہا رَبِّ اغْفِرْلِی اے پروردگار میرے
بخشدے مجھکو جو کچھ تیری مرضی کے خلاف مجھ سے ہوا ہو اور میرے حق مین وہ گناہ کا حکم
رکھتا ہو جیسے ترک اولی اور اجتہاد مین خطا اور چوک وَلِوَالِدَیَّ اور بخشدے میرے
مان باپ کو اگرچہ وہ مر گئے تھے لیکن والدین کے مرنے کے بعد بھی اولاد پر واجب ہے کہ
اُنکی مغفرت کی دعا مانگی جائے اور اپنے مقدور بھر اُنکے واسطے صدقے بھی دیے جائین اور
حضرت نوح علیہ السّلام کے باپ کا نام ملک بن متوشلخ تھا اور آپکی مان کا نام شمخا تھا انوش کی
بیٹی لیکن یہ انوش وہ نہین ہین جو آپکے اجداد مین ہین بلکہ یہ دوسرے شخص ہین اور عطا رحمۃ اللہ
علیہ نے کہا ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے آبا و اجداد مین حضرت آدم علیہ السّلام تک کوئی کافر نتھا
سب مسلمان موحد تھے اور آپکی والدہ بھی مسلمان تھین وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا
اور بخشش کر اُسکے واسطے جو داخل ہو میری کشتی مین جو میرا چلتا گھر ہی لیکن مسلمان ہو اسواسطے کہ
آپکی کشتی مین ابلیس بھی تھا اور بخشش کا مستحق نہ تھا اور مسلمانون کی بخشش اسواسطے طلب کی کہ ایسا
نہو کہ اُنکی برائیون اور گناہونکی شامت سے کشتی ڈوب جاوے تو بے گناہ بھی ہلاک ہو جاوین
اسواسطے کہ دُنیا کے عام عذابون مین جو آزمایش اور جانچ کے واسطے ہوتے ہین اُن مین کافر
مسلمان کا فرق اور امتیاز نہین ہوتا ہی اسیواسطے کہ جو بلا کسی قوم پر آتی ہی تو اُسمین اُنکے بچے
اور دیوانے بھی ہلاک ہو جاتے ہین بلکہ جانورون کی بھی خرابی ہوتی ہی وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ اور بخشدے تمام مسلمان مردون اور مسلمان عورتون کو قیامت تک
جو ہوتے جاوین تاکہ اُنکی اولاد کے گناہ جو آگے پیدا ہو کر کرینگے اُن لوگون مین کہ اُنکے

نصف

باپ ہین تاثیر نہ کرین اور کشتی کو نہ ڈبو دین **وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا**
اور زیادہ نہ کر ان ظالمون کو جو شرک اور کفر کی شامت سے ڈوب کر آگ مین جلینگے مگر دکھ اور درد اور
عذاب اسواسطے کہ اگر دمبدم اِن پر عذاب کی زیادتی نہ ہوتی جاویگی اور ایک ہی طور پر عذاب
رہیگا تو اِس عذاب کی انکو عادت ہو جائیگی اور سہ جائینگے اور وہ عذاب انکو نہ معلوم ہوگا اور یہ بھی
ایک طرح کی مغفرت ہی تو یہ بھی مومنین کی مغفرت مین شریک ہوجائینگے اگرچہ بھوڑی ہی سہی علمانے
کہا ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی اِس دعا مین بڑی خوش خبری ہی تمام ایمان دارون کے واسطے
جو قیامت تک ہوتے جائینگے اسواسطے کہ کافرون کے حق مین جو بددعا آپنے کی تھی وہ درگاہ آلہی
مین بالیقین مقبول ہوئی اور اسکی قبولیت کے آثار بھی ظاہر ہوئے یعنی سب کافر ہلاک ہوے تو
ایمان دارون کے حق مین مغفرت کی دعا جو آپنے کی ہی وہ بھی بلاشُبہ مقرون باجابت ہوئی ہوگی
اور مسلمان مغفور ہوئے والحمد للہ علیٰ ذٰلک اور یہ بھی علمانے کہا ہی کہ وَدّ اور سواع وغیرہ پانچون
بُت جو اوپر مذکور ہوچکے ہین کچھ حضرت نوح علیہ السّلام ہی کے قوم کے واسطے خاص نہ تھے بلکہ ہر
شخص کے پاس موجود ہین اور ہر ایک اِنکی عبادت اور محبت مین گرفتار ہی جان بوجھ کے یا نادانی سے
مگر جسکو حق تعالیٰ بچاوے لیکن ایسے لوگ بہت کم ہین اِس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ آدمی اپنے
حال مین خوب غور اور تامل کرکے دیکھے کہ ہر شخص کا بدن وَدّ ہی اسواسطے کہ روح کا محبوب ہے
اور یہ بات جبلی اور پیدایشی ہی اور اپنے بدن کی محبت مین ایسا معروف رہتا ہی کہ اسکے مقابلے
مین سب کو ہیچ جانتا ہی کسی کی حقیقت اسکے سامنے نہین ہی اور ہمیشہ اسکی پرورش اور زینت مین
لگا رہتا ہی کھانے مین پینے مین لباس مین زیور مین طناب مین کنگھی مین دوا کے استعمال مین ورزش
مین ریاضت مین حمام کے جانے مین غسل کرنے مین بدن کے ملنے مین حجامت بنانے مین
غرض جتنی چیزین ہین سب مین بدن کی اصلاح اور بہتری منظور اور ملحوظ رہتی ہی اور ہمیشہ دن اور رات بلکہ
ہر ساعت اِسی مین مشغول رہتا ہی اور ہر شخص کا نفس اُسکا سواع ہی اسواسطے کہ اِسکی زندگی کا قیام اِسی سے
متعلق ہی اسیواسطے جن چیزون مین اِسکو لذّت اور خوشی ہوتی ہی اِسی کی طرف دوڑتا ہی اور جن

چیزون مین اسکو لذت اور خوشی ہوتی ہی اسی کی طرف دوڑتا ہی اور جن چیزون سے رنج اور ضرر اسکا سمجھا ہی انسے دور بھاگتا ہی سبب ہے کہ عبادت اور تقوی مین اسسے قصور ہوتا ہی اور پیغمبر کی خبر بازداری کا حقہ نہین کر سکتا اور ہر شخص کا یغوث اسکا باپ بیٹا یا بہن بھائی بھتیجا خویش اور اقربا ہین اسواسطے کہ ان لوگون سے امید فریاد رسی کی رکھتا ہی اور اُنکے بھروسے پر کودتا ہی اور اُنکی خاطر داری اور دل جوئی مین ہمیشہ لگا رہتا ہی یہانتک اُنکی خاطر سے اللہ اور رسول کے حکم کو ٹال جاتا ہی اور سننے کو اَن سنا کر دیتا ہی اور ہر شخص کا یعوق اُسکا مال ہی جو زکوٰۃ اور صدقات کے دینے سے اور مسکینون اور محتاجون کی خبر گیری سے اور حق تعالی کی عبادت اور تقوی سے روک دیتا ہی اور منع کرتا ہی اور ہر شخص اپنی مصیبت اور بلا کے دفع کرنے مین اسسے بڑی امید رکھتا ہی اور ہر شخص کا نسر اسکا شیطان ہی جو حرص اور غصے کے دونون بازوؤن سے پونہچکر اس شخص کے سب کیے اور نہ کیے کو برابر کر دیتا ہی اور بُرے وسوسے اور جھوٹے اعتقاد اسکے دل مین ڈالا کرتا ہی سو جب تک اِن پانچون بتون کے پھندے سے نہ چھوٹے گا تب تک ایمان اسکا درست نہوگا اور حضرت نوح علیہ السّلام کی دعا مین جو تمام ایمان دارون کے واسطے کی ہی داخل نہوگا۔ اب اس جگہ جاننا چاہیے کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی دعا مین عرض کیا ہی کہ میری قوم کے کافر نہ جنین گے مگر بدبخت ناشکر یعنی اُنکی نسل سے بھی کوئی مسلمان ہونیوالا نہین ہی لیکن بہت کافر ایسے بھی ہوئے ہین کہ انکی نسل سے نیکبخت خدا کے خاص بندے پیدا ہوئے ہین چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے باپ کہ انکے نطفے سے ایسا شخص پیدا ہوا جو سید المسلمین اور ابو المرسلین ہوا اور خلت الٰہی کے مرتبے سے سرفرازی پائی سو ظاہر دعا کا مضمون واقعے کے خلاف معلوم ہوتا ہی اس شبہہ کے جواب مین مفسرین نے بھی اختلاف کیا ہی علمائے ظاہر یون جواب دیتے ہین کہ حضرت نوح علیہ السلام کو وحی سے اپنی قوم کا حال بخوبی معلوم ہو چکا تھا کہ اِن لوگون سے ہرگز مسلمان پیدا ہونیوالا نہین ہی اسواسطے یہ دعا کی اور یہ حکم اُن ہی کی قوم کے واسطے خاص ہی عام نہین ہی کہ ہر کافر کو شامل ہو اور بعضے عالمون نے یون لکھا ہی کہ طوفان آنے کے

پہلے حق تعالیٰ نے اِن پر وحی بھیجی تھی کہ اِنَّهُ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ اور اِس حصر کے لفظ سے حضرت نوح علیہ السلام نے بوجھ لیا تھا کہ اب میری قوم سے جو پیدا ہوگا وہ کافر ہی رہیگا اسواسطے کہ قوم کی اولاد بھی قوم مین داخل ہین اِس سبب سے آپکو اس بات کا یقین ہوگیا تھا اور اِس مضمون کو جو متضمن شرط اور جزا کا ہی جناب الٰہی مین عرض کیا یعنے اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ الخ اور حضرت صوفیہ رحمہم اللہ کہتے ہین کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تنگ دلی اور غضب الٰہی کے غلبے کے سبب سے دعا کے وقت جوش آگیا تھا اور اِن پر ایک حالت طاری ہوگئی تھی سو ظاہر حال کے موافق آپنے حکم فرمایا اسواسطے کہ خبیث اور تاریک نفس سے جو نطفہ کہ پیدا ہوگا اور اِسی ناپاک اور خبیث نفس کی تدبیر سے ترتیب پاویگا تو بالیقین وہ بھی خبیث ہوگا اور خباثت ہی کی استعداد پیدا کریگا جسطرح اولاد کا جسم کہ صنفیت مین والد کے جسم کے موافق ہوتا ہی جیسے حبشی اور رومی اور جسطرح شاگرد اور مرید کہ کمال کی قسم مین اپنے استاد اور پیر کے موافق ہوتا ہی اسیواسطے کہا ہی کہ اَلْوِلَادَةُ الرُّوْحَانِيَّةُ مِثْلُ الْوِلَادَةِ الْجِسْمَانِيَّةِ یعنی ولادت روحانی جسمانی ولادت کے مانند ہی تاثیر مین سو اسیطور سے حضرت نوح علیہ السلام کا عرض کرنا آپ کے حال کی لغزش نہ تھا کبھی انبیا سے بھی ہوجاتی ہی جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قبطی مرگیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عمل کی لغزش تھی یہی سبب ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اِس عرض کے عوض مین انکے بیٹے کے کفر سے جسکا نام کنعان تھا متنبہ اور خبردار کردیا جسطرح حضرت داؤد علیہ السلام کو اوریا کی عورت کے مقدمے مین دو شریکون کے قصّے سے جو آپس مین بکریون مین جھگڑتے آئے تھے متنبہ اور خبردار کردیا تھا اور تحقیق اِس مقام کی یہ ہی کہ جو کیفیت ماں باپ کے باطن پر غالب ہوتی ہی اسکی کیفیت کی تاثیر اولاد مین بلاشبہ پائی جاتی ہی لیکن جو کیفیت کہ ماں باپ کے باطن پر غالب نہین ہوتی ہی اسکی تاثیر کا اثر اولاد مین پایا جانا کچھ ضرور نہین ہی اسیواسطے کہتے ہین کہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِيْهِ یعنی اولاد اپنے باپ کا بھید ہے جو حالت کہ باپ مین پوشیدہ اور غالب ہے اسکا ظہور اِن مین ہوتا ہی پھر جب یہ فرق معلوم ہوچکا تو اب

جان لیا چاہیے کہ بعضے وقت مین بعضے کافرون کی استعداد بڑھی ہوئی ہوتی ہو اور انکے باطن پر
صفائی کا غلبہ ہوتا ہو اور اس جبلی استعداد کے موافق اُنکی اصل بھی پاکیزہ ہوتی ہو لیکن ظاہر مین اپنے
باپ دادون کے دین پر ہوتے ہین اور اپنی قوم کی عادت اور اپنے بزرگون کی وضع انسے چھوڑی
نہین جاتی لیکن باطن اُنکا آفت سے بچا ہوا ہوتا ہو اس سبب سے اس نورانیت کی حالت مین انکی
اولاد باایمان پیدا ہوتی ہو اور انکے باطن کی حالت کا ظہور انکی اولاد مین پایا جاتا ہو جیسے حضرت
ابراہیم علیہ السلام آذر سے پیدا ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوطالب سے سو جب حضرت نوح
علیہ السلام نے اپنی قوم کا احوال ہزار برس تک دیکھا اور اتنی مدت دور و دراز مین کتنے زمانے اور
کتنے قرن گذر گئے اور ہر زمانے کے لوگون کا تجربہ کیا اور انکے باطن کی استعداد کی معرفت کو خوب آزمایا
لیکن کسی مین صلاحیت کی لیاقت نہ دیکھی تب بالیقین آپکو معلوم ہوا کہ انمین سے کسی کی پیدائشی
استعداد سلامت نہین رہی اور باطن انکا تاریک ہوگیا ہو بلکہ سیاہی نے تمام انکے باطن کو چھپا لیا ہے
اور انکا کفر اپنے باپ دادون کی پیروی پر اور قوم کی رسم پر نہین رہا بلکہ انکے دل سیہ تاب
ہوگئے ہین اب انسے اور انکی اولاد سے ہرگز توقع ایمان کی نہین ہو ناچار ہوکر اسطور کی بددعا
انکے واسطے کی اور اس شرط اور جزا کو درگاہ الٰہی مین یقین کے طور پر عرض کیا سو حق تعالیٰ کی درگاہ
مین اسی راستے کے سبب سے انکی دعا نے قبولیت کا درجہ پایا اور اس قہار مالک الملک کی درگاہ سے
انکی قوم پر عذاب نازل ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام پر کچھ بھی عتاب نہوا اور انکے بیٹے کنعان کا
کافر ہونا تنبیہ اور عتاب پر حمل نہین کیا جاتا اور انکی دعا مین شرط اور جزا کا جو مضمون ہو اُسکے مخالف بھی
نہین ہو اسواسطے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے کلام کا مطلب یہ ہو کہ ان کافرون سے سوائے کافر
فاجر کے پیدا نہوگا اس سبب سے اسکا نیست اور نابود ہونا ضروری ہو یہ مطلب نہین ہو کہ کافر فاجر
پیدا نہون اسواسطے کہ کبھی نیک بختون سے بُرے بھی پیدا ہوتے ہین لیکن اُنسے اچھے صالح
بھی پیدا ہوتے ہین تو بعضی اولاد کی نیکی اور بعضے کی بدی مقابل ہوکے فنا اور نیستی کے وجوب
کی علت نہین پڑتی ہو اور یہ بھی کچھ بعید نہین ہو کہ کنعان کے نطفے کے علوق کے وقت بعضی لغزشین

اور ترک اولی نے جنکا پیغمبرن سے بمقتضای بشریت کے ہونا کچھ عجب نہین ہی حضرت نوح علیہ السلام کے باطن مین ایک ظلمانی ہیئت پکڑی ہو اور اسی ہیئت ظلمانی کا کنعان حامل ہو کر الولد سرلابیہ کا مصداق ہوا ہو اور سوا ے اسکے اسکی مان کا مشرکہ اور منافقہ ہونا اسکی استعداد کی خرابی مین بڑی تاثیر رکھتا ہی اب اِس لحاظ سے کنعان کی استعداد کے فساد کو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف نسبت کرنا کچھ لازم نہین ہی اسکی مان کا اثر ہو تو کچھ عجب نہین ہی حاصل کلام یہ ہی کہ ایک تو یہ بات ہی کہ سوا ے کافر فاجر کے صالح کا نہ جننا اور دوسرے یہ کہ کافر فاجر بھی پیدا ہون اور صالح بھی اِن دونون باتون مین فرق بڑا ہی اور اِن دونون مین سے ایک کا اثبات دوسرے کی نفی نہین کرتا ہی تاکہ تنبیہ اور عتاب متصور ہو سکے واللہ اعلم بالصواب

سُورۃ الجنّ

یہ سورہ مکی ہی اِسمین اٹھائیس ۲۸ آیتین اور دو سو اسی کلمے اور نو سو نو حرف ہین اور اس سورہ کے ربط کی وجہ سورہ نوح اور اسکے پہلے کی سورتون کے ساتھ یہ ہی کہ سورہ نون مین یہ مضمون بیان ہی کہ مکے کے کافرون نے باوجود نہایت نزدیکی نسب کے رسول مقبول سے اور آپکے احوال اور اخلاق بزرگ پر واقف ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہ پہچانی اور دیوانگی کی نسبت آپکی طرف کرنے لگے اور سورہ حاقہ مین یہ مذکور ہی کہ یہ کافر ایسے بدبخت اور شقی ہین کہ باوجود عقل اور دانائی کے دعوے کے قرآن مجید کو کبھی شاعر کا کلام اور کبھی کاہن کا کلام اور کبھی پیغمبر کا بنایا ہوا کہتے ہین اتنی سمجھ نہین رکھتے کہ اسکی حقیقت حال کو دریافت کرین کہ یہ کلام اعجاز سے بھرا ہوا کس قسم کا ہی اور کہان سے آیا ہی اور زمین پر اُتارنے اور زمین والون کو سنانے سے مقصود کیا ہی یہانتک کہ سورہ معارج مین جان بوجھکر سچ کو جھوٹا کرنا اور بیفائدہ جھگڑا کرنا کافرون کا کھولکر بیان فرمایا کہ یہ کافر اپنی نادانی اور جہالت سے حق تعالی کے عذاب کی درخواست کرتے ہین اور سورہ نوح مین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے واسطے حضرت نوح

علیہ السلام کی کامل دعوت کا پورا قصہ بیان فرمایا یعنی جو دعوت کا حق تھا سو وہ بجا لائے اور
ہزار سال تک اپنی قوم کو طرح طرح سے سمجھایا لالچ بھی دلوایا اور ڈرایا بھی اور اس کام مین انتہا درجے کی سعی اور
کوشش کی لیکن اِس قوم نے اپنے باپ دادون کی تقلید جو کفر مین کی تھی اُسے ہرگز نہ چھوڑا اور اِسی پر
ہٹ کرتے رہے اور اب اِس سورۃ مین ارشاد ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا تماشہ دیکھو اور خوب
جان رکھو کہ دلون کا پھیرنیوالا اور پوری ہدایت کرنیوالا وہی مالک الملک ہے اپنی قوم کا حال دیکھو کہ تمھارے
احوال کو بخوبی جانتے ہین اور تم سے نسبی قرابت بھی رکھتے ہین اور ایک جنس بھی ہین اور عربی کلام کے بڑے
ماہر ہین اور اسقدر ستعدا در کھتے ہین کہ اگر قرآن شریف کے بوجھنے اور اس کلام کے اعجاز دریافت کرنے مین
تھوڑا سا غور اور تامل کرین تو بخوبی بوجھ سکتے ہین لیکن ہرگز نہین بوجھتے بلکہ ایسے گمراہ ہین کہ جان بوجھکر
انکار کرتے ہین اور نہین مانتے اور بیفائدہ کلام کرتے ہین اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم باوجود اسقدر
مدت دراز کی دعوت کے اور ہمجنس ہونے کے یعنی آدمی تھے نہ جن اور عقل پوری رکھتے تھے اور ایمان کی
نکوئی اور کفر کی برائی بخوبی بوجھ سکتے تھے لیکن ہرگز راہ پر نہ آئے اور حضرت نوح علیہ السلام کا کلام نہ سُنا
بلکہ روز بروز گمراہی اِنکی اور زیادہ ہوتی گئی اور سیدھی راہ سے دور بھاگتے رہے اور ایک جماعت اِن
جنون سے جو تمھارے ہمجنس بھی نہین ہین اور انسان کی بات سمجھنے کی فہمید بھی خوب نہین رکھتے اور تمکو
کبھی دیکھا بھی نہین اور تمھاری صحبت مین بھی نہین آئے تاکہ قرآن کے معنون کی تفسیر تم انکے سامنے بیان کرتے
اور اسکے مضمون کو اچھی طرح کھولکر اُنکو سُناتے فقط راہ چلتے کئی آیتین قرآن شریف کی تم سے سُنکر کسقدر
ہدایت کے نشہ مین مست ہوگئے اور کیسے قرآن مجید کے معتقد اور تابعدار ہوگئے کہ سُنتے ہی ایمان لائے
اور اپنی قوم کے بزرگون اور پیشواؤن کی تقلید اور پیروی سے بالکل پھر گئے اور ایمان کی خوبی اور
کفر کی برائی کیا اچھی طرح سے اپنی قوم کے سامنے بیان کی اور تمھاری نبوت کی صحت پر کیا خوب دلیل لائے
باوجود اِس بات کے کہ برائیان جنون کی جبلی اور پیدائشی ہین جیسے غرور اور تکبر اور ہٹ کرنا اور گرہ ڈالنا
اپنی بات پر اور اپنے بھاگنے اور چھپنے پر اعتماد اور بھروسا کرنا سو اِن سب باتون کو اپنے سے دور کیا
اور اقرار کیا اِس بات کا کہ لَن نُّعجِزَ اللّٰهَ فِی الاَرضِ وَلَن نُّعجِزَهٗ هَرَبًا اور اِس بات کا بھی اقرار کیا کہ

ہمکو ہرگز علم غیب نہیں ہے اور کہا کہ لَا نَدْرِیْ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِھِمْ رَبُّھُمْ رَشَدًا
اور اپنی تعریف اور اپنی قوم کی تعریف اور توصیف سے دست بردار ہوئے اور کھولکر کہدیا کہ مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ
وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا اور ایمان داروں اور کافروں کے انجام کار کو دریافت کرلیا
پس اب جاننا چاہیے کہ جس شخص کی نکوئی اور رہنمائی کے واسطے ہدایت الٰہی اسکے حال پر متوجہ ہوئی
اور توفیق نیک اس طرف سے ملی تو جتنی برائیاں اور نیک بات سے روکنے والیاں ہیں وہ چیزیں اسکے
پاس بھی نہیں آتی ہیں اور جو چیزیں نیک بات کی حاصل کرنے والیاں ہیں وہ سب بے خواہش جمع ہوتی
ہیں اور جس طرف حق تعالیٰ کی ہدایت متوجہ نہوئی تو کتنی ہی عقل اور دانائی ہو اور ہمجنسی اور قرابت
بھی پائی جاوے اور اُستاد کی شفقت اور محبت اور مرشد کامل کی صحبت بھی نصیب ہووے لیکن یہ سب
باتیں بیکار اور بیفائدہ محض ہوتی ہیں اور کچھ بن نہیں پڑتی مصرعہ کچھ بن نہیں پڑتی جب تقدیر
بگڑتی ہے۔ **نظم** ٭ جسکو توفیق حق کی ہووے رفیق ٭ بن پڑے گر برا بھی کام کرے ٭ جسکی تقدیر ہی
اُلٹ جاوے ٭ جو کرے سر پہ اُسکے آن پڑے ٭ اور باوجود ان باتوں کے ان دونوں سورتوں کے
متفرق مضمونوں میں بھی مناسبت اور موافقت پائی جاتی ہے چنانچہ اُس سورۃ میں یعنی سورۂ نوح
میں حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے فرماتے ہیں مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا اور اِس
سورۃ میں جنوں کی زبانی نقل فرمایا ہے وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا اور اُس سورۃ میں کافر لوگوں کی زبانی
نقل فرمایا ہے کہ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا اور اِس سورت میں مسلمان
جنوں کی زبانی نقل فرماتے ہیں کہ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا اور فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا
رَشَدًا اور اُس سورۃ میں مذکور ہے فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا اور اِس سورۃ
میں مذکور ہے وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا وَلَنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا
اور اُس سورۃ میں مذکور ہے اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا
اور اِس سورۃ میں مذکور ہے وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا
لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ اور اُس سورۃ میں مذکور ہے کہ آدم کی اولاد اپنی ناخلفی اور نالایقی کے

سبب سے اپنے اصل باپ کی خلافت کی خدمت سے معزول ہوے اور ہلاکی کے سزاوار ہوے بلکہ واجب القتل ہوے بموجب اِس مضمون کے لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا اور اِس سورۃ مین مذکور ہے کہ باوجود مختلف ہونے جنسون کے اور جدائی اخلاق اور اوضاع کے جنون مین جو لیاقت اور صلاحیت تھی اِس سبب سے پیغمبر آخر الزمان صلعم کے خلیفہ ہوے اور ہدایت اور رہنمائی کے منصب سے سرفراز ہوے اور اپنی قوم مین جاکر پیغام رسول کا پونہچایا اور نافرمانی سے خوف دلایا اور ڈرایا

نظم

دہقان کے بیٹے بسکہ فراست مین طاق تھے ✤ پونہچے حضور شاہ کے بلکہ ہوئے امیر ✤ نادان امیرزادے گئے بھیک مانگتے ✤ دہقان کے در پہ جیسے کوئی مبتذل فقیر ✤

اور اسکے سوا دوسری بھی مناسبتین اِن دونون سورتون مین پائی جاتی ہین جو خوب فکر اور غور کرنے کے بعد معلوم ہوتی ہین اور اس سورۃ کا نام سورۃ جن اسواسطے رکھا ہی کہ قرآن شریف کی حقیقت کا ثبوت اِس سورۃ مین دو وجہ سے جنون کی طرف سے ظاہر ہوا ہی سوائے دونون وجہون سے۔ پہلی وجہ یہ ہی کہ بڑی بڑی فصیح اور بلیغ آدمیون کا اِس قرآن کے مانند عبارت بنالانے مین عاجز ہوجانا ہر خاص و عام کو معلوم ہو چکا تھا فقط دو احتمال اُس زمانے کے لوگون کو قرآن شریف کے حق مین انکی خاطر دن مین گذرتے تھے ایک یہ کہ شاید اکا کلام ہو جو فرشتے کے واسطے سے پونہچا ہی دوسرا احتمال یہ ہی کہ شاید جن کا کلام ہو جو کسی کاہن کے واسطے سے دل مین ڈالا گیا ہو اسواسطے کہ اُس زمانے مین عرب کے شہرون مین کہانت کا دروازہ کھلا تھا اور جنون سے علم کا سیکھنا رائج اور مشہور ہو رہا تھا اکثر عرب کے لوگون کو جنات سے دوستی آشنائی ہوجاتی تھی اور وہ جنات بعضی باتین جو آدمیون کو نہین معلوم ہوتی تھین بلکہ آدمی اسکو غیب کی بات سمجھتے تھے اِنکو اپنے دوستون کے دلون مین ڈالتے تھے اور اِس معاملے کے سبب سے اِس شخص کا مرتبہ اور اعتبار لوگون کے دلون مین بڑھتا تھا اور اِس جن کی بھی بزرگی اور عزت لوگون کے دلون مین جم جاتی تھی اِس سبب سے اِن جنون اور کاہنون کی طرف لوگ رجوع کرتے تھے اور نذر نیاز چڑھاتے تھے اور اُن کاہنون کا حق جو مقرر کرتے تھے اِسکو ادا کرنا ضروری جانتے تھے

اور یہ معاملہ اُن لوگون مین بہت جاری تھا جیسا کہ اِس زمانے مین بھی اِس قسم کے معاملات اُن شخصون سے
جو اپنے اوپر جن یا پری کے آنے کے دعوے کرتے ہین لوگ کیا کرتے ہین اور اِن جن اور پریون کو
غیب دان جانتے ہین اور اُنکی نذر نیاز اپنے اوپر واجب سمجھتے ہین اور عرب کے جاہل لوگ ایسا جانتے تھے کہ
جیسی عبارت جن بنا سکتے ہین ویسی عبارت آدمی ہرگز نہین بنا سکتے ہین سو اُنکو گمان اِس بات کا تھا کہ
یہ کلام یعنی قرآن شریف آدمی نہین بنا سکتے تو شاید کسی بڑے جن کا کلام ہو جو پیغمبر کو سکھلا جاتا ہو
اور جب اِس سورۃ مین یہ مضمون بیان ہوا کہ اِس کلام کو سُنکر جن بھی دنگ ہو گئے اور اپنی عاجزی کا اقرار کیا
اور کہنے لگے کہ یہ کلام ہرگز مخلوق کا نہین ہے بلکہ یہ کلام خالق کا ہے تو یہ شبہ بھی بالکل جاتا رہا وہی ایک بات
باقی رہی یعنی قرآن حق تعالیٰ کا کلام ہے کسی دوسرے کا نہین ہے اور اگر کسی کے دل مین یہ شبہ گذرے کہ
یہ جنون کا اپنی عاجزی کا اقرار کرنا یعنی یہ کہنا کہ یہ کلام حق تعالیٰ کا ہے کسی مخلوق کا نہین ہے یہ بھی تو
اِسی قرآن سے ثابت ہوا ہے جنون کی زبان سے کس نے سُنا کہ جنون نے اپنی عاجزی کا اقرار
کیا تا کہ اِس کلام کا اعجاز ثابت ہوئے اور حق تعالیٰ کا کلام ہونا سب کو یقین ہو جائے سو یہان
اثبات الشی بنفسہ لازم ہوتا ہے یعنی ایک چیز کے وجود کو ثابت کرنا اِس چیز کی ذات ثابت کرتے
سے اور اِسکا جواب یہ ہے کہ یہان اثبات الشی بنفسہ لازم نہین ہوتا بلکہ یہ اثبات الشی علیٰ فرض
نقیضہ کے طور پر ہے یعنے اگر اِس چیز کی نقیض کو ہم فرض کرلین یعنی مان لین تو بھی یہ چیز ثابت
ہوتی ہے اور دعوے اور مطلب کے ثابت کرنے مین کوئی دلیل اِس سے مضبوط اور قوی نہین ہے
اور یہان اِس مطلب کو یون بوجھا چاہیے کہ قرآن کے منکرون سے ہم پوچھتے ہین کہ جس سورۃ
مین کلام الٰہی ہونے کا اور اپنی عاجزی کا اقرار جنون کی زبان سے نقل کیا گیا ہے وہ سورۃ
کلام الٰہی ہے یا جنون کا کلام ہے اب اگر تم کہو گے کہ جنون کا کلام ہے تو ہمارا مطلب ثابت ہوا یعنے
جنون نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا اور اِسکو کلام الٰہی کہا اور اگر تم کہو گے کہ یہ کلام الٰہی ہے
تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہوا کہ یہی ہمارا بھی مطلب ہے اور جب کلام ہونا صادق ہوا تو کچھ اسمین
جنون کا احوال مذکور ہے وہ بھی سب ثابت ہوا اور اِس بات کا شبہہ کہ باقی قرآن بھی جن کا کلام ہو

اور یہ سورۃ آدمی کا کلام ہو سو شبہ پہلے سے باطل ہو چکا ہی اسواسطے کہ آدمی اِس سورۃ کے مقابلے
مین کلام لا نہین سکتے بس اِن ہی دونون احتمالون مین سے یعنی یہ سورۃ جن کا کلام ہی یا خدا کا ایک
احتمال کا معین ہونا ضرور رہا اور اِن دونون احتمالون مین سے جو ثابت ہوگا تو اپنا مطلب ثابت ہے
اور دوسری وجہ اِس قرآن کے ثبوت کی جنون کی طرف سے یہ ہی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے مبعوث ہونے سے پہلے جنات آسمان پر جاتے تھے اور جو فرشتے دنیا کے کامون کی تدبیر پر
مقرر ہین انکی مجلسون اور محفلون مین سے وہ باتین جو دنیا مین ہونیوالی ہین چوری اور جاسوسی
کے طور پر سن آکے لوگون سے کہتے تھے تاکہ وہ لوگ انکی غیب دانی کے معتقد ہووین اور انکی پرستش
کرین اور کاہنون کو جو اِن جنون کے خادم اور پجاری ہین نذر اور نیاز لا کر دین اور روز بروز ان
کاہنون کی شیخی اور بزرگی اِنکے نزدیک بڑھتی جاوے سو جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے تب
یہ کارخانہ درہم برہم ہو گیا اور آسمان پر جانے سے جنون کو ممانعت ہو گئی اور فرشتے نگہبانی کو مقرر ہوئے
تاکہ آسمان پر جنون کو آنے نہ دیوین اور اگر وہ آنے کا ارادہ کرین تو آگ کے انگارون سے مارین
اور اِس قسم کی احتیاط اور نگہبانی سے مطلب یہ تھا کہ جب قرآن نازل ہوگا اور زمین والے اگر انکار کرینگے
تو اُن سے اِس قرآن شریف کا مقابلہ طلب ہوگا یعنی اگر تم اسکو کلام الٰہی نہین جانتے ہو تو تم بھی ایسا
کلام بنا لاؤ اور جب زمین والون سے اِسکے مقابلے مین کلام نہ آسکیگا تو انکو کلام الٰہی ہونا قرآن کا
یقین ہو جاویگا اور اگر جنات آسمان پر آتے جاتے رہینگے تو ہو سکتا ہی کہ بیت العزت کے فرشتون
کی زبان سے کسی آیت قرآن کو سن کے کسی کاہن کو پہنچاوین اور بیت العزت اُس مکان کو کہتے ہین
جو دنیا کے آسمان پر قرآن شریف نازل ہونے کا محل ہی اور وہ کاہن پیغمبر کے مقابلے مین وہ آیت
پڑھے تو جاہلون کے ذہنون مین شبہ پڑ جاویگا کہ قرآن شریف کے برابر عیار آدمی بھی بنا سکتا ہی تو قرآن کا
کلام الٰہی ہونا بالیقین ثابت نہوگا اور یہ بھی غرض تھا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام تھی یعنی
جسطرح آپ آدمیون کے نبی تھے اِسی طرح جنون کے بھی نبی تھے اور منکر جنون سے بھی قرآن کے مقابلے
مین عبارت کا طلب کرنا منظور تھا تاکہ وہ بھی عاجز ہو کے کلام الٰہی ہونے اِس قرآن کا اقرار کرین اور اگر

ف — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسطرح آدمیون کے نبی تھے اسی طرح جنون کے بھی نبی تھے ۔

آسمان پر انکا آنا جانا بند نہوتا تو وہ بعضی آیتین فرشتون کی زبان سے چوری کے طور پر سن کے مقابلے
مین موجود ہوتے اور عجز انکا ثابت نہوتا اس سبب سے تدبیر الٰہی اس امر کو مقتضی ہوئی کہ زمان فیض
نشان نبوت مین جو زمانہ قرآن کے نازل ہونے کا ہی اور وہ تیئیس ۲۳ برس تک ہایہ کا جانا
بالکل موقوف کر دیا چاہیے چنانچہ عرب کے سب کاہن آپکے نبی ہونے کے وقت سے معطل اور بیکار
ہو گئے تھے اور گلہ شکوہ کیا کرتے تھے کہ اب جن ہمارے پاس کوئی خبر نہین لاتے ہین اور جنات
بھی حیرت مین تھے کہ حق تعالیٰ کو کیا الٹ پلٹ منظور ہی جو ہم لوگ آسمان پر جانے نہین پاتے
اور جانے کا ارادہ جو کرتے ہین تو مار پڑتی ہی جب اس قرآن مجید کو سنا تب انکو یقین ہوا کہ یہ سب
ممانعت اور حفاظت اس کلام کے واسطے تھی کہ اسکا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اور قرآن کی حقیقت پر
اس طور سے دلیل لانا پہلے امارات اور قرائن کی اعانت سے ہی اور یہی طور عرف مین رائج ہے
اور اس دلیل کو دانشمندی کے قاعدون کے طور پر اس وضع سے لکھ سکتے ہین کہ جنون کی ممانعت
آسمانی کلام کے سن آنے سے اگر فرشتون کے کلام کی محافظت کے واسطے ہوتی تو قرآن شریف کے
نازل ہونے کے پہلے بھی ہوتی پس معلوم ہوا کہ یہ ممانعت نتھی مگر قرآن شریف کی محافظت کے
واسطے تاکہ اسکا مقابلہ کسی صورت سے نہ ہو سکے بسبب دلیل دوران کے پس یہ کلام محفوظ ہوا
معارضہ سے اور جو کلام معارضے سے محفوظ ہی وہ کلام معجز ہی اور کلام معجز نہین ہوتا ہی مگر فعل
الٰہی سے جو صادق کے ہاتھ پر پیدا ہوتا ہی پس یہ کلام بھی کلام الٰہی ہوا جو ڈالا گیا ہی صادق پر
یعنی نبی علیہ السلام پر اور یہی مدعا ہی اور اس جگہ پر جاننا چاہیے کہ جاندارون کا پیدا کرنا بھی عالم
مین حکمت کی راہ سے ضروری ہوا اسواسطے کہ اگر عالم مین جاندار نہون تو فعل اختیاری کا ظہور ہو سکے
اور بدون اختیاری فعلون کے عالم کی رونق نہین ہی اور ارادے اور اختیار کا مظہر بھی ثابت نہو
اور اسی طرح سے شعور اور بوجھ بدون جاندار کے مظہر نہین رکھتا ہی تو علم کا وصف بے مظہر رہتا
اور جاندار کا اختیاری فعل کا مصدر ہونا بدون خواہش اور نفرت کے متصور نتھا اسواسطے کہ یہ دونون
صفتین بھی جاندار کو دینا ضرور ہوا اور بدون دریافت کرنے اچھائی اور برائی کسی چیز کے جسکی

طرف جاندار رغبت کرے یا اُس سے نفرت کرے خواہش اور نفرت کا وجود متصور نتھا اسواسطے
جزئی چیزون کا شعور اور دریافت بھی پیدا کرنا جاندار مین ضروری ہوا اور جو جزئی چیزون کی سمجھ بوجھ
پوری جیسی چاہیے تھوڑی مدت مین ممکن نتھی اسواسطے شعور اور ادراک کلی جو سب چیز کو شامل ہو اور
سب سے علاقہ رکھے اور ہزارون چیزون کی اچھائی اور برائی اسکے سبب سے بوجھ لی جاوے جاندار کو
دینا ضرور ہوا سو خواہش اور نفرت کے واسطے قوت شہویہ اور غضبیہ کو پیدا کیا اور جزئی چیزونکی
اچھائی اور برائی دریافت کرنے کے واسطے وہم اور خیال کو مع اسکے آلات اور اسباب کے پیدا کیا
یعنی مع حواس خمسہ پیدا کیا اور شعور اور ادراک کلّی کے واسطے روح کو آمادہ اور مستعد کیا اور عقل کی
قوت اِسکو بخشی سو ہر جاندار مین شہوت اور غضب اور وہم اور خیال اور عقل کا پایا جانا ضرور ہوا
لیکن جاندار ان چیزون کی ترکیب اور کیفیت کی نسبت سے چار قسم کے واقع ہوئے ہین پہلی قسم وہ
ہی کہ اِنکی عقلی قوت وہم اور خیال اور شہوت اور غضب پر غالب ہے اور یہ چارون اِسکے محکوم ہین
یہان تک کہ ان چیزون کا حکم انکی قوت عقلی کے سامنے بے حقیقت محض ہی کچھ بھی ان کا
چل نہین سکتا جیسے مُردے غسال کے ہاتھ مین ہر طرح سے اِسی کے مطیع اور فرمان بردار ہین سو
اِس قسم کو فرشتہ کہتے ہین اور روحانیات اور شرع شریف کی اصلاح مین ملائکہ اور ارواح اور ملکوت
اور فارسی مین سروش اور ہندی مین دیوتا اِسی قسم کا نام ہی اور یہ قسم خطا اور گناہ سے معصوم اور
پاک ہی اور کھانے پینے سونے عورت سے صحبت کرنے اور دوسری اِسی قسم کی خسیس چیزون کے
محتاج نہین ہین اسواسطے کہ اختیاری فعلون کے صادر ہونے کے واسطے انکو نور سے
جسم عنایت ہوا ہی جو نہ کٹے نہ ٹوٹے نہ گلے نہ سڑے سب جسمانی صدمون سے بری ہی کسی طرح کا
نقصان اِس مین پایا نہین جاتا اور قوت عقلیہ کے غلبے اور وہم اور خیال کے خادم ہونے کے
سبب سے جس صورت پر چاہین اپنے تئین ظاہر کر سکتے ہین اور ہر شکل کے متشکل ہو سکتے ہین اور
ہر چیز کی کیفیت دریافت کر سکتے ہین اور اِس قسم مین اشرف اور اعلیٰ حملۃ العرش ہین اسکے بعد
گرد عرش معلیٰ کے صف باندھکر کھڑے ہونیوالے اِسکے بعد کرسی کے فرشتے بعد اسکے آسمانون کے

فرشتے درجہ بدرجہ آسمانون کی ترتیب اِسکے بعد فرشتے بدلی کے کرہ کے اور نسیم کے کرہ کے اور بخار اور زمھریر کے جو شیطانون پر انگارے مارنے اور پانی برسانے اور بدلی کو کھینچ لانے پر مقرر ہین رعد اور برق سے یعنی گرج اور چمک سے بدلی کو کھینچ لاکے جمع کرتے ہین جسطرح جانور کو کوڑے سے مار کر جہان چاہتے ہین لیجاتے ہین اِسکے بعد وہ فرشتے جو پہاڑون اور دریاؤن پر مقرر ہین اسکے بعد وہ فرشتے جو عالم سفلی مین یعنی دُنیا کے کامون پر مقرر ہین یعنی اِنسانی اور حیوانی اور نباتی جسمون کے تصرفات مین مشغول ہین اور دوسری قسم وہ جاندار ہین جن کی عقل اور شہوت اور غضب پر وہم اور خیال غالب ہے اسقدر کہ ہر ایک اختیاری فعل مین عقل اور شہوت اور غضب اِنکے وہم اور خیال کے تابع ہوتے ہین اور اُنکا جسم ناری اور ہوائی جزون کا خلاصہ ہے جسکو قرآن شریف مین کہین مارجٍ مِّن نَّار فرمایا ہے اور کہین مِن نَّارِ السَّمُوم فرمایا ہے اور ان کا یہ بدن آدمی کی ہوائی روح کا حکم رکھتا ہے جو دل مین پیدا ہوتی ہے آدمی کی ہوائی روح مین اور اُنکے بدنون مین اِتنا فرق ہے کہ آدمی کی ہوائی روح عناصر اربعہ کا خلاصہ ہے جو آدمی کی غذا مین کام آتی ہین اور اس قسم کا جسم فقط ناری اور ہوائی جزون کا خلاصہ ہے اور اِنکا بدن نسیمی جو آدمی کی روح ہوائی کے مانند ہے اِس قسم سے لطیف ہے کہ اِس اصلی بدن سے مختلط اور متحد ہو کے دودھ اور پانی کے طور سے ایک رنگ ہوجاتے ہین یہی سبب ہے کہ اُنکے وہم اور خیال کی قوت اِنکے اِس اصلی بدنون کو نسیمی بدن کے مانند متغیر الشکل اور متبدل الصورت کر دیتی ہے جسطرح آدمی کا نسیمی جسم خوف اور گھبراہٹ مین اور سرور اور خوشی کی حالت مین متغیر ہوتا ہے ہان البتہ یہ قسم کبھی اپنے اِسی بدن پر اکتفا کرتی ہے اور اِسی سے تصرف کرتی ہے اور تنگ جگہ مین در آتی ہے اور نکل جاتی ہے جیسے آدمی کے مسام اور کبھی وہم اور خیال کی قوت سے اور جسم کثیف اور ثقیل اپنے واسطے ترتیب دیکے مختلف شکلون سے جو اچھائی اور برائی کی راہ سے معانی مین بھی متفاوت ہو وین اُنست اور ہولناکی سے ظہور کرتی ہے یہی سبب ہے کہ اِس قسم کا جسم اکثر دیکھنے مین نہین آتا جیسے ہوا اور آگ اور شعاع اور باوجود اِن وضعون کے یعنی ایسی لطافت کے وہم اور خیال کی قوت سے بہت سخت اور بھاری کام بھی اُنسے ہو سکتے ہین جس طرح سے ہوا کہ باوجود لطافت جسم کے

بھاری درخت کو جڑسے اُکھاڑ کر پھینکدیتی ہی اور اِس قسم کے واسطے کھانا پینا عورت سے صحبت کرنا سب ثابت ہے سو ہندی بولی مین دیوتہ کے لفظ انکو بھی شامل ہی لیکن اُن مین سے جو برائی اور خلق اللہ کی ایذا رسانی پر قصداً مستعد ہین انکو دانیت اور دینیت بھی کہتے ہین اور فارسی زبان مین اِس قسم کے شریر اور بد کو دیو کہتے ہین اور اچھون کو پری کہتے ہین اور عرب کے لغت مین اس قسم کے شریرون کو شیطان اور جن مین جبلی شرارت نہین ہی انکو جن کہتے ہین اور حدیث شریف کے مضمون سے معلوم ہوتا ہی کہ اِس قسم کی شکلون مین اختلاف بہت ہی یعنے انکی ایک طور کی شکل نہین ہی بعضون کے ان مین سے پر ہوتے ہین اور وہ پیر ہوا کی طرح ہوا مین اُڑتے ہین اور بعضے ان مین سے آدمیون کی صورت ہوتے ہین اور گھر بار بھی رکھتے ہین اور اِسی طرح کوچ مقام بھی کیا کرتے ہین لیکن اِنکے گھر اور ٹھہراؤ کی جگہ اکثر ویرانہ اور جنگل اور پہاڑ ہوتے ہین اور یہ اِنکی صورتون کا مختلف ہونا اِنکی رغبت کے سبب سے ہی کہ یعنے جس طرف اُنکی رغبت زیادہ ہوئی اسی شکل خاص پر اپنے تئین ظاہر کیا نہین تو اصل انکی وہی ناری اور ہوائی جزون سے مِلکے ترکیب پائی ہی اور یہ قسم گویا کہ عالم ملائکہ اور عالم حیوانات کے درمیان مین برزخ کے طور پر ہی جسطرح عقل اور طبیعت کے درمیان مین وہم اور خیال برزخ ہی یہی سبب ہی کہ دونون طرف کے حکم ان مین پائے جاتے ہین چنانچہ جس شکل پر چاہنا ہو جانا اور کلی تدبیرون پر واقف ہونا اور باریک امرون کی اچھائی اور برائی کو سمجھنا یہ سب چیزین عالم ملائکہ کی ان مین پائی جاتی ہین اور یہی وجہ ہی کہ تکلیف کا قلم بھی اُن پر جاری ہی یعنی مکلف بھی ہین اور کھانا پینا اور عورت سے صحبت کرنا اور جو دوسرے حیوانون کے خاصے ہین یہ سب چیزین حیوانون کی سی اُن مین پائی جاتی ہین اور غضب اور شہوت کے وقت نفس کی فرمان برداری کرتے ہین حیوانون کے مانند آن مین اور حیوانون مین اِتنا فرق ہی کہ حیوانون نے اپنی عقل اور وہم اور خیال کو شہوت اور غضب کا مغلوب کر رکھا ہی اور انھون نے اپنی عقل اور شہوت اور غضب کو وہم اور خیال کا مغلوب بنا رکھا ہی اور تیسری قسم وہ جاندار ہین جنکی عقل اور وہم اور خیال پر انکی شہوت اور غضب غالب ہے یہانتک شہوت اور غضب کا غلبہ ہی کہ عقل تو گویا پائی نہین جاتی اور وہم اور خیال انکی شہوت اور غضب کے فرمانبردار ہین سو اِس قسم کا

تمام حیوان ہیں اُسکی دو قسمین ہین جنکی شہوت اُنکے غضب پر غالب ہے اُنکو بہیمہ کہتے ہین اور جن کا غضب اُنکی شہوت پر غالب ہے اُنکو سباع کہتے ہین جیسے پھاڑنیوالے جانور سو سباع اور بہائم جسطرح چرندون مین ہوتے ہین اِسی طرح پرندون مین اور حشرات مین بھی ہوتے ہین چنانچہ بعد تلاش اور غور کرنے کے یہ بات معلوم ہوتی ہے جیسے مکھی کہ یہ حشرات مین بہیمہ ہے اور مکڑی سباع ہے اور اسیطرح دوسرون کو بھی قیاس کر لیا چاہیے اور یہ تینون قسمین جاندارون کی جو مذکور ہو چکی ہین سو ذی روح کی بسائط ہین اسواسطے کہ پہلے روحون کا تعلق اِنہی تینون قسمون کے بدنون کے ساتھ ظاہر ہوا پھر اُن مین سے حق تعالی نے پہلی قسم کو جو فرشتے ہین آسمان پر رہنے کے واسطے مقرر فرمایا اور چونکہ یہ قسم خطا اور نافرمانی سے پاک تھی اسواسطے عالم کے انتظام کے کام اور اُسکی آراستگی کی تدبیرین انکو سپرد ہوئین اور دوسری قسم کو یعنی جنات کو اختیاری فعلون کے صادر ہونے کے واسطے لیکن جو جزئی ہین زمین پر رہنے کا حکم ہوا اور نباتات یعنی اُگنے والی اور بڑھنے والی چیزین جیسے درخت اور گھانس اور معادن یعنی زمین سے خود بخود پیدا ہونیوالی چیزین جیسے چاندی سونا لوہا پتھر وغیرہ اور حیوانات چرند ہون یا پرند اِن سب مین تصرف کرنے اور اپنے کام مین لگانے کے واسطے اُنکو حکم ہوا یعنی جنات کو یہ حکم ہوا کہ اِن چیزون کو جسطرح چاہو اپنے کام مین لگاؤ اسواسطے کہ جنات کی روحین صفائی اور لطافت مین ملائکہ کے رتبے سے کم تھین اور غلاظت اور کثافت مین سباع اور بہائم کے رتبے سے اعلی تھین اسواسطے اِنکے بدنون کو بھی عناصر کے جزون مین سے جو لطیف جرم تھے اُنسے بنایا یعنی ناری اور ہوائی کے خلاصے سے بنایا تاکہ علمون کے حاصل کرنے اور بوجھنے مین اور حرکات کی سرعت مین درمیان کا مرتبہ اُنکو حاصل رہے وے یعنی فرشتے اور جانورون کے درمیان کا مرتبہ انکو حاصل ہووے اور چونکہ اِس قسم کی روحین اور جسم اندرو لطیفت کے سبب ملائکہ کی روحون اور بدنون کے قریب ہین تو اِس قسم کو ممکن ہوا کہ عالم ملکوت سے یعنی فرشتون سے بعضی غیب کی چیزین معلوم کر لین اور اُنکی مجلسون اور محفلون مین آسمان پر حاضر ہو سکین اور تیسری قسم کو یعنی حیوانون کو فقط اُنکی خدمت اور اُنکی خواہش کی پیروی اور نصرت کے واسطے پیدا کیا ہے پھر اُن تینون قسمون کی پیدایش کے بعد حق تعالی نے چوتھی قسم کو یعنی انسان کو خلعت وجود کا

عنایت فرمایا اور یہ قسم ان تینون قسمون سے گویا مرکب ہوکر معجون کے طور پر ظاہر ہوئی ہے اور عقل اور وہم اور خیال
اور شہوت اور غضب اِس قسم کا ہر ایک اعتدال کے قریب ہے اِس سبب سے زمین کی سلطنت اسکو سپرد
ہوئی اور خلعت خلافت کا اسکو عنایت ہوا اور غیب کے علم اسکے حوصلے کے موافق ملائکہ کے وسیلے
سے خاص اِسی قسم پر نازل فرمائے اور تمام حیوانات کو اور سب اُگنے والی اور زمین کے اندر پیدا ہونیوالی چیزونکو
اِسکا تابعدار اور فرمان بردار کر دیا تاکہ خلافت کبریٰ کے امورات کو اچھی طور سے سرانجام کرے اور جو
چیز بسائط ذوی الارواح سے یعنی پہلی تینون قسمون سے متوقع تھی یعنی نہوسکی وہ اِسمین ظاہر ہوئی ایک نکتہ
پوشیدہ یعنی جنات کی خلقت کی تقدیم کا بھید انسان کی خلقت پر واضح ہوگیا کہ جو بات منظور تھی
جب اِس قسم سے نہوسکی تب اِنسان کو پیدا کیا اور جنات کا شریک ہونا انسان کے ساتھ امانت الٰہی
اُٹھانے کی تکلیف مین بھی ظاہر ہوگیا یعنے اِس امانت کے اُٹھانے مین یہ دونون شریک ہین لیکن
جو عالم جنات کا گویا سطح سفلانی عالم ملائکہ کی ہے اِس سبب سے انسان کے کمال کی راہ اِس عالم جنات نے
خراب کر دی اور عالم بالا پر انسان کی ترقی کو روکا ہے حتی المقدور چڑھنے نہین دیتا اور اکثر بنی آدم کو
اِسی سطح سفلانی مین گرفتار کر کے خراب کر ڈالتا ہے یہانتک نوبت پونہچی کہ اِنسان کی ہمتین اور اِسکی
دریافت کی قوتین بھی اسی سطح سفلانی مین منحصر ہوگئین اِس سطح کو پھاڑ کر اوپر چڑھنے کی طاقت
اور حوصلہ نہ رہا سو بعضے بنی آدم نے اِس سطح کے عمدہ شخصون کو اپنا معبود ٹھہرالیا اور بعضون نے
اپنی حاجتون مین اِن ہی سے مدد مانگنا شروع کیا اور بعضون نے غیب کا علم ان مین ثابت کر کے
آگے ہونیوالی چیزون کا احوال انسے دریافت کرنا شروع کیا اور شرک پیدا ہوا یہان تک کہ بعضے بنی
آدم کے جاہلون نے اِس قسم کے وجود کو بلاواسطہ حضرت رب العزت سے سمجھ کر اِس ذات پاک کی
لڑکیان اُنکو قرار دیا ہے نعوذ باللہ من ذلک اور ہندوون کے اور عرب کے مشرکون کے اور دوسرے
کافرون کے مذہبون اور رسمون مین اگر خوب غور اور تامل کر کے دیکھا جاوے تو صاف معلوم
ہوجاوے کہ ان لوگون کا علم اور دریافت اور ہمت سوا اِس سفلانی سطح کے زیادہ نہین ہے بلکہ جاہل
مسلمان بھی اِس بلا مین گرفتار ہین اور اِس عالم کے بعضے شخصون کا پیر نام رکھا ہے اور اکثر غیب کی

ف فائدہ نمبر سطح سفلانی سے [illegible]

بات انسے پوچھا کرتے ہین یعنی یون پوچھتے ہین کہ اب آگے ہمارے دن کیسے ہین اچھے یا بُرے اور ہر کام مین ان ہی سے مدد چاہتے ہین مثلاً روزی کی کشادگی اور اولاد اور دوسری اِسی طرح کی چیزین انسے طلب کرتے ہین اور بعضون کا نام پریان رکھا ہی جیسے سبز پری اور لال پری اور بعضون کو پیر ٹھہرایا ہی اور اسی پر دوسرون کو قیاس کر لینا چاہیے اللہ تعالی سب مسلمانون کو اس آفت سے بچاوے اور توحید کامل نصیب کرے سو جب ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قریب ہوا تو پہلے اِس سطح کو جو عالم غیب کی راہ کو مانع تھی توڑ ڈالنا اور دور کر دینا ضرور ہوا کہ انسان کی ارواح کی ترقی کی راہ کھلجاوے اور صاف ہو جاوے اسیواسطے فرشتون کو حکم الٰہی صادر ہوا کہ اگر جنات آسمان پر آنے کا ارادہ کرین تو انکو آگ کے انگارون سے مارو اور اوپر آنے نہ دو تاکہ آسمانی احوال پر مطلع نہوین اِس سبب سے ابلیس اور اسکے تابعدارون کو کہ گمراہی اور گمراہ کر دینے کا عہدہ اٹھائے ہوئے ہین بلکہ انکی طبیعت برائی ہی کو چاہتی ہی نہایت ذلت اور رسوائی حاصل ہوئی اور جتنے انکے مکر اور فریب تھے جیسے کبھی کاہنون کو کوئی بات غیب کی بتلا کے اپنی غیب دانی ثابت کرتے تھے اور کبھی شاعرون کی فکر مین دخل دیکے کوئی مضمون عجیب یا باریک تراش کر اپنی تعریفین سُنتے تھے اور کبھی ہوا ہو کر بتون کے جسمون مین آکر عجیب اور غریب آوازین کیا کرتے تھے سو اس ممانعت سے انکی بزرگیون مین خلل پڑ گیا اور انکی شیخیان جاتی رہین اور بالکل یہ کارخانہ بیکار ہو گیا اور ان ہی عجائبات سے ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی سو اِسکو بھی جنون کی زبان سے ثابت کرتے ہین اسواسطے کہ ایسے کامون پر جن بہت واقف اور خبردار ہین اور انکی دریافت زیادہ ہے سو اس سبب سے گویا یہ سورہ سورۂ جن ہی اسواسطے کہ اِن ہی کے کلام کی تفصیل اس سورۃ مین بیان ہی جیسے ایمان کی اچھائی اور کفر کی برائی اور شرک کا رد اور توحید کا اثبات اور شیطان کے مکرون کا دفع اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی حقیقت کا اثبات یہ سب باتین جنون کی زبان سے بالتفصیل اس سورۃ مین بیان کی گئی ہین اور اس سورۃ کے نازل

ہونے کا سبب یہ ہوا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہونے کے بعد مکہ معظمہ مین دس برس تک طرح طرح سے کافرون کو سمجھاتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلاتے رہے پھر جب دیکھا کہ یہ لوگ بالکل ہماری بات کو نہین سنتے اور ہماری نصیحت کو قبول نہین کرتے آخر کو انکے ایمان سے مایوس ہوکر آپنے چاہا کہ اب انکو چھوڑ دیے اور بیگانون کو اور غیرون کو نصیحت کیجیے شاید وہ راہ پر آوین اس ارادے سے پہلے آپ طائف کی طرف تشریف لے گئے اور وہان ایک علاقہ بھی تھا یعنی ایک عورت قریش کے قبیلے کی جو بنی جمح کے بطن سے تھی طائف کے کسی سردار کے نکاح مین تھی اور طائف مین سب تین سردار تھے ایک عبد یالیل اور دوسرا مسعود اور تیسرا حبیب لیکن تینون سردار آپ کے ساتھ بدسلوکی اور برائی سے پیش آئے یہان تک کہ اپنے شہر سے نکال دیا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوق عکاظ کی طرف اسی نیت سے تشریف لے گئے کہ شاید یہ لوگ ہماری بات سنین اور یہ سوق عکاظ ایک بازار کا نام ہے پینٹھ کی طور پر تھی سال مین ایک مرتبہ بیسوین شوال سے دسوین ذیقعدہ تک وہان مجمع رہتا تھا اطراف و جوانب کے لوگ بیع اور شرا کے واسطے وہان جمع ہوتے تھے سو اس طرف جانے مین ایک دن راہ مین آپنے نخلہ مین مقام کیا تھا اور صبح کو آپ صحابہ رض کے ساتھ فجر کی نماز مین مشغول تھے اور قرائت جہر سے آپ پڑھ رہے تھے اسوقت نو جن اسطرف آگئے اور وہ جو نو شیصا کے فرقے سے تھے جو جنون کے قبیلے مین بہت عمدہ قبیلہ ہے اور شہر نصیبین کے رہنے والے تھے اور اس طرف انکے آنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب آسمان پر جانے سے جن منع کیے گئے اور جب ارادہ اوپر جانے کا کرتے تو آگ کے انگارے ان پر پڑتے تب سب جنون نے آپس مین شورہ کیا کہ اس کا سبب کیا ہے جو ہمکو آسمان پر چڑھنے کی ممانعت ہوئی اور وہان کی خبر سے ہمکو روکا ہے پھر آپس مین ایسی صلاح ٹھہرائی کہ تمام دنیا مین مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پھر کر خبر لو اور دیکھو کہ کونسی نئی چیز زمین پر ظاہر ہوئی ہے جسکے سبب سے ہم لوگون کے واسطے اسطور کی ممانعت ہوئی ہے اس تدبیر سے اگر کچھ معلوم ہو جاوے اور اسکا تدارک ہوسکے ہوسکے تو اسکے دفع کرنے کا کچھ علاج کرین سو اس چیز کی تلاش مین یہ نو شخص ادھر تہامہ کی طرف آنکلے تھے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے قرآن شریف اور فرقان منیف کو سنا اور اسکی تاثیر انکے دلون پر پڑی اور اس کے

سُنتے ہی اِن لوگونکو یقین ہو گیا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کیطرفسے اُترا ہی اور یہی ہماری ممانعت کا سبب ہے تا کہ کوئی ہم مین سے اِسکو چوری سے آسمان سے سُنکر کسی دوسری کو نہ پونہچا دے پھر جب تمام قرأت آپکی زبان مبارک سے سُن لی تب اپنی قوم کی طرف گئے اور اُنکو اِس خبر سے آگاہ کیا اور اِس جماعت مین جنہون نے قرآن شریف سُنا دہ سردار تھے ایک کا نام زوبیہ اور دوسری کا نام عمرو تھا اِن دونونکا قصہ تاریخ کی کتابون مین تفصیل سے مذکور ہے بعد اِسکے اُنکے سمجھانے سے نوّے سردار جنون کے نطیبین اور نینوا کے رہنے والون سے اپنے لشکر او تابعدارونکو لیکر قرآن کو سُننے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال اور آپکی صحبت سے مشرف ہونے کو ارادہ کیا جب قریب پونہچے تب زوبیہ نے آگے جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ بہت سے جن آپکے جمال مبارک کے دیکھنے کو اور قرآن شریف کے سُننے کو آتے ہین جس مکان مین جس وقت حکم ہو وے حاضر ہو دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے وقت شعب الحجون کے نواح اور میدان مین جمع ہو دین اسواسطے کہ دن کو اگر ملاقات ہو گی تو شہر کے لوگون کو دہشت اور خوف حاصل ہو گا اور شعب الحجون ایک پہاڑ کے درے کا نام ہے بڑا میدان ہے مکہ معظمہ کے قریب پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا سے فراغت کر کے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیکے اُس طرف کو تشریف فرما ہوے جنون کا ہجوم بہت دیکھا اور سب کو مشتاق پایا عبداللہ بن مسعود رضؓ کو درے کے باہر چھوڑا اور ایک خط اپنے دست مبارک سے اُنکے گِرد کھینچ کے فرمایا کہ جب تک ہم نہ آوین اِس خط کے باہر قدم نہ رکھنا کہ مبادا کچھ تمکو جنون سے اذیت پونہچے اور آپ وہان تشریف فرما ہو کے اپنے دیدار سے اِن سب کو مشرف کیا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ مین دور سے دیکھتا تھا اُنمین سے بعضے گِدھ کی شکل کے تھے اور بعضے زَد یعنی جٹ کی شکل اور طور پر اور یہ ایک فرقہ ہی بصری کے متصل رہتا ہی ننگے سر اور ننگے پاؤن رہتے ہین اور سفید کپڑے سے ستر عورت کو ڈھانکتے ہین اور رنگ اُنکے بدن کا سیاہ ہوتا ہی اور اُنکے سر اور ڈاڑھی کے بال دوہرے ہوتے ہین سرخی مائل اور بعضے دوسری شکل کے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہجوم کیا اور آپکی صحبت بابرکت سے مشرف ہوئے صبح تک آپ اُنکی تعلیم اور تلقین مین مشغول رہے پھر اُنھون نے عرض کی کہ تبرک کے طور پر کچھ ہمکو عنایت فرمایئے آپنے فرمایا کہ مین ایسا توشہ تمکو

دیتا ہون جو قیامت تک تمھاری قوم کو نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن کام آوے اور وہ یہ ہی کہ جہان کہین ہڈی خالی یا اونٹ یا بکری کی مینگنی یا گاے بھینس کا گوبر پڑا ہوا پاؤ اسکو اپنے تصرف مین لاؤ حق تعالی جل شانہ میری دعا سے تمکو اہمین ایسا رزق اور ایسی لذت عنایت فرماویگا جو تمھارے اگلے کھانے پینے سے بڑھکر ہوگی اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ کوئلے کو بھی آپنے انکو عنایت فرمایا پھر جنون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِن چیزون کو آدمی گندا کرڈالتے ہین اور نجاست سے خراب کر دیتے ہین آپنے فرمایا کہ ہم آدمیون کو منع کر دینگے کہ اِن چیزون کو نجاست سے آلودہ مت کیا کرو چنانچہ اِسی وقت سے ہڈی اور خشک گوبر اور مینگنی سے استنجا کرنا منع ہوا اور اِن دنون مین جنات کے آپس مین ایک خون ہو گیا تھا اسکے فیصلے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا آپنے جو حق بات تھی سو کہدی پھر وہ سب اِس پر راضی ہوے اور جتنے تھے رخصت ہو کر روانہ ہوے اور آپ مکان کو تشریف فرما ہوے اور دوسری مرتبہ بہت سے جن حرا پہاڑ پر جسکو اب جبل ثور کہتے ہین جمع ہوئے اور وہ جزیرون کے باشندے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جن کو خبر کرنے کو بھیجا اِس شب کو آپ تنہا تشریف فرما ہوے تھے اور تمام شب اِنکی تعلیم اور تلقین مین رہے چنانچہ صبح کے وقت صحابہ رضی کو انکی آگ اور لکڑیان اور دوسری چیزین جو وہ چھوڑ گئے تھے آپنے بتائی تھین اور یہ صحیح مسلم مین مذکور ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ جنون کا آپکی خدمت مین حاضر ہونا اور دین کی باتون کی تحقیق کرنا کتنے مرتبے ثابت ہی عبد اللہ ابن مسعود کوفے مین زط کی قوم کو جب دیکھتے تھے تب خوف کھاتے تھے اور پوچھتے تھے کہ کیا یہ جن ہین لوگون کو تعجب ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ یہ جن نہین ہین یہ تو آدمی ہین تب عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مین نے جسوقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی مین جنون کو اِس شکل اور صورت کا دیکھا ہی اُسوقت سے جب یہ مجھکو نظر پڑتے ہین مجھکو اِن ہی جنون کا گمان ہوتا ہے کہ شاید یہ جن ہو وین اور یہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ رحمن کو جب جنون پر پڑہا تھا تو جنون نے اِس سورۃ کو

نہایت مؤدب ہو کے سنا تھا اور جب یہ آیت پڑھتے تھے کہ فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ یعنے
پھر کس کس نعمتون کو اپنے پروردگار کی جھٹلاؤ گے تم دونون اے آدمیو اور جنو تو اسکے جواب مین وہ
سب پکار کر کہتے تھے کہ ہم کسی تیری نعمت کی اے پروردگار ناشکری نہین کرتے سو حق تعالی جل شانہ
اس سورۃ کا مضمون کافرون کو سناتا ہے تا کہ کچھ بھی انکو عبرت اور نصیحت ہووے اور اس بات کو خوب طرح
سوچین کہ جنات کی خلقت تابعداری اور فرمان برداری سے بہت بعید اور دور ہے یہ ہرگز نہین چاہتے
کہ کسی کے تابعدار ہووین لیکن باوجود اسکے انکا تو یہ حال ہے کہ سنتے ہی قرآن کے اس پر ایمان لائے
اور پیغمبر کے فرمان بردار ہو گئے اور دل او رجان سے اسکی تابعداری قبول کی تم لوگ تو ہم جنس ہو
تم کو تو چاہیے تھا کہ اپنے سر کو قدم بنا کے دین اسلام مین داخل ہوتے اور رسول کی فرمان برداری کو
خوشی ہو کر دل اور جان سے قبول کرتے باقی رہے یہان پر دو سوال جن کا جواب دینا ضرور ہے پہلا سوال
یہ ہے کہ اس سورۃ مین پہلا لفظ اُوحِیَ اِلَیَّ کا واقع ہوا ہے اور یہ جملہ حاکیہ ہے اسکے واسطے محکی عنہ ضرور چاہیے
اور اگر اسی سورۃ کو محکی عنہ ٹھہراوین تو وہی مغالطہ جو منطقیون مین جذر اصم کر کے مشہور ہے یعنی مشکل
مشہور ہے در پیش ہوتا ہے اور متحد ہونا حکایت اور محکی عنہ کا لازم ہوتا ہے تو چاہیے کہ اس سورۃ کے
مضمون کی خبر اس سورۃ کے نازل ہونے کے پہلے وحی مین آئی ہو اور یہ بات واقع کے خلاف ہے
سو جواب اس سوال کا یہ ہے کہ سورۃ کے نازل ہونے کے پہلے پانچ آیتین جو سورۃ احقاف مین
مین اور اس قصہ کی اصل مین وحی ہو چکی تھین اور وہ آیتین یہ ہین وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْکَ نَفَرًا
مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ اور چار آیتین اسکے بعد کی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے اس سورۃ کا
مضمون بغیر عبارت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پہ القا کر دیا ہو بعد اسکے اس
سورۃ کو اس عبارت سے نازل کر کے حکم فرمایا ہو کہ اس وحی کے مضمون کو اور اس عبارت کو کافرون کے
سامنے بیان کرو تا کہ اسکو قرآن کی حقیت اور تمھاری نبوت پر دلیل پکڑین اور انکار کو چھوڑین دوسرا
سوال یہ ہے کہ جنون کے قول سے تیرہ باتین اس سورۃ مین بیان فرمائی ہین سو پہلے کلام مین حرف
ان کا ہمزہ کے زیر سے آیا ہے یعنے یون فرمایا ہے اِنَّا سَمِعْنَا اور دوسرے بارہ کلمون مین ان کا ہمزہ مفتوح ہے

یعنی زبر ہی اور قول کے مقولہ مین اَنَّ مفتوح نہین آتا ہی بلکہ اِنَّ مکسور آتا ہی سو یہین عربیت کے قاعدے کا
خلاف لازم آتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ پہلا کلام یعنی انا سمعنا یہ صریح جن کا مقولہ ہی اُسمین ہمزہ کا مکسور لانا ضروری
سو موجود ہی اور باقی بارہ کلمون مین ضرور نہین ہی اسواسطے کہ وہ فاصلے کے سبب سے صریح مقولہ نہین ہی بلکہ
وہان اذکر دیا یا اخبر وا کی لفظ مضمر ہی اور اُن سب کا عطف قالوا پر ہی اور انکے ہمزہ کو بعد معنی قول کے
فتحہ لازم ہی اور اِسکے بعد جو بارہ کلمے ہین جیسے وَاَنْ لَوِ اسْتَقَامُوْا وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اور اسکے سوا
یہ سب جنون کے قول مین داخل نہین ہین بلکہ یہ وحی مین داخل ہین اور انّه استمع پر معطوف ہین و اللّٰہ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ کہہ تو اے پیغمبر کہ تمھارے دلون مین یون سمایا ہی کہ آدمیون کا عاجز ہو جانا اس کلام سے اِس سبب سے
ہی کہ یہ کلام جن کا ہی اور آدمی جن کے برابر کلام بنا نہین سکتے تو جنون کا حال سُنو کہ جنون نے اِس کلام
کو سُنتے ہی اُسکے اعجاز کا اقرار کیا اور یہ جنون کا اقرار کرنا میرے پاس جنون کے واسطے سے نہین
پہونچا ہی تاکہ اِس خبر مین احتمال صدق اور کذب کا ہو بلکہ حق تعالی کی طرف سے وحی کے طور پر مجھپر
نازل ہوا ہی اسواسطے کہ **اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ** وحی کی گئی ہی میری طرف اِس مضمون کی کہ جنون نے
اِس کلام کے معجز ہونے کا اقرار کیا اور یہ اقرار اس طور کا نہین ہی کہ اِس کلام کو سرسری سُن کے بدون سمجھے
بوجھے اسکی فصاحت اور بلاغت کے اُسکے اعجاز کا اقرار کر لیا ہو بلکہ **اسْتَمَعَ** نہایت توجہ سے کان رکھ کے
سُنا ایک دو نے نہین کہ انکے اقرار پر اعتماد نہو بلکہ **نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ** بڑی جماعت نے جنون سے
جنکی خبر کو حکم تواتر کا ہی اور جب ایک امر وجدانی سے اسقدر بہت لوگ خبر دیوین تو اِس خبر کا یقین
حاصل ہو جاتا ہی اور یہ خبر جنون نے کچھ مجھی کو اور دوسرے آدمیون کو فقط نہین دی ہی تاکہ کسی کی پاسداری
اور خاطرداری کا احتمال ہووے بلکہ اِن جنون نے اپنی قوم مین جاکر یہ خبر پونہچائی **فَقَالُوْٓا اِنَّا
سَمِعْنَا قُرْاٰنًا** پھر کہا بیشک ہمنے سُنا ہی قرآن یعنی ایک پڑھنے کی چیز یہان پر جاننا چاہیے کہ
دُنیا مین کتابین تصنیف کی ہوئین دو قسم کی ہوتی ہین ایک قسم تو فقط خواندنی ہوتی ہی جسمین خدا کا

بہت ہوا اور اللہ تعالی کی وہ صفتین اور مدحین اس مین ہوون جو وقت طلب ہووین بلکہ عقل کے نزدیک ظاہر اور عام فہم ہووین جیسے اذکار امام نووی اور حصن حصین اور اوراد فتحیہ اور اس قسم کی دوسری کتابین جنمین اللہ تعالی کے کھلے کھلے وصف بیان ہین اور دوسری قسم وہ ہی جو دیدنی ہوتی ہی یعنی بدون مطالعہ اور غور کے اسکا مطلب بوجھ مین نہین آتا جیسے عقائد اور حدیث اور فقہ اور سلوک اور دوسرے دینی علمون کی کتابین کہ ان مین حق تعالی کی دقیق اور باریک صفتین اور مدحین جو عام کے فہم سے باہر ہین اور عجائب اور غرائب اسکی قدرتین اور صفتین اور دنیا اور آخرت کے حکم اور انبیا اور اولیا اور دوسرے اسکے خاص بندون کے احوال اور ایسے مسئلے اور قاعدے جو ان چیزون کے بوجھنے اور سمجھنے مین کام آوین بلکہ واسطہ پڑین یہ سب ان مین مندرج ہین اور یہ حق تعالی کا کلام جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہی اسطرح کا ذکر اور صفات الٰہی سے پر ہی کہ سب عالم کے بلکہ آدمیون کے فہم مین آتا ہی اور ہرگز عقل کے نزدیک اس مین کسی طور کی پوشیدگی پائی نہین جاتی اور کوئی آیت اس کلام پاک کی بلکہ کوئی جملہ طویلہ اسکا ذکر الٰہی سے خالی نہین ہی اسیواسطے اس کلام کا نام قرآن رکھا ہی اسواسطے کہ اذکار اور اوراد کے حکم مین ہی لیکن جنون نے جب یہ کلام سنا اور بوجھا کہ یہ کلام ذکر اور ورد ہی تو اسکے ساتھی ایک بات اور بھی انہون نے اس سے بوجھی اور کہا کہ **عَجَبًا** لا یعنے ایکنے کر ہی لیکن نہایت عجیب اور غریب نکات کو شامل ہی اسواسطے کہ باوجود ذکر ہونے کے حقایق الٰہیہ اور کونیہ کے دقیقون کو جامع ہی اور بہت ہی عمدہ داناون کی سی اسکی تقریر ہی کہ ہر چیز کی کنہین اور باریکیان خوب توضیح سے بیان کی ہین پھر اسکو وعظ اور نصیحت کے کلمون مین تامل اور غور کیجیے تو وہ بھی بہت ہی دلچسپ اور مناسب ہین اور خطابت کے طریق کو ہمین انتہا درجے کو پہونچایا ہی پھر اگر اسکے عمدہ مضامین مین خوب غور اور تامل کیجیے تو عجیب لفظون مین ان مضمونون کو بیان فرمایا ہی کہ ہرگز کسی مخلوق کا کلام اس اسلوب کا پایا نہین جاتا اسواسطے کہ یہ کلام نہ نظم ہی نہ سجع نثر ہی لیکن باوجود اس بات کے تشبیہ اور استعارے کی رعایت اس خوبی سے ہمین کی ہی کہ انتہا درجے کی فصاحت اور بلاغت کے

رتبے کو پونہچا ہی اور اُنسے علاوہ یہ ہی کہ **يَهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ** راہ دکھاتا ہی صواب اور بہتری کی اور روح مین ٹری تاثیر کرتا ہی اور اپنے معنون کو روح مین منقش کر دیتا ہی اور مدرکہ کو اسطور سے متنور کر دیتا ہی کہ اِسکی تاثیر تمام قوتون کو غضبیہ ہون یا شہویہ سب کو گھیر لیتی ہی پس یہ کلام ورد اور ذکر کا بھی حکم رکھتا ہی اور معلم اور استاد کا اور پیر اور مرشد کا بھی اور باوجود اسکے اِس قسم کا یہ کلام نہین ہے کہ فکر اور تخیلات سے علاقہ رکھے یا عقلی قیاسون سے نکلا ہو یا وہمی اور خیالی مقدمون سے مرکب ہو بلکہ نہایت ہی عمدہ عجائبات اور غرائبات کو شامل ہی **فَاٰمَنَّا بِهٖ** پھر ایمان لائے ہم اِس کلام پر اور جان لیا ہمنے کہ اِس قسم کا کلام نہوگا مگر حق تعالیٰ کی طرف سے اور اگر باوجود ایسی تاثیر اور ایسی خوبی اِس کلام کے بوجھنے کے بعد بھی اِس کلام کو کلام الٰہی نہ جانین ہم بلکہ اِس کلام کو حق تعالیٰ کے غیر کی طرف سے جانین کہ دوسرا بھی اِس قسم کا کلام بنا کر نازل کر سکتا ہی تو گویا شرک ثابت کیا ہمنے **وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا** اور ہرگز ہم شریک نہین کرینگے اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو اور یہ بھی جنون نے ذکر کیا کہ پروردگار مطلق وہ ہی کہ عظمت اور بزرگی انتہا درجے کی اُسمین پائی جاوے اور کوئی اُسکی برابری نہ کر سکے **وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا** اور بیشک حال یہ ہی کہ بہت ہی بلند ہی بزرگی ہمارے پروردگار کی اِس سے کہ کوئی اُسکا شریک ہو سکے اور یہی وجہ ہی جو **مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا** نہین لیا ہمارے پروردگار نے عورت کو اور نہ لڑکے کو اسواسطے کہ عورت اکثر خانگی کامون مین مرد کے شریک ہوتی ہی اور لڑکا باپ کے مال اور ملک مین شریک ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اِس بات سے کہ کوئی بزور اِسکا شریک ہو جاوے یا کسی کو وہ خود اپنی رضا سے اپنا شریک کر لے اسواسطے کہ دونون قسم کی شرکتون مین انتہا درجے کی عظمت کا نقصان ہی اور یہ بھی ہوا کہ قرآن شریف کے سُننے کے پہلے جو اُنکے دلون مین بُری باتین گڑی ہوئی تھین جسطرح اُنکے اعتقاد مین یہ تھا کہ بعضے اُسکے بندے اُسکے کارخانے مین شریک ہین یا بعضے اُسکی اولاد ہین یا بعضے اُسکی جورو ہین سو اِن سب باتون سے توبہ کی اور اسکا عذر اِس طور سے بیان کیا **وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا** اور بیشک حال یہ ہی کہ کہتے تھے احمق لوگ ہم مین سے

ف
حق تعالیٰ ایسا ہی کہ کوئی
نہ بزور شریک
ہو سکے اور نہ اسکی
اسکی رضا سے

اللہ تعالی پر ایسی بات جو اسکی شان سے بہت بعید ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ ابلیس اور دوسرے جن جو اسکے تابع تھے برے اعتقاد حق تعالی کی جناب مین رکھتے تھے اور اسکی مخلوقات مین سے کسی کو اللہ تعالی کی جورو ٹھہرایا تھا اور کسی کو اسکی اولاد اور بعضون کو اسکا شریک ٹھہرایا تھا اور اللہ تعالی کی خاص صفتین ان مین ثابت کرتے تھے اسطور سے کہ بعضون کو کہتے تھے کہ یہ شخص قدرت کاملہ رکھتا ہے جو چاہے سو کرسکتا ہے اور بعضون کے علم کو محیط جانتے تھے یعنی دور اور نزدیک کھلا اور چھپا اسکے نزدیک برابر ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہین ہے اور بندون کو اپنے فعل کا خالق جانتے تھے اور بعضون کو ایسا جانتے تھے کہ اگر کوئی مشکل کے وقت انکو پکارے تو وہ غیب سے اسکی مدد کرکے اسکی حاجت روائی کرسکتے ہین اور بعضون کو عبادت کا مستحق جانتے تھے یعنی انکے واسطے عبادت کرنا ضروری ہے جیسے سجدہ کرنا یا انکے نام کا روزہ رکھنا اور سوا اسکے اور بعضون کو ذکر دائم کا مستحق جانتے تھے یعنی انکے نام کو ہر وقت جپنا بڑا ثواب رکھتا ہے اور بعضون کو ایسا جانتے تھے کہ انکے نام پر جانور کو ذبح کرنا بڑا ثواب ہے اور وہ اسکے مستحق ہین اور مال کو کسی کے نام پر خرچ کرنا اور نذر و ہدیہ اسکو پہونچانا اسکی نزدیکی اور خوشی کا سبب جانتے تھے اور بعضون کو ایسا جانتے تھے کہ اگر لوگ اپنے تئین اپنا بندہ اور پرستار کہین تو درست ہے اور وہ اسکے مستحق ہین اور اسی طرح بہت سی چیزون کے معتقد تھے سو اب قرآن شریف کے سننے سے ہمکو معلوم ہوا کہ وہ سب اعتقاد ہمارے بے اصل اور باطل تھے اللہ تعالی ایسے فاسد اور برے اعتقادون سے بری اور پاک ہے اور اپنے باطل اعتقادون سے عذر کرنے مین یہ بھی جنون نے بیان کیا کہ **وَّاَنَّا ظَنَنَّآ** اور بیشک ہمنے گمان کیا تھا کہ **اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ** ہرگز نہ کہینگے آدمی اور جن جرأت کرکے اور بیباک ہوکے **عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا** اللہ پر جھوٹھ کو انکے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ہم اتنی مدت تک ایسے باطل اعتقادون مین جو پھنسے رہے اسکا سبب یہ تھا کہ ہمنے تقلید کی تھی ان لوگون کی جو عقل و دانائی مین سارے جہان سے ممتاز تھے اور حق اور باطل کے دریافت کرنے مین اپنے تئین یکتائے زمانہ جانتے تھے اور ہمنے یہ جانا تھا کہ اسقدر جماعت کثیر جن اور انس سے کہ ہر ایک ان مین سے عقل اور دانائی مین کسی کو اپنا

ثانی نہین جانتا ہی اور ہر بات کی تہ کو پونہچنے مین ہر ایک اپنے تئین دوسرے سے بڑھکر جانتا ہی سو ایسے عاقل اور فہمیدہ لوگ سب کے سب ایکبارگی کسی بڑے شخص پر مخلوقات سے جھوٹھ نہ باندھین گے پھر ایسے شخصون سے اللہ تعالی پر جھوٹھ باندھنا جو سب بڑون سے بڑا ہی اور اسکی عظمت اور بزرگی کے سامنے کسی کی عظمت اور بزرگی پاسنگ کو بھی نہین پونہچتی ہی کسی طرح ممکن نہین ہی اور ہرگز یہ لوگ ایسی جرأت اور بے باکی نہ کرینگے لیکن ان لوگون نے بڑی جرأت اور بے باکی کی کہ اللہ تعالی پر جھوٹھ باندھا اور اس انکی جرأت اور بے باکی کا سبب بھی ہمنے دریافت کیا اور اس سبب کو جنون نے یون بیان کیا **وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ** اور بیشک تھے بہت لوگ آدمیون سے کہ باوجود مرد ہونے کے کہ عقل کا کمال اور دل کی قوت اور بہجوئی مرد کو لازم ہی **يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ** پناہ مانگتے تھے جن کے فرقے کے مردون سے اور یہ انکا پناہ مانگنا کئی قسم کا تھا پہلا طور پناہ مانگنے کا یہ تھا کہ جب کوئی مرض انکو لاحق ہوتا تھا تو وہ جانتے تھے کہ یہ جن کی بدنظری کا اثر ہی سو اس جن کے واسطے کھانا اور خوشبو اور بخور تیار کرکے جس جگہ پر جانتے تھے کہ یہان جنون کے آنے کا گمان ہی وہان وہ چیزین رکھدیتے تھے تاکہ اس چیز کو رشوت کے طور پر قبول کرین اور ہمکو ایذا پونہچانے سے باز آوین اور دوسرا طور پناہ مانگنے کا یہ تھا کہ مشکل اور کٹھن چیزون مین انکی طرف رجوع کرتے تھے اور انکے نام کو وظیفے کے طور پر جپا کرتے تھے اور انکی تراشی ہوئی صورتون پر جنکو انہی جنون کے نام کا ٹھہرایا تھا اور انکو بت کہتے تھے نذرین اور ہدیے اور قربانی چڑھاتے تھے تیسرا طور تھا کہ جب کسی کو ان مین سے آگے کی بات دریافت کرنا منظور ہوتا تھا تو کاہنون کے پاس جاتے اور انسے پری خوانی کراتے یعنے جو جنون کے بلانے کا طور ہی جیسے مکانون کو صاف کرنا اور پھول رکھنا لوبان جلانا راگ کرنا تاکہ اس سبب سے جن اس جگہ آکر حاضر ہون اور اس چیز کی جو مطلوب ہے خبر دیوین کہ فلانی چیز یون ہوگی اور فلانی چیز یون چوتھا طور یہ تھا کہ جب سفر مین کسی جنگل یا پہاڑ یا مکان مین اترتے تو جنون کے بادشاہون اور سردارون کے نام لیتے اور انسے پناہ اور مدد چاہتے تاکہ اس مقام

انکے تابعداروں سے کوئی صدمہ ہم پر نہ پہونچے اور اس مضمون کے کچھ کلمات بنا رکھے تھے اُسکو پڑھتے جیسے دُہائی لونا چماری کی یا کلوا بیر کی اور اسی طور کے دوسرے کلمات اب بھی مشہور ہین اور انکے اعتقاد مین یون سمایا تھا کہ جب اُنکی پناہ مین آگئے تو اب سب بلاؤن سے محفوظ رہینگے پانچوان طور یہ تھا کہ اُنکی تعریفین اور خوشامد اور چاپلوسی کیا کرتے تھے اور نذرین اور ہدیے اور اچھے اچھے کھانے اُنکے نام پر دیکر اُنکو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے تاکہ وہ عاجزی اور احتیاج کے وقت اِس حیلے سے اُنکے کام آوین اور اُنکی مدد کرین چنانچہ کردم بن السائب اپنے باپ سے کہ وہ صحابی تھے روایت کرتے ہین کہ انکے باپ کہتے تھے کہ سفر مین ایک مرتبہ ایک عجیب چیز دیکھنے مین آئی کہ جنگل مین ایک شخص بکریان چراتا تھا ایک بھیڑیا آیا اور اُسکی بکریون مین سے ایک بکری کو اُٹھا لیگیا اِس شخص نے ایک جن کا نام لیکر پکارا کہ ای فلانے جلد آؤ کہ بھیڑیا ہماری بکری کو لیے جاتا ہی اِس آواز کے ساتھ ہی ہم سنتے ہین کوئی شخص کہتا ہی کہ ای بھیڑیے اُسکی بکری کو چھوڑدے پھر اُسی وقت بھیڑیے نے اُس بکری کو چھوڑ دیا بلکہ جہان سے لیگیا تھا اُسی جگہ پر پہونچا کر چلا گیا

فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ پھر زیادہ کیا آدمیون نے جنون کا تکبر اور غرور اسواسطے کہ جنون نے جانا کہ خدا کے بندے اِن کامون مین جو ہماری طرف محتاج ہوتے ہین اور ہم اُنکی کارروائی کردیتے ہین اور بعضی بلائین اور آفتین جو حق تعالی اُن پر بھیجتا ہی ہم اُن سے دفع کردیتے ہین تو ہمکو بھی شاید خدا کے کارخانے مین ایک طرح کی شرکت اور دخل ہی اور اگر مستقل اور بلاواسطہ شرکت ہمکو نہین ہی تو فرزندی کی نسبت تو ہمکو اللہ تعالی سے بے شبہ ثابت ہی اور ہم لوگ محض بندے نہین ہین اور یہی سبب ہے کہ اپنے محض بندون کو ہمارے سپرد کیا ہی اور ہم اِنکی کام روائی کرتے ہین اور آدمیون نے یہ جانا کہ یہ غیب کے لوگ جو ہمارے وقت پر کام آتے ہین اور ہماری حاجت روائی کرتے ہین تو انکو ربوبیت مین بھی کچھ شرکت ہی اور یہ لوگ محض بندگی کا علاقہ حق تعالی سے نہین رکھتے ہین بلکہ یہ لوگ یا تو اللہ تعالی سے فرزندی کا علاقہ رکھتے ہین یا اُسکے ولی عہد ہین یا اُسکے کارخانون کی خدمت انکے سپرد ہی اگر ایسا نہوتا تو ہم لوگون کو باوجود بندگی مین برابر ہونے کے اِنکا محتاج کاہے کو کرتا

مسئلہ جنات سے کام لینے کی دعا اور منتر سے مدد طلب کرنے کی ممانعت

سو ان دونون کی فہمید کی غلطی سے اِس قسم کی استعانت اور اعلیٰ سمجھنے مدد چاہنا اور مدد کرنا جنون اور آدمیون
مین واقع ہوا اور یہ کچھ ایسے باطل اور جھوٹے اعتقادون کی جرأت کا سبب پڑی اسیواسطے حدیث شریف
مین جنون سے استعانت اور مدد طلب کرنے کو کسی طور سے ہو منع فرمایا ہی اور یون ارشاد ہوا کہ جس کسی کو
سفر مین یا شہر مین یا بیماری مین جنون کا کچھ خوف ہووے تو اسکو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ سے
تعوذ کرے اور اسکی پناہ مین آوے اور یون کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ قُلْ رَّبِّ
اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ یعنے پناہ چاہتا ہون مین
اللہ تعالیٰ کی شیطان راندے گئے سے کہ تو اے رب مین تیری پناہ چاہتا ہون شیاطینون کی چھیڑ سے اور
تیری پناہ چاہتا ہون مین اِس سے کہ میرے پاس آوین یا وہ معوذتین پڑھے یعنی قل اعوذ برب الفلق
اور قل اعوذ برب الناس یا دوسری اِسی طور کی آیتون کو پڑھے اور یہ دعا بھی پڑھے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ
اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی پناہ مین آیا ہون مین اللہ تعالیٰ کے پورے کلمون کے بُرائی سے
اُس چیز کی جسکو پیدا کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ اِن دعاؤن کے پڑھنے سے جنات کے آسیب سے محفوظ رہیگا
اور جنون کے نام سے کسی جانور کے ذبح کرنے کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت منع فرمایا ہی اور وہ
افسون اور منتر جس مین جنون کے بزرگون اور سردارون کا نام ہو انکے پڑھنے سے بھی بہت منع فرمایا
ہی اسواسطے کہ شرک کی اصل اِن ہی معاملون سے پیدا ہوتی ہی اور بنی آدم اور جنات کی خرابی کا سبب یہی
گویا یہ شرک کا بیج ہی اور جو جنات کی اصل پیدایش آگ کا مادہ ہی اسی سبب سے انمین تکبر اور غرور اور شرارت اور
نافرمانی اور اپنے تئین سب سے بڑا جاننا بلکہ اپنے کو معبود قرار دینا انکی پیدایشی اور خلقی بات ہی اور اُن
چیزون کو بالطبع دوست رکھتے ہین اور جب اِس قسم کا معاملہ آدمی اُنکے ساتھ کرتے ہین تو وہ بھی اپنی
طاقت بھر آدمیون کی حاجت روائی مین قصور نہین کرتے ہین تا اُنکی بزرگی اور عظمت آدمیون کے دلون
مین جم جاوے اور شرک کے درخت کو سرسبزی حاصل ہووے اور پہلے اپنے تئین مکر اور فریب سے بزرگونکی
پاک روحون مین ظاہر کرتے ہین اور اِن بزرگون کا نام اپنا رکھتے ہین تا کہ آدمی وہ نام سُنکے جلد گرویدہ
اور فریفتہ ہو جاوین اور کسی طرح سے انکار نکرین آخر کو رفتہ رفتہ جب یہ بات آدمیون کے دلون مین

خوب بیٹھ گئی اور یہ اعتقاد پکا ہوا تب اپنی خباثت اور بد طینتی ظاہر کرتے ہین اور صریح شرک کروانے لگتے ہین اور لوگ اِس فریب سے غافل ہو کے اُنکی فرمان برداری کو اپنا فخر سمجھتے ہین بلکہ اِسکو کرامت جانتے ہین اور یہ بلا اِس طرح کی پھیلی ہی کہ جتنے فرقے بنی آدم کے ہین سب کو گھیر لیا ہی یہان تک کہ امت مرحومہ مین بھی اِس امر نے رواج تمام پایا ہی اور یہ مرض تمام عالم مین پھیل گیا ہی اللہ تعالے اِس امت مرحومہ پر رحم کرے اور توفیق خیر کی عنایت کرے اور اِس بلا سے ہر مسلمان کو بچاوے والعیاذ باللہ من ذلک اور جو یہ معاملہ انسان اور جنات کے درمیان مین مدتون تک جاری رہا یعنی آدمی پناہ اور استعانت سے اور ہر کام کو جنون کی طرف رجوع کرنے سے باز نہین آتے تھے حالانکہ یہ جانتے تھے کہ ہم سب آدمی ہون یا جن خدا کے بندے ہین ہمکو ہر کام مین اُسی مالک الملک کی طرف رجوع اور التجا کرنا چاہیے نہ اپنے ہم چشمون کی طرف اور جن بھی بہکانے اور گمراہ کرنے سے اور تکبر اور غرور اور الوہیت کے دعوے سے دست بردار نہین ہوتے تھے اور یہ نہین بوجھتے تھے کہ اگر ایک مالک کے بندے آپس مین ایک دوسرے کی طرف کسی کام مین محتاج ہوئے اور دوسرون سے اُنکی حاجت روائی ہوئی تو یہ نہین ہی مگر اُسی مالک کے کرم اور فضل اور اعانت سے پھر اِسمین تکبر اور غرور کرنا اور اِس کام پر رشوت لینا اور اپنے تئین مالک اور مختار جاننا بلکہ مالک کے کارخانے کا شریک جاننا کسیطرح سے درست نہین ہی اور عقل کے خلاف ہے سو جنون نے اِس معاملے کے سبب کے بیان مین یہ بھی ذکر کیا **وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا** اور یہ کہ گمان کیا اِن آدمیون نے **كَمَا ظَنَنتُمْ** جیسا گمان کیا تمنے اے جنو **أَن لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا** نہ زندہ کریگا اللہ تعالے کسی کو جن ہون یا آدمی عملون کی جزا اور سزا کے واسطے اور اچھائی اور برائی کی پرسش اور حساب اور کتاب کے واسطے سو اِس سبب سے آدمیون نے یہ چاہا کہ جس طرح ہو سکے اپنی حاجت روائی کیا چاہیے اور دنیا کی زندگانی مین اپنی بلاؤن اور مصیبتون کو دفع اور دل کی خواہشون اور فائدون کو حاصل کیا چاہیے اگرچہ اِسمین شرک اور ناشکری بھی ہو جاوے اور مالک ناراض اور خفا بھی ہو جاوے اور جنون نے یہ چاہا کہ اپنا نام حاصل کیا چاہیے اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کا منصب اپنے واسطے ثابت کیا چاہیے اگرچہ اِسمین اپنے مالک کے کارخانے مین دخل بھی ہو جاوے

بلکہ شراکت کا دعوی بھی پایا جاوے اور اسکا سبب یہ تھا کہ دونون کے اعتقادون مین یہ سمایا تھا کہ مرکے
اٹھنا نہین ہے اور مالک کی پرسش کا خوف اور حساب کتاب کے سمجھانے کی وحشت ہرگز نہین ہے
اور اس بات کے ثابت کرتے مین کہ یہ قرآن آسمان سے اترا ہوا ہے زمین والون کا کلام نہین ہے کہ
کسی انسان یا جنات نے بنا لیا ہو ان جنون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ
اور یہ کہ ہمنے چھوا اور ٹٹولا آسمان کو یعنی اسقدر آسمان کے متصل ہم پہونچے کہ گویا اسکو ہاتھ سے چھو لیا اور
جب ہمکو ان راہون سے جدھر سے ہمیشہ ہم آسمان پر جایا کرتے تھے ممانعت ہوئی تو ہمنے چاہا کہ کوئی
دوسری راہ ڈھونڈھ کے نکالیے اور اس راہ سے آسمان کے اوپر جاکے حقیقت حال کی معلوم
کیجیے کہ ہماری ممانعت کا تشدد اسقدر کسو واسطے ہوا ہے فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ
پھر پایا ہمنے اس آسمان کو بھرا ہوا اور کسی راہ کو خالی نہ پایا حَرَسًا شَدِيْدًا نگہبانون
اور چوکیدارون سے جو بہت سخت اور زور آور ہین اور وہ فرشتے ہین کہ ہمکو ہرگز انکے مقابلے کی
طاقت نہین ہے اور سوا اسکے ہر ایک راہون مین آسمان کے ایک اور آفت ہے وَّشُهُبًا اور آگ کے
انگارے دہکتے دوڑتے ہوے کہ وہ نگہبان اور چوکیدار ہمکو انسے مارتے ہین اور جلاتے ہین چنانچہ معمر نے
زہری رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا کہ قرآن شریف کے اترنے کے پہلے ایام جاہلیت مین بھی اسی
طور سے یہ انگارے معلوم ہوتے تھے انھون نے کہا کہ ہان تھے لیکن اس کثرت سے نہ تھے
جیسے بعثت اور قرآن مجید کے نازل ہونے کے وقت سے شروع ہوئے ہین اور پہلے کسی اور دوسری
غرض کے واسطے تھے اور اب شیطانون اور جنون کے مارنے اور ہنکانے کے واسطے مقرر ہوے
ہین اور احتمال اس بات کا کہ یہ آسمان کی زیادتی نگہبانی شاید کسی دوسری چیز کے واسطے ہو جنس کلام
کی محافظت کے واسطے نہو اور اگر بالفرض جنس کلام کی محافظت کے واسطے ہو لیکن شاید فرشتون کے
کلام کی محافظت کے واسطے ہو جو اپنے مجمع اور مجلسون مین بیٹھکے کسی مطلب کی تدبیر کے واسطے
آپس مین کچھ باتین کیا کرتے ہین نہ اس کلام الٰہی کی محافظت کے واسطے سو اس شبہ کے باطل
کرنے کے واسطے اور اصل مطلب کو یعنی یہ ممانعت کلام الٰہی کے واسطے ہوئی ہے اسکو ثابت کرنے

کے واسطے جنون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ
اور یہ کہ ہم بیٹھتے تھے قدیم سے آسمانون کی معین جگھون مین جو فرشتون کے مجمع اور مجلسون کے قریب تھین ان
فرشتون کے کلام کے سُننے کے واسطے اور اُنکے کلام کی محافظت اور ممانعت کبھی ہمسے نہین ہوئی
دوسری کوئی چیز ہم آسمان سے چرا کر لاتے نہ تھے جسکے واسطے اسقدر محافظت ہوئی ہو کہ ہر طرف سے
ہمارا گذر بند کر دیا گیا اور ملائکہ کے کلام کی محافظت کے واسطے اسقدر شدت ممانعت کے خیال مین
نہین آتی ہی اسواسطے کہ ملائکہ کا کلام اب بھی ہم آسمان کے نیچے سے سن آتے ہین لیکن آسمان پر
ہمکو جانے نہین دیتے فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ پھر جو کوئی اسوقت مین کان لگاتا ہے
سُننے کے واسطے یعنی جب سے قرآن شریف کا نزول شروع ہوا ہی سو اگرچہ اپنی معین جگہ تک نہ پونچے
بلکہ دور ہی سے کان لگا دے اور سننے کا ارادہ کرے تو اسی وقت يَجِدْ لَهُ شِهَابًا
رَّصَدًا پاتا ہی اپنے واسطے آگ کے انگارے کو گھات مین لگا ہوا سو معلوم ہوا کہ اسقدر
تقید اور تشدد ہماری ممانعت کا نہین ہی مگر اس کلام آلہی کی محافظت کے واسطے تاکہ ہماری ناپاک
زبانون پر جاری نہووے اور غیر جگہہ پر نہ پونچے اور کسیطرح سے اسکا معارضہ اور مقابلہ کسی سے
نہو سکے غرض یہ ہی کہ نہایت عظمت اور بزرگی اس کلام کی ثابت ہوتی ہی جو دوسرے کسی کے
کلام مین یہ عظمت اور بزرگی نہین ہو سکتی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ کلام پاک آسمان سے
اُترتا ہی اور آسمان ملائکہ کے رہنے کی جگہہ ہی وہان کہیں اور دروغ اور جھوٹ اور افترا اور بندش کی
کسی طرح گنجایش نہین رکھتی اور جو حکم اس کلام پاک مین ارشاد ہوا ہی وہ بلا شبہہ حق ہی اور حق تعالے
جل شانہ کی طرف سے وہ حکم ہوا ہی اور یہ معاملہ جو آدمیون اور جنون مین جاری ہو رہا تھا یعنے
جن آسمان پر جا کے زمین کے کامون کی تدبیرین فرشتون کی زبانی سن آتے تھے اور اُسی کے
موافق آدمیون سے اُنکے مطلب کے موافق بیان کرتے کہ گویا اُن کی حاجت روائی مین معین اور
مددگار ہوتے تھے اور آدمی بھی اُنکے کہنے پر اعتماد کر کے آگے ہونیوالی چیزون کا حال دریافت
کرتے تھے اور اپنی اچھائی اور بُرائی اس سبب سے معلوم کر کے اپنی بہتری کی تدبیر کر لیتے تھے

اور ظاہر ہین اسکو اپنے بڑے فائدے کی چیز جانتے تھے اور اس سبب سے جنون کی تعظیم اور توقیر حد سے
زیادہ کیا کرتے تھے اسواسطے کہ اپنی حاجت روائی کا وسیلہ اِن ہی جنون کو سمجھتے تھے گویا دربار
آلٰہی مین جنات اُنکی طرف سے وکیل بھی تھے اور جاسوس اور بھیدی بھی تھے اور اس معاملے کے
جاری ہونے کے سبب سے دونون فرقون کو بڑے بڑے فائدے تھے سواس معاملے کے درہم برہم
ہوجانے کے بیان مین حیرت کے طور پر جنون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ
اور یہ کہ ہم نہین جانتے ہین کہ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ آیا برائی کا ارادہ کیا گیا ہی
زمین کے رہنے والون کے ساتھ جو یہ معاملہ یعنی غیب کی باتین دریافت کرکے دوسرون کو بتانا موقوف
ہوگیا اور آسمان پر جانے کی راہین بالکل بند کردی گئین تاکہ اپنی مصیبتون اور آفتون کا حال کسی کو معلوم
نہوان ہی بلاؤن مین گرفتار رہین اور سب کی حاجتین بند ہوجاوین کوئی کسی کی فریاد رسی نہ کرسکے اَمْ
اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۱۰ یا ارادہ کیا ہی اِن لوگون کے ساتھ انکے پروردگار نے بہتری
اور ہدایت کا یعنی یہ چاہا ہی کہ جنون کی وکالت اور میانجی گری موقوف ہوجاوے اسواسطے کہ جنون نے رشوت
لینے کی اپنی عادت ڈالی ہی بلکہ خدائی کارخانے مین شرکت کا دعوی کرتے ہین اور سوا اسکے طرح طرح کی برائیان
انسے صادر ہوتی ہین سواس کام سے انکا معزول و موقوف ہونا بہتر ہی اور اس کام کے سرانجام
کے واسطے فرشتے اور اولیاء اللہ اور شہداکی طیب اور پاکیزہ روحین مقرر کیا چاہیے کہ وہ حق تعالی کے
حکم سے اِس وکالت اور سفارت کے کام کو سرانجام پونہچاوین اور آدمیون کی ترقی کی راہین اور امور نجیبیہ
سیکھنے کے طریق کو صاف کردین تاکہ آدمی خود اُس درگاہ کے روشناس ہوجاوین اور اپنی عرض آپ
کرلیا کرین اور اُن دغاباز اور چور دکیلون کے خوف سے خلاصی پاوین اسواسطے کہ آدمی کی اصل پیدایش
اور خلقت اسی بات کو چاہتی ہی اور راہ مستقیم بھی یہی ہی اور جو نوع انسان کو یہ ترقی حاصل ہوگی تو انکی موروثی
خلافت کے معنی بھی تمام ہوجاوینگے وہ خلافت جو انکے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو عنایت ہوئی تھی اور
اور جسطرح زمین کی خلافت اور سلطنت سے جنات معزول اور موقوف ہوگئے ہین اسی طرح وکالت اور سفارت
اور مختاری کے عہدے سے بھی موقوف ہوویں اور جس کام کی بنا انکے باپ یعنی حضرت آدم علیہ السلام ڈال گئے

ہین سو اسکو یہ سعادتمند فرزند انجام کو پونچاوین اور اپنے باپ کے دشمنون اور حاسدون سے پورا واقعی
عوض اور بدلا لیوین اسی سبب سے جن اپنے کلام مین شر کے مقابلے مین رشد کا لفظ لائے ہین نہین تو
ظاہر یہ ہی کہ شر کے مقابلے مین خیر کو رہو تا ہی اور گمراہی کے مقابلے مین رشد بولا جاتا ہی اور ایک
بات دوسری یہان پر دریافت کرلیا چاہیے یعنی جنون نے اس اپنے کلام مین ایک ادب کی بہت
باریک بات کی رعایت کی ہی یعنے ارادہ شر کے بیان مین فعل مجہول کے صیغے کو لائے ہین اور فاعل
کے ذکر کو ترک کیا ہی اور ارادہ رشد کے بیان مین فعل معروف کے صیغے کو لائے ہین اور ربہم کو اسکا
صریح فاعل گردانا ہی لِلّٰہِ دَرُّهُمْ مَا اَحْسَنَ تَاَدُّبُهُمْ یعنے اللہ تعالی کی طرف سے دانائی ہی
ان جنون کی کیا اچھا ادب کا کلام بیان کیا ہی اور اس بات کے بیان کرنے مین کہ حق تعالی نے
اس معاملے کے موقوف کردینے مین جو جنون اور آدمیون مین جاری تھا آدم کے ہر ہر فرد کی رہنمائی
اور اچھائی کا ارادہ کیا ہی بلکہ ہی انجان کی بہتری کا ارادہ کیا ہی اور حقیقت مین بھی یہی بات ہی کہ جنات
وکالت اور سفارت کی لیاقت نہین رکھتے بلکہ قابل موقوف کردینے کے ہین سو جن بھی یہان انصاف
کی راہ چلے ہین اور یہ ذکر کیا کہ **وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ** اور یہ کہ ہم مین بعضے نیکبخت بھی تھے
جو اس خدمت کی لیاقت رکھتے تھے اور اس وکالت اور سفارت کا عہدہ انسے بخوبی سرانجام ہوتا
اور اس خدمت کی لیاقت اور ذمہ برداری کے واسطے تین شرطین لازم ہین پہلی شرط یہ ہے کہ
عالم غیب کی خبرون اور حکمون کو کہ دربار حقیقی وہی ہی بدون زیادتی اور کمی کے اور بغیر تغیر اور تبدیل
کے آدمیون کو پونچادیا اور اپنی طرف سے کچھ بھی نہین ملاتا تاکہ اس مقدمے مین جھوٹ کو دخل
نہو اور اس سبب سے آدمیون کے نزدیک بعضے حکم اور بعضی خبرین اس دربار کی بے اعتبار نہوجاوین
اور یہ جانین کہ جس طرح ہماری تدبیرون اور خبرون مین جابجا تغیر اور تبدیل ہوتا ہی اسیطرح عالم غیب
کی تدبیرون اور خبرون مین بھی ہواکرتا ہی اور اس سبب سے بد اعتقادی اور جہالت مین گرفتار نہوجاوین
اور دوسری شرط یہ ہی کہ اگر اپنی غرض معروض سے کسی کی کارروائی اور حاجت برآری ہوجاوے یا کسی تدبیر سے
کسی کی کوئی مصیبت اور بلا دفع ہوجاوے تو تکبر اور غرور نہ کرنے لگین اور اپنے تئین حاکم کا شریک نہ ٹھہراوین

اور آدمیون پر اپنی بڑائی اور بزرگی نہ جتادین اور عبادت کے کام آدمیون سے اپنے واسطے نہ چاہین اور اس
مضمون کو ہر وقت پیش نظر رکھین کہ ہم سب ایک خداوند کے بندے ہین بعضون سے بعضون کی کارروائی
ہوتی ہی لیکن جو کچھ ہوتا ہی سب اسی خاوند کی عنایت ہی فخر اور تکبر اس مین کرنا بیجا ہے اور تیسری شرط
یہ ہی کہ اس وکالت اور سفارت کے عوض مین رشوت لینا شروع کرین اور اپنے واسطے ہدیے اور نذرین
اور قربانیان مقرر کرین اور اگر انسان اس قسم کی نذرین اور ہدیے اور قربانیون کے دینے مین انکار
کرین یا کسی بہانے سے ٹالدیوین تو انکے پیچھے نہ پڑین اور انکو اذیت نہ پونہچادین اور انکو
نہ ستادین سو ان شرطون کی جمعیت ہم لوگون مین بہت کم پائی جاتی ہی لیکن بعضے لوگ ہم مین سے
البتہ اسکی لیاقت رکھتے ہین **وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ** اور ہم مین سے بہت لوگ ایسے ہین کہ
بہت پست ہمت ہین اس مرتبے سے اور اس خدمت کی لیاقت ہرگز نہین رکھتے چنانچہ بعضے ایسے
ہین کہ آدمیون کی خوشنودی کے واسطے یا انکے دغا دینے کے واسطے غیب کی خبرون مین اپنی
طرف سے جھوٹ ملاتے ہین اور تھوڑا بھی جھوٹ نہین بلکہ ایک بات سچی ہین سو جھوٹ اپنی طرف سے
ملاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین اس بات کی تصریح آگئی ہی اور بعضے ایسے ہین کہ کام کر دینے اور
حاجت نکالدینے کے بعد تکبر اور غرور کرنے لگتے ہین اور اپنی خوشامد اور تعریف چاہتے ہین بلکہ عبادت
کے لوازمات ان لوگون سے اپنے واسطے طلب کرتے ہین اور یون کہتے ہین کہ اپنا نام ایسا رکھو کہ
جس مین ہماری طرف نسبت پائی جاوے جیسے بھوانی داس اور شیو داس اور گنگ بخش اور اندر بخش
اور اپنے ہر کام مین ہمین سے مدد مانگا کرو دوسرے کی طرف التجا مت کیا کرو اور خدا کے رسولون کا
پیغام جو بدون ہمارے کے واسطے کے تمکو پونہچاتے ہین اسکو مت مانو نہین تو ہم تمھاری وکالت
نہ کرینگے اور اس عہدے سے دست بردار ہونگے پھر تم محتاج رہوگے کسی سے تمھاری حاجت روائی
نہو سکیگی اور بعضے ان مین سے بہت ہی طماع اور لالچی ہین بدون رشوت لیے کام مین ہاتھ نہین ڈالتے
اور ہر کام اور ہر چیز پر کچھ اپنے واسطے مقرر کر لیتے ہین جیسے بھیڑ بکری مرغ مرغی کپڑا نقد پکوان
پان پھول ناچ گانا اپنی تعریف اور سوا اسکے بہت سی چیزین ہین جو شرط کر لیتے ہین اور اس شرط کے

پوری کرنے مین اگر آدمی کچھ قصور کرتے ہین تو اپنے وہم اور خیال کی قوت سے جو اُن مین بہت زور پر ہوتی ہے اِن آدمیون کو ایذا دیتے ہین اور جانی یا مالی نقصان اسکو پونہچاتے ہین اِسی سبب سے ہر ایک کے مرغوبات دوسرے سے جدا ہوتے ہین اور ایک کی فرمایش دوسرے کی فرمایش کے موافق نہین ہوتی ہے اور ہر ایک کا مطلب بھی آپس مین تقسیم کر لیا ہے چنانچہ چیچک کے مرض کے دفع کے واسطے ایک کو علحدہ مقرر کر دیا ہے اور خون کے فساد کی بیماری دفع کرنا اور طبیعت کو صلاحیت پر لانے کے واسطے ایک دوسرا مقرر ہوا ہے اور اِسی طرح خبرون کے پونہچانے مین بھی ہر ہر اقلیم اور ہر ہر شہر اور بستیون کو آپس مین تقسیم کر کے ایک ایک ہان کا حاکم بن بیٹھا ہے سو اِس سبب سے **کُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا** تھے ہم مختلف طریقون پر اور طرح طرح کی راہون پر اور آپس کے نفاق اور طمع اور حسد اور تکبر اور خدائی کارخانے مین شرکت کے دعوے کے سبب سے اِس خدمت کی لیاقت ہم لوگون مین بالکل نہ رہی تھی یہ حق تعالیٰ کی عین حکمت ہے جو ہم لوگون کو اِس خدمت سے معزول اور موقوف کیا اور آسمان پر چڑھنے اور دربار مین حاضر ہونے سے ممانعت فرمائی اور بنی آدم کی حاجت روائی کو ہمسے باز رکھا اور اِن ہی بنی آدم مین سے بعضونکو اپنے دربار کی روشناسی سے مشرف کیا تاکہ وہ بعضے یعنی جو مقرب درگاہ آلہی کے ہین اپنے ہمجنس کی حاجتون کی عرض معروض کر کے کارروائی کر لیا کرین اور غیب کی خبرون کو جو دین اور دنیا مین ملنے کے کام آوین اور نفع پونہچاوین بغیر تغیر اور تبدل کے سب لوگون کو پونہچا دین اور بری چیزون سے ڈرا دین اور اچھی چیزون کی رغبت دلا دین اور اپنے تئین محض درمیانی کہین نہ جنون کی طرح شریک کہین اور آدمیون کے قصد اور ہمتین اور توجہین اور مطلب بلا واسطہ اور بلا برزخ اور بلا حجاب کے اپنے خاوند کی طرف پونہچا دین اور رشوت اور نذر اور مزدوری اِس کام پر آدمیون سے نہ لیوین اور انہین سے ایک شخص کو سردار اور سرگروہ انکا کر دیا اور اِس خدمت کے کلی قاعدے اور آئین اپنی مرضی کے موافق اپنے کلام پاک مین اِس شخص پر اتارے تاکہ وہ شخص آپ بھی اِس پر عمل کرے اور دوسرونکو بھی اِسی آئین پر خبردار کر کے اُسپر عمل کرنے کی

رغبت دلائے تاکہ اِس آئین پر عمل کرنے کے وسیلے سے اِس منصب جلیل القدر کی لیاقت پیدا کردین
اور ہمیشہ ہر زمانے اور ہر قرن مین اِس آئین پر عمل کرنے کے سبب سے اِس عہدے کی لیاقت والے
اور اِس نشان کے اُٹھانیوالے پیدا ہوتے رہین بلکہ جنون کو بھی اُن قاعدون پر مطلع اور خبردار
کر دیا اور اُنکی وکالت اور سفارت کو بھی اِسی آئین اور قاعدے پر مقرر کیا تاکہ وہ بھی ایک دوسرے کو
اعانت اور مدد کرکے اپنے خاوند کے دربار مین روشناس اور عرض کرنیوالا کر دین اور اِس قانون پر
عمل کرنے کے سبب سے دونون فرقے انسان اور جنات کی صلاحیت پر آوین اور شرک اور فساد سے
نجات پاوین حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ جسطرح مذہبون کا اختلاف آدمیون مین پایا
جاتا ہے اِسیطرح کا اختلاف جنون مین بھی پایا جاتا ہے اور جن بھی مذہب مختلف رکھتے ہین چنانچہ بعضے اُنمین
قدریہ ہین اور بعضے مرجیہ اور بعضے رافضی اور بعضے خارجی اور بعضے ہندو اور بعضے مجوسی اور بعضے یہودی
اور بعضے نصرانی اور سوا اُسکے سو ہر مذہب والے جن اپنے مذہب والے آدمیون کو موافق اپنے مذہب کے
خبرین پونہچایا کرتے ہین کبھی خواب مین کچھ دکھا دیا یا کبھی ہوشیاری مین کچھ اُنکے دل مین ڈالدیا اور
آدمی یہ جانتے ہین کہ غیب سے اِس مذہب کی تصدیق اور تائید ہوئی اِس سبب سے اور گمراہ ہوتے جاتے
ہین اِسی طور سے ہر مذہب والون کی اعانت مین لگے رہتے ہین اور اُنکی حاجت روائی اور مشکل کشائی
اور بلاؤن کے دفع مین حتی المقدور مدد کرتے ہین تاکہ اُن مذہب والون کو یہ یقین ہو جاوے کہ یہ مذہب
بھی عالم غیب مین کچھ حقیقت رکھتا ہے اور درگاہ الٰہی مین پسندیدہ ہے اسواسطے غیب سے ہماری حاجت روائی مین
مدد ہوا کرتی ہے اور ہماری بلائین دفع ہوا کرتی ہین سو اِن وجہون سے جنون کا سفیر اور درمیانی ہونا غیب
کی باتین آدمیون کو پونہچانے مین طرح طرح کی بُرائیون اور گمراہیون کو مستلزم تھا اور خود جنون کی بھی
گمراہی کا سبب تھا اسیواسطے اِس کارخانے کو بالکل موقوف اور بے اعتبار کر دیا اور اگر کسی کو اِس جگہ پر
شبہہ گذرے اور کہے کہ اِس کارخانے کے موقوف کرنے اور اِس معاملے کے باطل کرنے اور جنون کو
اِس خدمت سے معزول کرنے سے کچھ حاصل اور فائدہ نہوا اسواسطے کہ جتنی اِس قسم کی چیزین ہین وہ
سب اب بھی بنی آدم مین رائج اور پھیلی ہوئی ہین غیب کی باتین اب بھی لوگ اُنسے پوچھا کرتے ہین اور اپنے

مشکل کامون مین اِنسے مدد مانگا کرتے ہین اور غیر اللہ کا تقرب اور شرک کیا کرتے ہین اِس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ معزول کو منصوب بوجھنا اور اُسکے مکر اور فریب اور دغابازی مین پھنسنا اور اپنے کامون کو اُسکی طرف رجوع کرنا یہ سب پنا قصور اور نادانی ہی آدمیون کو لائق یہ تھا کہ اِس فرقے کی معزولی اور موقوفی کی خبر جو سنی تھی تو اِنسے دست بردار ہوتے اور اُنکی طرف رجوع نکرتے جو دیل دربار سے نکالا گیا اور وہان جانے کی بھی ممانعت ہو گئی اُسکی طرف اپنے مقدمے کو رجوع کرنا اور اپنے معاملے کے سوال و جواب کے واسطے اُسکو واسطہ گرداننا کمال نادانی اور حماقت پر دلالت کرتا ہی قرآن شریف مین اِس فرقے کی معزولی اور موقوفی اور اِس کارخانے کا باطل اور بے کار محض ہو جانا ہزار جگہہ سے زیادہ ذکر ہو چکا ہی پھر سُننے کو اَن سُنا کر دینا اور دیکھ بھال کے اندھے بن جانا رسول کی ہدایت اور تبلیغ مین کیا قصور ہی اب رہی یہ بات کہ جو اِس خدمت سے اِس فرقے کو موقوف کیا تھا پھر اُنکو عالم غیب مین دخل دینا کیا ضرور تھا تاکہ وہان کی خبرون پر یہ مطلع ہو وین اور لوگونکی مدد اور حاجت روائی ظاہر مین کرکے اِنکو خراب کین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ عالم غیب کی خبرون پر کچھ نہ کچھ خبردار ہونا جنون کی پیدایشی بات ہی اور اِسیطرح بڑے بڑے مشکل کام کرنا جو آدمی سے نہو سکین جیسے کوئی بہت بھاری چیز اُٹھا لینا اور تاثیرین جیسے خوفناک شکل سے ڈرا دینا اور آدمی کے بدن یا روح کو ضرر پہنچانا جیسے بدن کو زخمی کر دینا اور دل مین وسوسہ ڈالدینا یہ سب چیزین جنون کی خلقت کے لوازمات سے ہین ایسے علم اور اِس قسم کے عملون کی قدرت کو جنون سے لے لینا گویا اُنکو خلقت سے خارج کر دینا ہی اور وکالت اور سفارت کی خدمت سے موقوف کرنے کو یہ بات لازم نہین ہی کہ یہ چیزین بھی اُنسے لے لیجا دین جسطرح آدمی کو کسی کام سے موقوف کرنا اِس بات کو لازم نہین ہی کہ اُسکی آنکھین بھی پھوڑ دینا تاکہ اندھا ہو کے بیٹھے غرض اِس خدمت کی موقوفی سے یہ ہی کہ بنی آدم اُنکی طرف اب رجوع نکرین اور اُنسے مدد نہ چاہین اور غیب کی خبر نہ پوچھین اگرچہ بعضے کام مین یہ مدد کر سکتے ہین اور بعضے غیب کی بات اُنکو معلوم ہو سکتی ہی لیکن بنی آدم کو اِنسے احتراز کرنا واجبات سے ہی اور اُنسے رجوع کرنا اپنے خاوند کی عدول حکمی ہی چنانچہ اِس کارخانے کی موقوفی اور اِس خدمت کی معزولی کے سبب سے لاکھون کروڑون آدمیون کو اُنکے فریب اور دغابازی سے مخلصی حاصل ہوئی گو کہ بعضے بیوقوف اب تک اُنکے جال مین

پھنسے ہوئے ہیں اسواسطے کہ ہر ہر فرد بنی آدم کی ہدایت اصل سے منظور نہیں ہی اور حکمت بھی اِس بات کو نہیں چاہتی ہی تاکہ بھلے برے کا فرق ظاہر رہے فقط اور کلام آلہی کے سنتے ہی اسکو مان لینا اور باوجود اپنی قوم کی معزولی دریافت کرنے کے ایسی عمدہ خدمت سے جو اِس کلام سے بوجہی جاتی تھی نفسانیت کو دخل نہ دینا اور اِس کلام کا انکار اور مخالفت نکرنا ان لوگوں کی طرح سے جو عقل تو رکھتے ہیں لیکن معصوم نہیں ہیں اور طبیعت کے تقاضے سے کبھی ایسی جگہہ پر نفسانیت کی راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں جن ہوں یا انسان لیکن اِن جنوں نے جنھوں نے کلام آلہی سنا تھا ایسا نہ کیا بلکہ سنتے ہی فرمانبردار ہو گئے اور اِس فرمانبرداری سے تکراری کی وجہ میں یہ بھی بیان کیا کہ وَاَنَّا ظَنَنَّآ اور یہ کہ ہم نے گمان کیا اِس بات کا کہ اگر اس کلام پر ہم ایمان نہ لاوینگے اور اپنے خاوند کی فرمان برداری سے انکار کرینگے اور اِس خدمت سے معزول ہونے پر ہم راضی نہونگے تو بلا شبہہ ہمارا پروردگار ہم پر غصہ ہوگا اور ہمکو اِس میں مواخذہ کریگا اور پکڑیگا اور پھر اِس صورت میں ہمکو یقین ہے کہ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ ہرگز عاجز نہ کر سکینگے ہم خدا کو زمین میں چھپ کے یعنی کہیں اندھیرے مکان میں چھپکے یا بڑے جنگل میں بھاگ کے یا کسی غار اور کوہ میں گھسکے اِس سبب کہ رہینگے جس طرح ہم عمل پڑھنے والوں اور رمالوں کے ساتھ ایسے حیلے اور فریب کرکے اِنکو عاجز کرکے تھکا دیتے ہیں وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور یہ بھی ہی کہ ہرگز عاجز نکر سکینگے ہم اسکو بھاگ کے اوپر میں آسمان اور زمین کے جسطرح فرشتوں کو آگ کے انگارے مارنے کے وقت جلدی بھاگنے سے عاجز کر دیتے ہیں کہ وہ ہمکو نہیں پاتے ہیں اور انگارا ہم تک نہیں پہونچتا ہے اور اِس جگہہ پر اگرچہ مقام یقین قطعی کا تھا لیکن جنوں نے ظن کو استعمال کیا اور اَنَّا ظَنَنَّا کہا اسکی وجہ یہ ہی کہ کلام آلہی کی تصدیق اور احکام آلہی کی قبولیت اور اپنی خدمت کی موقوفی میں ظن غالب کفایت کرتا ہے کچھہ احتیاج بیقین قطعی کی نہیں ہی چنانچہ معاملات دنیاوی میں لوگوں کے درمیان بھی یہی رائج اور دستور ہی کہ جہاں کسی کے مقابلے سے اپنی عاجزی کا ظن غالب ہوا تو اسکی تابعداری قبول کر لیتے ہیں قطعی یقین حاصل کرنے کی انتظاری نہیں کرتے والا کام ہاتھہ سے جاتا ہے اور پھر کچھہ تدبیر بن نہ پڑے اور یہاں تو یقین قطعی حاصل ہی ہو اسواسطے

جنون نے ذکر کیا کہ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۖ اور یہ کہ جسوقت سُنا ہمنے
ہدایت کے مضمون کو اِس قرآن مین تو اسیوقت بلا مُہلت ایمان لائے ہم اِس پر اسواسطے کہ اس کلام
کے سُننے کے بعد تاخیر کرنے مین حق تعالی کے غُصّے اور غضب کا خوف تھا اور اسکے غضب سے
بھاگ بچنے کی ہم مین طاقت نہین ہی اور اگر ہماری قوم ہمسے کہیگی کہ جلدی ایمان لانے کے سبب سے
اپنے ظن غالب کے بموجب غضب الٰہی کے خوف سے تو تمنے نجات پائی لیکن سردست تمہارا نقصان
ہوا کہ نذر نیاز آدمیون سے جو ملتی تھی سو موقوف ہوئی اور اِس وکالت کے سبب سے جو رشوت دیتے تھے
اسکا بھی دروازہ بند ہوا اور ذلت اور رسوائی بھی بہت حاصل ہوئی کہ ایسے عہدے جلیل القدر سے
تمکو موقوف کیا اور تمنے اِس عہدے کی بحالی کی کچھ تدبیر نہ کی چُپ ہوکر بیٹھ رہے اور ایسی عمدہ
خدمت ہاتھ سے نکل گئی تو اسکے جواب مین ہم کہین گے کہ ان چیزون سے جو تمنے بیان کین
ہمکو کچھ خوف نہین ہی اسواسطے کہ ہمارے ایمان کامل نے ہمکو سب چیزون سے بیخوف کر دیا انکی
کچھ بھی پرواہ ہمکو نہی فَمَنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا
پھر جو کوئی ایمان لاویگا اپنے پروردگار پر وہ ہرگز نہ ڈریگا مال کے نقصان سے اور نہ ذلت
اور بے حرمتی اور بے آبروئی سے اسواسطے کہ حق تعالی اسکو ایمان کی برکت سے اِس نقصان کے
عوض مین دوسری طرح نوازیگا اور مال کے حاصل ہونے کا کوئی دوسرا سبب کر دیگا اور ثواب علاوہ
اسکے ملیگا اور اِس ذلت اور بے حرمتی کے عوض مین ہمیشگی کی عزت اور مرتبہ عنایت کرے گا
اور عرب کی اصطلاح مین رَہَق اِس ذلت حاصل ہونے کو کہتے ہین جو آدمی پر چھا جاتی ہی اور اسکو
ڈھانک لیتی ہی جیسے کپڑا بدن کو ڈھانک لیتا ہی چنانچہ دوسری آیت مین حق تعالی نے فرمایا ہے
وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ یعنے ڈھانک لیتی ہی انکو رسوائی اور اِس قرآن شریف پر اپنے قوم کے ایمان
نہ لانے سے باوجود ایسے قومی سببون کے اور ایسے قادر زبردست کے پکڑ کے خوف سے
کہ کسی کو اسکے مواخذے سے بچاؤ اور خلاصی ممکن نہین ہی جنون نے تعجب کر کے یہی ذکر کیا کہ
وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ اور یہ کہ ہم مین سے بعضے حکم الٰہی کے مطیع اور منقاد ہوئے ہین

اور اپنی ایسی عمدہ خدمت سے معزول ہونے پر راضی ہو کر اپنے خاوند کے حکم کی فرمان برداری پر
مستعد ہو گئے اور تابعداری کی راہ پر چلنے لگے اور اس کلام پر ایمان لائے اور جو جو معاملے
آدمیون سے رکھے تھے اُن سب سے دست بردار ہوئے بلکہ نہایت انصاف کی راہ چلے
کہ اپنی معزولی کی خبر آپ آدمیون سے پکار کر کہدی اور پیغمبر آخر الزمان کی خدمت مین خود
آنکر حاضر ہوتے اور انکی پیروی کو اپنے اوپر واجب جانا چنانچہ بہت سے جنّات جو عرب
کے جزیرون مین رہتے تھے انھون نے یہی طور اختیار کیا تھا کہ خود حاضر ہو کر ایمان لاتے
تھے چنانچہ بہت سی حکایتین تواتر کے طور پر اس مقدمے مین جنون سے منقول ہین انھین
حکایتون مین سے ایک حکایت وہ ہی جو حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالے
عنہ سے صحیح بخاری اور دوسری کتابون مین روایت آئی ہی کہ وہ کہتے تھے کہ مین ایک روز اپنے
بتون کے پاس بیٹھا تھا اسوقت ایک شخص ایک بچہ گاے کا بتون کی نذر کے واسطے لایا اور
اسکو وہان ذبح کیا اسوقت ایک بت کے اندر سے ایک آواز بہت سخت نکلی کہ مین نے کبھی
ایسی آواز نہ سُنی تھی اور ہر خاص و عام نے وہان اس آواز کو سُنا وہ کہتا تھا یا جلیح امر نجیح
رجل یصیح یقول لا الہ الا اللہ یعنے اے قوت والے آدمی ایک ایسا کام ظاہر ہوا ہے
جس مین مطلب کی بات ہی ایک شخص پکار کر کہتا ہی لا الہ الا اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے
ہین کہ جتنے لوگ وہان تھے سب بھاگے لیکن مین وہان کھڑا رہا کہ دیکھون یہ کسکی آواز ہے
پھر دوسری مرتبہ مین نے وہی آواز سُنی اور تیسری مرتبہ بھی وہی آواز ہوئی مجھکو نہایت حیرانی
ہوئی کہ یہ امر کیا ہی پھر لوگون سے معلوم ہوا کہ یہان ایک شخص پیغمبر ظاہر ہوا ہی اور لوگون کو
کلمہ لا الہ الا اللہ کا تعلیم کرتا ہی۔ اور اسی طرح کی حکایت ایک بڈھے سے مجاہد روایت
کرتے ہین کہ وہ بڈھا کہتا تھا کہ ایک روز مین ایک گائے کو ہانکے لیے جاتا تھا یکایک ایک
آواز مین نے سُنی کہ کوئی کہتا ہی یا آل ذریح قول فصیح رجل یصیح ان لا الہ الا اللہ
یعنے اے ذریح بات بہت اچھی اور کھلی ہی ایک شخص پکار کر کہہ رہا ہی کہ لا الہ الا اللہ بعد اس کے

شہر مکے مین جو مین پونہچا تو وہان سنا کہ یہان ایک پیغمبر مبعوث ہوا ہی اور وہ بھی یہی کلمہ کہتا ہی اور
اِسی طرح بیہقی نے سواد بن قارب سے روایت کی ہی کہ وہ کہتے تھے کہ ایام جاہلیت مین ایک جن
میرا آشنا تھا اور ہونیوالی چیزون کی مجھکو خبر دیا کرتا تھا اور مین اُسکے کہنے کے بموجب لوگون سے
کہا کرتا تھا اور وہ خبرین اکثر سچی ہوا کرتی یقین اِس سبب سے نذر نیاز مجھکو بہت ملا کرتی تھی ایک رات کو
مین سوتا تھا کہ وہ جن میرا آشنا آیا اور کہا اُٹھ اور بوجھ اگر کچھ تجھکو عقل اور شعور ہی کہ ایک لوی بن غالب
کی اولاد سے پیدا ہوا ہی پھر یہ کئی بیتین پڑھین۔ **نظم** عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَاَدْهَاسِهَا وَشَدِّهَا
الْعِيسَ بِاَحْلَاسِهَا × تَجْرِيْ اِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى × مَا مُؤْمِنُوْهَا مِثْلَ اَرْجَاسِهَا ×
فَانْهَضْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ × وَاسْمُ بِعَيْنَيْكَ اِلٰى رَاسِهَا × یعنی تعجب آتا ہی مجھکو جنات
کے احوال اور انکی بیقراری سے کجاوے اور زین باندھنے سے اُنکے اونٹون پر سفر کرنے کے
واسطے جاتے ہین مکہ کی طرف ہدایت کی تلاش مین ایمان دار اور جنات نہین ہین مانند اُن کے
ناپاکون کے تو بھی اُٹھ اور چل اس شخص کی طرف جو چُنا ہوا ہی بنی ہاشم سے اور بلندی کر اپنی دونون
آنکھون کو ہمارے قبیلے کے سردارون کی طرف مطلب اسکا یہ تھا کہ ہماری قوم اور سب سردار
مکہ معظمہ کو جاتے ہین ایمان لانے کو تو بھی جا اور ایمان لا۔ سواد کہتے ہین کہ اِن بیتون کے
سُننے سے مین جاگ پڑا اور تمام رات اِسی تشویش مین گذری کہ کیا ماجرا ہی پھر دوسری رات کو بھی اِسی
طور سے آکر مجھکو جگا کر وہی بیتین پڑھین اور چلا گیا اور اِسی طرح تیسری رات کو بھی جب تین رات
پے درپے مجھپر یہی ماجرا گذرا تو میرے دل مین اسلام کی محبت پیدا ہوئی اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا
یہانتک کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حضوری مین حاضر ہوا مین اور آپ کے جمال باکمال
کے دیدار سے مشرف ہوا تو مجھکو دیکھتے ہی آپ نے فرمایا مرحبا ای سواد بن قارب مجھکو معلوم ہی
جو چیز تجھکو یہان لائی ہی مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کچھ بیتین آپکی مدح مین کہی ہین
پہلے آپ ان بیتون کو مجھ سے سُن لیجیے۔ آپ نے فرمایا پڑھ۔ سواد بن قارب نے قصیدہ بائیہ
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین کہا تھا اُسے پڑھا اِس قصیدہ کی آخر بیت یہ ہے

وَکُن لِی شَفِیعًا یَومَ لَاذُو شَفَاعَةٍ × سِوَاکَ بِمُغنٍ عَن سَوَادِ بنِ قَارِبِ × یعنے اور ہوتا
واسطے میرے شفیع جس دن نہو گا کوئی صاحب شفاعت کا تیرے سوا کوئی کام آنیوالا سواد
بن قارب سے اور یہ بھی بیہقی نے روایت کی ہی کہ عمان کے ملک مین مازن طائی بتون کی خدمت
پر مقرر تھا اُن بتون مین ایک بت تھا اسکو ناجر کہتے تھے سو مازن کہتا ہی کہ ایک روز مین نے
اس بت کے واسطے ایک جانور ذبح کیا اُسوقت ایک آواز اُس بت کے اندر سے سُننے
مین آئی یہ کہتا تھا یا مازن اَقبِل اِلَیَّ اَقبِل - تَسمَعُ مَا لَا تَجهَلُ هٰذَا نَبِیٌّ مُرسَل
جَآءَ بِحَقٍّ مُنزَل فَآمِن بِهٖ کَی تَعدِلَ عَن حَرِّ نَارٍ تَشعَلُ وَقُودُهَا بِالجَندَل یعنے اے
مازن متوجہ ہو میری طرف متوجہ ہو سن ایسی چیز جسکو جہل اور نادانی مین نہ رکھا چاہیے یہ پیغمبر
بھیجا گیا لایا ہی حق جو اُتارا گیا ہی سو ایمان لاؤ اِس پر تاکہ کنارا پکڑے تو آگ کی گرمی سے جو لپک
والی ہی جس آگ کا ایندھن پتھر ہین لکڑی کی جگہ مازن کہتا ہی کہ یہ آواز سُنکے مجھکو نہایت تعجب ہوا
پھر دوسرا ایک جانور ذبح کیا مین نے پھر دوسری مرتبے اس سے بھی زیادہ کھلی ہوئی واضح
آواز اس بت سے سُنی مین نے کہ کہتا تھا یا مازن اسمع تُسَرَّ - خَیرٌ ظَهَرَ وَبَطَنَ شَرٌّ -
بُعِثَ نَبِیٌّ مِن مُضَرَ - بِدِینِ اللّٰهِ الاَکبَرِ فَدَع نَحِیتًا مِن حَجَرٍ تَسلَم مِن حَرِّ سَقَرَ -
یعنے اے مازن سن تاکہ خوش ہو تو بہتر ظاہر ہوا اور چھپگئی بدی اُٹھایا گیا ہی ایک پیغمبر مضر کے قبیلے سے
دین خدا پر ایسا خدا جو بہت بڑا اور بزرگ ہی سو چھوڑ بت کو جسکو پتھر سے تراش کے بنایا ہی تاکہ بچے تو
آگ سے دوزخ کی - مازن کہتے ہین کہ اُسی وقت سے مین اِس خبر کی تلاش مین ہوا کہ مصر سے
کون پیغمبر مبعوث ہوا ہی یہانتک کہ قافلہ حجاز کا اُن دنون مین وہان آیا اُنسے مین نے پوچھا
اُدھر کی خبر کیا ہی اُن لوگون نے کہا کہ تہامہ مین ایک شخص پیدا ہوا ہی اُسکو لوگ احمد صلے اللہ علیہ وسلم
کہتے ہین اور وہ اپنے تئین داعی الی اللہ کہتے ہین مین نے پہچانا کہ اس آواز کی تعبیر یہی ہی
پس زاد و راحلہ یعنی سفر کا سامان تیار کر کے مکہ کی طرف روانہ ہوا مین وہان پونہچکر آپکی خدمت
مین حاضر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال با کمال دیکھتے ہی میرا دل اسلام کی طرف

مائل ہوا پھر اسلام لایا مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کچھ تمھارا مطلب ہو تو کہو
مین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے تین مقصد ہین اوّل تو یہ ہی کہ مجکو راگ سننے اور ناچ
دیکھنے اور شراب پینے اور زنا کرنے کی لت ہو گئی ہی اور دوسرا یہ کہ میری اولاد نہین ہی اور
مجکو اولاد کی نہایت آرزو ہی اور تیسرا یہ کہ ہمارے ملک مین قحط پڑا ہی سوان تینون چیزون مین
آپ سے دعا چاہتا ہون مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض ترجمان سے حق تعالی
کی درگاہ مین عرض کی کہ ای بار خدایا اسکو راگ اور باجے کے عوض مین قرآن شریف پڑھنے کی
توفیق دے اور حرام کاری سے بچا اور اُسکے عوض مین حلال عورتین اِسکو عنایت کر اور صاحب حیا
اور صاحبِ شرم کر دے اسکو اور اپنے فضل سے اسکو اولاد عنایت کر اور قحط کو دور کر مازن کہتے
ہین کہ حق تعالی نے آپکی دعا کی برکت سے سب برائیان مجھ سے دور کین اور اچھائیان نصیب
ہوئین ملک ہمارا آباد اور سرسبز ہوا اور چار عورتین خوبصورت میرے نکاح مین آئین اور لڑکا بہت
قابل مجکو حق تعالی نے دیا چنانچہ حیان بن مازن مشہور ہین اور اِسی طرح امام احمد نے حضرت جابر بن
عبد اللہ سے اور ابو نعیم نے حضرت ضمرہ سے روایت کی ہی اور بیہقی نے حضرت امام زین العابدین
رحمۃ اللہ علیہ سے ارسال کے طور پر اِس قصّہ کو ذکر کیا ہی کہ پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر
مدینہ منورہ مین اِس سبب سے پونہچی تھی کہ ایک عورت مدینہ والون کی کسی ایک جن کے ساتھ
تعشق رکھتی تھی اور وہ جن ہمیشہ رات کو اسکے پاس آتا تھا اور اکثر پرند جانور کی شکل پکڑکے اِس کی
دیوار پر آبیٹھتا تھا پھر جب تنہائی ہوتی تھی تب آدمی کی شکل بنکے اِس عورت سے صحبت کرتا تھا
پھر یکایک چند روز اسکا آنا موقوف ہو گیا پھر تھوڑی مدت کے بعد اِسی پرند جانور کی شکل سے
اسکی دیوار پر آبیٹھا اس عورت نے اسکو دیکھتے ہی پہچانا اور کہا آؤ یار اِتنے دنون کہان رہے
جو ہمارے پاس نہ آئے اِسنے کہا کہ اب ہمارے تمھارے جدائی ہی ہمارے آنے کی امید اب
مت رکھو اسواسطے کہ مکہ معظمہ مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہی اُس نے ہمپر زنا کو حرام کر دیا اور حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ نے اِسی طرح کا ماجرا شام مین دیکھا تھا چنانچہ ابو نعیم نے اُنسے نقل کیا ہے کہ

وہ کہتے تھے کہ ہم ایک مرتبے شام کی طرف گئے تھے سو اُس طرف ایک عورت بڑی کاہنہ مشہور
تھی بلکہ اِس فن مین کمال رکھتی تھی ہم بھی اسکی ملاقات کے واسطے گئے اور اپنے سفر کا حال اُس سے
پوچھا کہ آگے کیا ہوگا اُسنے کہا کہ اب مجھکو کچھ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جس جن سے مجھسے دوستی
تھی اور اُس سے احوال دریافت کر کے مین سب کو جواب دیتی تھی سو وہ جن ایکدن آکے میرے
دروازے پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اب ہم رخصت ہوتے ہین مین نے اُس سے پوچھا کسواسطے
اُس نے کہا کہ خَرَجَ اَحْمَدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جَاءَ اَمْرٌ لَا یُطَاقُ یعنے ظاہر ہوے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آیا حکم جسکے مقابلے کی طاقت نہین ہے یہ کہکے چلا گیا اور پھر نہ آیا اور اسیطرح
ابن شاہین اور دوسرے محدثون نے ذباب ابن الحارث سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ
ایک جن میرا آشنا تھا اور غیب کی خبرین مجھے بتایا کرتا تھا ایکدن وہ آیا مین نے اُس سے کچھ پوچھا
اُسنے حسرت سے میری طرف دیکھا اور کہا **نظم** یَا ذُبَابُ یَا ذُبَابُ × اِسْمَعِ الْعَجَبَ
الْعُجَابَ × بُعِثَ مُحَمَّدٌ بِالْکِتَابِ × یَدْعُوْا بِمَکَّۃَ فَلَا یُجَابُ یعنی ای ذباب سن
بڑے تعجب کی بات کہ مبعوث ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ کتاب کے بلاتے ہین
اللہ کی طرف مکہ مین پھر نہین جواب دیے جاتے ہین یعنی انکی بات کوئی نہین سنتا ذباب
کہتا ہے کہ مین نے اُس سے کہا کہ تو کیا کہتا ہے سوال دیگر جواب دیگر اُسنے کہا کہ تھوڑے دنون
مین میری بات کو بوجھیگا تو یہ کہکے اٹھ گیا پھر چند روز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
پیغمبری کی خبر مجھکو پہونچی اور اسی طرح عمر بن سبیہ نے جموح بن عثمان غفاری سے بھی روایت کی
ہے کہ بنی غفار کے قبیلے مین ایک کاہن تھا اسکا بھی ایک جن یار تھا وہ جن بھی اسیطرح جواب دیکر
رخصت ہو کر چلا گیا اور ابو نعیم نے بھی روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ اپنی مجلس مین بیٹھے تھے ایک شخص آیا آپنے اُس سے پوچھا کہ تیرے قیافے سے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو کاہن تھا اور جنون سے صحبت رکھتا تھا اُسنے کہا کہ ہان آپنے کہا بھلا اب بھی
جنون سے صحبت میسر ہوتی ہے اُسنے کہا اب نہین ہوتی دین اسلام کے ظہور سے پہلے میری صحبت والے

جن میرے پاس آئے اور مجھسے کہا کہ یا سالم یا سالم الحق المبین والخیر الدائم امر غیر
حلم النائم اللہ اکبر یعنے ای سالم حق کھلا اور بہتری ہمیشگی کی ظاہر ہوئی یہ بات خواب پریشان
سونے والے کا نہین ہی اللہ تعالی سب سے بڑا اور بزرگ ہی ایک شخص دوسرا اس مجلس کے حاضرون
مین سے بولا کہ مجکو بھی اسی طور کا اتفاق ہوا کہ ایک دن مین ایک بیابان کے چٹیل میدان
مین چلا جاتا تھا اور کوئی آدمی گرد و پیش میرے نہ تھا کہ یکایک ایک ناقہ سوار میرے سامنے
نمود ہوا اور پکار کر یہ کلمے کہے یا احمد یا احمد اللہ اعلی و امجد اتاک ما وعدک من الخیر
یا احمد یعنے ای احمد اللہ بہت برتر و بزرگ ہی آیا تجکو جو تجھسے وعدہ کیا تھا بہتری سے ای احمد اور
پھر نظر سے میری غائب ہو گیا ایک شخص دوسرا انصاریون مین سے اسی مجلس مین حاضر تھا اس نے
کہا کہ مجکو بھی اسی قسم کا ماجرا درپیش آیا تھا چنانچہ شام کی طرف مین گیا تھا ایک دن ایسی زمین پر میرا
گذر ہوا کہ نہ وہان پانی تھا نہ گھانس یکایک مین نے پیچھے سے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے
قد لاح نجم فاضاء مشرقہ یخرج من ظلمۃ عرف مولقہ ذلک رسول مفلح من
صدقہ اللہ اعلی امرہ وحققہ یعنے تحقیق ظاہر ہوا وہ ستارہ جسنے روشن کر دیا مشرق
اپنے کو نکلتی ہی سایہ آسکے سے خوشبو کہ روشن کرتی ہی اسکو یہ رسول ہی بہتری کو پہنچے گا جسنے
سچا جانا اسکو اللہ نے بہت بلند کیا کام اسکا اور ثابت کیا اسکو اور اسیطرح فاکہی نے بھی مکہ کے
اخبار مین عامر بن ربیعہ سے اور ابو نعیم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسرے
محدثون نے حضرت عبد الرحمن بن عوف اور دوسرے صحابیون سے روایت کی ہی کہ ایک دن
جبل ابو قبیس پر ایک جن نے آکے بہت سخت آواز کی اور چند بیتین پڑھین اس مین دین اسلام
کی ہجو تھی اور یہ مضمون تھا کہ مسلمانون کو جلدی قتل کرنا چاہیے اور شہر سے نکال دینا اور بت پرستی کو
ہرگز نچاہیے چھوڑنا۔ کفار اس مضمون سے بہت خوش ہوئے اور مسلمانون سے کہنے لگے دیکھو تمھارے
قتل اور شہر بدر کرنے کا حکم غیب سے بھی آیا مسلمانون کو بہت رنج ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین حاضر ہو کر عرض کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب خاطر جمع رکھو یہ آواز ایک

شیطان کی تھی مسعر اسکا نام ہی سو عنقریب حق تعالیٰ اسکو سزا دیتا ہی جب تیسرا دن ہوا تب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو خوش خبری دی اور فرمایا کہ آج ایک دیو بڑا زور آور میرے پاس آیا اور
مسلمان ہوا اسکا نام سمحج تھا مین نے اسکا نام عبد اللہ رکھدیا اسنے مجسے کہا کہ اگر حکم ہو تو مسعر کو قتل
کر دون سو مین نے اجازت دی انشاء اللہ تعالیٰ آج مسعر جہنم واصل ہوگا مسلمانون کو بہت خوشی
حاصل ہوئی اور اس خوش خبری کے منتظر ہوئے شام کے وقت اسی پہاڑ سے ایک آواز بہت
سخت سنی کہ کوئی کہتا ہی نحن قتلنا مسعرا لما طغی واستکبرا وصغر الحق وسن المنکرا بشتمہ
نبینا المطہرا اور دتہ سیفا جزوقا مبترا انا نزود من اراد البطرا یعنی ہمین ہون
جسنے قتل کیا مسعر کو جب کہ سرکشی کی اسنے اور تکبر کیا اور جھوٹا جانا اسنے حق کو اور طریقہ ڈالا برا
واسطے کہنے اسکے سے نبی ہمارے کو جو پاک ہی رنگین کیا ہمنے اسکے خون سے تلوار کو جو
بڑی کاٹو اور جڑ سے قطع کرنیوالی ہی ہم منع اور رد کرینگے اسکو جو ارادہ کریگا تکبر اور غرور کا اور
اسی طرح ابن سعد نے کتاب شرف المصطفیٰ مین جندل بن ثعلبہ سے روایت کی ہی کہ جندل رضی اللہ
عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا ایک جن دوست تھا
غیب کی خبرین مجھے پونچایا کرتا تھا ایک رات کو گھبرایا ہوا آیا اور مجھکو سوتے سے جگایا اور کہنے لگا
ھب فقد لاح سراج الدین بصادق مہذب امین فارحل علی باذل امون تمشے
علے الصحصح والحزن یعنی بیدار ہو پس تحقیق روشن ہوا چراغ دین کا سچا اور آراستہ اور امانتدار
سو کوچ کر مضبوط اونٹ پر سوار ہو کے چل اوپر راہ برابر اور خراب کے جندل نے کہا کہ یہ عبارت
مسجع اسکی سننے مین دہشت سے اٹھ بیٹھا اور پوچھا مین نے کہ ہی کیا صاف کہہ پھر اس نے کہا
وساطح الارض وفارض الفرض لقد بعث محمد فی الطول والعرض نشأ فی الحرمات
العظام وھاجر الی الطیبۃ الامینۃ یعنی قسم ہی بچھانیوالے زمین کی اور لازم کرنیوالے
فرض کی ہر آئینہ رسول کر کے بھیجے گئے محمد تمام جہان پر پیدا ہوئے حرم بزرگ مین اور ہجرت
کی طرف طیبہ امینہ کے یعنی مدینہ کی طرف۔ جندل کہتے ہین کہ یہ خبر سنتے ہی مین مدینہ منورہ کیطرف

روانہ ہوا راہ مین پھر ایک ہاتف نے مجھے آواز دی کہ **شعر** یَا اَیُّھَا الرَّاکِبُ الْمُزْجِیْ مَطِیَّتَہٗ مَا
نَحْوَ الرَّسُوْلِ لَقَدْ وُفِّقْتَ لِلرُّشْدِ ٭ یعنی ای سوار پھیر نیوالے سواری اپنی کو طرف رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر آئینہ تحقیق توفیق دیا گیا تو طرف ہدایت کے اور اسی طرح ابن کلبی نے
عدی ابن حاتم طائی سے روایت کی ہی کہ عدی کہتے تھے کہ میرا ایک نوکر تھا بنو کلب کے قبیلے کا اسکو
جالس بن دغنہ کہتے تھے ایک دن مین گھر کے باہر بیٹھا تھا یکایک اسکو دیکھا مین نے کہ کچھ
دہشت کھایا ہوا حواس باختہ آتا ہی مین نے پوچھا کیا ہوا تجکو خیر ہی اس نے کہا کہ یہ اونٹ اپنے
مجھسے لو اور نوکری سے مجکو معاف کرو مین نے اس سے کہا کہ کچھ ہمسے قصور ہوا جو تم نوکری چھوڑے
دیتے ہو اسنے کہا کچھ نہین لیکن میرے اوپر ایک حادثہ گذرا ہی اس سبب سے مین چھوڑتا ہون اسکی
تفصیل یہ ہی کہ تمھارے اونٹ لیکر مین چراگاہ مین گیا تھا وہان دیکھا مین نے کہ ایک شخص بڈھا
پہاڑ کی گھاٹی سے نکل آیا سر اسکا گول الّو کا سا اور طول اور عرض کا حال کچھ نہ پوچھو کہ کسقدر تھا
پہاڑ کی چوٹی سے سر اسکا باتین کرتا تھا اور دونون پاؤن اسکے پہاڑ کی جڑ مین لگے تھے سو اسنے
مجکو پکارا اور کہا کہ یا جالس بن داغنۃ یا جالسُ لَا یَعْرِضَنَّ لَکَ الْوَسَاوِسُ ھٰذَا
اَسْنَا النُّوْرِ بِکَفِّ الْقَابِسِ فَاجْنَحْ اِلَی الْحَقِّ وَلَا تُوَاجِسْ یعنی ای جالس بن دغنہ نہ باز
رکھین تجکو وسوسے یہ دیکھ روشنی پھیلی ہوئی اس نور کی ہی جسکے ہاتھ مین مشعل ہی سو رجوع کر
حق کی طرف اور دل مین کچھ دغدغہ مت کر اتنا کہکر غائب ہو گیا مین اس خوف سے وہان ٹھیر
نہ سکا اونٹون کو دوسری چراگاہ مین لے گیا اور ایک درخت کے نیچے لیٹا مین کہ ذرا آرام کرون
جو ہین میری آنکھ لگی دہین کسی نے مجکو ایک ٹھوکر پاؤن سے ماری مین چونک پڑا دیکھتا کیا
ہون کہ وہی بڈھا کھڑا ہی اور کہتا ہی یا جالسُ اسْمَعْ مَا اَقُوْلُ تَرْشُدْ ٭ لَیْسَ ضَلُوْلٌ حَائِرٌ
کَمُھْتَدٍ ٭ لَا تَتْرُکَنَّ نَہْجَ الطَّرِیْقِ الْاَقْصَدِ ٭ قَدْ نَسَخَ الدِّیْنُ بِدِیْنِ اَحْمَدَ یعنے
ای جالس سن جو کہتا ہون مین تاکہ راہ پاوے تو نہین ہی گمراہ متحیر ہدایت پانیوالے کی مانند
مت چھوڑ چلنا راہ سیدھی کا تحقیق ناسخ ہوئے سب دین دین احمد صلے اللہ علیہ وسلم سے

اسی طرح ابونعیم اور ابن عساکر نے بنی خثیم کے قبیلے کے ایک شخص سے روایت کی ہو کہ وہ کہتا تھا
کہ اہل عرب کا دستور ایسا تھا کہ کچھ بھی حرام اور حلال نہین پہچانتے تھے اور بتون کی پوجا کیا
کرتے تھے اور اگر آپس مین کچھ جھگڑا یا قصہ ہوتا تھا تو اُسکے فیصلے کے واسطے بھی بتون کے روبرو
مؤدب ہوکر بیٹھتے تھے پھر ان بتون کے اندر سے جو آواز ہوتی تھی اسکو ہاتف غیب کی صدا
تصور کر کے اُسی کے موافق عمل کرتے تھے سو مین بھی اسی دستور کے بموجب ایک جھگڑے
مین ایک رات کو بُت کے سامنے بیٹھا تھا اور کچھ نذر اور قربانی گذران کے آواز غیبی کا منتظر تھا
کہ یکایک اس بت کے اندر سے یہ آواز آئی کہ یَا اَیُّھَا النَّاسُ ذُوالْاَجْسَامِ × وَمُسْنِدُ الْحُکْمِ
اِلَی الْاَصْنَامِ × مَا اَنْتُمْ وَطَائِشُ الْاَحْلَامِ × ھٰذَا نَبِیٌّ سَیِّدُ الْاَنَامِ × اَعْدَلُ ذِیْ
حُکْمٍ مِّنَ الْحُکَّامِ × یَصْدَعُ بِالنُّوْرِ وَبِالْاِسْلَامِ × وَیَزَعُ النَّاسَ عَنِ الْاٰثَامِ × یعنے
اے وہ لوگو جو اپنے جھگڑون کو بتون کے سامنے فیصلے کے واسطے لاتے ہو کیا ہوا ہی تمکو جو
ایسے عقل کے ہلکے ہو گئے ہو یہ نبی ہی جو سردار ہی تمام مخلوقات کا بڑا عادل ہی سب جہان
کے حاکمون سے ظاہر کرتا ہی نور اور اسلام کو اور منع کرتا ہی لوگون کو گناہون سے یہ آواز سُنتے
ہی ہم جتنے وہان تھے سب بھاگے اور متفرق ہو گئے پھر ہر مجلس مین یہی تذکرہ رہتا تھا یہانتک کہ
ہمکو خبر پہونچی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مین پیدا ہوئے اور وہان سے مدینہ منورہ کی
طرف ہجرت فرمائی تب ہم بھی آکر مسلمان ہوئے اور اسی طرح ابونعیم اور ابن سعد نے جبیر بن مطعم
سے روایت کی ہو کہ جبیر کہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے پہلے بوانہ مین
ایک بُت کے پاس ہم بیٹھے تھے اور ایک اونٹ اس بت کی نذر کے واسطے ہمنے ذبح کیا
تھا یکایک ایک آواز اس بُت کے اندر سے نکلی کہ اَلَا اِسْمَعْ اِلَی الْعَجَبِ ذَھَبَ اِسْتِرَاقُ
السَّمْعِ بِالْوَحْیِ وَتُرْمٰی بِالشُّھُبِ لِنَبِیٍّ بِمَکَّۃَ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ مُھَاجِرُہٗ اِلٰی یَثْرِبَ
یعنے خبردار ہو اور سُن تعجب کی بات کو گیا زمانہ آسمان کی خبرین چرانے کا وحی آنے کے سبب سے
اور مارے جاتے ہین جنات انگارے دہکتے ہوئے سے یہ سب ہوا ہی بسبب نبی آنے کے

مکہ مین جنکا نام احمد ہی اور اُنکی ہجرت کا مکان یثرب ہی جبیر کہتے ہین کہ ہمکو اس بات کے سُننے
سے نہایت تعجب ہوا اور وہان سے اُٹھکر چلے گئے پھر بعد چند روز کے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کی خبر فاش ہوگئی اور اسی طرح ابو نعیم نے تمیم داری سے روایت کی ہی کہ تمیم کہتے تھے کہ
جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے اسوقت مین شام مین تھا پھر کسی کام کے واسطے
سفر کیا مین نے جب رات ہوئی تب عربون کے قدیم دستور کے بموجب جنون کے خوف سے
اس جنگل مین پکار کر مین نے کہا کہ اِنَّا فِی جِوَارِ عَظِیْمِ هٰذَا الْوَادِیْ یعنی پناہ مین آئے اور
دُہائی ہی اس جنگل کے سردار کی اسیوقت ایک آواز آئی اور کوئی شخص ظاہر نہ معلوم ہوتا تھا
اور اس آواز کا مضمون یہ تھا کہ عُذْ بِاللّٰهِ فَاِنَّ الْجِنَّ لَا تُجِیْرُ عَلَی اللّٰهِ اَحَدًا یعنی پناہ اور
دُہائی مین آ خدا کی اسواسطے کہ جنون کو یہ طاقت نہین ہی کہ بے حکم الٰہی کسی کو پناہ دیوین
مین نے کہا کہ کون ہی تو اور کیا کہتا ہی تب اِسنے پھر کہا قَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ الْاُمِّیِّیْنَ وَصَلَّیْنَا
خَلْفَهٗ بِالْحَجُوْنِ فَاَسْلَمْنَا وَاتَّبَعْنَاهُ وَذَهَبَ كَیْدُ الْجِنِّ وَرُمِیَتْ فَانْطَلِقْ اِلٰی
مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی تحقیق ظاہر ہوئے رسول عربون کے اور نماز پڑھی ہمنے
اُنکے پیچھے حجون مین جو مکہ معظمہ کا ایک محلہ ہی سو ایمان لائے ہم اور پیروی کی ہم نے
اُسکی اور اب گیا فریب جنون کا اور مارے جاتے ہین یعنی انگارون سے سو جا تو طرف
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جو رسول ہین سارے جہان کے پروردگار کے تمیم کہتے ہین کہ جب
صبح ہوئی تو مین وہان سے روانہ ہوا ایک شہر مین پونہچا وہان ایک راہب سے اس قصے کو
بیان کیا مین نے اُسنے کہا کہ جنون نے تجسے سچ کہا ایک پیغمبر حرم سے ظاہر ہوگا اور
دوسرے حرم کی طرف ہجرت کریگا اور اُسکا مرتبہ سب پیغمبرون سے زیادہ ہی تو جلدی
اُسکی خدمت مین پونہچ اور اسی طرح ابو نعیم نے خویلد ضمری سے روایت کی ہی کہ خویلد
کہتے ہین کہ مین ایک بت کے پاس بیٹھا تھا یکایک اُسکے اندر سے ایک آواز سُنی
مین نے کہتا ہی ذَهَبَ اسْتِرَاقُ الْوَحْیِ وَرُمِیْ بِالشُّهُبِ لِنَبِیٍّ بِمَكَّةَ اسْمُهٗ

اَحْمَدُ وَمُهَاجِرُهٗ اِلٰی یَثْرِبَ یَاْمُرُ بِالصَّلٰوةِ وَالصِّیَامِ وَالْبِرِّ لِلْاَرْحَامِ یعنے گیا زمانہ وحی
کی چوری کا اور مارے جاتے ہین جن انگارون سے مکہ مین نبی پیدا ہونے کے سبب سے جنکا نام
احمد ہی اور اُنکی ہجرت کا مکان یثرب ہی حکم کرتا ہی سبکو نماز اور روزے کا اور اپنے خویش و اقربا سے
نیکی کرنے کا خویلد کہتے ہین کہ ہم اِس آواز کے سُنتے ہی وہان سے اُٹھے اور اِس خبر کو دریافت کیا
معلوم ہوا کہ سچ ہی ایک پیغمبر مکہ مین پیدا ہوا ہی اور اُسکا نام احمد ہی - اور اِسی طرح ابو نعیم اور ابن جریر اور
طبرانی اور خرابطی اور دوسرے محدثون نے کئی اسنادون اور کئی طریقون سے عباس بن مرداس سے
روایت کرتے ہین اور عباس عرب کے سردارون مین سے مشہور شخص ہین وہ کہتے ہین کہ میرے
اسلام مین داخل ہونے کی وجہ ابتدا مین یہ ہوئی کہ اِس شخص کے باپ نے مرتے وقت مجھکو وصیت
کی تھی کہ اِس بت کی عبادت جسکا نام ضمار ہی ہرگز نچھوڑنا اور جو کام مُشکل درپیش ہو اُس کام مین
اُسی کی طرف رجوع کرنا اسواسطے کہ یہ بُت مشکل کشائی مین بینظیر ہی سو اپنے باپ کی وصیت کے
بموجب ہمیشہ اُس بُت کی خدمت مین مشغول رہتا تھا مین اور ہر روز باوجود کاروبار ریاست کے اُسکی
زیارت کو ایک مرتبے جاتا تھا مین ایک دن جنگل مین شکار کے واسطے گیا تھا مین جب دوپہر ہوئی
تو گرمی کی شدت سے ایک درخت کے سایہ کے تلے بیٹھ گیا مین اور نوکر چاکر بھی جو میرے ساتھ تھے
ادھر اُدھر درختون کے تلے بیٹھ گئے یکایک دیکھا مین نے کہ ایک شترمرغ سفید رنگ جیسا روئی کا
گالہ دھنا ہوا اوپر سے نیچے آیا اور اِس شترمرغ پر ایک شخص سفید پوش نورانی شکل سوار ہین اور میری
طرف خطاب کرکے کہتے ہین کہ ای عباس بن مرداس کچھ تجکو خبر ہی کہ آسمان کی نگہبانی کے واسطے
چوکیان مقرر ہوئین اور لڑائی اور جہاد زمین پر پھیل گیا اور زین اور لگام والے گھوڑے جہاد کو
تیار ہوئے ہین اور یہ نیک طریقہ جو زمین پر لایا ہی وہ دوشنبہ کے دن اور منگل کی رات کو
پیدا ہوا اور اسکی سواری کی ایک اونٹنی ہی اسکا نام قصوی ہی عباس کہتے ہین کہ یہ بات سُنتے
ہی مجکو خوف اور رعب زیادہ ہوا وہان سے سوار ہوکر گھر کو آیا اور پہلے اُس بُت کے پاس جسکا
نام ضمار تھا گیا مین تھوڑی دیر اُسکے سامنے مودب ہوکے بیٹھا اسکے اندر سے آواز نکلی

یہ بیتین پڑھتا تھا قُلْ لِلْقَبَائِلِ مِنْ سُلَيْمٍ كُلِّهَا × هَلَكَ الْأَنِيْسُ وَعَاشَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ
أَوْدَى ضِمَارُ وَكَانَ يُعْبَدُ مُدَّةً × قَبْلَ الْكِتَابِ إِلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ × إِنَّ الَّذِيْ
وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَالْهُدٰى × بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُهْتَدِيْ یعنی کہدے سلیم کے سب قبیلے
سے کہ ہلاک ہوا انیس اور زندہ ہوئے مسجد والے اور ہلاک ہوا ضمار اور پوجا گیا تھا ایک مدت تک
قبل اترنے کتاب کے طرف نبی کے جنکا نام محمد ہے بیشک جو شخص وارث ہوا ہی نبوت کا اور ہدایت کا
بعد مریم کے بیٹے کے وہ قریش سے ہی سیدھی راہ چلنے والا۔ عباس کہتے ہین کہ مین نے اس
بات کو لوگون سے ظاہر نہ کیا بلکہ پوشیدہ رکھا یہانتک کہ جب کافر جنگ احزاب سے جسکو جنگ
خندق بھی کہتے ہین پھرے اُسوقت مین اونٹ خریدنے کے واسطے عقیق کی طرف جو ذات عرق
کے متصل بستی ہو گیا تھا یکایک ایک سخت آواز آسمان سے آئی مین نے نظر اوپر کی تو دیکھا
مین نے وہی پیر مرد سفید پوش سفید شتر مرغ پر سوار ہین اور کہتے ہین کہ جو نور دوشنبہ کے دن اور
منگل کی رات کو دنیا مین آیا ہی سو اب ناقہ قصویٰ کے صاحب کے ہمراہ نجد مین آتا ہی اسوقت سے
دین اسلام کا اعتقاد میرے دل مین بیٹھ گیا اور اسی طرح ابو سعید اور ابو نعیم نے سعید بن عمر ہذلی سے
روایت کی ہی کہ سعید کہتے تھے کہ ایک روز ایک شخص کے باپ نے ایک بکری ایک بت کے سامنے
نذر کے طور پر ذبح کی تھی اُسوقت اُس بت کے اندر سے یہ آواز آئی کہ الْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ
خَرَجَ نَبِيٌّ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يُحَرِّمُ الزِّنَا وَيُحَرِّمُ الذَّبْحَ لِلْأَصْنَامِ وَحُرِسَتِ السَّمَاءُ
وَرُمِيْنَا بِالشُّهُبِ یعنی بڑا تعجب ہے پیدا ہوا ایک نبی عبدالمطلب کے اولاد سے حرام کریگا زنا اور حرام
کریگا ذبح کو جو بتون کے واسطے کرتے ہین اور نگہبانی کی گئی آسمانون کی اور مارے جاتے ہین ہم
انگارون سے سعید کہتے ہین اور میرا باپ اس خبر کی تحقیق کے واسطے مکہ کی طرف گیا کسی نے انکو
اس خبر کا پتا نہ بتایا یہان تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اُنسے پوچھا
انھون نے کہا کہ ہان سچ ہی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب خدا کا رسول ہی تمکو بھی لازم ہی کہ اس پر
اسلام لاؤ حاصل کلام کا اس قسم کے قصے بے شمار ثابت ہین جو حد تواتر کو پہنچے ہین بلکہ بعضے جنات نے

جو اسوقت تک اسلام سے مشرف نہین ہوئے تھے بعضے آدمیون کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین سلام اور تحیات اور اپنی عاجزی اور فرمان برداری کہلا بھیجی تھی چنانچہ ابن سعد نے جعد بن قیس مرادی سے روایت کی ہے کہ جعد کہتے تھے کہ ہم چار آدمی اپنے وطن سے حج کے ارادے سے چلے راستے مین ایک جنگل علاقہ یمن کے متعلقات سے اس جنگل مین ایک آواز سنی ہمنے کہ کوئی یہ بیتین پڑھتا ہے گا الا یا ایھا الرکب المعرس بلغوا × اذا ما وقفتم بالحطیم وزمزما × محمدن المبعوث منا تحیۃ × تشیعہ من حیث سار ویمما × وقولوا لہ انا لدینک شیعۃ × بذلک اوصانا المسیح بن مریما × یعنی اے اونٹون کے سوار پچھلی رات کو مقام کرنیوالے پونہچا ؤ جب کھڑے ہو تم یعنی پونہچو تم حطیم اور زمزم کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مبعوث ہوئے ہین سلام ہماری طرف سے اور تحیت جاتا تم اسکے پاس جہان کہین اس نے سیر کی ہو اور قصد کیا ہو اور کہنا اس سے ہم سب یعنی یہان کے جنات تمھارے دین کے گروہ ہین اسی طرح وصیت کی تھی ہمکو عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے نے اور ابن عساکر اور خرایطی نے مرداس بن قیس دوسی سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین کاہنون کا اور کہانت کا کچھ ذکر تھا لوگ نقل کرتے تھے کہ یہ کارخانہ نبوت کے ظہور اور وحی کے نزول ہوتے ہی موقوف ہو گیا مرداس مذکور نے کہا کہ یا رسول اللہ مجکو اس مقدمے مین عجب اتفاق ہوا تھا جو قابل سننے کے ہے آپنے فرمایا کہ بیان کرو مرداس نے کہا کہ ہمارے پاس ایک لونڈی تھی اسکا نام خاصہ تھا بہت نیکبخت اور صالحہ تھی کبھی برائی کا وہم بھی اسکی طرف نہوا تھا ایک روز میرے نزدیک آئی اور کہنے لگی کہ تم مجکو کیا جانتے ہو ہمنے کہا کہ تجکو بڑی نیکبخت اور صالحہ ہم جانتے ہین کبھی برائی کا وہم بھی تیری طرف ہمکو نہین ہوا پھر اسنے کہا کہ ان دنون مجھ پر ایک عجیب احوال گذرا ہے کہ مین ایک روز اکیلی اپنے گھر مین بیٹھی تھی ایک چیز سیاہ میرے اوپر آکر چڑھ بیٹھی اور جس طرح مرد عورت سے صحبت کرتا ہے اسی طرح اسنے میرے ساتھ کیا اور پھر کچھ معلوم نہ دیا سو مجکو یہ خوف ہوا کہ ایسا نہو جب مجھے حمل رہ گیا ہو اور تم لوگ مجھ پر زنا کی تہمت کرو ہمنے اس سے کہا کہ ہمکو تیری طرف

ایسی چیز کا وہم بھی نہین آنے کا تو جا خاطر جمع رکھ بعد کتنے روز دن کے معلوم ہوا کہ اُسکو حمل ہے
پھر موافق معمول کے لڑکا جنی لیکن اِس لڑکے کے دونون کان گتّے کے سے تھے اور اُسکا
رنگ بھی آدمیون کا سا نہ تھا سو وہ لڑکا ہمارے لڑکون کے ساتھ کھیلا کرتا تھا یکایک ایک
روز ننگا ہو کے چلّانے لگا اور کہنے لگا کہ افسوس اور خرابی ہی کہ دشمن کے سوار تمھارے لوٹنے کو
اِس پہاڑ کے اِس طرف آن پونہچے اور تم غافل بیٹھے ہوئے ہو ہم سب اِسکے کہنے بموجب
مسلح ہو کر اِس پہاڑ پر گئے دیکھا تو واقعی دشمن کے سوار ہین آخر اُنسے لڑائی کرکے اُنکو ہٹا دیا
اُسوقت سے اُس لڑکے کے کہنے کا اعتبار ہوگیا جو وہ کہتا تھا ویسا ہی ہوتا تھا کبھی اُسکی بات
جھوٹ نہوتی تھی پھر جب سے آپ نبی ہوئے اور وحی آنا شروع ہوئی تب سے اُسکی بات جھوٹی ہونے
لگی اکثر باتین جھوٹی کیا کرتا تھا ہمنے اُس سے پوچھا کہ تجکو اب کیا ہوا جو جھوٹ بولنے لگا تو
اُسنے کہا مجکو کچھ حال نہین معلوم جو شخص مجکو پہلے سچّی خبر پونہچاتا تھا اب جھوٹی خبرین پونہچاتا ہی
مین اپنی طرف سے اِس مین کچھ ملاتا نہین ہون اب اسکی تدبیر یہ ہی کہ تم مجکو تین دن ایک
اندھیری کوٹھری مین بند کرو تاکہ جب مین تنہا ہونگا تو وہ جن جو مجکو خبرین دیتا ہی وہ میرے
رگ اور پوست مین گھُس جاویگا پھر تم اُس سے پوچھنا تو کچھ معلوم ہوگا سو ہمنے ویسا ہی کیا
پھر تین دن کے بعد حجرے کو کھولا تو دیکھا ہمنے کہ اُس لڑکے کا بدن ایسا ہوگیا ہی جیسا
آگ کا انگارا ہمنے دریافت کیا کہ یہ رنگت آگ کی اِسی جن کی ہی جو اِسکے اندر در آیا ہے
آخر ہمنے اُس سے کہا کہ ای عزیز اب تک تمھاری خبرین سب سچی ہوتی تھین چند دنون سے
کیون جھوٹی ہونے لگین اُسنے کہا یَا مَعْشَرَ دَوْسٍ حُرِسَتِ السَّمَاءُ وَخَرَجَ خَيْرُ الْاَنْبِيَاءِ
یعنی ای گروہ دوس کے قبیلے کے نگہبانی کیے گئے آسمان اور پیدا ہوے ایسے نبی جو
بہتر ہین سب نبیون مین مین نے پوچھا کہ کہان اُسنے کہا کہ مکّہ مین اور اِسکے بعد یہ بھی کہا کہ
اب مین مرتا ہون مجکو پہاڑ کی چوٹی پہ دفن کرنا اور میرے دفن کے بعد آگ کی طرح شعلے نکلینگے
جب تم یہ حال دیکھنا تو تین پتھر مجھ پہ مارنا یعنی اِس آگ پہ اور ہر پتھر پہ یہ کلمہ پڑھنا کہ

بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ یعنی اے اللہ تیرے نام کی برکت سے اُسوقت وہ شعلے بجھ جاوینگے یعنی میری آگ ٹھنڈی
ہو جاویگی پھر جسطرح اسنے کہا تھا ویسا ہی ہونے کیا اسکے مرنے سے بکتنے دنون کے بعد آپکی نبوّت کی خبر ہمکو
پونہچی اور ہم خدمت مین حاضر ہوئے یہ ہی عرب کے جزیرے کے جنون کا حال جنکی گواہی سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت اور آسمان کی نگہبانی اور انگارون کا گرنا اور قرآن شریف کا نازل ہونا
تواتر کے قول پہ منقول ہے جس مین کسی طرح کا شبہ نہین ہے جو اُن مین سے اسلام سے مشرف ہوئے ہین
اور صحابیت کے درجے کو پونہچے ہین وہ بھی بہت ہین چنانچہ عبداللہ بن مسعود پہلی لیلۃ الجن مین جو مکہ معظمہ
کے متصل درہ حجون مین ہوئی تھی اور دوسری لیلۃ الجن جو مدینہ منورہ مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے
نکاح کے بعد بقیع غرقد کے میدان مین ہوئی تھی اور دونون مرتبے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
تھے سواِن دونون مرتبون مین جنون کی کثرت اسقدر بیان کی ہے کہ گنتی اور شمار سے باہر ہے اور حضرت
زبیر رضی اللہ عنہ بھی ایکمرتبہ لیلۃ الجن مین جو دوسری مرتبہ مدینہ منورہ مین ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور جنون کو دیکھا بھی تھا اور انکی باتین بھی سُنی تھین وہ بھی اِسی طرح کی کثرت انکی
بیان کرتے ہین چنانچہ ابونعیم نے دلائل النبوّۃ مین اور دوسری حدیث کی کتابون مین اِن قصّون کی
تفصیل بیان کی ہے اور صحاح ستہ مین بھی آیا ہے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِالْمَدِیْنَۃِ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ اَسْلَمُوْا فَمَنْ رَاٰی مِنْ
هٰذِهِ الْعَوَامِرِ شَیْئًا فَلْیَتَعَوَّذْ بِهٖ ثَلٰثًا فَاِنْ بَدَا لَهٗ بَعْدَ ثَلٰثٍ فَاِنَّهٗ شَیْطَانٌ یعنی ابوسعید
خدری رضی اللہ عنہ سے صحاح ستہ مین روایت کی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مدینے مین بہت جن ہین کہ وہ اسلام لائے ہین پھر جو شخص دیکھے اِن سانپون سے کسی کو تو کہے اعوذ
باللہ منک تین مرتبے پھر اگر ظاہر ہو اِسکو کوئی چیز بعد تین مرتبے کے تو وہ شیطان ہے یعنی اُسے مار و کچھ
مضائقہ نہین ہے اور ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایکمرتبہ بہت
جن کسی جزیرے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے مشرف ہونے کو آئے تھے اور کئی
دن یہان مقام بھی کیا تھا اور پھر اپنے وطن کو لوٹ کر گئے اور امام احمد اور بزار اور ابو یعلی اور بیہقی

اور دوسرے محدثون نے بلال بن حارث سے روایت کی ہی کہ بلال کہتے ہین کہ ایک مرتبہ مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھا عروج مین مقام ہوا مین نے اپنے خیمے سے نکل کر چاہا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہون دیکھا مین نے کہ آپ سب لشکر سے اکیلے باہر دور بیٹھے
ہین نے چاہا کہ آپکے پاس جاؤن جب آپکے قریب پونہچا تو آواز غل اور شور کی میرے کان مین پونہچی
گویا بہت لوگ آپس مین جھگڑا کر رہے ہین اور سخت گوئی بھی کرتے ہین مین ٹھہر گیا اور پوچھا مین نے کہ
آپ کے پاس غیب کے لوگون کا ہجوم ہی اسوقت جانا مناسب نہین ہی پھر تھوڑی دیر مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھکو دیکھکر آپ نے تبسم فرمایا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیک وسلم یہ شور وغل کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مسلمان اور کافر جنون مین جھگڑا اٹھا ہنے سے کے مقدمے
مین میرے پاس فیصلے کے واسطے آئے تھے سو مین نے ایسا حکم کیا کہ مسلمان جن جلس کے ملک مین
اور کافر غور کے ملک مین رہین آپس مین ملے ہوئے نہ رہین چنانچہ کثیر بن عبداللہ جو اس حدیث کے
راوی ہین وہ کہتے ہین کہ ہمنے تجربہ کیا ہی کہ جسکو جلس کے ملک مین کچھ جن کا آسیب ہوتا ہی وہ جلدی
اچھا ہو جاتا ہی ہلاک نہین ہوتا اور غور کے ملک مین جسکو جن کا آسیب ہو جاتا ہی وہ اکثر اچھا نہین ہوتا بلکہ
ہلاک ہوتا ہی اور حطے نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہی کہ جابر کہتے تھے کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت کے نیچے تھے
یکایک ایک کالا سانپ بہت ہی بڑا آپکی طرف چلا لوگون نے چاہا کہ اسکو مارین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اسکو مت چھیڑو آخر کو وہ سانپ آپکے نزدیک پونہچا اور اپنے منھ کو آپکے کان کے پاس
لیگیا جیسے کوئی بات کان مین کہتا ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے منھ مبارک کو اسکے
کان کے پاس لیجا کے کچھ فرمایا پھر وہ سانپ غائب ہو گیا اور معلوم بھی نہوا گویا اسکو زمین نگل گئی
ہم لوگون نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپنے اس سانپ کو اپنے کان تک آنے دیا ہمکو بڑا خوف
ہوا تھا کہ یہ جانور بے سمجھ ہی ایسا نہو کہ آپکو کچھ ایذا دیوے یا کھاٹ کھاوے آپنے فرمایا کہ یہ جانور
نہ تھا بلکہ جنون کا بھیجا ہوا تھا فلانی سورت کی آیتین وہ بھول گئے سو اسکے پوچھنے کے واسطے

اسکو بھیجا تھا جب اِسنے تم لوگون کو دیکھا تب سانپ کی شکل بنکے تمھارے سامنے آیا اور پوچھکر چلا گیا پھر
جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ بعد اِسکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہوے اور آگے کو چلے راستے مین ایک گانون ملا
وہانکے لوگون نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم یہان ایک عورت ہی جوان خوبصورت ایک جن اُسپر عاشق
ہو گیا ہی سو اِسکے اندر گھسکے اُسکو بیہوش کر دیتا ہی نہ کچھ کھاتی ہی نہ کچھ بات کہتی ہی بلکہ ہلاکی کے قریب ہی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس عورت کو اپنے سامنے بلایا اور فرمایا کہ ای جن تو مجکو جانتا ہی کہ مین کون شخص ہون مین
محمد ہون حق تعالی کا رسول ہون اِس عورت کو چھوڑ دے یہ بات فرماتے ہی وہ عورت ہوش مین آگئی اور اپنے منھ کو نقاب سے
چھپا لیا اور لوگون سے حیا کرنے لگی اور بالکل اچھی ہو گئی جابر رضہ کہتے ہین کہ مینے اِس عورت کو دیکھا تھا ایسی خوبصورت
تھی جیسے چودھوین رات کے چاند کا ٹکڑا اور عقیلی اور بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہی کہ حضرت عمر رضہ کہتے تھے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے ایک پہاڑ پر بیٹھے ہوے تھے
کہ یکایک ایک پیر مرد ہاتھ مین عصا لیے ہوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنکر حاضر ہوا اور آپکو سلام کیا
آپنے اِسکے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اِسکی آواز جن کی سی ہی پھر آپنے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہی اِس نے
عرض کیا کہ اِس غلام کا نام ہامہ ہی ہیم کا بیٹا اور ہیم لاقیس کا بیٹا ہی اور لاقیس ابلیس کا بیٹا ہی آپنے فرمایا کہ ابلیس کے
اور تیرے درمیان مین دو ہی پشتین ہین بھلا کہہ تو تیری عمر کتنی ہو گی اِسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جتنی دنیا
کی عمر ہی اتنی ہی میری عمر ہی کچھ تھوڑی سی کم ہی اسواسطے کہ جن دنون مین قابیل نے ہابیل کو مارا تھا اُس وقت
مین بچہ تھا کئی برس کا لیکن بات سمجھتا تھا اور پہاڑون پر دوڑتا پھرتا تھا اور لوگون کا غلہ اور کھانا
چرا لاتا تھا اور لوگون کے دلون مین اپنے خویش اور اقربا سے بدسلوکی کرنے کو وسوسے ڈالا کرتا تھا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ تیرے بڑھاپے کے عمل تو ایسے ہین اور جوانی اور
بچپن کے کام ویسے تو بہت برا شخص ہی اِس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم آپ مجکو کچھ ملامت نہ کیجیے
اسواسطے کہ اب مین توبہ کرنے کو آیا ہون اور مین نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہی اور
انکی مسجد مین انکی صحبت مین بہت رہا ہون مین اور پہلے اُنکے ہاتھ پر توبہ کی تھی مین نے اور ایک سال
انکی مسجد مین رہا ہون مین اور حضرت ہود اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی

صحبتون مین رہا ہون مین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہی مین نے اونسے توریت
سیکھی تھی اور انکا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پونہچایا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات
کی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا تو میرا سلام
انکو پونہچانا سو اب اس امانت کے بار کے ادا کرنے کے واسطے آپکی خدمت مین حاضر ہوا ہون اور یہ
بھی میری آرزو ہی کہ آپ اپنی زبان فیض ترجمان سے مجکو کچھ قرآن شریف تعلیم فرمایئے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سورتین جیسے سورہ واقعہ اور سورہ مرسلات اور عم یتساءلون اور
اذا الشمس کورت اور قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الناس اُسکو تعلیم فرمایئن اور یہ بھی آپ نے
اُس سے ارشاد فرمایا کہ ای ہامہ جسوقت تجکو کسی چیز کی احتیاج ہو تو میرے پاس آنا اور ہمسے ملاقات
نچھوڑنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تو وفات پائی اور اسکی
موت کی خبر ہمکو نہین دی اب ہمکو معلوم نہین ہی کہ وہ زندہ ہی یا مر گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ کے صحابہ
جو جنات سے تھے ان مین سے ایک کا نام عمر بن جابر ہی جنکی صفوان بن معطل نے تجہیز اور تکفین کی تھی اور
ان مین سے ایک کا نام عمرو ہی جو کافر جنون کی لڑائی مین شہید ہوئے ہین اور حضرت عبد اللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ کے یارون نے انکو دفن کیا تھا اور ان ہی مین سے ایک کا نام سرق ہی جنکو
عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مرو کے جنگل مین دفن کیا تھا یہ سرق اِس جماعت کے تھے
جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور ان ہی مین سے ایک کا نام حرقا تھا
یہ جنّیہ تھی یعنی عورت تھی اسکو عمر بن عبد العزیز نے مکہ معظمہ مین دفن کیا تھا اور ان سب کا قصہ
بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ مین صحیح اسنادون سے بیان کیا ہی فقط یہان تک احوال
ان جنون کا بیان ہوا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار اور تابعدار ہوئے تھے
اور قرآن کے حکمون کو مان لیا تھا اور نہایت پیروی اور تابعداری کے سبب سے اپنی
اس خدمت سے جس سے موقوف اور معزول ہوئے تھے بالکل دست بردار ہوئے اور بنی آدم کی
ہدایت اور رہنمائی پر کمر باندھی اور مستعد ہوئے وَّمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ اور بعضے ہم مین سے

ف … جنون کے … ون کا بیان۔

کج رو اور بے انصاف ہین جو اس خدمت سے اپنی معزولی اور موقوفی پر راضی نہین ہین اور اس رسولؐ اور اِس قرآن کی فرمان برداری جیسی چاہیے ویسی نہ کی سو اِس قسم کے چار فرقے ہین پہلا فرقہ کافر جنون کا جو ظاہر مین مخالفت اور دشمنی کرتے ہین اور اپنے کفر کو چھپاتے نہین ہین اور بنی آدم کو جہانتک ہو سکتا ہی بہکانے مین قصور نہین کرتے اور کہتے ہین کہ ہم ہرگز اپنی خدمت سے معزول اور موقوف نہین ہوئے ہین غیب کی خبرین ہمسے پوچھا کرو اور اپنے اڑے کامون پر ہم سے مدد مانگا کرو ہم تمھاری حاجت روائی اور مشکل کشائی کیا کرینگے چنانچہ کافرون کے جھوٹے معبود وہ جن کو دیوتا کہتے ہین جیسے ہنودون کے اور حبشیون کے اور زنگیون کے اور دوسرے بُت پرستون کے کہ باوجود آسمان پر نجانے پانے کے اور آگ کے انگارون سے مارے جانے کے اور اپنی خدمت سے معزول اور موقوف ہونے کے بنی آدم کے بہکانے اور خراب کرنے سے دست بردار نہین ہوتے ہین بلکہ کافرون کی مدد اور اعانت حتی المقدور کیے جاتے ہین تاکہ وہ اِن سے نہ پھرین بلکہ بزور انسے شرک کرواتے ہین اور اسلام مین داخل ہونے سے منع کرتے ہین دوسرا فرقہ منافق جنون کا جو ظاہر مین اپنے تئین ایمان دارون مین داخل کرتے ہین اور پوشیدہ مکر اور فریب سے آدمیون کی خرابی کے پیچھے پڑے ہین اور اپنے تئین کسی بزرگ کے نام سے مشہور کر کے آدمیون کے نزدیک پیر بنکے بیٹھے ہین جیسے شیخ سدّو اور زین خان اور سر دار اور بابلے اور سوا اُنکے اور پردے مین اپنی ولایت اور غیب دانی اور مشکل کشائی کا دعوی بلکہ الوہیت اور خدائی کا دعوی کرتے ہین اور شرک اور بُت پرستی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتے جو اپنے معتقدون سے اپنے واسطے نکرواوین تیسرا فرقہ فاسق جنون کا جو ڈکیت اور بٹ مار کے طور پر ہین جو آدمیون کو طرح طرح کی ایذا پونہچاتے ہین اور ایسے جن نذر اور نیاز اور بدیے اور مٹھائیان اور پانی اور شربت اور سوا اُسکے سب کچھ اپنے واسطے لیتے ہین چوتھا فرقہ جنون کا ایک اور ہی جو چورون کی طرح بعضے آدمیون کی روحون کو جو بدخلقی اور تکبر اور غرور اور کینہ اور حسد مین اور ہر وقت نجاست سے آلودہ رہنے مین خبیث جنون سے مناسبت بہم پونہچائی تھی کھینچکر لیجاتے

ہین اور اپنے رنگ مین انکو بھی رنگتے ہین اور اپنی چال انکو سکھاتے ہین جیسے آدمیون کے بدن
مین مساموں کی راہ سے در آنا اور اسکے مزاج کو خراب کردینا اور شکل کا بدلنا انکو تعلیم کرتے ہین تاکہ
اس وسیلے سے ایذا اور رنج آدمیون کو پونہچاوین اور بنی آدم کے فرقے کو خراب کرین سو یہ چار فرقے
قاسطون سے یعنی بے انصافون سے کہ دین اور قرآن شریف کی پیروی نہ کی اگرچہ ظاہر مین بعضون
نے اپنی زبان پر کلمہ توحید کا جاری کیا **فَمَنْ اَسْلَمَ** پھر جو کوئی حکم آلہی کا فرمانبردار ہوا اور
کج روی اور ناانصافی کو چھوڑا **فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا** ۝ پھر انھون نے سوچی اور اٹکلی
تدبیر سیدھی راہ چلنے کی اسواسطے کہ اپنے خاوند کی فرمان برداری کے سبب سے خاوند کے نزدیک اپنا
رتبہ پیدا کیا اور کج روی اور ناانصافی اور بنی آدم کو فریب دینے کی صورت مین بعضے مخلوقات کے
نزدیک البتہ کچھ مرتبہ اور جاہ اس دنیاے چند روزہ کا حاصل ہوتا ہی لیکن اپنے خاوند کے نزدیک ذلت
اور بیقدری ہوتی ہی اور ہمیشگی کی نعمت سے بے نصیبی اور محرومی **وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ** اور
لیکن کجرو ناانصاف جنھون نے حکم آلہی کی فرمان برداری سے سرکشی کی اور باوجود معزولی کے
اپنی خدمت سے آدمیون کو فریب دیا کہ ہم معزول نہین ہین بلکہ اپنے تئین آدمیون کے نزدیک کارخانے آلہی کا
شریک ٹھہرایا **فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا** ۙ پھر ہوئے وہ دوزخ کے کندے اور آگ کے
بھڑکانے والے کہ اپنے تئین بھی آگ مین جلایا اور آگ کی مناسبت کے سبب سے اس آگ کو اور بھڑکاکے
دوسرونکو بھی خوب جلاکر بھسم کیا اور بعضے ملحد بے دین یہان پر ایک اعتراض کرتے ہین اور شبہ
دلون مین ڈالتے ہین کہ جنات کی پیدائش تو آگ سے ہی پھر جنون کو آگ مین پڑنے سے کیا رنج اور
تکلیف ہوگی اسواسطے کہ کسی چیز کو اپنی جنس سے کچھ تکلیف اور ایذا نہین ہوتی ہی سو اسکا جواب
یہ ہی کہ جنات کا اصل مادہ اگرچہ آگ ہی لیکن اسکی صورت ترکیبی اور اسکا مزاج دوسری چیز ہی سو جب
صرف آگ اسکی صورت ترکیبی اور اسکے مزاج کی منافی ہوئی تو اور زیادہ اسکی تکلیف اور عذاب کا سبب
پڑیگی چنانچہ ایک لطیفہ مشہور ہی کہ ایک ملحد نے بھی اعتراض کیا وہان ایک شخص ظریف دانا حاضر تھے
انھون نے ایک بڑا پتھر اٹھاکے اسکی ران پر مارا وہ ملحد چلّانے اور شور اور غل مچانے لگا اس شخص نے

کہاکہ اس پتھر سے تجکو رنج اور تکلیف ہونے کی کیا وجہ آخر تیری بھی اصل زمین سے ہو اور یہ پتھر بھی زمین سے ہی
آخر وہ ملحد لاجواب ہوا غرض کہ مزاج کی کیفیت اور عذاب کی کیفیت متحد ہونے سے رنج اور تکلیف کی
اور زیادتی ہوتی ہی بخلاف اسکے جہان مزاج کی کیفیت اور غذا کی کیفیت مختلف ہو چنانچہ یہ بات تجربہ
اور آزمایش مین آچکی ہی کہ صفراوی مزاج والے کو آگ اور دھوپ کی نزدیکی سے اسقدر رنج اور تکلیف
کی زیادتی ہوتی ہی کہ بلغمی مزاج والے کو عشر عشیر اسکی بھی نہین ہوتی اور اسی طرح بلغمی مزاج والے کو
دریا کی نزدیکی اور سرد ہوا کے سبب سے اسقدر سستی اور کسالت لاحق ہوتی ہی جو صفراوی مزاج والے کو
نہین ہوتی اور آگ کو حق تعالی نے ایسی تاثیر دی ہی کہ تفریق اجزا اور رطوبات متماسکہ کے افنا کے
سبب سے ہر ترکیب کی تحلیل اور ہر مزاج کا کرتی ہی اور جو رنج اور الم ممزج اور مرکب کو محسوس ہوتا ہی وہ
ابطال مزاج اور تحلیل ترکیب کے سبب سے ہی نہ مخالفت مادہ سے تاکہ ہمجنس ہونا اسکا بے المی کا سبب
پڑے اور جو شروع سورۃ سے یہانتک حق تعالی نے تیرہ کلمے جنون کے نقل فرمائے اب پھر
انہ استمع پر عطف کر کے تین مطلب دوسرے تلقین فرماتے ہین تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اِن تینون
مطلبون کو بھی آدمی اور جنات کو پونہچا دیوین اسواسطے کہ یہ تینون مطلب عمدہ ہین اور جنون کی
پیدایش اور انکی عادت سے متعلق ہین اور بہت سے آدمی بھی اسی عادت کے سبب سے باطل
عقیدون مین بلکہ شرک مین پھنس جاتے ہین سو ارشاد ہوتا ہی کہ کہہ تو اے پیغمبر کہ وحی کی گئی ہی میری
طرف یہ سب جنون کی باتین جو اوپر بیان ہو چکی ہین **وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى
الطَّرِيْقَةِ** اور یہ کہ اگر جنات اِس طریقے پر استقامت کرینگے اور مضبوط رہینگے جس طرح
اب اس طریقے کو اختیار کیا ہی اور تلون اور تبدل سے جو جنون کا خاصہ ہے باز آدینگے
لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا البتہ پلا دینگے ہم انکو پانی برسات کا جی بھر کے
یعنے برسادینگے اور قحط کو انسے دور کرینگے مفسرین نے لکھا ہی کہ یہ سورت اُسوقت مین نازل
ہوئی تھی جسوقت کفر کی شامت سے مکے والے سات برس کے قحط مین گرفتار ہوے تھے بلکہ
قحط کا شروع تھا اور آدمی اور جن اور جانور سب قحط سالی اور خشکی مین گرفتار تھے اور قحط کے زمانے

کے قطع نظر برسات کا پانی ہر طرح سے سب طرح کی برکتون اور تمام دُنیاوی منفعتون کو شامل ہے
سو ذکر اِس نعمت کا گویا تمام دُنیا کی نعمتون کی طرف اشارہ ہی چنانچہ دوسری آیت مین حق تعالیٰ
فرماتا ہی وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰی اٰمَنُوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
اور اگر تحقیق بستیون والے ایمان لاتے تو البتہ کھولتے ہم ان پر برکتین آسمان اور زمین سے یعنی آسمان سے
پانی برساتے اور زمین سے غلّہ اُگاتے اور باوجود اسکے خاص جنون کو اِس نعمت کے پونہچانے مین
ایک غرض دوسری بہت باریک اور دقیق ہی سو وہ یہ ہی کہ لِنَفْتِنَھُمْ فِیْہِ تاکہ عقل اور
دانائی جنون کی کہ آزماوین ہم اِس پانی پلانے مین اور دیکھین ہم کہ یہ جن اپنی دانائی اور
زیرکی سے اپنے آگ مین جلنے کے عذاب کو اپنے پانی پینے سے راحت پانے پر قیاس
کرتے ہین یا نہین اِسطورسے کہ پانی اپنی دونون کیفیتون مین یعنی رطوبت اور برودت مین
اِنکی ضد ہی اسواسطے کہ یہ آگ سے پیدا ہوے اور حرارت اور خشکی آگ کا خاصہ ہی لیکن باوجود اسکے
پھر پانی پینے سے اِنکو تسکین ہوتی ہی سو اگر آگ مین در آنے سے انکو رنج اور عذاب نہووے تو ایک
مزاج کا دو ضدون کے ساتھ موافق ہونا لازم آوے اور یہ محال ہی تو معلوم ہوا کہ آگ ضرور رنج
اور عذاب کا سبب پڑیگی اور یہ بھی بوجھ لیوین کہ طریقۂ حق پر استقامت کرنا کجروی و گمراہی
کی ضد ہی اور اِسی طرح تنعیم تعذیب کی ضد ہی اور پانی آگ کی ضد ہی اور جو طریقۂ حق پر استقامت
کرنا پانی سے راحت پانے کا سبب پڑا تو کجروی اور گمراہی آگ سے عذاب ہونے کا بھی سبب
پڑیگی اور اگر ایسا نہو تو دو ضدون کا آپس مین متقابل ہونا جاتا رہے اور یہ بھی سمجھ لیوین کہ
پانی کی طبیعت آگ کے بجھانے کو چاہتی ہی اور ہمکو باوجود آتشی ہونے کے پانی زندگی اور
راحت کا سبب پڑتا ہی تو کچھ عجب نہین ہی کہ آگ ہمارے رنج اور مشقت کا سبب پڑے ولیکن
یہ سب دُنیا کی نعمت بدون وبال اُخروی کے اِن لوگون کے واسطے ہی جو طریقۂ مرضیہ پر
مستقیم ہین وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِکْرِ رَبِّهٖ اور جو شخص منھ موڑیگا اپنے
پروردگار کی یاد سے اور جس طریقے کو اختیار کیا ہی اسپر ثابت نرہیگا اور تلون اور تبدل کو

اپنے مین راہ دیگا يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ البتہ داخل کریگا اسکو اسکا پروردگار
ایسے عذاب مین جو اسکی طاقت سے باہر ہی خواہ وہ عذاب آگ سے ہو جو اسکی ہمجنس ہی اور ہمجنس جب
اپنی حد سے زیادہ ہوتا ہی تو انتہا درجے کی تکلیف کا سبب پڑتا ہی اور خواہ دوسری چیز سے ہو حضرت
عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہی کہ صَعَد نام ہی ایک دوزخ کے پہاڑ کا پتھر کی صاف چٹان ہی کافر کو
اس پر زبردستی چڑھاوینگے آگے سے فرشتے اسکو زنجیرون سے کھینچینگے اور پیچھے سے بھی آگ کے
گرزون سے مارینگے یہانتک کہ چالیس برس مین اس پہاڑ کے اوپر پونہچیگا پھر وہان سے فرشتے اسکو
نیچے ڈھکیل دینگے پھر اسی طور سے مار مار کے اسکو اوپر چڑھاوینگے اور پھر ڈھکیلین گے تاکہ ہمیشہ
اسی عذاب مین گرفتار رہے - اور اس آیت مین استقامت کی تعریف حق تعالی نے فرمائی ہی چنانچہ
سید الطائفہ یعنی سردار صوفیون کے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے بموجب فرماتے ہین کہ
كُنْ طَالِبَ الْاِسْتِقَامَةِ وَلَا تَكُنْ صَاحِبَ الْكَرَامَةِ فَاِنَّ رَبَّكَ يَطْلُبُ مِنْكَ الْاِسْتِقَامَةَ
وَالنَّفْسُ تَطْلُبُ مِنْكَ الْكَرَامَةَ یعنی ہو تو طالب استقامت کا اور نہو تو طالب کرامت کا اسواسطے کہ
پروردگار تیرا چاہتا ہی تجھسے استقامت کو اور نفس تیرا چاہتا ہی تجھسے کرامت کو اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ
اِسْتَقِيْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا یعنی استقامت کرو طاعت پر اور تمام طاعتون کو ہرگز نہ گھیر سکوگے اور
حقیقت مین بھی یہی بات ہی کہ روح اور دل کا منور ہونا طاعت کی روشنیون سے استقامت کے سبب سے
ہوتا ہی اور عبادت کے رنگ کو نفس کے جوہر مین استقامت ہی پیوست کردیتی ہی اور عبادتون اور
طاعتون سے نفس کو اسی رنگ مین رنگین کرنا مطلوب ہے نہ فقط رنج اور مشقت کھینچنا وَاَنَّ
الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اور یہ کہ مسجدین بنائی جاتی ہین اللہ تعالی کی عبادت کے واسطے فَلَا
تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ سو مت پکارو ان مسجدون مین حق تعالی کے ساتھ کسی کو اسواسطے کہ
حق تعالی کے ساتھ ان مسجدون مین دوسرے کو پکاروگے تو گویا ان مسجدون کو تمنے اللہ تعالی مین
اور اس شخص مین مشترک کردیا اور حال یہ کہ مسجدون کو خاص اللہ تعالی کے واسطے بنایا ہی اور جنون کا ایک
دستور بندھا ہوا ہی کہ جس مکان کو انکے واسطے خاص کردیتے ہین تو پھر نہین چاہتے کہ اس مکان مین

استقامت کی

دوسرے کو دخل ہووے سو جس طرح شرکت بعد خصوصیت کے جنون کو پسند نہین ہی بلکہ انکی ناخوشی کا سبب ہے اِسی طرح حق تعالیٰ کی عبادت کے مکانون مین دوسرے کا نام لینا اور اسکو پکارنا حق تعالیٰ کی عبادت کے مکانون مین دوسرے کا نام لینا اور اسکو پکارنا حق تعالیٰ کی بھی ناخوشی کا سبب سمجھو اِس جگہہ پر جاننا چاہیے کہ حقیقت مین مسجد اُس چیز کا نام ہی جسکو سجدے مین دخل ہو اور اسکی تین قسمین ہین اوّل سجدے کا مکان جو حق تعالیٰ نے اِس اُمت محمدیہ کے واسطے تمام زمین کو کر دیا ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کر دی گئی میرے واسطے تمام زمین مسجد یعنی سب زمین کو اس امت کے واسطے مسجد کا حکم ہی جہان نماز کا وقت آوے وہان نماز پڑھ لیوین دوسری قسم سجدے کا قبلہ کہ اِس طرف سجدہ کرین تیسری قسم آدمی کے اعضا ہین جنسے سجدہ کرتا ہی سو وہ سات عضو ہین ایک تو چہرہ پیشانی سے ناک تک اور دونون ہاتھ کی ہتھیلیان اور دونون گھٹنے اور دونون پانؤن اور یہ تینون قسمین کافر اور مشرکون کے نزدیک بھی حق تعالیٰ ہی کی مخلوق اور مملوک ہین پس غیر اللہ کو سجدہ کرنا گویا اِس غیر کو حق تعالیٰ کے خاص مُلک مین شریک کر دینا ہی اور یہ بات جنون کے نزدیک بھی نہایت غصّہ اور غضب کی باعث ہی اور اسی سبب سے جنات آدمیون سے جھگڑا کرتے ہین اور انکو ایذا پونہچاتے ہین اور آدمیون کے نزدیک بھی یہ بات معیوب اور بُری ہی سو اِس مالک قہار کی جناب مین اِس قسم کی بات ہرگز نکرنا چاہیے خصوصًا اِن مکانون مین جن کو اپنی مِلک مجازی سے نکالکر اِس مالک الملک کی عبادت کے واسطے خاص اور مقرر کر دیے ہین اِن مکانون مین زیادہ تر خصوصیت ہوگی سو اِن مین بطریق اولیٰ سواے ذکر خدا کے دوسری کوئی چیز نہ کرنا چاہیے اِسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ مسجد مین بیع اور شرا اور دوسرے جتنے معاملات دنیاوی ہین کسی کو نکرنا چاہیے بلکہ مسجد مین چلّانا نچاہیے اور دُنیا کی گفتگو کرنا نچاہیے اور مسجد کو گھر نہ بنانا چاہیے کہ کھانا پینا سونا سب ہین کرنا مگر معتکف کے واسطے درُست ہی اور ناسمجھ بچّون کو اور دیوانون کو مسجد مین نہ آنے دینا چاہیے اسواسطے کہ کہین نادانی اور بے عقلی سے مسجد کو نجاست سے آلودہ نہ کر ڈالین اور اِسکی حرمت اور ادب کی رعایت نہ کرین اور یہ بھی حدیث شریف مین

آیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ تمام جہان مین بہتر مکان کون ہی اور بدتر مکان کون حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی معلوم نہ تھا اسی وقت عروج کیا یعنی آسمان پر گیے اور پھر آئے اور جواب لائے کہ سارے عالم مین بہتر اور محبوب مکان مسجدین ہین اور بدترین مکانات عالم کی بازارین ہین اور اسکی وجہ یہ ہو کہ عالم مین سب چیزون سے بہتر ذکر آلہی اور اسکی بندگی ہو اور مسجد مین داخل ہوتے ہی ذکر اور بندگی یاد آتی ہو اور سارے جہان سے بُری چیز غافل ہونا ہو یاد آلہی سے اور اسکی بندگی سے اور جتنی بازارین ہین سب اِسی غفلت کے مکان ہین یعنی یاد آلہی وہان بہت کم ہوتی ہو لیکن اِس حدیث مین اِن بہترین اور بدترین مکانون سے سوال ہو جنمین جانا مباح ہے اِس سبب سے اِسکے جواب مین یہ بات فرمائی والّا بدترین وہ مکان ہین جو کفر اور شرک اور گناہ کے واسطے بنے ہین جیسے بتخانے اور شرابخانے اور قمارخانے اور زناخانے لیکن جو بموجب حکم شرع کے ایسے مکانون کو کھود ڈالنا اور مٹا دینا واجب ہے تو گویا وہ مکان ہی نہین ہین اور انکا وجود اعتبار سے ساقط ہو بخلاف بازارون کے کہ بے شرع کے حکم کے بموجب معمور اور آباد ہوتی ہین اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ذکر اور بندگی جسکے واسطے ہو اُسکی حضوری کو چاہتی ہو اسواسطے کہ اسی کا ذکر کرتا ہو اور اسی کو معبود ٹھہرایا ہو سو جو مکانات حق تعالیٰ کے واسطے خاص کر دیے گئے ہین انمین کسی غیر کا ذکر یا عبادت کرنا یا اپنی طلب حاجت کے واسطے دوسرے کو پکارنا اِسکی مثال ایسی ہو جیسے ایک مکان کو کسی بادشاہ والاجاہ کے واسطے آراستہ کر کے اسکو بلانا پھر اسکے ساتھ اِسی مکان مین ایک اُسکی کسی رعیت کی بھی ضیافت کرنا کہ یہ انتہا درجے کی بے ادبی اور نادانی ہو اور اِس بادشاہ کے غصے کا سبب ہے **وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ** اور یہ کہ جسوقت کھڑا ہوتا ہو اللہ کا بندہ اور جو وہ بندہ ہو تو اِس سبب سے اپنے مطلب کے عرض کرنے کے واسطے اپنے خاوند کو اسکو پکارنا بھی ضرور ہوا اسیواسطے وہ بندہ کھڑا ہو جاتا ہو تاکہ **يَدْعُوْهُ** پکارے حق تعالیٰ کو اور اُسکے پکارنے اور یاد آلہی کرنے کے سبب سے حق تعالیٰ اُسکے دل پر تجلی فرماتا ہو اور اِسکے بدن مین جو بہتر مکان ہو یعنی دل وہ انوار آلہی کے نزول کا ظل ہوتا ہو اور حضرت حق جل شانہ

ع ۱۹ / ۱۱

اِس محل خاص مین اسکا مہمان ہوتا ہی کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ؕ
قریب ہے کہ آدمی اور جن اِس بندے پر ہجوم کر کے ٹدّے کی طرح تو پر تہ جم جاوین اور ٹھٹھ ہو جاوین جسپر
کوئی اس بندے سے لڑکا مانگتا ہی اور کوئی روزی مانگتا ہی اور کوئی دوسری دنیا کے مطلب مانگتا ہی
اور بعضے کشف کونی طلب کرتے ہین یعنی جو دنیا کا تارک اپنے تئین سمجھتے ہین وہ اس بندے سے
یہ چاہتے ہین کہ ہمپر سارے جہان کا احوال کھلجاوے اور اسی طرح دوسرون کو بھی قیاس کر لیا چاہیئے
سو اس ہجوم کے سبب سے اِس خاص بندے کی اوقات مین بھی خلل ڈالتے ہین اور اسکی خاطر کو پریشان
کرتے ہین اور آپ بھی شرک اور کفر کے بھنور مین ڈوب کر ہلاک ہوتے ہین اور لوگ یہ بوجھتے ہین کہ
کثرت ذکر اور عبادت الٰہی کے سبب سے اِس بندے کا دل نور الٰہی کے نزول کا مکان ٹھیرا ہی اور نور الٰہی نے
اُسکے دل کو تجلی کیا ہی تو اب یہ بندہ حق تعالی کے کارخانے کا شریک ہو گیا اور اس بندہ کی ایسی قدر اور
منزلت درگاہ الٰہی مین ہی کہ جو اسکی زبان سے نکلے وہی حق تعالی کرے جس طرح دنیا مین مہمان کو
خاطر داری میزبان کی لازم ہوتی ہی اسیواسطے دُنیا کے لوگ تلاش مین رہتے ہین اور بادشاہ یا امیر یا
حاکم یا فوجدار جسکے گھر مین آتے ہین اِس شخص سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی چاہتے ہین یعنی جو
یہ کہیگا تو اسکی خاطر کے سبب سے پادشاہ کو بھی کرنا پڑیگا اور اس فاسد خیال کے سبب سے یعنی اس خیال سے کہ
حق تعالی کے خاص بندے اُسکے گھر کے مختار ہین جو کہینگے وہی خدا کو کرنا پڑیگا پیرپرستی اور گورپرستی مین
گرفتار ہو کے خسر الدنیا والآخرۃ ہوتے ہین اور اس بات مین جن اور آدمی دونون شریک ہین
اور تمکو ای محمد علیک الصلوٰۃ والسلام ثقلین کی رسالت کا منصب ہی یعنی انسان اور جنات دونون
فرقون کے تم نبی ہو سو اگر تمکو اپنے حق مین ان باتون کا خوف ہی کہ لوگ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ کرین
تو تم صاف صاف ان دونون فرقون کو جتا دو اور قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ کہدے کہ
سوا اُسکے نہین کہ مین تو پکارتا ہون اپنے پروردگار کو تا کہ مجکو دل کی تاریکیون سے نجات دیکے
اپنے نور کی تجلی سے اس دل کو منور اور مشرف کرے وَلَآ اُشْرِکُ بِهٖٓ اَحَدًا اور
شریک نہین کرتا مین اسکے ساتھ کسی کو اور جب مین نے اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا اور اسی اپنے

پروردگار کی عبادت مین مشغول ہوا اور اسی کو پکارا تو دوسرون سے کب مین چاہونگا کہ مجھکو
پکارین یا مجھکو اسکے ساتھ شریک ٹھہرادین اور اگر یہ دونون فرقے تمکو شریک ٹھہراکے کچھ اپنے نفع
یا نقصان کی تجھسے امید رکھین اور اس اعتقاد سے تمکو پکارین تو صاف تو قُلْ إِنِّي لَا
أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝ کہدے کہ تحقیق مین ہرگز مالک نہین تمھارے
نقصان کا اور نہ مطلب سی کی تدبیر بتلانے کا یعنی راہ پرلانے کا جس طرح سے پہلے وکیل اور
درمیانی یعنی جنات اور گمراہ آدمیون کی روحین دنیا کے لوگون کو کچھ نفع کے لالچ اور نقصان کا خوف
دلاکے اپنا فریفتہ کرتے تھے اور ان لوگون کے نزدیک اپنے تئین نفع اور نقصان کا مالک ظاہر
کرتے تھے سواب وہ دفتر گاؤ خورد ہوا اور وہ کارخانہ تباہ ہوا اور اگر کسی حادثے اور کسی مصیبت سے
تیری طرف پناہ لاوین اور چاہین کہ حق تعالی کے خلاف مرضی کر کے تیری دامن مین گھسکے حق تعالی کے
غضب سے بچ جاوین تو بے لاگ کھلی بات قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ
کہدے کہ تحقیق مین آپ ہی اس حال مین ہون کہ ہرگز نہ پناہ دے سکیگا مجھکو کوئی حق تعالی کے
غضب سے وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝ اور ہرگز نہ پاؤنگا مین اپنی دریافت مین
کبھی حق تعالی کے سوائے کوئی رجوع کی جگہ اور بچاؤ کی تاکہ اسکی طرف رجوع اور التجا کرون مین
إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ مگر حق تعالی کا پیغام پونہچا دینا اور اسکے حکم اسکی
مخلوقات کی طرف سو اسواسطے اسوقت مین مجھکو حق تعالی کی طرف رجوع کرکے اسکی مخلوقات کی طرف
متوجہ ہونا ضرور ہوتا ہے اور توجہ الی اللہ کے کمال خلوص سے نزول کرکے مخلوقات کی طرف
رجوع کرنا ہوتا ہے لیکن یہ بات بموجب ظاہر حال کے کہی جاتی ہے نہین تو مخلوقات الٰہی کی طرف رجوع کرنا
جو اسکے حکم سے ہے اور اسی کے کام کے واسطے ہے تو حقیقت مین یہ بھی عین رجوع اور استغراق ہے
سو اسیواسطے یہ نزول اور توجہ خاص ان لوگون کے واسطے ہے جو حق تعالی کے حکمون کو دل اور
جان سے قبول کرتے ہین اور اسکی فرمان برداری اور اطاعت پر مستعد اور کمر باندھے بیٹھے ہین
سو ایسے شخصون کی روحون کو قرب الٰہی کے مقام مین پونہچانا اور انکی تکمیل کرنا یہ میری خدمت ہے

ف دنیا کے معبودون مین زاہدون کی طرف رجوع کرتے ہین

ومن یعص اللہ ورسولہ اور جو نافرمانی کرے اللہ کی اور اُسکے رسول کی اِس معنے مین
یعنے اُسکی عبادت کے خاص مکانون اور خاص وقتون مین غیر کو پکارے جاوے اور اپنی حاجت روائی
اور مشکل کشائی مین دوسرے کی طرف التجا اور رجوع کیے جاوے اور اُسکے کارخانے مین دوسرے کو
شریک کیے جاوے اور ان باتون سے دست بردار نہووے اور معتزلہ اس جگہ پر جو سمجھے ہین کہ اِس
نافرمانی سے مطلق گناہ مراد ہی جو شرک ہو خواہ کبیرہ دوسرے یہ کہ اِن دونون قسمون کے گنہگارون
کے واسطے خلود فی النار اور عذاب ابدی ہوگا سو یہ معنی اِس آیت کے بوجھنا تحریف کے قبیل سے ہی
نہ تفسیر کی طور پر اسواسطے کہ اِس آیت کا سیاق اور سباق یعنی طرز اور روش اسکی صراحۃً اِسی بات پر
دلالت کرتی ہی کہ اِس سے وہ گناہ مراد ہین جو شرک کو مستلزم ہین مطلق گناہ مراد نہین ہین اور
کلام الٰہی کو سیاق اور سباق کے مقتضا کے خلاف کی طرف پھیرنا تحریف ہی اور تحریف ممنوع ہے
سو سیاق اِس آیت کا پہلے ہو چکا کہ غیر خدا کے پکارنیوالے اِس سے مراد ہین اور سباق اس
آیت کا آگے آتا ہی کہ فسیعلمون من اضعف ناصرا واقل عددا اور یہ اِسی آیت پر دلالت
کرتی ہی کہ دنیا مین اکثر مخلوقات سے جو یہ لوگ استعانت کرتے ہین اور ہر حاجت اور ہر مطلب کے
واسطے علحدہ علحدہ معین اور مددگار ٹھہراتے ہین اور یہ بوجھتے ہین کہ ہمارے اتنے معبود ہماری
شفاعت اور خلاصی سے ہرگز عاجز نہونگے بلکہ ہمکو چھڑا لینگے سو یہ ایک بھی انکی مدد نکر سکینگے
اور انکے کام نہ آوینگے چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی فان لہ نار جھنم سو بیشک اِسکے
لیے ہی آگ دوزخ کی خالدین فیھا ابدا رہا کرین اِس دوزخ مین ہمیشہ ابد الآباد تک
اور کوئی اُنکے مددگارون سے انکی فریاد کو نہ پونہچیگا اور دوزخ سے نہ نکال سکیگا جسطرح گنہگار
ایماندارونکا ایمان دوزخ سے نکالیگا اور پیغمبرون کی اور شہیدون کی اور ولیون کی شفاعت
انکی خلاصی اور نجات کا سبب ٹہریگی بخلاف کافرون کے اسواسطے کہ انکے گناہ شرک اور
غیر اللہ کی عبادت کو پونہچے تھے اور شفاعت کے قابل نہ رہے تھے اور اِنکے گناہون مین
شرک اور کفر کا لگاؤ بھی نہ تھا اس سبب سے شفاعت کی لیاقت رکھتے تھے اور لہ مین ضمیر کا مفرد ہونا

مَن کے لفظ کے لحاظ سے اور خالدین کو جمع کے صیغے سے لانا مَن کے معنون کے لحاظ سے
اِس سبب سے ہے کہ گناہ اور غیر اللہ کے معبود ٹھیرانے کی حالت مین ہر ایک کی دوزخ جدا جدا ہے اور خلود
کی حالت مین سب ایکجا اور مجتمع ہونگے مگر باوجود ایکجا اور مجتمع ہونے کے کچھ حاجت روائی
نہ کر سکینگے اور اپنی مصیبت اور آفت نہ ٹال سکینگے لیکن یہ بدبخت اپنے اعتقاد کے ایسے مضبوط
ہین کہ جب تک دوزخ مین نہ داخل ہونگے اور اسکا عذاب نہ چکھینگے اور انکے معبود اور
مددگارون کی شفاعت اور حمایت سے دست بردار اور بیزار نہونگے تب تک اسی اپنے باطل
اعتقاد کے گھمنڈ مین رہونگے اور اپنے دلون کو سمجھاوینگے کہ ہمنے دنیا مین بڑے وسیلے اور مضبوط
دستاویزین اور سندین اپنے واسطے درست کر رکھی ہین آخر کو وہ ہمارے سردار اور معبود ہمارے
کام آوینگے اور اب ہمکو اِس بلا سے چھڑاوینگے حَتّٰی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ یہانتک کہ
دوزخ کی آگ مین پڑے دیکھینگے جو کچھ انکو وعدہ دیا جاتا تھا کہ آخر کو یہ تمہارے معبود جن پر تم
بھولے ہو تمہاری بات بھی نہ پوچھینگے اور تمہارے کچھ کام نہ آوینگے وہ آپ بھی عاجز اور ذلیل ہونگے
اور تمہاری کچھ عرض معروض نہ کر سکینگے اور شفاعت کے مقام مین کھڑے نہو سکینگے بلکہ اکثر تو دوزخ
مین پڑے جلتے ہونگے سو اُسوقت فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا پھر البتہ
جانینگے کسکے بوتے ہین مددگار ان لوگون ہے جنھون نے اپنے گمان مین بڑے بڑے زبردست
زور آور مددگار ٹھہرا رکھے تھے یا موحد مسلمانون کے جو سوائے خدا جل شانہ کے کسی کو اپنا مددگار نہین
جانتے تھے اِسی اپنے مالک اور خالق کے کرم اور فضل پر بھروسا رکھے ہوئے تھے وَاَقَلُّ عَدَدًا
کون گنتی مین تھوڑے ہین آنکے جنھون نے ہزارون پیر اور پریون کو اپنا کارساز اور مددگار ٹھیرا
رکھا تھا بلکہ اپنے گمان مین ایک لشکر اپنے واسطے جمع اور تیار کر رکھا تھا یا موحد مسلمانون کے جو سوائے
ایک ذات پاک پروردگار کے کسی کو اپنا کارساز نہین ٹھیرایا تھا بلکہ سوائے اسکے کسی کو جانتے
بھی نہ تھے اور اگر تمہاری یہ باتین سُنکے جو شرک کو جڑ سے کھودے ڈالتے ہین اور غیر اللہ سے
استعانت کے کارخانہ کو بالکل برباد اور خراب کیے ڈالتے ہین اور کافرون کی طمع اور امید کو

بالکل مٹائے دیتے ہین یعنی اِس امید کو کہ جنون سے وکالت اور سفارت کا عہدہ نکل کے تمکو جو سپرد ہوا ہی تو جسطرح تمھارے نبی ہونے کے پہلے جن اور آدمیون مین معاملہ مدد مانگنے اور مدد کرنے کا اور خبر پوچھنے اور بتلانے کا انکے آپس مین جاری تھا سو اب تمھارے واسطے اور وسیلے سے وہی طور جاری رکھینگے اور تمکو اور تمھارے خاص پیرو لوگون کو جنون کی طرح پوجا کیا کرینگے بلکہ خود بھی تمھارے ظاہر تابعدار ہوکے تمھاری طرف سے اِسی اپنی خدمت پر بحال ہوکے وہی پرانا دستور جاری رکھینگے چنانچہ دنیا کے عزل اور نصب اور برطرفی اور بحالی کا بھی دستور ہی کہ معزول حاکم کے متوسل اور علاقہ وار بحال حاکم کے وسیلے سے اپنی اگلی خدمت مین دخیل ہو جاتے ہین سو تمھاری یہ چند باتین جنھون نے یہ کفر کی جڑ اور کافرون کی طمع کے درخت کو بیخ اور بنیاد سے اکھاڑ کر پھینکدیا ہی اور اگر کافر سُنکے مایوس ہوکے تمسے پوچھینگے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ یہ قیامت کا وعدہ جو تم کرتے ہو اور کہتے ہو کہ تمھارے مالک اور معبود وہان تمھارے کچھ کام نہ آوینگے بلکہ تم سے بیزار ہونگے اور تمھاری عبادت سے منکر ہونگے سو یہ قیامت کب ہوگی دور ہی یا نزدیک سو تم اِس سوال کے جواب مین **قُلْ إِنْ أَدْرِي** کہو کہ مین کچھ بھی نہین جانتا کہ **أَقَرِيبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۝** آیا نزدیک ہی جو تم وعدہ دیے جاتے ہو یا کریگا میرا پروردگار اسکے واسطے ایک مدت کی حد اور عبارت کا سیدھا طرز یہ تھا کہ یون فرماتے کہ أَقَرِيبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ بَعِيدٌ لیکن اس اسلوب کو متغیر کیا اسواسطے کہ ظاہر مین حکمت الٰہی قرب کو تقاضا کرتی ہی اسلیے کہ جزا کے مستحق ہونے کے بعد جزا پوہنچانے مین عجلت مناسب ہے لیکن حکمت البتہ کسی پوشیدہ وجہ سے شاید تاخیر کی مقتضی ہوتی ہو اسواسطے کہ جب تک نوع انسانی کی دنیا مین باقی ہی تب تک اپنے گذرے ہوؤن کے واسطے طرح طرح کی مدد اور اعانت کیے جاتے ہین خواہ اسمین تقرب الی اللہ ہو یا الی غیر اللہ ہو اور اپنے مقدور اور طاقت بھر اِس مقدمے مین خرچ کرتے ہین پھر جب کوشش اور سعی اُنکی بالکل تمام ہوتی ہی تو اسوقت جزا کا ایصال مناسب ہی تاکہ الزام حجت کا ہو جاوے اور انکے مددگار نکا

ضعف اور عجز ظاہر ہو جاوے تو موعود کا قریب ہونا ہر فرد کی مدت پوری ہونے کے لحاظ سے
احتمال کیا گیا ہی اور مدت کا پورا ہونا موت کے وقت ہوتا ہی کہ جتنے دُنیا کے کام ہین اُن سب سے فراغت
حاصل ہوتی ہی اور موعود کا موخر ہونا قیامت کے دن تک بھی احتمال رکھتا ہی لیکن یہ احتمال تمام نوع کی
مدت پوری ہونے کے لحاظ سے ہی کہ اسوقت اِس نوع کی ہر ہر فرد کے عمل منقطع ہو جاینگے اور اِس
نوع کی ہر ہر فرد کی روحین بالکل آخرت کی طرف انتقال کر جاینگے اور حقیقت مین دونون صورتین قرب اور
بُعد کی واقع ہونیوالی ہین لیکن موت کے بعد ہر شخص کو اپنی غلط فہمی اور خطا معلوم ہو جائیگی اور فیصلے اور
حکم کے وقت عاجزی اور ضعف تمام مخلوقات کا کھل جائیگا اور مخلوقات سے امید بالکل منقطع ہو جائیگی
سو موعودات اخروی کے ظہور کی ابتدا بہت نزدیک ہی اور اسکی انتہا بہت دور ہی غرض ہر طرح سے
اگر ہر شخص کی اجل کی مدت بھی مجھے معلوم بھی ہو پھر بھی اسکے موافق موعودات اُخروی کے ظہور کا حکم
ساتھ قرب اور بعد کے اسکے حق مین نہ کر دون مین تو یہ کچھ تعجب کی بات نہین ہی یا یہ ہی کہ نوع انسان کی
بقا کی مقدار کہ جانون مین یہ بھی کچھ عجب نہین ہی اسواسطے کہ مین غیب دان نہین ہون اور غیب دانی کا دعویٰ
بھی مین نے کبھی نہین کیا جس طرح مجھسے پہلے جن لوگون کو تمنے اپنا معبود ٹھیرا رکھا تھا یعنی جنات کو سو وہ
ایسے دعوے تمسے کیا کرتے تھے بلکہ مین تو یون کہتا ہون کہ میرا پروردگار **عَالِمُ الْغَیْبِ**
غیب دان ہی اور اسکے سوا کسی کو یہ علم حاصل نہین ہی اسواسطے کہ غیب اِس چیز کا نام ہی کہ حواس ظاہری کے
دریافت سے غائب ہونا نہ حاضر تاکہ دیکھنے اور پوچھنے سے معلوم ہو سکے اور نشان اور علامت
بھی اِس چیز کی عقل اور فکر مین نہ آسکے تاکہ ہدایت اور استدلال سے بھی نہ دریافت ہو سکے اور اس
قسم کا غیب مختلف ہوتا ہی ہر شخص کی نسبت سے چنانچہ اندھے مادر زاد کے نزدیک ہر رنگ غیب ہے اور
آوازین اور نغمے اور الحان اسکے نزدیک شہادت ہین یعنی ظاہر ہین اِسی طرح اصلی نامرد کے نزدیک
عورت سے صحبت کرنے کا مزہ غیب ہے اور فرشتون کے نزدیک بھوک اور پیاس کا رنج غیب ہے اور
بہشت اور دوزخ شہادت ہی یعنی ظاہر ہی اسواسطے اس قسم کے غیب کو غیب اضافی کہتے ہین یعنی
بعضون کی نسبت سے غیب ہے اور بعضون کی نسبت سے حاضر ہی اور ایک غیب مطلق ہی یعنی تمام مخلوقات سے

غائب ہے کوئی اسکو جان نہین سکتا جسطرح قیامت کے آنے کا وقت اور حق تعالی کے حکم ہر روز جو دنیا مین جاری ہوتے مین اور شریعت کے حکم جو ہر شریعت مین حق تعالی کے فرمودہ کے بموجب جاری ہوتے ہین اور حق تعالی ذات اور صفات کی حقیقت اور کنہ مفصل معلوم کرنا یہ سب غیب مطلق ہین اور غیب خاص الہی بھی اسکو کہتے ہین فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ سو خبردار نہین کرتا ہی اوپر اس غیب خاص اپنے کے کسی کو کسی وجہ سے اس طور پر کہ خطا اور شبہہ اور دھوکا بالکل اس سے جاتا رہے اور بھول چوک کا احتمال بھی باقی نہ رہے اور ایسی دریافت کو جسمین یہ سب صفتین پائی جاتی ہون اسکو غیبدان کہہ سکتے ہین یعنی اس پر غیب ظاہر ہوا بخلاف نجومیون اور طبیبون اور کاہنون اور رمالون اور جفریون اور فال دیکھنے والون کے کہ ان سب کے علمون کی اصل ظنی علامتین اور اسباب ہین جنکے سبب سے بعضی چیزین ہونیوالی معلوم ہو جاتی ہین یا جنات یا شیطانون کی خبر دینے سے کچھ معلوم ہوتا ہی سو وہ بھی جھوٹ اور سچ کا احتمال رکھتا ہی اسواسطے کہ انکے بھی اکثر کلام تخمینی اور وہمی ہوتے ہین نہ یقینی اور اولیاء اللہ کا الہامی علم اگرچہ ذات اور صفات کی بعضی حقیقتون کا یا بعضی ہونیوالی چیزون کا یقین اس سے حاصل ہوتا ہی لیکن ایسا یقین اس سے حاصل نہین ہوتا کہ کسی سے بھول چوک کا شبہہ آہین باقی نہ رہے تاکہ انکو غیبدان بلاقید کہہ سکین کہ یہ چیز انکے قبضے مین آگئی بلکہ ان پر غیب کے اظہار کا یہ طور ہی کہ صورت غیبیہ کا عکس انکے دل کے آئینہ مین پایا جاتا ہی یہی وجہ ہی کہ تکلیف عام ان پر ثابت نہین ہی یعنی ہر شخص کو اس پر یقین کرنا واجب نہین ہی بلکہ وہ خود اس امر کے یقین اور اعتماد کرنے مین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کے محتاج ہوتے ہین اسواسطے کہ یہ دونون وحی کی قسم ہین یعنے جو انکو معلوم ہوا ہی اگر قرآن اور حدیث کے موافق ہی تو اسپر انکو یقین کرنا اور عمل کرنا چاہیے اور نہین تو نہین پس معلوم ہوا کہ غیب کا اظہار کسی پر نہین ہی اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جسکو پسند کر لیتا ہی سو وہ شخص رسول ہوتا ہی خواہ فرشتے کی قسم ہو جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور خواہ بنی آدم سے جیسے حضرت محمد اور حضرت موسی اور حضرت عیسی وغیرہم

علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ ایسے لوگون کو اپنے خاص غیب کی بعضی چیزون پر مطلع اور خبردار
کیا تاکہ وہ اِس غیب کی بات کو سب مکلفین کو پونہچا دین اور دھوکے اور شبہے کو ایسون سے
بالکل دور کر دیتے ہین تاکہ بھول چوک کا احتمال بھی گرد اُسکے نہ پھٹکے اور جتنے مکلف ہین عام
ہون یا خاص غرض کہ جنھون نے رسول بشری کی رسالت کو سچّا جانا ہو وہ سب پر دہی مین اُسکے قول پر
اعتماد کرین اور غلطی مین پڑ کے حق راہ بھول نہ جاوین اِسی واسطے وحی کے اُتارنے مین پرلے درجے
کی احتیاط کی جاتی ہو فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ پھر بیشک میرا پروردگار روانہ کرتا ہو اور معین کرتا ہے
مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ ہاتھ کے آگے سے اِس رسول کے وہ رسول فرشتون کی قسم سے ہو
یا بشر کی قسم سے اور آگے سے اِسکی قوت فکریہ اور وہمیہ اور خیالیہ مُراد ہین اور اِسکی طبیعت
اور عادت اور خلق مُراد ہین جو اسوقت موجود ہین وَمِنْ خَلْفِہٖ اور پیٹھ کے پیچھے سے
اِس رسول ملکی یا بشری کے اور پیچھے سے وہ علوم مُراد ہین جو اُسکے حافظے مین جمع ہین اور وہ
طبیعتین اور عادتین اور خلق جو اپنے پیچھے اُسنے چھوڑی ہین رَصَدًا چوکیدارون کو جو
فرشتون کی قسم سے ہین تاکہ وہ فرشتے وحی لانے کے وقت مین اُسکی فکری اور وہمی اور خیالی
قوتون کو سبقت کرنے نہ دین اور طبیعت اور عادت اور خلق کی خواہش کو بند کرین تاکہ وحی کے حکم
مین یہ چیزین ملنے نہ پاوین سو یہ محافظت پیش دستی سے ہو یعنی آگے سے یہ چیزین آمین ملنے
نہ پاوین اور حافظے مین جمع ہوئے علم سے اور پیچھے چھوڑے ہوئے خلق اور عادتون سے ممانعت
کرنا کہ وحی مین ملنے نہ پاوین یہ محافظت پیچھے سے ہو سو رسولون کو وحی اُترنے کے وقت سے
مکلفین کے پونہچانے تک معطل کر دیتے ہین اور اُنکی سب قوتون کو بیکار محض کر دیتے ہین تاکہ کوئی
اُنکی قوت وحی مین دخل نکرنے پاوے بخلاف اولیاؤن اور عارفون کے کہ وہان اِتنی احتیاط اور
محافظت غیب کی بات کے اطلاع کے وقت نہین ہوتی ہو اُنکی جتنی قوتین ہین اِس اطلاع کے
وقت مین اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتی مین فکری اور وہمی ہو یا خیالی اور حافظہ اور ذاکرہ ہو
یا طبعی اور عادتی اور اخلاقی ہو اور یہ سب موجود ہون یا متردکہ سب پنا عمل کر سکتے ہین اور اگر

رسول ملکی اکثر چیزون مین ایسی چوکیداری سے مستغنی ہی لیکن بعض چیزون کی احتیاط کے واسطے اسکو بھی محافظت ضروری ہی جیسے دواعی آلہیہ سے کسی داعیہ کے متحمل ہونا جسکا اجرا بموجب حکمت کے بالفعل منظور نہین ہے اسیواسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہین کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی وحی لے کے تنہا تشریف نہین لائے بلکہ انکے ساتھ محافظت کے واسطے فرشتے ہوتے تھے اور جب سورۂ انعام کو لیکے آئے تھے تو ستر ہزار فرشتے اسی سورۃ کی محافظت کے واسطے تھے اور اس سورۃ کی زیادہ احتیاط کی وجہ یہ بھی کہ یہ سورۃ بالکل یا اکثر ایک ہی مرتبے نازل ہوئی ہی اور جسقدر چیز محفوظ ہوگی اسیقدر اسکے محافظ بھی ہونگے اور یہ بھی تھا کہ اس سورۃ مین شیطانی وحی کی بعضی قسمین رد اور ابطال کے طور پر مذکور ہین اور بعضے کفر کے کلمے محال چیز پر فرض کر لینے کے طور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے حکایت کے طور پر ذکر فرمائے ہین سو وہ شیطانی وسوسے اور وہ کفر کے کلمے نہایت نفرت کے سبب سے شاید حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حافظے سے جاتے رہین تو اس صورت مین وحی آلہی کی قدر اور اندازے مین نقصان لازم آوے اسی وجہون سے رسول ملکی کو بھی حفاظت ضروری ہی اور یہان پر ایک اشکال ہی بہت زبردست اسکا حاصل یہ ہی کہ جب ایک رسول علیہ السلام کو بعضے خاص غیب پر خبردار کیا اور رسول کا مفہوم اس بات کو چاہتا ہی کہ رسول اس غیب خاص کو دوسرون کو پونہچاوے تو بالتخصیص رسول کا استثنا کرنا لغو ہوا بلکہ واقع کے نسبت ہوا اور یہ بھی ہی کہ اتنی احتیاط اور محافظت وحی کے پہلے واسطے مین یعنی فرشتے مین کافی تھی اور اگر دوسرے واسطے مین یعنی رسول بشری مین ایسی احتیاط کی رعایت ضرور ہی تو پھر دوسرے واسطون مین جیسے صحابہ اور علماے تابعین اور مفسرین وغیرہ مین بھی اس محافظت کی رعایت ضروری چاہیے تاکہ وحی کے لفظ کے نقل کرنے مین اور اس سے صحیح مطلب معلوم کرنے مین بھی خطا اور چوک واقع نہونے پاوے سو اس اشکال کا جواب یہ ہی کہ غیب خاص کا اظہار رسول ملکی اور رسول بشری کے حق مین ہی اور سوا رسول کے جتنے مکلفین ہین انکو جو وحی کا علم حاصل ہوتا ہی اسکو علم غیب نہین کہتے ہین بلکہ معجزے کی تصدیق کے سبب سے انکا علم وحی کے مضمون پر استدلالی ہوتا ہی اس سبب سے رسول کو مستثنی کرنا موافق واقع کے ہی بلکہ ضروری ہی اور وحی کے

اُتارنے مین احتیاط اور محافظت کی رعایت اسوقت تک ضروری ہی جب تک رسول سے اِسکی تبلیغ تواتر کے
عدد کو نہ پونہچے اور جب رسول سے اسکی تبلیغ حد تواتر کو پونہچگئی تو اب وہ وحی دہوکے اور شبہے سے مامون
اور محفوظ ہوئی اور ہر فرد بشر کی عصمت مطلوب بھی نہین ہی بلکہ عصمت کل اُمت کی من حیث المجموع
درکار ہی یعنی سب کے سب خطا اور چوک مین نہ پڑجاوین سو یہ بات حاصل ہی اور رسول بشری وسطے کے یعنی بیچ کے مرتبے
مین واقع ہوا ہی جبتک وحی اِس سے متجاوز نہین ہوئی اور مکلفین تک نہین پونہچی تبتک وحی غیب کے حکم
مین ہی اور غیب کے مقدمے مین احتیاط اور محافظت مین سستی کرنا حکمت کے خلاف ہے اسواسطے کہ وحی
علوم مخزونہ سے مختلط ہونے کا احتمال موجود ہی اور فکر اور خیال اور عادت کے مقتضیات کے دخیل
ہونے کا بھی احتمال برقرار ہی لیکن جب رسول نے اِس وحی کی تبلیغ کو حد تواتر کو پونہچایا تو وحی طشت ازبام
مشہور ہوئی اور احتیاط اور محافظت مذکورہ سے بھی مستغنی ہوئی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی کہ **لِیَعْلَمَ**
تاکہ جان لے پروردگار میرا اور یہ لام حتیٰ کے معنون مین ہی اسواسطے کہ غرض و غایت مین بہت قوی
مناسبت ہی اور ایک لفظ کو دوسرے کے واسطے استعارہ کرنا درست ہے یہی وجہ ہی کہ حتیٰ کے لفظ کو جو غایت
کے واسطے موضوع ہی تعلیل اور غرض کے بیان کے مقام مین اکثر استعمال کرتے ہین اور لام کو جو غرض
کے واسطے موضوع ہی غایت کے مقام مین استعمال کرتے ہین اگرچہ مجاز ہی کے طور پر ہو چنانچہ لِدُوا لِلْمَوْتِ
وَابْنُوا لِلْخَرَابِ مین لام غایت کے واسطے مستعمل ہی یعنی انتہا جینے کی موت ہی اور انتہا تعمیر کی ویرانی ہی اور
اِسی طرح فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا یعنے پھر اُٹھا لیا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو
فرعون والون نے تاکہ ہووین وہ اِنکے لیے دشمن اور سبب رنج کے یعنی انجام اُٹھانے کا یہ ہوا کہ وہی
اُنکی ہلاکی کے سبب پڑے حاصل کلام کا یہ ہی کہ اسقدر احتیاط اور نگہبانی اسوقت تک رہتی ہی جب تک علم
حالی پروردگار کا کسی سے تعلق قبول کرے وہ علم جو واقع ہونیوالی چیزون کے ساتھ اُنکے وقوع کے
وقت متعلق ہوتا ہی **اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ** یہ کہ مقرر پونہچایا اِن رسول ملکی اور
بشری نے اور چوکیدارون نے سب پیغام اپنے پروردگار کے اور حجت عامہ سب مکلفین پر لازم ہوئی اور
اِس جگہہ پر صیغہ جمع کا لانا باوجود مفرد ہونے رسول کے کلام سابق مین اِسیواسطے ہی کہ اکثر وقتون مین وحی کا

نزول اور اُسکو مکلفین کو پونہچا دینے تک رسول ملکی او بشری اور چوکیدار سب کو اسمین دخل ہوتا ہے
اگرچہ وحی کا حامل رسول فقط ہوتا ہی جسطرح کوئی بادشاہ اپنے مقربون مین سے کسی کو خوان طلائی بھیجے
تو اسکے ساتھ چوبدار اور مشعلچی اور نگہبان ضرور ہمراہ ہوتے ہین سو اگرچہ خوان کا اُٹھانیوالا ایک ہی
آدمی ہوتا ہی اور دوسرون کو جو کچھ خوان مین ہی اسکی خبر بھی نہین ہوتی ہی لیکن اس خوان کا پونہچانا
اِن سب کی طرف منسوب ہوتا ہی **وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیۡہِمۡ** اور گھیر لیا ہی انکے پروردگار نے
جو کچھ انکے پاس ہی سب کو خواہ وہ علم سیکھے ہوئے ہون یا اخلاق اور عادات ہون یا وحی کے
احکام ہون اور یہ حق تعالیٰ کے علم کا محیط ہونا کچھ رسولون اور وحی کے چوکیدارون کے احوال
کے ساتھ مخصوص نہین ہی بلکہ عام ہی تمام مخلوقات اور موجودات کو شامل ہی ذہنیہ موجودات ہون یا خارجیہ
ع ۲ ۹ ۱۲ **وَاَحۡصٰی کُلَّ شَیۡءٍ عَدَدًا** ۵ اور شمار کر لیا ہی ہر چیز کو گن کے یعنی کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی
سب کا حساب وہان موجود ہی یہان تک کہ دریا کی لہرین اور جنگل کی ریت اور درختون کے پتے
اور برسات کی بوند سب کی گنتی اور حساب وہان موجود ہی سو جسکا علم ایسا محیط ہی وہ رسولون کے
احوال سے اور وحی کے چوکیدارون کے احوال سے کیونکر نہ واقف ہوگا اس جگہہ پر جاننا چاہیے
کہ صاحبِ کشاف نے بسبب میلان مذہب اعتزال کے اِس آیت کے بیان مین یہ بھی کہا ہی کہ
وَفِیۡ ھٰذَا اِبۡطَالُ الۡکَرَامَاتِ لِاَنَّ الَّذِیۡنَ تُضَافُ اِلَیۡہِمۡ وَاِنۡ کَانُوۡا اَوۡلِیَاءَ مُرۡتَضِیۡنَ
فَلَیۡسُوۡا بِرُسُلٍ اِلٰی اٰخِرِ مَا قَالَ یعنی کشاف والے نے یون کہا ہی کہ اِس آیت مین کرامت کا
بطلان بوجھا جاتا ہی اسواسطے کہ جن کی طرف نسبت کی جاتی ہی یہ بات اگرچہ وہ لوگ ولی اللہ تعالیٰ
کے تھے پسندیدہ لیکن رسول نتھے اور اِس آیت مین فقط رسول مستثنےٰ ہین سو باوجود عقل اور
دانائی کے ایسا دعویٰ اِن سے بہت بعید اور عجیب واقع ہوا ہی اسواسطے کہ اِس آیت مین
مطلق غیب پر مطلع ہونے کی نفی نہین بوجھی جاتی ہی بلکہ ایسے غیب پر مطلع ہونے کی نفی ہی جس مین
دھوکا اور شبہہ بالکل باقی نہ رہے سو اِس قسم کے غیب پر مطلع ہونا سوائے رسولون کے دوسرے
کے واسطے ثابت نہین ہی نہ مطلق غیب پر مطلع ہونا پھر کرامت تو بطریق اولیٰ اس نفی مین داخل نہوگی

اور تفسیر مین اول گذر چکا ہی کہ اظہار شخص پر غیب چیز دوسری ہی اور اظہار غیب پر شخص چیز دوسری ہے
پہلے کی نفی سے دوسرے کی نفی لازم نہین ہوتی ہی اور اولیاء اللہ کو اگرچہ اظہار پر غیب کا رتبہ
حاصل نہین ہی لیکن اظہار غیب کا ان پر درست اور جائز ہی چنانچہ سورۂ قصص مین حضرت موسیٰ
علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مان کے حق مین تصریح آگئی ہی کہ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ
وَجَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ یعنے تحقیق ہم پھیر دینگے اسکو تیری طرف اور کرینگے اسکو اپنے
رسولون سے اسی واسطے اہل سنت وجماعت کے اکثر ان عالمون نے جنھون اظہار شخص پر
غیب اور اظہار غیب پر شخص مین فرق نہین کیا ہی انھون نے یون کہا ہی کہ اس آیت مین غیب سے
احکام شرعیہ مراد ہین جنکی تکلیف جتنے مکلف ہین سب کو ہی اور اگر مطلق غیب مراد ہو تو لازم آتا
ہی کہ جو فقط نبی ہین انکو بھی کسی غیبی امر پر اطلاع حاصل نہو جیسے حضرت خضر علیہ السلام اسواسطے کہ
اس آیت مین علم غیب کا حصر فقط رسول کے لفظ پر ہی اور رسول خاص ہی نبی سے اور یہ بات
خلاف ہی ہان یہ البتہ ہی کہ نئی شریعت کے حکمون پر آگاہ اور خبردار کرنا خاصہ رسول کا ہے
یہ بات نبی مین البتہ نہین پائی جاتی اور بعضے عالمون نے یون کہا ہی کہ یہان حصر اصالت
کی قید کے لحاظ سے ہی یعنی بالاصالت غیب پر مطلع ہونا پیغمبرون کا خاصہ ہی اور اولیاء اللہ کو
غیب پر جو اطلاع حاصل ہوتی ہی سو وراثت اور تبعیت کی راہ سے حاصل ہوتی ہی جس طرح
چاند کو روشنی سورج کی روشنی سے حاصل ہوتی ہی اور کسی چیز کو منحصر کہنا ایک چیز مین جسمین وہ
چیز بالاصالت پائی جاتی ہی اور نفی کرنا اس مین جسمین وہ چیز تبعیت اور وراثت کے طور پر
پائی جاتی ہی یہ حصر اور نفی مجازی ہی اور متعارف اور مشہور ہی تاویل مین داخل نہین ہی اور بعضے
اہل سنت اور جماعت کے قدیم مفسرون نے یون بیان کیا ہی کہ اس غیب سے مراد لوح محفوظ ہی
اور لوح محفوظ پر سوائے پیغمبرون کے کسی کو اطلاع اور خبر نہین ہوتی ہی لیکن اس کلام مین
بہت سے خلل ہین پہلے تو پیغمبرون کا لوح محفوظ پر مطلع ہونا یعنے اس لوح کو مطالعہ کرنا
اور اسکے لکھے ہوئے کو بوجھنا صحیح حدیث مین پایا نہین جاتا بلکہ حدیث صحیح مین یہ البتہ آیا ہی کہ

یہ کام خاص حضرت اسرافیل علیہ السلام کو سپرد ہی اور حضرت اسرافیل رسول نہین ہین دوسری قباحت یہ ہی کہ لوح محفوظ سے مطلع ہونے سے موجودات نفس الامری پر مطلع ہونا مراد تھی اسواسطے کہ کتاب پر مطلع ہونے سے یہی مراد ہوتی ہی کہ جو مضمون اس کتاب مین لکھا ہوا ہی اُسپر خبردار ہوا نہ یہ کہ کتاب کے نقشون کو فقط دیکھ لیا اور یہ بات یعنی موجودات کے احوال پر مطلع ہونا اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہوجاتا ہی تو لوح محفوظ کا دیکھنا نہ دیکھنا دونون برابر ہوا تیسری قباحت یہ ہی کہ لوح محفوظ پر مطلع ہونا بلکہ اسکے مضمون کو دیکھکر سمجھنا بعضے اولیاء اللہ سے تواتر کے طور پر منقول ہی پس یہ اختصار اور انحصار پیغمبرون پر صحیح نہ ہوا اور سوائے اسکے غیب کو لوح محفوظ پر حمل کرنا یعنے غیب سے لوح محفوظ مراد لینا آیت کے سیاق اور سباق سے ہرگز مناسبت نہین رکھتا ہی پس جو وجہ تفسیر مین پہلے بیان ہوچکی ہی وہی ثابت ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سورۃ المزمل

یہ سورۃ مکی ہی اور اس مین بیس آیتین اور دو سو چھیاسی کلمے اور آٹھ سو اٹھاسی حرف ہین اور اس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۃ جن سے یہ ہی کہ سورۃ جن مین مذکور ہی کہ ایک فرقے نے جنون مین سے قرآن مجید کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سُنکر ہدایت پائی اور جو عقیدے حق تعالے کی ذات اور صفات مین ضروری ہین اور مکلفین کا دو قسم پر ہونا یعنی نیکبخت اور بدبخت اور ان دونون کے انجام مین فرق ہونا یعنی نیکبختون کا انجام اچھا ہونا اور بدبختون کا انجام بُرا ہونا ان سب چیزون کو قرآن مجید کی عبارت کو سُنتے ہی دریافت کرلیا بدون اس بات کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرین اور آپکی صحبت مین حاضر رہین اور آپ سے سوال کرین اور ان باتون کی تحقیق اور تلاش آپ سے کرین بلکہ قرآن کو سُنتے ہی ان سب چیزون کا انکو یقین حاصل ہوگیا سو اس سورۃ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ تمکو لازم ہی کہ رات کو خلوت کے وقت تنہائی مین جب آدمیون کا ازدحام نہو دے ایسے وقت مین قرآن شریف کے

پڑھنے مین مشغول رہا کرو اور قرآن کے لفظون کو اور حرفون کو بلند آواز سے پکار کر پڑھا کرو
تاکہ غیب کا عالم بھی اس کلام ہدایت نظام سے فیضیاب ہوئے جس طرح دن کو عام ظاہری
یعنی آدمی اس کلام فیض نظام سے بہرہ ور ہوتے ہین اور اس سبب سے تمکو بھی ثقلین کی یعنی
جن اور انس کی رسالت کا منصب حاصل ہووے اور اس کلام کی تلاوت کے وقتون کو
اس طرح سے مقرر کرو کہ دن کو جو ظہور اور نمود کا وقت ہی آدمیون کو کہ یہ بھی ظہور اور نمود رکھتے
ہین یہ کلام سنایا اور سمجھایا کرو اور رات کو جو تاریکی اور پوشیدگی کا وقت ہی جنات کی خلقت کو کہ یہ بھی
تاریکی اور پوشیدگی رکھتے ہین اس کلام کو سنایا کرو اسواسطے کہ جنون کا انتشار اور حضوری اکثر
رات کو ہوتی ہی اور آدمیون کا تمام جہان مین پھیل پڑنا اور منتشر ہونا اکثر دن کو ہوا کرتا ہی اور
یہ بھی ہی کہ اس سورۃ مین مذکور ہی کہ نماز پڑھنے کے وقت اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے
وقت کافر لوگ ازدحام اور ہجوم کرتے ہین اور شور اور غل مچا کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
قلب مبارک کو تشویش مین ڈال دیتے ہین چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ
یَدْعُوْہُ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا اور اس انکے ازدحام اور بک بک سے عبادت
اور تلاوت کا جو فائدہ ہی یعنی مناجات سے لذت حاصل ہونا اور قرب کے مرتبون کی ترقی ہونا
یہ فوت ہوجاتا ہی سو اسواسطے اس سورت مین حق تعالیٰ نے ایسا وقت بتلا دیا کہ اسوقت کافر
اور فاسق بلکہ اکثر لوگ غفلت کی نیند مین مردون کے مانند پڑے ہوتے ہین تو ہرگز اسوقت مین
تشویش سے پراگندہ نہوگا بلکہ عبادت اور تلاوت کا لطف حاصل ہوگا اور باوجود اسکے
ان دونون سورتون کے متفرق مضمون مین اور مستعمل لفظون مین بھی مناسبت حاصل ہی
چنانچہ اس سورۃ مین محافظت اور چوکیداری دنیا کے آسمان کی مذکور ہی اور اس سورۃ مین
قیامت کے دن آسمان کا پھٹنا مذکور ہی اور اس سورۃ مین جو شخص منھ پھیرے اور انکار کرے
اسکی برائی مذکور ہی وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِکْرِ رَبِّہٖ یَسْلُکْہُ عَذَابًا صَعَدًا اور اس سورۃ مین
حق تعالیٰ اسکے ذکر کرنے کا حکم فرمایا ہی اور کہا وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ اور اس سورۃ مین حق تعالیٰ نے

اپنے علم اور قدرت کے کمال کو اِس عبارت سے ارشاد فرمایا ہے کہ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْھِمْ وَ
اَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا اور اِس سورۃ مین بنی آدم کے علم اور قدرت کا قصور اِس عبارت سے
بیان فرمایا ہے کہ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ اور سوائے اِسکے دوسری مناسبتین بھی ہین تامل کرنے
سے معلوم ہوتی ہین اور اِس سورۃ کا نام سورۂ مزمل اسواسطے رکھا ہے کہ اِس سورۃ مین خرقہ
پوشی کے لوازمات اور اِسکی شرطین بیان فرمائی ہین پس یہ سورۃ اِس شخص کی سورۃ ہے جو
درویشون کا خرقہ پہنے اور اپنے تیئن اِسی رنگ مین رنگے اور عرب کے لُغت مین یعنی اُنکی بولی
مین مُزَّمِّل اُس شخص کو کہتے ہین کہ بڑے کشادہ کپڑے کو اپنے اوپر لپیٹ لے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ایسا تھا کہ جب تہجد کی نماز اور قرآن شریف کی تلاوت کے واسطے
رات کو اُٹھتے تھے تو ایک کمّل دراز آپ اُوڑھ لیتے تھے تاکہ سردی سے بدن محفوظ رہے
اور وضو اور نماز کے اُٹھنے بیٹھنے ہِلنے ڈُلنے مین اِس کمّل کے لپیٹنے کے سبب سے کسی طرح کا
حرج واقع نہو اور وہ کمّل چودہ ہاتھ کا لمبا تھا اور اِسکو اِسی کام کے واسطے آپنے رکھا تھا
تو اِس کمل کا اوڑھنا گویا اشارہ تھا اِس بات کی طرف کہ اپنے مولیٰ کی عبادت مین داخل ہوا
مین اور اِس عبادت کے کام کو اپنے ذمے پر لیا مین نے جس طرح سے کمر باندھنا اور ہتھیار
لگانا نشان ہے سپاہ گری کا اور کاغذ اور قلمدان کا اُٹھانا علامت ہے متصدی گری۔ اور
منشی گری کی سو آپکا کمّل کا اوڑھنا بھی عبادت الٰہی کی ذمہ برداری کا نشان تھا اسیواسطے
جناب الٰہی سے یہ ارشاد ہوا کہ ایسے کپڑے پہننے کے واسطے سات شرطین ضروری ہین
سو تمنے جو اِس کپڑے کو پہنا تو تمکو بھی اِن ساتون شرطون کا بجالانا ضروری ہوا سو
اِن مین سے پہلی شرط یہ ہے کہ رات کے جاگنے مین بڑی کوشش کرنا اور قرآن شریف کو تہجد کی نماز مین پڑھنا
کہ یہ بڑا جہاد ہے اپنے نفس کے ساتھ اور دوسری شرط یہ ہے کہ دن کو بھی ہر وقت اپنے مالک
کی بندگی مین مشغول رہنا اور تیسری شرط یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ذکر کی مداومت کرنا اور اُسکے
نام سے ہمیشہ اپنی زبان کو شاد کام رکھنا۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ سب علاقون کو کاٹنا اور ترک کرنا

اور تجرید حاصل کرنا۔ پانچوین شرط یہ ہی کہ ہر امر مین اعتماد اور بھروسا اللہ تعالی پر کرنا اور اپنے تئین کسی چیز مین دخل ندینا۔ چھٹی شرط یہ ہی کہ خلق اللہ کی ایذا اور ظلم کو سہنا اور اسپر صبر کرنا۔ ساتوین شرط یہ ہی کہ اہل دنیا کی صحبت سے احتراز کرنا لیکن انکی خیرخواہی مین قصور نکرنا اور یہ بہت مشکل بات ہی اور اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سورہ مین مزمل کے نام سے خطاب فرمایا ہی تاکہ یہ خطاب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہووے کہ اس کپڑے کے پہننے کے سبب سے یہ کام تمھارے سپرد ہوے اور انکے بجالانے کا تمکو حکم ہوا جس طرح کوئی شخص کمر باندھکے ہتھیار لگا کے مسلح ہو کے سردار کے سامنے آکر کھڑا ہووے تو اسکو یہی حکم سردار کا ہوگا کہ تمکو فلانا مورچہ سپرد کیا ہمنے دیکھین تو کیسی تمھاری سپاہگری ہی یعنی سپاہی کی شکل بنانا تمھارا اس بات کو مقتضی ہوا کہ تمکو یہ کام سپرد ہوا اور اگر یہ شکل نہ بناتے تو یہ کام بھی تمکو سپرد نہ ہوتا لیکن جو تم نے اس طرح کا لباس پہنا تو اب اسکی شرم بھی رکھنا تمپر ضروری ہوا اب اس کام سے پہلوتہی نکرنا چاہیے فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا المزمل ای ریاضت کا کپڑا اپنے اوپر لپیٹے ہوئے اس کپڑے کا حق ادا کر اور رات کا سونا جو سب چیزون سے زیادہ پیارا ہوتا ہی اسکو چھوڑ اور عبادت الہی مین مشغول ہو قم اللیل اٹھ اور کھڑے ہو کر ہر رات کو نماز پڑھا کر الا قلیلا مگر تھوڑی راتون مین کہ یہ حکم معاف ہی جیسے بیماری کی یا سفر کی راتین یا ان راتون کو جنکے دنون مین محنت اور مشقت بہت کی ہو جیسے جہاد مین یا کفار سے مقابلے مین یا آپس مین صلح کرانے مین یا کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے مین اور دوسرے اسی طرح کی محنت کے کامون مین کہ دن کو محنت زیادہ ہونے کے سبب سے رات کو اٹھنے کی طاقت نہ رہے تو ایسی رات کو تہجد کا وجوب نہین نفل کے حکم مین ہی چاہو پڑھو چاہو نہ پڑھو۔ ان راتون کو تاکید اور تقید نہین ہی اور اسی طرح سے ایسے عذرون مین کھڑا ہونا بھی معاف ہی اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھا جاوے تو بیٹھکر پڑھو کچھ مضائقہ نہین ہی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

اپنی آخر عمر شریف مین اکثر تہجد کی نماز بیٹھکر پڑھا کرتے تھے اور تقدیر مین یہ بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ
الا قلیلا کے لفظ قیام کے ظرف محذوف سے مستثنے ہو لیل سے نہو اور ترکیبی عبارت یون ہو کہ
قُمْ فِي صَلٰوةِ اللَّيْلِ فِي جَمِيعِ عُمُرِكَ اِلَّا زَمَانًا قَلِيلًا وَّهُوَ زَمَانُ كِبَرِ السِّنِّ وَضُعْفِ
الْبَدَنِ فَلَا بَاْسَ بِالْقُعُوْدِ حِيْنَئِذٍ یعنی کھڑے ہوکر نماز پڑھا کرو رات کی عمر بھر مگر تھوڑے
دنون مین اور وہ بڑھاپے کے دن ہین اور بدن کے بودے ہوجانے کے سو اُن دنون مین
تہجد کی نماز بیٹھکر پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن چاہیے کہ یہ رات کی نماز مین کھڑا ہونا ذراسا
برائے نام نہو کہ جذب الی اللہ مین اور حضوری اور مناجات کے ملکہ کی تحصیل مین جیسی چاہیے
ویسی تاثیر نہ کرے اسواسطے کہ تھوڑے عمل سے کسی قسم اور کسی جنس سے ہو روح اور دل کو
کیفیت حاصل نہین ہوتی اور اس عمل کی تاثیر ان مین بخوبی پائی نہین جاتی بلکہ کھڑے رہا کرو نماز مین
نِصْفَهٗ آدھی رات کے اندازے سے اگر اعتدال کے دن ہون جنمین رات اور دن
برابر ہوتا ہی جیسے خزان کے چند روز اور بہار کے چند روز اسواسطے کہ آدھی رات دن اور
رات کے پورے دورے کی چوتھائی ہی اعتدال کے دنون مین اور تاثیر اور خواص مین چوتھائی کو
پوری چیز کا حکم کرتے ہین سو اسقدر مجاہدہ اور کوشش کرنا دن اور رات مین ایسی کیفیت پیدا کریگا
جسکا اثر تمام دن اور رات باقی رہیگا اور حضوری اور مناجات کی کیفیت بھی حاصل ہوگی بلکہ ہمیشہ کا
قرب معنوی حاصل ہوگا جیسے کسی شخص کو اگر اپنے محبوب سے تمام دن اور رات مین دوپہر کی صحبت
اور بات چیت حاصل ہوتی ہے تو اس دوپہر کی لذت کا سرور آٹھ پہر تک نہ بھولیگا اور دن اور
رات اسی کیفیت مین مست رہیگا اور کوئی لحہ یا کوئی ساعت کی ملاقات ہوئی تو جدائی کی آگ اتنی
ملاقات سے بجھتی نہین بلکہ اور بھڑکتی جاتی ہی اور اس اشتیاق کی بھڑک کو ہرگز مفید نہین ہوتی
جس طرح تشنگی کی شدت مین تھوڑا پانی پینا اور بھوک کے غلبے مین لقمہ دو لقمے کھانا بھوک
اور پیاس کو دفع نہین کرتا بلکہ اور زیادہ کرتا ہی اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا یا کم کر آدھی
رات سے تھوڑا تا کہ تہائی رات کو پونہچے لیکن اگر جاڑون کا موسم ہو اسواسطے کہ ان دنون کی رات

بہت بڑی ہوتی ہی تہائی اسکی دن اور رات کے پورے دورے کی چوتھائی کی قدر ہوگی
اَوْزِدْ عَلَیْہِ یا زیادہ کرو آدھی رات پر تھوڑا تاکہ دو تہائی رات کو پہنچے اگر گرمیون کا
موسم ہو اسواسطے کہ اِن دنون کی رات بہت چھوٹی ہوتی ہی دو تہائی اِسکی دن اور رات کے
پورے دورے کی چوتھائی ہوگی اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ اِس کمی اور زیادتی سے خاطر کی
خوشی اور بیچینی کی رعایت منظور ہو یعنی اگر طبیعت چین مین ہو اور خوب دل لگے تو آدھی رات
سے زیادہ یعنی دو تہائی تک کھڑے رہو اور اگر توسط کا حال ہو تو آدھی رات تک کھڑے رہو
اور اگر طبیعت بیچین ہو تو تہائی رات پر اکتفا کرو اسواسطے کہ عبادت کی بنا دل کی خوشی اور رغبت
پر ہی چنانچہ حدیث شریف مین بھی تہجد کے مقدمے مین آیا ہی کہ لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نِشَاطَہٗ فَاِذَا
فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ یعنی چاہیے کہ نماز پڑھے ہر شخص تم مین سے طبیعت کی خوشی اور دل کے لگنے تک
پھر جب سستی کرے طبیعت اور دل نہ لگے تو چاہیے کہ موقوف کرے اور یہ بھی حدیث شریف مین
آیا ہی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھنے مین تم مین سے کسی پر نیند غلبہ کرے تو اسکو چاہیے کہ نماز کو موقوف
کرے اور سو رہے اسواسطے کہ ایسا نہو کہ کہین خواب کے غلبے مین دعا کی جگہ بد دعا منھ سے
نکل جاوے یا قرآن پڑھنے مین کوئی کفر کا کلمہ یا فسق کا منھ سے نکل جاوے اور یہ بھی حدیث
شریف مین آیا ہی کہ لَا تُکَابِدُوا اللَّیْلَ یعنی بیدلی سے نماز پڑھنے مین بیفائدہ کا رنج اور مشقت
رات کے جاگنے سے مت کھینچو اسواسطے کہ رنجیدگی کی عبادت مین کچھ بھی ثواب حاصل نہین ہوتا
اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہی کہ یہ تخییر یعنی دو تہائی اور آدھی اور تہائی رات مین اختیار دینا
اسواسطے ہی کہ آدھی رات پوری کو معلوم کرنا اور اِس اندازے کے برابر بدون کمی اور زیادتی
کے نماز اور تلاوت اور ذکر مین مشغول ہونا آدمی کی طاقت نہین ہی علی الخصوص ایسی جگہ پر جہان
کوئی چیز ساعت کے دریافت کرنے کی نہو یعنی نہ گھڑی ہو اور نہ گھڑیال ایسی جگہ پر آدھی رات کو
دریافت کرنا بہت مشکل ہی تو گویا یون حکم ہوتا ہی کہ جو اِس راہ کا طالب ہی اسکو آدھی رات
جاگنا اور ذکر اور عبادت مین مشغول رہنا ضروری ہی لیکن جو آدھی رات پوری بدون کمی اور

زیادتی کے معلوم ہونا مشکل ہی اسواسطے کہ اتنے حکم مین وسعت کی گئی کہ اگر اسطور سے تھوڑی کم
زیادہ ہوجائیگی تو کچھ زیادہ مضائقہ نہین ہی اور آخر سورۃ مین معلوم ہوگا کہ کمتی کی حد تہائی ہی اور
زیادتی کی حد دو تہائی اورجب مجاہدہ اور کوشش کی ہدایت کے بیان سے فراغت پائی تو
تو اب ارشاد ہوتا ہی کہ یہ کام اسوقت مین کیا کرو وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ اور
کھولکر پڑھو قرآن کے لفظون کو صاف یعنی تہجد کی نماز مین کھڑے ہوکر اور ترتیل لغت مین
واضح اور صاف پڑھنے کو کہتے ہین اور شرع شریف مین کئی چیزون کی رعایت کرنے کو کہتے
ہین قرآن شریف کے پڑھنے مین تاکہ خوب ترتیل حاصل ہوئے پہلے حرفون کو صحیح نکالنا یعنے
اپنے مخرج سے نکالنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ پر ظا نہ نکلے دوسرے وقوف کی جگہ پر
اچھی طرح سے ٹھیرنا تاکہ وصل اور قطع کلام مین بیموقع نہونے پاوے اور کلام کی صورت
تبدیل نہ ہوجاوے تیسرے حرکتون مین اشباع کرنا یعنی زیر زبر پیش کو آپس مین امتیاز دینا
تاکہ ایک دوسرے سے ملنے اور مشتبہ ہونے نہ پاوے چوتھے آواز کو تھوڑا بلند کرنا تاکہ قرآن
شریف کے الفاظ زبان سے کان تک پونہچین اور وہان سے دل پر اور دل مین کوئی کیفیت
پیدا کرین جیسے ذوق اور شوق اور خوف اور دہشت اسواسطے کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے
یہی چیزین مطلوب ہین۔ پانچوین اپنی آواز کو اچھا کرنا اسطور سے کہ اسمین دردمندی پائی جائے
تاکہ دل پر جلدی تاثیر کرے اور مطلب حاصل ہووے اسواسطے کہ جو مضمون خوش آوازی سے
دل تک پونہچتا ہی تو اس سے روح کو لذت ہوتی ہی اور قوی بھی اسکو جلد جذب کر لیتے ہین اور اس
سبب سے روح پر اسکے تاثیر بھی ہوتی ہی اسیواسطے اطبا نے کہا ہی کہ جبکہ کسی دوا کی کیفیت دل کو
پونہچانا منظور ہو تو اس دوا کو خوشبو مین ملا کے دیا چاہیے اسواسطے کہ دل خوشبو کا جذاب ہی یعنی
کھینچنے والا تو اس خوشبو کے ساتھ اس دوا کو بھی جلدی کھینچ لیگا اور اسی طرح جس دوا کی کیفیت جگر
یعنی کلیجے کو پونہچانا منظور ہو تو اسکو مٹھائی مین ملا کے دیا چاہیے اسواسطے کہ جگر مٹھائی کا عاشق ہی
تو وہ بھی اسکو کھینچ لیگا چھٹے تشدید اور مد کا جس جگہ پر ہین وہان لحاظ رکھنا اسواسطے کہ شد اور مد

کی رعایت کے سبب سے کلام الٰہی مین عظمت اور بزرگی نمودار ہوتی ہی اور تاثیر مین بھی مدد کرتا ہی
ساتوین اگر قرآن شریف مین کوئی خوف کا مضمون سنے تو وہان تھوڑا ٹھہر جاوے اور حق تعالیٰ
سے پناہ طلب کرے اور اگر مضمون کوئی بہتر اپنے مقصد او مطلب کا سنے تو وہان بھی ٹھہرے
اور اس چیز کو حق تعالیٰ کی درگاہ سے اپنے واسطے طلب کرے اور اگر قرآن شریف مین کوئی
دعا یا کوئی ذکر پڑھنے کے واسطے حکم ہو تو وہان بھی تھوڑا ٹھہرے اور کم سے کم اس دعا یا
ذکر کو ایک مرتبہ تو پڑھے جیسے قُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا یعنے ای رب زیادہ کر مجھکو علم یہ سب
سات چیزین ہوئین جنکی ترتیل مین رعایت کرنا ضروری ہی اور یہ سب ایک چیز کے واسطے ہین اور
وہی چیز بالذات مقصود ہی وہ تدبر اور فہم ہی یعنی غور کرنا اور بوجھنا قرآن کے مطلب کا اور یہ
بات بدون ان ساتون چیزون کے حاصل نہین ہوتی ہی نہ پڑھنے والے کو نہ سننے والے کو
بلکہ بدون ان ساتون چیزون کی رعایت کے قرآن کی قرأت شعر خوانی کی طرح بے فائدہ
ہو جاتی ہی اور کچھ اس سے حاصل نہین ہوتا اسی واسطے حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور دوسرے
صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہی کہ لَا تَنْثُرُوْهُ نَثْرَ الدَّقَلِ وَلَا تَهُذُّوْهُ كَهَذِّ الشِّعْرِ قِفُوْا
عِنْدَ عَجَائِبِهٖ وَحَرِّكُوْا بِهِ الْقُلُوْبَ وَلَا يَكُنْ هَمُّ اَحَدِكُمْ اٰخِرَ السُّوْرَةِ یعنی مت بکھیرو
قرآن کے لفظون کو جیسے ردی اور ناقص خرمون کو بکھیرتے ہو اور نہ لپیٹو قرآن کو جیسے شعر کو
لپیٹتے ہو یعنی قرآن کو جلدی مت پڑھو شعرون کے پڑھنے کی طرح بلکہ ٹھہرو قرآن کے عجائبات پر اور
اپنے دلون کو ہلاؤ اس قرآن پر اور اس بات کی فکر مت کرو کہ یہ سورت کب تمام ہوگی تاکہ جلدی
ہم پڑھ چکین اور فراغت پاوین اور حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے لوگون نے پوچھا تھا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کو کس طرح پڑھتے تھے انہون نے کہا کہ سب حرکتون کو
بڑھاتے تھے یعنی زیر زبر پیش کو پورا نکالتے تھے اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپکی
آواز کی درازگی قرآن شریف کے پڑھنے مین نقل کی ہی اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا سے روایت آئی ہی کہ ایک رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز مین ایک آیت کو

یہانتک پڑھا کہ فجر ہو گئی اور وہ آیت یہ ہی کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ
فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنے اگر عذاب کریگا تو ان پر تو وہ بندے تیرے ہین اور بخشدیگا تو انکو
تو بیشک تو ہی ہی غالب حکمت والا اسیواسطے کہا ہی کہ کم سے کم قرآن کی تلاوت مین تدبر کا مرتبہ
یہ ہی کہ ہر خطاب اور ہر قصے مین اپنے تئین مخاطب جانے اور اعلیٰ مرتبہ تدبر کا یہ ہی کہ متکلم کو اور اسکے
صفات اور افعال کو اِس کلام مین مشاہدہ کرے اور تدبر کا متوسط مرتبہ یہ ہی کہ اِس کلام کو حضرت
حق جل شانہ سے بلاواسطہ سننے اب اِس جگہ پر جاننا چاہیے کہ سلوک الی اللہ اسکی حضوری اپنے
نزدیک طلب کرنے کو کہتے ہین لیکن جو حق تعالیٰ جسمیت اور جسمیت کے لوازمات سے پاک ہی تو اسکی
حضوری اِن تین طریقون مین سے ایک سے ہو سکتی ہی پہلا طریقہ تصور ہی جسکو شرع کے عرف مین تفکر
کہتے ہین اور اہل سلوک کی اصطلاح مین اسکو مراقبہ کہتے ہین اور نگرانی بھی بولتے ہین اور دوسرا
طریقہ ذکر ہی اور تیسرا طریقہ تلاوت کلام اللہ ہی اور جو پہلا طریقہ حقیقت مین ذکر اور یاد قلبی ہی اسلیے
بعضی ذکر کو بھی اِس طریق کے شامل کر دیتے ہین اور اسکی حضوری کے طلب کے طریقون کو دو ہی
امر مین منحصر جانتے ہین یعنی ذکر اور تلاوت مین لیکن ذکر لسانی اور قلبی دونون کو شامل ہی سو جو
لفظ اِس ذات پاک پر بواسطہ یا بے واسطہ دلالت کریگی وہی مدرک کے التفات کا اِس ذات
پاک کی طرف سبب پڑیگی اور جب وہ ذات پاک ملتفت الیہ ہوئی یعنی اسکی طرف التفات کیا گیا
تو گویا حاضر ہوئی اور جب اِس طرح کے استحضار کا دوام حاصل ہوتا ہی تو ہم صحبتی اور ہمنشینی کا حکم
پیدا کرتا ہی اور ایسی ذات پاک کی صفتین بشریت کی صفتون پر غالب ہو جاتی ہین اور اِس خالق کے
فعل بندے کے فعلون پر حاکم ہو جاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ
یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ
وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا یعنے حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ ہمیشہ بندہ میرا نزدیکی
چاہا کرتا ہی میری طرف نفلون سے یعنی نفل عبادتون کے واسطے سے یہانتک کہ چاہنے لگتا ہون
مین اسکو پھر جب مین نے چاہا اسکو تو ہو جاتا ہون مین کان اسکا جس سے وہ سنتا ہی اور آنکھ

اُسکی جس سے وہ دیکھتا ہی اور ہاتھ اُسکا جس سے وہ پکڑتا ہی اور پانْوں اُسکا جس سے وہ چلتا ہی
یعنی جب بندہ کثرت عبادت سے حق تعالی کا مقبول ہوا تو اسکے سب اعضا کا حق تعالی خود محافظ
ہو جاتا ہی اور اسکے ہاتھ پانْون کان آنکھہ سب خدا کی مرضی کے تابع ہو جاتے ہین اُسکی بے مرضی
نہ کچھ دیکھے نہ کچھ سُنے سو یہ مرتبہ نفل عبادت کی کثرت سے ہوتا ہی اسواسطے کہ فرض کے اوقات مقرر
ہین اُنمین کثرت ممکن نہین ہی فقط لیکن یہ تقرب کا طریقہ خاص اِس ذات پاک کا ہی اگر کوئی چاہے کہ
اِس طریقے سے کسی مخلوقات سے تقرب پیدا کرے سو یہ ممکن اور مجاز نہین ہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ
اِس قسم کے تقرب مین دو چیز کا پایا جانا متقرب الیہ مین ضروری ہی یعنی جسکی نزدیکی اسکو منظور ہی
اِس مین دو چیز کا ہونا ضرور ہی ایک تو یہ کہ اسکا علم محیط ہو ذاکرون کے قلبی اور لسانی اذکار کو اگرچہ
ذاکر مختلف مکانون مین اور زمانون مین پائے جاوین یعنی ایک مشرق مین ہو اور دوسرا مغرب
مین اور ایک صبح کو یاد کرے اور دوسرا شام کو اور اِسی طرح مدرکہ اور زبانین بھی مختلف ہون
سو یہ اسکے علم کا محیط ہونا اسواسطے شرط ہی تاکہ ہر ذاکر کے قلبی اور لسانی ذکر کو دریافت کرے
دوسری چیز یہ ہی کہ ذاکر کے مدرکے مین در آنے کی اور اسکو پُر کرنے کی اور اِسکے صفت کا حکم
پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہو جسکو شرع کے عرف مین دنو اور تدلّی اور نزول اور قرب کہتے
ہین سو یہ دونون صفتین اِسی ذات پاک کا خاصہ ہین کسی مخلوق مین یہ بات پائی نہین جاتی
بعضے کافر اپنے معبودون کے حق مین پہلی صفت ثابت کرتے ہین اور اہل اسلام کے فرقے
سے بھی بعضے پیر پرست اپنے پیرون کے حق مین بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہین اور اِسی اعتقاد
کے سبب سے احتیاج کے وقت مین انکو پکارتے ہین اور اُنسے مدد چاہتے ہین لیکن یہ بات ہرگز
روا نہین ہی بلکہ حقیقت یہ ہی کہ وہ لوگ بڑے دھوکے مین پھنسے ہین اور بڑے شبہے مین گرفتار
ہین مگر یہ مقام اِس شبہے کے بیان کا نہین سو اِن ہی دو چیزون سے سلوک کا کارخانہ تمام ہوتا ہی
والا ہرگز ممکن نہ تھا کہ بندہ رب سے نزدیک ہو اور اِن ہی دو چیزون کی طرف اشارہ ہی اس
حدیث صحیح مین جسکو محدثین کتاب سلوک اور تقرب الی اللہ کے اوّل مین لاتے ہین اور وہ حدیث

ف پیر پرستون کے شبہہ کا بیان

شریف یہ ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی طرف سے حکایت کے طور پر بیان فرمایا
ہی کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے گمان اور اٹکل کے قریب ہون
پھر جیسا گمان میرے ساتھ رکھے اور مین اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہون جب مجکو یاد کرتا ہی
اور دوسری صحیح حدیث بھی ہی جو محدثون کے کتاب سلوک کی سر دفتر ہی سو وہ یہ ہے کہ
مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ
اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً یعنے جو نزدیکی چاہتا ہی مجھسے ایک بالشت نزدیک ہوجاتا ہون
مین اسکی طرف ایک ہاتھ اور جو نزدیکی چاہتا ہی مجھسے ایک ہاتھ تو نزدیک ہوجاتا ہون مین
اسکی طرف ایک باع اور باع کہتے ہین دونون ہاتھ کی لمبائی کو جسکو یہان بام کہتے ہین اور
اگر آتا ہی میری طرف چلتے ہوئے تو مین آتا ہون اسکی طرف گھٹنون سے دوڑتے ہوئے
یہ مثال ہی آدمیون کے سمجھانے کو ورنہ حق تعالیٰ گھٹنون اور ہاتھ پانؤن سے پاک ہی پس یہ
حق تعالیٰ کی ذات پاک کا خاصہ ہی کہ اپنے یاد کرنیوالے کی طرف خود نزول فرماتا ہی اور اسکے
نزدیک ہوتا ہی اور اسکے مدرکہ کو پر کرتا ہی اور اسکے باطنی لطیفون پر غالب ہوتا ہی اور ساتھ
اس تدلی واقعی حقیقی کے روح کا حکم اسکی روح لیتی ہی اور جو روح کو نسبت بدن کے ساتھ ہی
وہی نسبت اس تدلی کو اسکی ارواح کے ساتھ حاصل ہوتی ہی اور جتنے مخلوق ہین اگرچہ
روحانیات ہون اوّل تو علم محیط نہین رکھتے ہین تاکہ ہر ذاکر کے ذکر پر مطلع اور خبردار ہون
دوسرے ذاکر کی روح پر استیلاء دائمی نہین کرسکتے ہین یعنی ہمیشہ اس پر غالب اور اسکے
حال سے واقف نہین ہوسکتے اسواسطے کہ یَشْغَلُهُمْ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ سب مخلوقات کی شان
ہی یعنی یہ مخلوقات کا خاصہ ہی کہ جب ایک طرف متوجہ ہوا تو اسوقت دوسرے کی طرف متوجہ
نہین ہوسکتے اور لَا یَشْغَلُهٗ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ حق تعالیٰ کا خاصہ ہی یعنی اس ذات پاک کا
ایک طرف متوجہ ہونا دوسرے طرف کی توجہ کو مانع نہین ہی سو کلام الٰہی کی تلاوت اسواسطے

اِسکی قرب اور نزدیکی کا سبب پڑتی ہی کہ اِس کلام کی لفظین اِسکی معانی پر دلالت کرتے ہین اور وہ معانی حق تعالی کے علم مین ایک مدت دراز تک کلام نفسی کا خلعت پہن کے ایک صفت اِسکی قوی صفتون سے بنگے رہی ہین سو وہ لفظین ایک صفت کو حق تعالی کی صفتون ذاتیہ سے تلاوت کرنے والے کے مدرکہ کے قریب کردیتی ہین اور اِس آمیزش اور اتحاد کے سبب سے وہ صفت ذاتیہ ایک طرح سے پڑھنے والے کی صفت ہوجاتی ہی اسواسطے کہ وہ معانی باترتیب اِس پڑھنے والے کے مدرکے مین قائم ہوتے ہین چنانچہ اِس کلام الٰہی کی لفظین بھی اِسی طرح سے پڑھنے والے کی لفظین ہوجاتی ہین اور اِس قسم کا تقرب کچھ حق تعالی کی ذات پاک کے ساتھ مخصوص نہین ہی بلکہ ہر شخص کے کلام مین یہ بات پائی جاتی ہی یعنے جسکے کلام کو ہر وقت پڑھا کرو اور اِسکے معنون کا خیال ہر وقت ذہن مین موجود رہے وہ بھی اِسی قسم کے قرب کا سبب پڑتا ہی اور اِس متکلم کے بعضے آثار اِس پڑھنے والے مین پائے جانے لگتے ہین جس طرح مثنوی مولا روم کی اور دوسرے ملفوظات نظم اور نثر اولیاء اللہ کے بلکہ عوام اور فاسقون کے اشعار مین بھی زیادہ تکرار سے یہی بات پائی جاتی ہی یعنی وہی مضمون اسکے دل پر چھا جاتا ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ اگر وہ کلام بہتر ہی تو اسکی اچھائی کی تاثیر اور اگر بُرا ہی تو اسکی بُرائی کی تاثیر پڑھنے والے مین پائی جاتی ہی لیکن کلام الٰہی اور کلام مخلوق مین اتنا فرق ہی کہ کلام الٰہی کی مزاولت اور تکرار مین اِس کیفیت کے سوائے اِسکی ذات پاک کا دنو اور قرب بھی حاصل ہوتا ہی اور دوسرے مخلوق کے کلامون مین سوائے اِس کیفیت کے جو کلام کے پردے مین ظاہر ہوتی ہی اور اِس پڑھنے والے کی طرف منتقل ہوتی ہی اور کچھ حاصل نہین ہوتا اور اسکی وجہ یہ ہی کہ حق تعالی کا علم محیط ہی اور دنو اور تدلّی اور قرب کی قدرت بھی وہ رکھتا ہی سو جو کچھ ذاکرین کے حق مین وہ اپنی عنایت اور مہربانی فرماتا ہی تو تلاوت کرنیوالے کے حق مین بطریق اولیٰ عنایت اور مہربانی فرمادیگا اِسیواسطے کلام اللہ کی ترتیل کو اِس سورۃ مین ذکر پر مقدم لائے ہین اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت حق تعالی کے ذکر سے

خالی نہین ہی چنانچہ یہ بات غور اور فکر سے معلوم ہوتی ہی پس قرآن شریف کی تلاوت مین ذکر کا
بھی فائدہ حاصل ہی اور پیر اور مرشد اور اُستاد کا بھی اسواسطے کہ آلہیہ کی صفت سے متصف ہونا اور
حبل المتین آلہی کا تمسک اور اعتماد کرنا تو سردست قرآن شریف کی تلاوت مین موجود ہی اتنا البتہ ہی کہ
قرآن شریف کی لفظون کو نحو اور صرف اور معانی اور بیان اور بدیع اور دوسرے فنون کی آمیزش
سے جو حقیقت کی طرف التفات کرنے سے مانع ہین مجرد اور جدا کرنا بہت مُشکل ہی بعد مدت کے
یہ بات حاصل ہوتی ہی بخلاف ذکر کی لفظون کے صورت فکر یہ کے ساتھ کہ وہ اسقدر تجرید کے محتاج
نہین ہین اب اس بیان سے حضرت سُلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی بات کا
مطلب ظاہر ہوگیا یعنی لوگون نے اِن سے ایک دِن پوچھا کہ قرآن شریف کی تلاوت مین مشغول رہنا
بزرگی رکھتا ہی یا ذکر آلہی مین مشغول رہنا۔ آپنے فرمایا کہ ذاکر اپنے مطلب کو جلدی پونہچتا ہی لیکن اسکو
زوال کا خوف ہی اور کلام آلہی کی تلاوت کرنیوالے کا مطلب دیر مین حاصل ہوتا ہی لیکن حصول کے بعد
اسکو زوال کا خوف نہین ہی انتہی کلامہ اور پیغمبرون کو کلام آلہی کی تلاوت مین بہت بڑا ایک
فائدہ ہی وہ یہ ہی کہ انکے علم غیب سیکھنے کی استعداد کو بہت بڑی مدد کرتی ہی اور اِسکے سُننے کی
مزاولت اور ہمیشگی جو بار بار زبان سے کان کو پونہچتی ہی اور کان سے دل کو سو وحی کے نزول
کے صدمے کو اِن پر ہلکا کر دیتی ہی جس طرح کسی شخص کو نفع یا نقصان پہنچنے مین کوئی بڑا صدمہ
پونہچا ہو تو اب جسقدر اِس نفع اور نقصان کو تکرار کریگا اسقدر اِسپر وہ صدمہ ہلکا ہوتا جائیگا اور بھید
اسکا یہ ہی کہ نزول وحی کا استخدام کے طور پر ارواح ملکیہ کی کیفیت کو متفرق مکانون سے ہمراہ لاتا ہی
اور وہ کیفیت ملی ہوئی یکایک پیغمبر کے قلب اور اعضا پر آپڑتی ہی اور پیغمبر بشریت کے تقاضے سے
اسکا تحمل نہین کر سکتے ہین اسواسطے بے ہوش ہو جاتے ہین اور پسینہ بھی نکل آتا ہی پھر جب
دوسرے مرتبے اِس کلام کی تلاوت کرتے ہین تو پھر بھی وہی کیفیت ملی ہوئی دل اور اعضا پر
آتی ہی اِسی طرح تیسرے مرتبے پھر چوتھے مرتبے یہان تک کہ اِس کیفیت کے تحمل کے خوگر
ہو جاتے ہین یعنی اِس بوجھ اُٹھانے کی عادت ہو جاتی ہی اور رنج اور صدمہ بھی پھر کم معلوم ہوتا ہے

اور اس مقام مین اسی فائدہ عمدہ کو لحاظ کر کے ترتیل کے حکم کی تعلیل یون ارشاد ہوتی ہے کہ
اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝ تحقیق قریب ہے کہ ڈالینگے ہم تجپر ایسی بات جو بہت
بھاری ہو حاصل مطلب کا یہ ہے کہ بعد اسکے پے درپے قرآن کو تم پر نازل کرینگے سو تمکو چاہیے کہ
جسقدر قرآن تم پر اُترا ہے اسکی تلاوت مین رات کو مشغول رہا کرو اور اس عبادت خاص کے
انوار سے اپنے تئین مشرف کر کے اِس فیض اعظم کی قبولیت کی استعداد اپنے مین حاصل کرو
اور ابتدا مین قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت آپ پر بہت گرانی اور سختی گذرتی تھی
اور اسکا طور یہ تھا کہ جب وحی کا نزول شروع ہوتا تھا تو پہلے ایک آواز گھنٹے کی سی آپ سُنتے
تھے پھر اسی آواز مین بدون اعتماد خارج کے حرف اور کلمے ظاہر ہونے لگتے تھے اور وہ
آواز تیز اور تند اسطرح سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین تاثیر کرتی تھی کہ آپکے حواس ظاہری اور
باطنی بالکل اِس عالم سے منقطع ہو کے اُس عالم کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ایسی حالت
آپ پر ظاہر ہو جاتی تھی جسطرح روح بدن سے کھنچتی ہے اور بدن کے تمام اعضا کی روحین کھینچ
کے دماغ کی طرف جو فہم اور حافظہ کی قوت کا محل ہے چڑھ جاتی تھین اُن روحون کے
جمع ہونے کے سبب سے بہت گرمی پیدا ہوتی تھی اور آپکی پیشانی مبارک پر پسینا آجاتا تھا اور
آپ بیہوش ہو جاتے تھے اسواسطے کہ ارواح دماغ کو صعود کرتے تھے اِس سبب سے سب اعضا
بدن کے سست ہو کر ثقل طبعی کی طرف عود کرتے تھے چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جاڑون مین جس دن بہت ٹھنڈ
ہوتی تھی وحی آتی تھی اور آپکی پیشانی مبارک سے پسینہ نکل آتا تھا اور وحی نازل ہونے کے وقت
اگر آپ اونٹ یا گھوڑے یا کسی جانور پر سوار ہوتے تھے تو وہ جانور گر پڑتا تھا مگر ایک اونٹنی خاص
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جسکا عضبا اور قصوا نام تھا وہ گرتی نہ تھی لیکن اپنے پانون کو ٹیڑھا کر کے
زمین سے ٹیک دیتی تھی اور گرتی نہ تھی اور اسکو اسطور کی عادت ہوگئی تھی اور اگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم وحی آنے کے وقت کسی کی ران کو تکیہ دیے ہوتے تھے تو اس ران کے ٹوٹنے کا خوف

ہوتا تھا اور آپکا چہرۂ مبارک سرخ ہو جاتا تھا اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور آواز ایسی ہوتی تھی اس طرح پر کہ دور سے اسکی
آواز معلوم ہوتی تھی اور دوسرے گرانی یہ کہ بدون لکھنے کے سب قرائتون اور وجوہ سے اسکو
یاد رکھنا چاہیے تیسری گرانی یہ کہ ان دشمنون کے سامنے پڑھنا تھا جو ہمیشہ ہنسی مسخری کیا کرتے
تھے اور قرآن کے مضمون کو جو نیا سنتے تھے ہر مجلس مین بیٹھکر اسکا ذکر کرتے تھے ہنسی کے طور پر
بیہودہ اور لچ باتین بکا کرتے تھے ان سب کو سننا چاہیے اور چوتھی گرانی قرآن شریف کے
عجائبات اور باریک دقیقے سمجھنے مین اور اسکے اعجاز کے وجوہ دریافت کرنے مین کہ یہ چیزین
بدون خوب فکر اور غور کرنے کے معلوم نہین ہوتین چنانچہ یہ باتین اب بھی بدون شمول
فضل الٰہی کے میسر نہین ہین پانچوین گرانی قرآن شریف کی آیتون کی تفریق کرنے مین
یعنی محکم اور متشابہ اور ناسخ اور منسوخ اور ظاہر اور موول ان سب کو آپس مین جدا کرنا اور ہر ایک
قسم سے جدے جدے حکم استنباط کرنا یعنی نکالنا کہ یہ بہت مشکل علم ہی چھٹی گرانی مسلمانون
کی نسبت ہے اسواسطے کہ قرآن شریف کے بموجب امر اور نہی کرنا نہایت سخت اور مشکل چیز ہے
اسکے موافق عمل کرنا بدون تائید الٰہی کے ہرگز ممکن نہین ہی اور یہ بھی کہا ہی کہ قرآن شریف مین
ظاہری بھی حکم ہین اور باطنی بھی اور دونون کو جمع کرنا بہت مشکل اور دشوار ہی ساتوین قرآن
شریف کا سننا کافرون پر بہت سخت اور دشوار تھا چنانچہ اگلی سورتون مین آیا ہی کہ کافر قرآن کے
سننے سے ایسا ڈرتے ہین جسطرح گدھا شیر کے دیکھنے سے اور اسکی آواز سننے سے اور سورۂ
فصلت مین بھی فرمایا ہی کہ فِي اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى یعنے یہ قرآن کافرون کے کان
مین بوجھ ہی اور یہ ان پر اندھاپن ہی یعنی پوشیدہ ہی آٹھوین قرآن شریف کا اترنا منافقون اور
فاسقون پر بہت سخت اور گران تھا اسواسطے کہ انکے چھپے عیب اور پوشیدہ باتین اس مین
رمز اور اشارہ اور تعریض اور کنایہ کے طور سے بیان کر دی جاتی تھین اور حاضران مجلس اپنے
ذہن کی تیزی اور قرینے سے بوجھ جاتے تھے کہ فلانے شخص کا حال ہی پھر وہ فضیحت ہوتے
تھے چنانچہ سورۂ توبہ کے آخر مین اور سورۂ قتال مین اور دوسری سورتون مین ان احوالون کو

تفصیل سے بیان فرمایا ہی تو ین قرآن شریف کے ہر ہر حرف کا ایک ایک خادم ہی روحانی اور عزیمت
پڑھنے والے جب اِس کلام کو دعوت کی سب شرطون کی رعایت سے پڑھتے ہین تو جتنے روحانی
اسکے خادم ہین سب حاضر ہوتے ہین پھر اُسوقت اُنکے سامنے ثابت اور برقرار رہنا بہت سخت
اور دشوار ہوجاتا ہی اور قیامت کے دن بھی جب میزان کھڑی ہوگی اور عمل تولے جاوینگے
تو کوئی عمل نیک اِس کلام کے برابر نہو گا چنانچہ یہ بات حدیث شریف مین مذکور ہی اور عجائب
تفسیرون سے وہ ہی جو بعضے صوفیہ نے کی ہی یعنی قول ثقیل کی تفسیر مین توحید وجودی کے
مسئلے کو بیان کیا ہی اسواسطے کہ اِس مسئلے کا سمجھنا عوام لوگون پر بہت بھاری ہی اور
یون کہا ہی کہ هُوَ طَوْرٌ وَرَاءَ طَوْرِ الْعَقْلِ یعنی وہ ایک مرتبہ ہی عقل کے مرتبے کے سوائے
اور بعضے واعظون نے قول ثقیل کی تفسیر شفاعت مطلقہ کر کے کی ہی اور شفاعت کے کلمے کو
اپنی زبان پر جاری کرنا جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی اور دوسرے
جتنے انبیا اور رسول ہین سب پر وہ کلمہ شاق اور گران ہوگا اور قیامت کے دن اِس کلمے کو
اپنی زبان پر لانے سے عذر درپیش کرینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالی
اِس کلمے سے گویا کریگا اور یہ تفسیر سورۂ اسری کی آیت سے مناسبت رکھتی ہی اور وہ آیت
یہ ہی وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا یعنے
حق تعالی فرماتا ہی اور تھوڑی رات جاگتا رہ اُس مین یہ زیادتی ہی واسطے تیرے شاید کھڑا کرے
تجکو تیرا رب تعریف کے مقام مین اور جب قرآن شریف کو نماز تہجد مین ترتیل سے پڑھنے
کی وجہ کے بیان سے فراغت پائی تو اب نماز تہجد کی وجہ کو بیان فرماتے ہین سو انکا لفظ
اِن تینون آیتون مین تعلیل کے واسطے ہی اور اِن تینون تعلیلون کے درمیان مین حرف
عطف کو نہین لائے اسواسطے کہ تعلیل ایک امر کی نہین ہی بلکہ مختلف امرون کی تعلیل ہی
جو پہلے کلام سے بوجھی جاتی ہی سو قرآن کے ترتیل کے حکم کی علت قول ثقیل کا القا ہی
اور قیام لیل کے حکم کی علت یہ ہی کہ اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ بیشک وہ عبادت

اور تلاوت جو پیدا ہوتی ہے اور اُٹھتی ہے رات کو اور ناشی لغت مین اِس چیز کو کہتے ہین
جو نئی پیدا ہوئی ہو اور نئی اُٹھی ہو عرب مین بولتے ہین سحابٌ ناشٍ یعنی بدلی نئی پیدا
ہوئی اور نشاتِ الریح یعنے اُٹھی ہوا ھِیَ اَشَدُّ وَطْأً وہ بہت سخت ہی نفس کے
روندنے مین اور اسکی تاریکی کے دور کرنے مین دو وجہ سے اول یہ کہ رات کا اٹھنا اور
قرآن کو بلند آواز سے پڑھنا اور وضو کرنا اور وضو کے اسباب کو تلاش کرنا جیسے لوٹا پانی
مسواک پھر نماز مین کھڑا ہونا اور سجدے مین جانا یہ چیزین نفس پر بہت سخت اور بھاری ہین
اسواسطے کہ رات چین اور آرام اور ٹھہرنے اور خاموش رہنے کا وقت ہی اور آدمی کی
پیدایشی یہ بات ہی کہ رات کو چلنے پھرنے جاگنے بات کرنے کو بالطبع دوست نہین
رکھتا خصوصًا جسوقت جورو بغل مین ہو اور بچے پیارے پاس ہون اور نرم فرش ہو اور
گرم لحاف اوڑھے ہو اور جی والے بدن کو مل رہے ہون ایسے وقت مین ان سب
لذتون کو چھوڑنا اور ایسی پیچیچی اور محنت مین اپنی جان کو ڈالنا ان سب باتون کو سوچا
چاہیے کہ کیا نفس پر قیامت برپا ہوتی ہی اور اگر گرمی کا موسم ہی تو دن بھر دھوپ کی سوزش
اور گرمی کی حرارت بدن اُٹھائے ہوئے رات کو ٹھنڈک مین آرام سے بدن ہوتا ہی
پھر اِس آرام کو چھوڑنا اور مشقت مین پڑنا خیال کیا چاہیے کہ کیسی مشکل بات ہی دوسری وجہ
یہ ہی کہ حقیقت مین وہ وقت انوار اور برکات لاہوتیہ اور ملکوتیہ کے نزول کا وقت ہی
پھر جب ایسی عمدہ عبادت ایسے عمدہ وقت مین پائی گئی اور قرآن کا نور اور ایمان کا نور ان
تجلیون کے ساتھ ملکے ایک ستون نورانی بنکے قائم ہوا پھر نفس کی تاریکی کیا مجال رکھتی ہی جو وہان
ٹھہر سکے یا باقی رہے حدیث شریف مین آیا ہی کہ یَنزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَاءِ
الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ فَیَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَّسْاَلُنِیْ
فَاُعْطِیَهٗ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ حَتّٰی یَنْفَجِرَ الْفَجْرُ یعنے اُترتا ہی یعنے متوجہ ہوتا ہی ہمارا
پروردگار بزرگ اور برتر ہر رات کو دُنیا کے آسمان کی طرف جب باقی رہتی ہی پچھلی تہائی رات کی

پھر فرماتا ہی کون پکارتا ہی مجھکو کہ اسکی پکار کو پہنچون کون مانگتا ہی مجھسے کہ دون مین اسکو کون مغفرت
طلب کرتا ہی مجھسے کہ بخشون مین اسکو یہان تک کہ ہوجاتی ہی فجر اور یہ بھی حدیث صحیح مین آیا ہی کہ
انّ فی اللیل ساعةً لایوافقھا عبدٌ مسلمٌ یسأل اللہ تعالیٰ خیرًا من خیر الدنیا والآخرۃ
الّا اعطاہ ایاہ وذٰلک کل لیلۃ یعنے تحقیق رات مین ایک ساعت ہی نہین موافق ہوتا ہی کوئی
بندہ مسلمان اس ساعت کو کہ مانگے اللہ تعالیٰ سے جو چیز بہتر ہی دنیا اور آخرت کی مگر دیتا ہے
اللہ تعالیٰ وہ چیز اسکو اور یہ امر ہر رات کو ہوتا ہی سو وہ وقت خاص اپنے مالک کے دربار کا ہی نوکر
کے حق مین اور معشوق کے جلوہ کا وقت ہی عاشق کے حق مین اور بیع وشرا کی گرمی بازار کا وقت
ہی تاجر کے حق مین اور صنعت اور مزدوری کے رواج کا وقت ہی ہر پیشے والے کے حق مین
کہ تھوڑی محنت مین بڑا عمدہ مطلب حاصل ہوتا ہی اور تھوڑی ڈھیل اور سستی مین بڑا مطلب ہاتھ سے
جاتا ہی حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ سے منقول ہی کہ بعضے لوگون نے بعد انکی
وفات کے انکو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال گذرا اسکے جواب مین یہ کہا کہ طاحت
العبادات وفنیت الاشارات وما نفعنا الّا رکعات رکعناھا فی جوف اللیل یعنی بیکار
ہوگئین عبادتین اور نیست ہوگئین اشارتین اور نہ کام آیا کچھ مگر دو رکعتین جو آدھی رات کو پڑھتا تھا مین اور
پچھلی رات کو خاص تجلی اور توجہ سے اسواسطے خاص کیا ہی کہ آدمی کی روح اصل مین عالم پاک سے
تھی دنیا کی نجاستون سے کچھ بھی آلودگی نہ رکھتی تھی پھر اس عالم قدس اور پاکیزہ سے اس
گندہ بازار مین اسکو کمال کے حاصل کرنے کے واسطے بھیجا اس سبب سے اس عالم قدس سے
دور پڑا اور اس عالم مین جو قرب اسکو حضرت پروردگار جل شانہ سے حاصل تھا وہ اسکے ہاتھ سے
جاتا رہا سو اس قرب کی لذت کو یاد دلانے کے واسطے بالضرور خود بدولت کا توجہ ہوتا ہی اور
اپنے بندے سکین غریب کے جھونپڑے نور قدوم کی تجلی سے منور فرماتے ہین سو اس عنایت
اور نوازش کے واسطے ایسا وقت چاہیے کہ اس روح کو اپنی حالت اصلی کا قرب حاصل ہو اور
وہ وقت عالم قدس سے مشابہت رکھے سو دنیا مین ایسا وقت کوئی نہین ہی مگر یہی پچھلی آدھی رات کا

وقت اور اِس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ دن جو اسکی مشغولی کا وقت کہ ہر حواس اپنے اپنے
کام مین مشغول رہتا ہی جیسے باصرہ دیکھنے مین اور شامہ سونگھنے مین اور سامعہ سُننے مین اور
ذائقہ چکھنے مین اور لامسہ ٹٹولنے مین اور اِسی طرح حواس باطنی اپنے کام مین مشغول ہوتے ہین
اِس سبب سے آدمی کی فکر تشویش مین ہوتی ہی اور دنیا ہی کے کارخانے کا خیال ہر وقت رہتا ہی
اور اسباب اور مال اور دنیا کی عزت اور آبرو کے حاصل کرنے مین اور جورو بچون کی محبت
اور مالک اور آقا کی خدمت مین دن بھر گنواتا ہی اور اِس سبب سے نہایت دوری اِس عالم قدس سے
حاصل ہوتی ہی اور پہلی رات کو تمام دن کی محنت اور کھانے پانی سے پیٹ بھر لینے کے
سبب سے سست ہوجاتا ہی اور غافل ہوکے بیحواس مردون کی مانند پڑتا ہی اور غذا کے ردی
بخارات اسکے دل اور دماغ کو پریشان کردیتے ہین اور غذا فضلہ اور بدبو کی ہوا ہر ساعت اُس سے
باہر نکلتی ہی اِس حالت مین آدمی چارپاے کے مانند ہوتا ہی عالم انسانیت کی طہارت سے
مرتبے سے منزلون دور ہوجاتا ہی عالم ارواح کی طہارت کے مشابہ ہونا تو بہت دور ہی پھر جب
پچھلی رات ہوتی ہی تو یہ سب رنج اور کدورتین دور ہوجاتی ہین اور دن کے فاسد خیال بھی
غفلت کی نیند حائل ہونے کے سبب سے اسکے ذہن مین نہین رہتے گویا روح اپنی خالص اصل کو
پہنچی اور اپنے عالم اصلی کو یاد کیا ایسے وقت مین اس روح کو اُن قرب کی لذتون سے
چکھاکے سرفراز کرنا جو اِس عالم مین خوگر ہو رہی تھی بہت مناسب ہوا **وَّاَقْوَمُ قِيْلًا** اور
بہت مضبوطی ہی بات کے کہنے مین۔ حاصل کلام کا یہ ہی کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنا پچھلی
رات کو تدبر اور معانی کے بوجھنے کے واسطے بہت بہتر ہی دوسرے وقتون کی نسبت سے
اسواسطے کہ اُسوقت مین ذہن صاف ہوتا ہی اور غذا کے بخارات بھی کم ہوجاتے ہین اور غل
اور شور باہر کا بھی حواس کو منتشر نہین کرتا ہی تاکہ دل اِس طرف متوجہ ہو اور معنون کے بوجھنے
سے غفلت کرے اور رات کی تاریکی کے سبب سے آنکھ بھی اپنے کام سے بیکار ہوجاتی ہی
اور رنگا رنگ چیزون اور روشنیون کے دیکھنے کے سبب سے دل کو مشوش نہین کرتی ہی یہی وجہ ہی کہ

اسوقت مین علما کو کتاب بینی مین اور شاعرون کو شعر کہنے مین جو مطلب سوجھتا ہی وہ صواب کے
قریب ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ پچھلے پہر کے خواب اکثر سچے ہوتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین بھی
آیا ہی کہ اَصْدَقُ الرُّؤْیَا بِالْاَسْحَارِ یعنی بہت سچا خواب سحر کا ہی اور ان ہی خصوصیتون کے لحاظ سے
جو رات کے واسطے حاصل ہین حدیث صحیح مین آیا ہی کہ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَاْبُ الصّٰلِحِیْنَ
قَبْلَکُمْ وَقُرْبَۃٌ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمُکَفِّرَۃٌ لِلسَّیِّاٰتِ وَمَنْھَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ یعنی لازم پکڑو اور عادت
ڈالو رات کے اٹھنے کی اسواسطے کہ یہ عادت صالحینون کی ریاضت ہی قدیم سے یعنی اسوقت کو
بہتر وقت سمجھ کے اٹھنے اور عبادت کرنے کی دلی اپنی عادت ڈالتے ہین اور اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا
سبب ہے اسواسطے کہ اسوقت تجلی الٰہی کا نزول آسمان دنیا کی طرف ہوتا ہی اور تمھارے گناہون کا
کفارہ بھی ہی اسواسطے کہ اسوقت کے انوار قرآن شریف اور نماز کے انوار دن سے ملکر برے
عملون کی تاریکیون کو دور کردیتے ہین وہ تاریکیان جنھون نے تمھارے نفس کو تاریک
کر رکھا ہی اور تمکو گناہون سے بھی مانع ہوگا اسواسطے کہ لطیفہ عقل کا دوسرے مدرکات سے
خالی ہونے کے سبب سے قرآن شریف کے معنون مین خوب تدبر کرتا ہی اور نصیحت اور جھڑکی
کامل اسکو حاصل ہوتی ہی اور لطیفہ قلب کا اس صفائی کے سبب سے جو اسوقت اسکو حاصل ہوتی
ہی ساتھ کیفیت نورانی انس اور مناجات کے لبریز ہوجاتا ہی اور وہ کیفیت پورا رسوخ حاصل
کرتی ہی اور وہ رسوخ گناہون پر دلیر ہونے نہین دیتا اور نفوس کامل اور ارواح پاک حضرات
انبیا علیہم السلام کو انکی استعداد کی صفائی کے لحاظ سے ایسے منافع اور فوائد کے حاصل
کرنے مین اگرچہ رات دن برابر ہی لیکن انکے دل کے اوقات دوسری طرح کی عبادتون
اور قسم قسم کی طاعتون سے معمور اور پر رہتے ہین خالص ایک کیفیت یا ایک حالت کا پایا جانا
اسوقت متصور نہین ہی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ؁
بیشک تجکو دن مین بہت تیرنا ہی یعنی بہت کام کرنا ہی اور طرح طرح کی عبادتون مین مشغول
رہنا ہی دن کو اتنی فرصت تمکو نہین ہی کہ مصاحبت اور مکالمت کی مجلس کو گرم کرو اور مناجات

اور سرگوشی سے اپنے تئین مشرف کرو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دن اکثر اس طور سے
گذرتا تھا کہ بعد فجر کے اشراق تک نماز کے مکان مین ذکر اور فکر مین مشغول رہتے تھے اور آپ نے
حضرت خضر علیہ السلام کو اسوقت اور عصر کے بعد سے آفتاب غروب ہوتے تک مسبعات
عشر پڑھنے کو حکم بھی فرمایا ہے پھر بعد اشراق کے چاشت تک دوسری قسم کی عبادتون مین
آپ مشغول رہتے تھے جیسے مریضون کی عیادت کرنا اور مسلمانون کے جنازون کے ساتھ جانا
اور غریب مسکین مسلمانون کی حاجت روائی کرنا اور طالب علمون کو علم تعلیم کرنا اور مسترشدون کو
خدا کی راہ کے سلوک کے قاعدے ارشاد فرمانا اور فتوے پوچھنے والون کو فتوے دینا
اور آپس مین جھگڑے قضیون کا فیصل کرنا اور کافرون کے ساتھ جہاد اور قتال کے سامان
کی درستی اور تدبیر مین رہنا اور دوسرے اس قسم کے کامون مین مشغول رہتے تھے پھر
چاشت کے بعد گھر مین تشریف لے جاتے تھے اور اپنے اہل وعیال کی خاطرداری اور
تسلی فرماتے تھے کہ یہ بھی ایک قسم ہے عبادت کی پھر کھانا کھا کے تھوڑا قیلولہ کرتے
تھے پھر جب آفتاب ڈھلتا تو آپ اٹھتے اور پاخانے اور پیشاب سے فراغت کرکے
وضو یا غسل کرتے اور چار رکعتین ایک سلام سے فی الزوال پڑھتے پھر جب ظہر کی اذان
ہوتی تو آپ باہر تشریف فرما ہوتے اور ظہر کی نماز مسجد مین پڑھتے اور ظہر کے بعد سے
عصر تک پھر دعوت اور تعلیم اور ارشاد اور افتا اور فیصلے مین جھگڑون کے مشغول
رہتے تھے پھر نماز عصر کی پڑھتے پھر قبلے کی طرف منھ کرکے بیٹھتے اور ذکر اور فکر مین
مغرب تک مشغول رہتے پھر مغرب کی نماز پڑھ کے گھر مین تشریف لیجاتے پھر اہل و
عیال کی تسلی اور دلاسے مین اور مہمانون اور مسافرون کے کھانا کھلانے مین خود
متوجہ ہوتے اور اگر دنیا کے مال کی قسم سے کچھ گھر مین ہوتا تو اسکو اسی وقت
مستحقون کو عنایت فرماتے کہ دنیا کا مال آپ کے گھر مبارک مین رات کو نہ رہے
پھر اسکے بعد آپ کھانا نوش جان فرماتے اور جانورون کے دانے چارے کی خود

آپ خبر گیری لیتے تاکہ ایسا نہو کہ کوئی جانور بے زبان بھوکا پیاسا رہ گیا ہو پھر اسکے بعد استنجا وغیرہ کرکے وضو کرتے اور مسجد مین تشریف فرما ہوتے اور نماز عشا کی ادا کرتے اور وتر کو رہنے دیتے پچھلی رات مین پڑھنے کے واسطے پھر سونے کے لیے تشریف گھر مین لیجاتے اور چار رکعتین نفل کی پڑھتے پھر تسبیح اور تکبیر اور تحمید بجا لاتے پھر قرآن شریف کی کئی سورتین پڑھتے جیسے سورۂ زمر اور سورۂ اسریٰ اور دوسرے چھوٹے مسبحات یعنی سورۂ حدید اور سورۂ حشر اور سورۂ صف اور سورۂ تغابن اور سورۂ جمعہ اور سورۂ اعلیٰ اور سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ اور معوذتین اور سورۂ ملک غرض کہ یہ سب سورتین پڑھکے آپ آرام فرماتے تھے پھر جب اس طرح کے اوقات معمور اور بندھے ہوئے ہون تو کسی قسم کے مجاہدۂ عظیم کی گنجایش کہان ہے کہ اتنی دیر تک اس امر مین تم مشغول رہو اسی واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دن کو اگرچہ طرح طرح کی عبادتون مین مشغول رہتے ہو لیکن اسوقت کو یعنے پچھلے پہر کو بھی عبادت سے خالی مت رکھو اسواسطے کہ اسوقت کا مجاہدہ حجابون کے دور کرنے اور قرب اور نزدیکی کے حاصل کرنے مین اکسیر اعظم ہے کوئی عبادت اور کوئی شغل اسکو نہین پہونچتا بلکہ جتنے شغل اور جتنی عبادتین ہین سب کو یہ مجاہدہ اور رونق دیتا ہے سوا یسے وقت کو ہرگز مُفت نہ کھویا چاہیے **وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ** اور یاد کر نام اپنے پروردگار کا ہمیشگی کے طور پر ہر وقت اور ہر شغل مین اور ہر عبادت مین خواہ اول خواہ آخر خواہ درمیان مین اس عبادت کے اور یاد خواہ زبان سے ہو خواہ دل سے ہو خواہ روح سے خواہ بطور سر کے خواہ اخفیٰ کے اور خواہ نفس سے دن کو ہو یا رات کو اور ذکر لسانی جہر سے ہو خواہ خفیہ ہو اور پروردگار کا نام خواہ اسم ذات ہو خواہ اسم اشارہ ہو یا اسمائے حسنیٰ مین سے کوئی نام ہو جو سالک کے نفس اور حال اور وقت سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی بغدادی قدس سرہ سے منقول ہے کہ

جسوقت کوئی اِس راہ کا طالب اُنکے پاس آتا تھا تو پہلے اِسکو ایک چلّے یا دو چلّے کرنے کا حکم فرماتے بعد اسکے اپنے سامنے اُسکو لے بیٹھتے اور نود و نہ نام پاک کو اُسکے سامنے آپ پڑھتے اور اپنی آنکھ اُسکی آنکھ سے لڑائے رہتے اگر ان اسمائے الٰہیہ سے کسی نام پر اسکا چہرہ متغیر ہوتا اور کانپ اُٹھتا یا اُچھل پڑتا تو آپ اُسکو فرماتے کہ تیرے کام کی کشایش اِسی اسم سے ہوگی اور اِس نام کے ذکر کا طریقہ اُسکو تعلیم کرتے اور اگر کسی اسم سے اِن اسمائے الٰہیہ سے اِسکا چہرہ متغیر نہوتا اور کسی طور کی جنبش اسکے بدن مین نہ پائی جاتی تو آپ اُس سے کہدیتے کہ تجھمین قرب اور جذب کی راہ کے سلوک کی استعداد نہین ہے۔ تجھے ابرار کے طریق کو اختیار کرنا چاہیے اور تجارت یا زراعت یا کسی اور پیشے مین مشغول ہونا چاہیے اور اسم پروردگار کا خواہ تنہا خواہ تہلیل کے ضمن مین یعنی نفی اور اثبات مین خواہ تسبیح اور تحمید اور تکبیر اور لاحول یا دوسرے مسنون ذکرون کے ضمن مین ہو اور ذکر کی کیفیت بھی خواہ ایک ضربی ہو خواہ دو ضربی خواہ اِس سے بھی زیادہ ہو اور حبس دم کے طور پر ہو خواہ بے حبس ہو اور برزخ سے ہو خواہ بدون برزخ کے اور خواہ سہ رکنی ہو خواہ ہفت رکنی اور خواہ شرائط عشرہ کے ساتھ ہو خواہ بدون ان شرائط کے اور شرائط عشرہ عبارت ہے شد اور مد اور تحت اور فوق اور محاربہ اور مراقبہ اور محاسبہ اور مواعظ اور تعظیم اور حرمت سے اور سوا اُسکے دوسری خصوصیات بھی ہین جنکو اِس طریق کے ماہرون نے نکالا ہے اور معین کرنا ایک کا دوسرے اُن خصوصیات مذکورہ سے شیخ اور مرشد کی رائے پر مفوض ہے جس چیز کو جس طالب کے حال کے موافق اور اصلح جانے وہی چیز اسکو تلقین فرما دے اور پھر ایک خصوصیت سے دوسری خصوصیت کی طرف انتقال کرے چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا ہے فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی پھر پوچھو ذکر والون سے اگر تم کو نہین معلوم ہے اور بہت عمدہ چیز اِس مقدمے مین یہ ہے کہ کسی لحظہ اور کسی دم غافل نہ رہے اور کوئی عمل اور کوئی شغل ہو لیکن اِس یاد کو نہ چھوڑے چنانچہ دوسری

آیت مین فرمایا ہے کہ لا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ یعنی نہین روکتی ہے ان لوگون کو سوداگری اور نہ بیع وشرا اللہ تعالی کی یاد سے اور اگر خوف اس بات کا ہو کہ فلانے شغل کے سبب سے یاد الٰہی سے غفلت ہو جائیگی تو لازم کہ اس شغل اور اس عمل کو چھوڑ دیوے وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ اور کاٹ اور علیحدہ ہو اس عمل سے جو تجکو یاد الٰہی سے مانع ہو اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر تَبْتِيلًا ط کاٹنا اور علیحدہ ہونا ایک طریق سے یعنی اس عمل اور اس شغل کے علاقے کو اپنی طرف اور اپنے اختیار سے کاٹ ڈالنا چاہیے اسواسطے کہ بدون قطع کرنے اس عمل اور اس شغل کے علاقے کو آپ سے علیحدہ ہو جانا کبھی ظلم کا سبب پڑتا ہے اور خلاف شرع ہوتا ہے جیسے نوکر کہ بدون نوکری چھوڑے اپنے گھر آپ سے بیٹھ رہے یا مرد بغیر قطع کرنے نکاح کے علاقے کے جورو سے علیحدہ ہو جاوے اور اسکی صحبت اور اسکی خاطرداری سے اور نان نفقہ کی خبر گیری سے علیحدہ ہو کر بیٹھ رہے تو یہ بات ظلم صریح ہے اور خلاف شرع کے اسی طرح دوسری چیزون کو قیاس کر لینا چاہیے اور اسی قید کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے تبتیلا فرمایا اسواسطے کہ اس قسم کے انقطاع کا بیان کرنا منظور ہے جسکے قطع کرنے سے کسی طرح کا علاقہ حاصل نہو انقطاع کی تاکید منظور نہین ہے والا تبتلا فرماتے اور اس قطع اور تبتل کے بہت فائدے ہین پہلا فائدہ عین ذکر مین ہے یعنی ماسوی اللہ کے خطرے دل مین نہ آوین تاکہ جو ذکر سے غرض ہے وہ حاصل ہووے اور جب خطرے دل مین آئے تو ذکر ذکر نہین رہتا اور مذکور کی طرف خالص توجہ کا سبب بھی نہین پڑتا ہے تاکہ نزدیکی اور کشش اس سے حاصل ہووے دوسرا فائدہ ذکر کے اثر باقی رہنے مین ہے اسواسطے کہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہونے سے پہلی چیز کی طرف توجہ کا اثر مٹ جاتا ہے اور دوسرے خطرون کی طرح یہ توجہ بھی بے فائدہ ہو جاتی ہے تیسرا فائدہ یہ ہے کہ تمام عبادتون مین فارغ البال ہونا شرط ہے اور مخلوق کی طرف علاقہ رکھنا فراغ بالی کو مانع ہے چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بہت گناہون سے مخلصی

حاصل ہوتی ہے جیسے زنا اور بدعت اور غیبت اور خوشامد اور منہیات اور بدعات کا دیکھنا
اور بُری صحبت کا اثر ہونا پانچوان فائدہ یہ ہے کہ ماسوی اللہ کی محبت کو نفی کرتا ہے
جسطرح ذکر آلہی کا دل مین محبت زیادہ کرتا ہے پس تبتل تنقیہ کے حکم مین ہے دوائی کے
استعمال کرنے سے پہلے تو جسطرح قبل استعمال دوائی کے تنقیہ شرط ہی اسیطرح قبل ذکر
کے تبتل بھی شرط ہی یہان پر جاننا چاہیئے کہ دنیاوی علاقون سے علٰحدہ ہونا اور انکی
محبت کے رشتے کو اپنے دل سے کاٹنا ذکر آلہی اور سلوک الی اللہ کی ابتدا مین شرط ہے
یعنی ضروری ہی بدون اس انقطاع کے کچھ فائدہ نہین ہوتا لیکن انتہا مین یعنی جب استغراق
اور اختلاط کے جمع کی قوت حاصل ہوئی تب شرط نہین ہی بلکہ اسوقت مین اختلاط تبتل سے
بہتر ہوتا ہی اسواسطے کہ اسکے سبب سے سیکھنا اور سکھلانا اور ادب دینا اور ادب لینا اور
ہدایت اور نصیحت اور حقوق کی رعایت ہوتی ہی اور ان عبادتون کے ثواب حاصل
کرنے کا سبب پڑیگا جو اختلاط پر موقوف ہین جیسے مریض کی عیادت کرنا اور جنازے کے
ساتھ جانا اور محتاجون کی مدد کرنا اور اپنے خویش اور اقربا کے ساتھ سلوک اور عاجزی
کرنا اور صبر کرنا اور خلق اللہ کی زیادتی کو سہہ لینا اور مسکینون کی خدمت کرنا اور مہمانداری
کرنا اور حلال طریق سے مال حاصل کرنا تاکہ اسکو صدقون مین اور واجب نفقون مین اور
مسجدون کی تعمیرون مین اور مسافر خانون کے بنانے مین صرف کرے اور بعضے فقہا نے
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ کو تکبیر تحریمہ پر اور تبتل کو رفع یدین پر حمل کیا ہی اسواسطے کہ دونون ہاتھ
ابتداے نماز مین اٹھانا اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ مین دونون جہان سے ہاتھ
اٹھا کے خدا کی یاد مین مشغول ہوا ہون اور بعضے صوفیہ نے تبتل کو ذکر کے وقت
نفی ماسوی اللہ پر حمل کیا ہے اور طریقہ اس تبتل کا یہ ہے کہ تاریک مکان مین بیٹھے
اور سر اور منھ کو کپڑے سے لپیٹ لے اور آنکھین بند کرے اور زبان کو سواے ذکر کے
نہ ہلاوے اور یہ اسوقت کرے جب معدہ خالی ہو اور بھوک ہو لیکن بھوک کا غلبہ نہو

ف تبتل کا طریقہ بیان

اور کم کھانا اور کم سونا اختیار کرے اسواسطے کہ ان دونون چیزون کو دل کے منور کرنے مین بڑا دخل ہے اسوجہہ سے کہ کم کھانا دل کے خون کو کم کرتا ہی اور جاگنا دل کی چربی کو پگھلاتا ہی اور کسی شخص کو مقرر کرے کہ ضروریات کی خبرگیری رکھے جیسے کھانے پینے کی اور کپڑے کی اور کھانے مین بڑی احتیاط کرے کہ حلال وجہ سے ہو اور فرض اور سنت کے ادا کرنے مین اور ذکر دائم مین مشغول رہے لیکن قبلہ رو ہو کر طہارت سے اور حضور دل سے اوّل زبان سے ذکر کرے یہان تک کہ زبان سے حرکت رہجاوے اور بے اختیار ساتھ ذکر کے جاری ہو پھر اسکے بعد دل مین خیال کرنے سے ذکر کرے یہان تک کہ حرف بھی درمیان مین نہ رہین فقط معنی ذہن مین جم جاوین پھر اسکی گنتی اور شمار نہین رہتا ہی بلکہ ذکر بھی ایک حالت ہو جاتا ہی اسکی دوسری حالتون سے پھر اسوقت اسکو شدت کی محبت پیدا ہوتی ہی اور مذکور کو یعنی جسکو یاد کرتا ہی اسکو کسی وقت بھول نہین سکتا۔ بموجب قول شاعر **شعر** دن تو اسکے ہی تصور مین گذر جاتا ہے * رات کو خواب مین بھی وہ ہی نظر آتا ہی * پھر اسکے بعد سب چیزون سے ظاہری ہون یا باطنی غیبت حاصل ہوتی ہی یہانتک کہ اپنے نفس سے اور نفس کی صفات سے بھی غائب ہو جاتا ہی اور اسی مرتبے کا نام قرب ہے پھر اسکے بعد تو یہ نوبت پہونچتی ہی کہ ذکر سے بھی غیبت ہو جاتی ہی فقط مذکور اور محبوب کا شہود اور حضور باقی رہتا ہی اور یہ رتبہ فنا کی سرحد ہی پھر بعد اسکے اسکو ایسا اتصال اپنے محبوب کے ساتھ حاصل ہوتا ہی جسکی نہ کیفیت بیان ہو سکے اور نہ وہ قیاس مین آوے اور یہ رتبہ ولایت کا ہی اس رتبے والے کو شاہ اور ولی اور واصل کہہ سکتے ہین اور اسکے قبل کے رتبے والون کو طالب اور مرید اور شوقین اور جویا کہتے ہین یہانتک تبتل کے طریقے کا بیان ہو چکا اور جو اسجگہہ پر ایک شبہہ کا گمان تھا کہ شاید کسی کی خاطر مین آوے کہ دنیاوی علاقون کو قطع کرنا کسیطرح متصور نہین ہی اسواسطے کہ دار الحیوۃ تو دنیا ہی اور جبتک دنیاوی علاقون سے تعلق باقی ہی تب تک ماسوی اللہ سے غفلت کلّی اور بالکل متوجہ ہونا حضرت مولیٰ جل شانہ کی طرف کسیطرح ممکن نہین ہی سو اس شبہہ کے دفع کی طرف متوجہ ہو کے

ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا میں افعال الٰہی کی طرف خوب نظر کرکے دیکھو کہ دنیاوی علاقون کے ساتھ
تعلق رکھنا اور پھر ان ہی علاقون کو انقطاع کرنا ہر دن اور رات میں موجود ہے اسواسطے کہ حق تعالےٰ
رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ پروردگار مشرق کا بھی ہے اور مغرب کا بھی ہے اور
اُسنے مشرق کو دنیاوی علاقون کے یاد دلانے کے واسطے بنایا ہے جسطرح مغرب کو دنیاوی
علاقون کے قطع کرنے کے واسطے مقرر کیا ہے یعنی جسوقت صبح ہوئی اور آفتاب کی روشنی
مشرق سے نمود ہوئی پس دوکانداروں کو بازار میں دکان کا علاقہ یاد آیا اور کاریگرونکو
اپنے پیشون کے ہتھیار اور نوکرونکو اپنے آقا کا دربار اور کسان کو اپنا ہل اور بیل اور کھیت
اور مالی کو اپنے لگائے ہوئے درخت اور ماں باپ کو اپنی اولاد اور لونڈی غلام کو اپنا
مالک اور جورو کو خاوند اور خاوند کو جورو کا علاقہ یاد آیا اور ہر علاقے کے حکم ظاہر ہونے لگے
چنانچہ مسافرون کو راہ چلنے کی فکر پیدا ہوئی کرایہ والونکے ساتھ خشکی کے ہون یا تری کے
اور ساتھیون اور ہمراہیون کے ساتھ معاملہ کرنے لگے اور کسب والون کو اپنے کسب کی
طمع دل مین پیدا ہوئی اور تاجرونکو اپنے مال بیچنے کی فکر نے سرگردان اور پریشان کیا یہانتک کہ
آفتاب غروب ہوا پھر یہ جتنے علاقے ہین آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگے کسان کھیتون سے
اور دوکاندار بازارون سے اور مسافر راہون سے اور نوکر نوکریون سے بھاگ بھاگ کر
اپنے اپنے گھرون اور ٹھکانے پر آگئے تو اسوقت باہر کے علاقے منقطع ہوئے مگر گھر کا اور
گھر والون کا علاقہ باقی رہا پھر جب کھانے پینے سے فراغت ہوئی تو گھر کی اکثر چیزون سے
بھی علاقہ منقطع ہوا مگر جورو بچون سے باقی رہا پھر جب بچھونے پر لیٹے تو بچون کا بھی علاقہ
گیا فقط جورو سے علاقہ باقی رہا یہانتک کہ نیند آئی اور سو گئے تو وہ بھی علاقہ جاتا رہا بلکہ
روح کا علاقہ بھی ظاہر بدن سے منقطع ہو گیا اپنے اعضا کی جنبش اور حرکت بھی روح کے
اختیار مین نہ رہی پھر دوسری چیز کو کون پوچھتا ہے پھر اسوقت مین تم اے محمد اس مالک الملک
کی ربوبیت کی شان کا تماشا کرو اور دیکھو کہ اُن سب کو حق تعالیٰ دنیا مین زندہ رکھتا ہے

اور ایک وقت ہر روز ایسا ہوتا ہی کہ کسی چیز سے علاقہ نہین رکھتے ہین سو تم اپنے تئین عمر کی ہر ساعت اور ہر وقت مین اسیطرح کا بے اختیار سمجھ لو اور کسی چیز سے علاقہ مت رکھو اسواسطے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہین ہی کوئی معبود تمھارا ذکر اور عبادت مین مگر وہی حق تعالیٰ کہ قطع کرنا علاقون کا اور ثابت رکھنا انہی علاقون کا اسکی ایک شان ہی ربوبیت کی شانون مین سے۔ پھر جب تمکو وہی تبتیل اور قطع علایق کا حکم فرماتا ہی تو پھر تمکو کیا فکر اور اندیشے کی جگہ ہی بموجب اس مصرع کے ع خدا خود میر سامان ست ارباب توکل را ٭ اور بعضے عارفون نے اس آیت کے معنی یون کہے ہین کہ اگر تمکو دنیا کے ظاہری اسباب اور وسائط کے دیکھنے سے تبتیل اور قطع کرنا علاقون کا دشوار معلوم ہووے تو تمکو حق تعالیٰ کی طرف نظر کرنا چاہیے جو رب ہی مشرق کا اور مغرب کا کہ اسکو اشیا مین ظہور بھی ہی اور بطون بھی ہی اسواسطے کہ اگر اسکو ظہور اور بطون معًا اشیا مین نہوتا تو اشیا کا وجود کسیطرح ممکن اور متصور نہ تھا اسواسطے کہ لا الہ الا ہو یعنی وجود حقیقی سوائے اُسکے کوئی نہین ہی پھر اگر اشیا مین وہ خود ظاہر نہوتا تو اشیا کا وجود بھی ظاہر نہ پایا جاتا اور اگر بالکل خود خود ہی ظاہر ہوتا تو بھی اشیا کا موجود ہونا محال تھا اسیواسطے ظہور کو بطون کے ساتھ ملایا ہی سو جسطرح سایہ بدون آفتاب کے پایا نہین جاتا اور آفتاب کے ساتھ بھی نہین ہوتا بلکہ آفتاب کو سایہ کے وجود مین دونون وجہ سے دخل ہی ظہور کی راہ سے بھی اور بطون کی راہ سے بھی اسی طرح سے اسباب اور وسائط کا اگرچہ ظلی وجود ثابت ہی لیکن بدون حق تعالیٰ کے کوئی اپنا وجود فی حد ذاتہا نہین رکھتے پھر اس بات کے ملاحظے سے تمھارے نزدیک بھی اسباب اور وسائط کے واسطے استقلالی وجود نہوا اور جب اسباب اور وسائط درمیان سے اُٹھ گئے اور علاقے بالکل منقطع ہو گئے فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝ پھرے اپنے پروردگار کو کارساز اور اپنے ضروری کامون کو اسی پر چھوڑ دے اور تو بے پروا ہو کے بیٹھ اور یہ تمام علاقون کو اپنے سے منقطع کرنے کے سبب سے تشویش مین مت رہ اور نفا کلمہ

جو تعقیب بلا مہلت پر دلالت کرتا ہی اسجگہ پر لانا اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ علاقون کے قطع کرنے کے بعد جھٹ پٹ یہ کام کرنے لگو اور اللہ تعالی پہ بھروسا کرو انتظار تجربہ اور امتحان کا ہرگز مت کرو اسواسطے کہ عیان ہونے کے بعد تجربہ اور امتحان کی کچھ احتیاج نہین ہی اب باقی رہا یہان پر ایک شبہہ قوی اور وہ یہ ہی کہ متوکلون کے نزدیک توکل کے تین مرتبے ہین اوّل مرتبہ یہ ہی کہ بندے کو اپنے پروردگار پر ایسا اعتماد ہو جاوے جیسا موکل کو وکیل پر بھروسا ہوتا ہی کہ اسکی شفقت اور خیر خواہی کا بھی اسکو یقین ہوتا ہی اور اپنے کام کے سرانجام دینے کی قدرت کا بھی اسکو اعتقاد ہوتا ہی اور اپنی ضروری حاجتون کا خوب طرح سے اسکو واقف اور دانا بھی جانتا ہی دوسرا مرتبہ یہ ہی کہ بندے کو اپنے پروردگار پہ اس طرح کا اعتماد ہو جاوے جسطرح بچے کو اپنی مان پہ ہوتا ہی اور یہ مرتبہ اول کے مرتبے سے اعلی ہی اسواسطے کہ اوّل کے مرتبے مین تھوڑا التفات اپنے اعتماد پر بھی ہوتا ہی اور موکل کے دل مین ایسا آتا ہی کہ یہ کام جو مین نے فلانے شخص کو سپرد کیا ہی تو اس کام کو ضرور وہ سرانجام کو پوہنچا دیگا کچھ اسکی احتیاج نہین ہی کہ مین خود اس کام پر متوجہ ہون بخلاف بچے کے کہ اسکو مان پر اس طرح کا اعتماد اور بھروسا ہوتا ہی بلکہ اسمین ایسا مستغرق ہوتا ہی کہ اپنے اعتماد سے بالکل غافل ہوتا ہی یہی سبب ہی کہ موکل اس کام کی تدبیر اپنے دل مین بھی سوچتا ہی اور بچہ تدبیر بھی نہین کرتا اور کسی اسباب سے بھی کام نہین رکھتا تیسرا مرتبہ توکل کا یہ ہی کہ اعتماد اور استغراق کا بھی درمیان مین لحاظ نہو بلکہ اپنے تئین ایسا جانے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ مین جسطرح چاہے اسطرح پھیرے اسکو کچھ بھی دخل نہو یہانتک کہ اس مرتبے مین سوال بھی نہین کر سکتا ہی بخلاف دوسرے مرتبے کے کہ وہان سوال کا دروازہ کھلا رہتا ہی جسطرح بچے کی عادت ہوتی ہی مان سے سوال کرنے کی سو یہ مرتبہ توکل کا یعنی تیسرا مرتبہ جو سب سے اعلی ہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو عنایت ہوا تھا یہی وجہ تھی کہ جسوقت کافرون نے آپکو آگ مین پھینکا تھا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کے درمیان مین آپ سے کہا کہ

حق تعالیٰ سے کچھ کہنا ہو تو کہو تاکہ تمکو اس بلا سے نجات حاصل ہو آپ نے فرمایا کہ حسبی من سوالی
علمہ بحالی یعنی بس ہو مجکو سوال کرنے سے آگاہی اسکی میرے حال پر یعنی میرا حال اس پر
ایسا روشن ہو کہ کچھ کہنے کی احتیاج نہین ہی سوا ایسے اولوالعزم پیغمبر کو اس جگہہ پر پہلا مرتبہ
توکل کا کیون بتلایا یعنی یون حکم ہوا کہ فاتخذہ وکیلا دوسرے جو اعلیٰ مرتبے تھے انکو کیون
نہ بتلایا سو اس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ اس سورۃ مین ابتدا سے انتہا تک سلوک الی اللہ کے
مقام اس طور سے بیان کیے گئے ہین جو مبتدی اور منتہی دونون کے کام آدین اور دونون کا
مطلب حاصل ہو چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہی اور اگرچہ یہان جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب
ہین لیکن منظور امت کو حکم کرنا ہی اور جو توکل کا پہلا ہی مرتبہ ہی اس مرتبے سے ترقی کرکے
آہستہ آہستہ ان دونون مرتبون کو پہونچتے ہین اسواسطے کہ پہلے اسی مرتبے کو بتلایا کہ
اس مرتبے کی ہمیشگی کے سبب سے وہ دونون مرتبے خودبخود حاصل ہو جاوینگے اور یہ بھی ہی
کہ حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کمال ہوشیاری سے ہی اور تمام عالم کے احوال کا
ملاحظہ کرنا اور خبردار رہنا تاکہ اسباب اور مسببات کے کارخانے کو اور توکیل الٰہی کو وکالت
کے طور پر اپنی نظر مین رکھین اور اپنے محبوب کے بندون کے ارادون کے موافق انکے
مطالب اور مرادون کے جاری کرنے مین کوشش کرین اور حقیقت مین بھی ایسا ہی ہے
اور اگر خوب غور کرکے دیکھو تو کمال حقیقی اسی مرتبے مین ہی اور دوسرے دونون مرتبون
مین سکر اور بیہوشی کے سوا دوسری کوئی زیادتی نہین ہی جسمین نظام واقعی نفس الامری سے
بھی بیخبری اور بے پروائی ہوتی ہی ہان یہ قرب ولایت کے کمالات مین البتہ معتبر ہی نبوت کے
کمالون سے نہین ہی اور یہی وجہ ہی کہ بچے کے اعتماد کو جو مان سے رکھتا ہی اور اپنے
مردے کو غسال کے ہاتھ مین دینا عاقلون کے نزدیک اسقدر اعتبار نہین رکھتا بخلاف
سپرد کرنے موکل کے اپنے کامون کو وکیل مطلق کے تئین اور حضرت خلیل صلوٰۃ اللہ
علیہ نے جو حسبی من سوالی علمہ بحالی فرمایا یہ تدبیر کے ترک پر دلالت نہین کرتا ہے بلکہ

یہ تسلیم کا طور ہی اور انکا قول علمہ بحالی صراحۃً توکل کے اول مرتبے پر دلالت کرتا ہی چنانچہ یہ بات پوشیدہ نہین ہی اور جب راہ خدا کے سلوک کی شرطون اور خرقہ پوشی کے لوازم بیان سے فراغت پائی تو اب یہ حکم ہوتا ہی کہ یا وجود ایسی ریاضت اور مجاہدہ اور تبتل کے ہمنے تمکو خلق کی دعوت کرنے کو طرف حق کے اور ناقصونکی تکمیل اور گمراہونکی ہدایت اور طالبونکی رہنمائی کے واسطے مقرر کیا ہی اور اسیطرح ان لوگونکو جو تمھاری نیابت اور وراثت کے طور پر اس منصب کے ذمے بردار ہون سو تمکو اور انکو سب کو چاہیے کہ تحمل کو لازم پکڑو اور خلق کی زیادتی اور ظلم کو اٹھاؤ اور بردباری کو اپنا پیشہ کرو اور تبتل مین جو ان کامون سے باز رہتے ہین سو تم مت باز رہو اور اس طریقے والے کو اکثر لوگ طعن اور تشنیع کیا کرتے ہین اور دشمنی سے پیش آتے ہین اور جو دل مین آتا ہی کہہ بیٹھتے ہین غرض کہ ہر طرح سے ایذا پونہچاتے ہین سو تمکو چاہیے کہ انکی ایذا کو اٹھاؤ اور تحمل کو اختیار کرو **وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ** اور صبر کرو اس پر جو منکرین اور معاندین تمھارے کہا کرتے ہین پھر وہ خواہ کافر ہون یا فاسق ہون یا منافق ہون اسواسطے کہ یہ سب اس راہ سے بالطبع نفرت رکھتے ہین اور اس راہ پر چلنے والونکو چاہتے ہین کہ لوگونکے نزدیک انکو ذلیل اور حقیر کر دیجیے اور یون لوگونکو سکھلاتے ہین کہ یہ لوگ ظاہر مین ایسی باتین کرتے ہین ریا اور مکاری سے انکی نیتین خراب ہین انکے دلون مین دنیا کا لالچ بھرا ہوا ہی اگرچہ ظاہر مین اپنے تئین تارک دنیا کہتے ہین علی الخصوص اس شخص کو جو انسے قطع علایق کرکے کچھ انکی پروا نہین کھتا اسکو زیادہ تر مطعون خلایق کرتے ہین بلکہ اسکے خویش اور اقربا اور دوست اور حق والے بھی اس سے نفرت کرنے لگتے ہین اور کبھی بے مروتی اور خود غرضی کو اور کبھی عاجزی اور سستی کو اور کبھی غرور اور تکبر کو اسکی طرف نسبت کرتے ہین غرض کہ اس قسم کی تہمتین لگایا کرتے ہین سو ایسونکی زبانی ایذا رسانی پر صبر کرنا تبتل کے لوازم اور شرائط سے ہی یہان پر جان لیا چاہیے کہ دشمنون اور حاسدون کی زبانی ایذا تین قسم کی ہوتی ہی اور اول یہ کہ اسکے معبود

ف زبانی ایذا تین قسم کی ہوتی ہے

اور پیر اور اُستاد اور مرشد کے حق مین زبان طعن کی دراز کرنا سو ایذا رسانی مین یہ قسم بہت سخت ہی دوسری قسم یہ ہی کہ خاص اِسی شخص کے حق مین طعن کی زبان دراز کرنا تیسری قسم یہ ہی کہ اُسکے بچون اور یار دوستون اور اِسکی جورو کے حق مین طعن کرنا اسواسطے کہ اِن علاقون کے سبب سے انکی طعن بہت رنج اور ملال کا سبب پڑتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تینون قسمون کی ایذا اپنی اُمت کے بدمذہبون اور منافقون اور کافرون سے انتہا درجے کی پونہچی بخلاف دوسرے نبیون کے کہ اِس مین سے ایک قسم یا دو قسم کی ایذا مین مبتلا ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کی تفصیل یہ ہی کہ قسم اوّل کی ایذا یہ تھی کہ آپکے رنج دینے کے واسطے حق تعالیٰ جل شانہ کی جناب مین کافرون نے اسطرح کی بے ادبیان کین کہ جسکے سُننے سے رونگٹے بدن پر کھڑے ہوتے ہین چنانچہ بعضون نے کہا کہ حق تعالیٰ جورو لڑکے رکھتا ہی اور بعضون نے کہا شیطان خدا پر غالب ہی اور خلق کو گمراہ کرتا ہی اور بعضے طعن کے طور سے کہتے تھے کہ محمد کا خدا کہتا ہی کہ میرے محتاج بندونکو کھانا کھلاؤ اور زکوٰۃ دو تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ فقیر ہی اور ہم غنی ہین اور سوا اسکے بہت سے کفر کے کلمے بکا کرتے تھے اور قرآن شریف کے بھی حق مین عجب عجب طرح کے فاسد احتمال اور جھوٹے خیال باندھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین مین اور شریعت کے حکمون مین واہی شُبہے نکالا کرتے تھے چنانچہ بعضے کہتے تھے کہ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً یعنے یون کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن خدا کا کلام ہی تو ایک ہی مرتبے کیون نہ اُتار اگیا شعر کی فکر کی طرح کہ کسی دن کوئی غزل اور کسی دن کوئی رباعی اور کسی دن کوئی قطعہ تیار ہوے کیون اُترتا ہی اور بعضے کہتے تھے کہ لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی ہرگز نمانینگے ہم اِس قرآن کو اور نہ اگلی کتابون کو اور بعضے کہتے تھے سحر ہی اور بعضے کہتے تھے کہ کسی کاہن کا کلام ہی اور بعضے کہتے تھے اپنی طرف سے جھوٹ باندھ لیا ہی اور بعضے کہتے تھے یہ شخص مجنون ہی بے فائدہ ہذیان بکا کرتا ہی اور مذبوح کی حلت اور میتہ کی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کافرون نے ایذا پہنچائی اسکی تفصیل ۔

حرمت مین تکرار کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے مارے ہوئے کو کھانا اور خدا
کے مارے ہوئے کو نہ کھانا یہ بات بے معنی ہی اور دوسرے اِسی قسم کے واہیات بکا کرتے
تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حق مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُستادی کا منصب
رکھتے تھے انواع انواع کی بے ادبیان یہودی کیا کرتے تھے اور رافضیون کے فرقے

ف رافضیون کے غرابیہ فرقے کے اعتقاد کا بیان

سے ایک فرقہ ہی جو غرابیہ کر کے مشہور ہی وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پر لعن کرنا جائز رکھتے ہین اِس
سبب سے کہ وہ کہتے ہین کہ وحی علی رض کے واسطے آئی تھی جبرئیل نے محمد کو پونہچائی اِس فرقے مین سے
ایک شخص نے اپنے اعتقاد کے بموجب یہ شعر کہا ہی **شعر** جبریل کہ آمد زبر قادر بیچون ٭ در پیش
محمد شد و مقصود علی بود ٭ **ف** جبریل کو مولانے علی پاس تھا بھیجا ٭ پونہچائی محمد کو وحی
جاکے اُنھون نے ٭ اور دوسری قسم کی ایذا جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے
متعلق تھی وہ یہ تھی کہ آپکو ساحر اور شاعر اور جھوٹا اور دیوانہ کہا کرتے تھے اور آپکی ہجو
کرتے تھے کہ اسمین آپکی طرف بُرائیون کی نسبت کیا کرتے تھے اور آپکا نام ابی کبشہ رکھا تھا
یعنی اپنے رضاعی دادا کا بیٹا ہی اِسی کی خو بو اختیار کی ہی اپنے باپ دادا کے طریقے سے پھر گیا ہے
تو گویا اُنکی اولاد ہی سے نہین ہی اور یہ بھی کہتے تھے کہ اگر یہ پیغمبر ہی تو فقیر اور مفلس کیون ہے
چنانچہ حق تعالی اُنکے قول کو نقل فرماتا ہی مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي
الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ
لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا یعنے کیا ہی حال اِس رسول کا کہ کھاتا ہی کھانا اور چلتا ہی بازارون مین
کیون نہ اُتارا گیا اُسکے ساتھ کوئی فرشتہ کیون نہ ڈالا گیا اسکی طرف خزانہ یا ہوتا اِس کا
کوئی باغ کہ اِس سے کھایا کرتا اور اگر وحی آنے مین چندروز کا وقفہ ہوتا تو طعنہ دینا
شروع کرتے اور یون کہتے کہ وَدَّعَهٗ رَبُّهٗ وَقَلَاهُ یعنے رخصت کیا اسکو رب نے
اُسکے اور بیزار ہوا اِس سے اور آپکی ہجو مین شعر کہتے تھے اور گانے والون اور ناچنے
والونکو سکھلا دیتے تھے تاکہ کافرون کی مجلسون مین اور محفلون مین طبلے سارنگی پر گایا کرین

اور لوگ مسخرہ پن کیا کرین اور تیسری قسم کی ایذا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال سے متعلق تھی وہ یون تھی کہ مدینے کے منافق اور فاسق اور خیبر اور فدک اور نضیر اور قریضہ کے یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش اور اقربا اور اصحاب کے حق مین طعن اور تشنیع کے مضمون بنایا کرتے تھے یہانتک نوبت پونہچی کہ آپکے حرم محترم کے حق مین بے ادبیان کین اور آپکی زوجۂ طاہرہ مطہرہ طیبہؓ کو زنا کی تہمت لگائی نعوذ باللہ من ذلک اور آپکی وفات کے بعد اس امت کے گمراہون اور منافقون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیتؓ اور اصحابؓ کے حق مین کوئی بات اٹھا نہین رکھی طماع اور لالچی اور خود غرض اور دنیا کے طالب اور ظالم اور غاصب سب کچھ کہہ لیا اگر ان سب بد مذہبون کی باتین جمع کر کے خوب غور کر کے دیکھیے تو بموجب انکے قولون کے ایسا ثابت ہوتا ہے کہ آپکے بعد جتنے اہل بیت اور اقربا اور صحابہؓ اور متوسل باقی تھے سب کے سب حق راہ سے پھر گئے اور باطل کو اختیار کیا اور دنیا کی طلب مین دین کو چھوڑا بلکہ ایک قلم مرتد اور کافر ہوگئے معاذ اللہ من ذلک حق تعالی ان لوگون کو ہدایت نصیب کرے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول صادق ہوا کہ مَا اُوذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوذِیتُ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی اتنی ایذا نہین دیا گیا جتنی ایذا مین دیا گیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ظلم اور زیادتی کا تحمل کیا اور خلق کی دعوت سے طرف حق کے اور انکی ہدایت اور رہنمائی اور خیر خواہی سے باز نہ رہے تمام عمر شریف اسمین صرف کی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَاجْزِہٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ یعنے ای خدا رحمت بھیج ان پر اور جزا دے انکو ہماری طرف سے بہتر اُس چیز کا جو جزا دی ہو تو نے کسی نبی کو اُسکی اُمت کی طرف سے اور وہ جو مشہور ہے کہ اَلرَّسُولُ خیر خواہ دشمنان یہ مثل گویا ہمارے رسول مقبول کے حال کا بیان ہے اور یہ سب باتین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور مین آئین یہ حق تعالی کے امر کے اتباع کے سبب سے ہوا یعنی صبر کے مامور ہوے اور بدلا لینے اور دل مین کینہ رکھنے سے ممانعت تھی یہان تک کہ حکم ہوا تھا کہ اگر ان کی

ایذارسانی کے سبب سے انکی صحبت مین تم رہ نہ سکو اور اختلاط ممکن نہو تو انکی صحبت سے تمکو چاہیے کہ
کنارہ کرو **وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا**۝ اور چھوڑ انکی صحبت کو لیکن اچھی طرح کا
چھوڑنا تاکہ اس مین تین چیزین نہو وین اوّل یہ کہ ظاہر مین انکی صحبت کو ترک کرنا نہ باطن
مین بلکہ باطن مین اِنکی صحبت کی طرف میلان رکھ اور اُنکے حال سے خبردار رہ کہ کیا کرتے
ہین اور کیا کہتے ہین اور مجکو کسطور سے یاد کرتے ہین دوسرے یہ کہ انکی بدسلوکی کی شکایت
کسی کے سامنے نہ کرنا اور عوض لینے مین انکو ظاہر نہ کرنا اور انکے ساتھ گفتگو ومقابلے
کے وقت کج خلقی اور بدزبانی نکرنا تیسری شرط یہ ہی کہ باوجود جدائی اور مفارقت کے
ف
اُنکی نصیحت مین قصور نہ کرنا اور اُنکی دشمنی مت کرنا بلکہ جسطرح سے ہوسکے اُنکی ہدایت
ہجر جمیل کا بیان
اور رہنمائی مین قصور نہ کرنا علمانے کہا ہی کہ ہجر جمیل اسیکا نام ہی جسمین یہ تینون صفتین پائی جاوین
اور اگر ایک صفت بھی اُن تینون سے نہ پائی جاوے تو ہجر جمیل نہوگا اگرچہ دو صفتین پائی
جاوین اور یہ بات بہت دشوار ہی اور جس شخص نے سیرت مطہرہ اور خصلت طیبہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سیر کی کتابون مین دیکھی ہی اُسکو خوب معلوم ہوگا کہ جس طرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس راہ کے منکرون سے حسن خلق اور خیرخواہی کیا کرتے تھے
کسی بشر کی طاقت نہین ہی کہ اسطرح کرسکے یہی وجہ ہی کہ آپکے اِس عمل کی برکت سے
اُن مین سے بہت لوگ صلاحیت پر آگئے اور اِس امر کا اُنکو یقین کلی ہوگیا کہ اِس شخص کو
ہرگز نفسانیت اور انانیت نہین ہی جو کچھ کرتے لِلّٰہ کرتے ہین حق تعالیٰ کے حکم کے بموجب
اسکے حکم مین سرمو تفاوت نہین کرتے آخر کو لاچار ہوکے آپکی فرمان برداری اختیار کی
اور آپکی خدمت گذاری پر دل اور جان سے مستعد ہوگئے اور اگر شاید تمھارے خیال مین اے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ آوے کہ اِن منکرون کی زبانی ایذارسانی پر صبر کرنے کا اور اُنسے
علاقون کے قطع کرنے کا جو حکم ہوا ہی وہ تو مین نے دل اور جان سے قبول کیا لیکن
یہ منکر بدذات اسطرح کے شریر ہین کہ دوسرون کو بھی اِس راہ پر آنے نہین دیتے اور اگر کوئی

ارادہ آنے کا کرتا ہی تو اُسکو زبانی بھی سمجھاتے ہین اور اپنی مجلس مین بٹھا کے اپنا حال بھی
دکھلاتے ہین اور تن پروری اور دنیا کی عزیداری اور نفس کو راحت دینے کی رغبت دلا کے
اس راہ سے اسکو پھیر دیتے ہین سو اُن لوگون سے بد دعا کرکے بدلا اور عوض نہ لو نہین
اور اُنکی ہلاکی کی دعا نہ کرون مین تو یہ طریقہ ہرگز نہ رائج ہوگا اور کوئی اِدھر رخ نہ کریگا
اور مجاہدۂ ظاہری اور باطنی کی طرف جو نفس پر بہت شاق ہی اور شیطان کے فریب اور بری کو
اچھا کر دکھلانے کے سبب سے اور بھی نفس پر بہت شاق ہوگیا ہی کوئی پھٹکے گا بھی نہین پھر میری
نبوت کا فائدہ کچھ بھی نہو گا اور میری سعی اور کوشش اس راہ مین بالکل بیفائدہ ہو جائیگی
مجکو اس گروہ شقاوت پژوہ سے بدلا لینے کا حکم ہو تو بہتر ہی کہ ان پر بد دعا کرکے انکو ہلاک
کردون مین اسواسطے کہ یہ اس راہ کے مخل ہین اس طریقے کو ہرگز جاری نہ ہونے دینگے فقط
میری ہی موذی نہین ہین کہ مین صبر کیے بیٹھا رہون سو حق تعالی اس خیال کے جواب مین
فرماتا ہی کہ اس امر مین بھی تم دخل مت دو بلکہ اسکو بھی ہم ہی پر چھوڑ دو **وَذَرْنِي**
وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ اور چھوڑ دے مجکو اور اس راہ کے منکرون کو
جو ناز نعمت کے اور عیش و آرام کے لوگ ہین اور تن پروری اور عیش و عشرت کی محنت
کے سبب سے رات کا اُٹھنا اور یاد الٰہی مین اپنی عمر کو گذارنا اُنسے نہین ہو سکتا اور لوگون کو اپنے
حال اور قال سے فریب دیکے عیش اور عشرت کی طرف رغبت دلاتے ہین سو اُن کے
واسطے بھی تم کچھ مت کہو اور بد دعا مت کرو اسواسطے کہ مین مالک دو جہان کا ہون سو جس طرح
اس جہان مین بعضے لوگ ایسے ہین کہ مجاہدہ اور ریاضت مین اور رنج اور مشقت مین مشغول
رہین اور اپنے جسم ناز پروردہ کو خدا کی راہ مین نیست اور نابود کر رہے ہین اسی طرح اس
جہان مین بھی بعضے لوگ وہانکے رنج اور مشقت مین مبتلا ہونے کو چاہیے پھر اگر یہ یہان
عیاشی نکرین تو وہان کے رنج اور مشقت کون اُٹھاوے اور اگر اس جہان مین سب لوگ
مجاہدے اور ریاضت پر کمر باندھین تو اُس جہان مین چاہیے کہ سب لوگ چین اور آرام

مین رہین تو دونون جہان متغیر اور تباہ ہو جاوین اسواسطے کہ دونون جگہ رنج بے راحت اور راحت بے رنج پایا جاوے اور خالی ہونا ہر جہان کا احد المتقابلین سے اس جہان کے نقصان کا سبب ہے اور ہم تو جامع المتقابلات اور کامل علی الاطلاق ہین تو ہمسے ایسے نقصان کی بھی درخواست اور اس امر کی درخواست نکر کہ ان لوگون کو جلدی اور شتابی ہم اس جہان کے عذاب مین مبتلا کردین اور اس جہان کے آرام اور چین سے ان کو محروم رکھین بلکہ فرصت دینا چاہیے **وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا** ○ اور مہلت دے ان کو اس جہان کے آرام و چین مین تھوڑی تاکہ اس جہان کے رنج اور مشقت کھینچنے کی استعداد پیدا کرین اسواسطے کہ ہم حکیم ہین استعداد اور لیاقت کے پہلے کسی کو کسی کام مین مشغول نہین کرتے ہین ورنہ حکمت مین نقصان پایا جاوے **إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا** بیشک ہمارے پاس تیار ہین بھاری زنجیرین جو انکے پاؤن مین ڈالینگے اسکے عوض مین جو یہ دنیا کے علاقون مین پابند ہوکے اس سے دست بردار ہونے اور قطع کرنے کو انکا جی نہین چاہتا تھا اور اسکی راحت مین ایسے مشغول ہو گئے تھے کہ رات کو اٹھکے نماز مین کھڑے ہونے سے دل چراتے تھے **وَجَحِيمًا** اور آگ ہے دہکتی ہوئی اس مجاہدہ اور ذکر کے شوق اور عشق کی سوزش کے عوض مین جسطرح وہ دنیا مین اپنے تئین اس تپش مین جلاتے تھے اور اپنے دل کو اس آگ کی گرمی سے اڑاتے تھے اور یہ منکر مزے اور چینین اڑاتے تھے **وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ** اور کھانا گلا پکڑنیوالا عوض مین اس مشقت اور رنج کے جو اہل مجاہدہ اور اہل ذکر دنیا مین کھینچتے تھے چنانچہ بلند آواز سے ذکر کرنا اور تہجد مین قرآن شریف کی تلاوت کرنا اور ذکر اور قرائت کی تکرار مین اور اس مین شد اور مد اور فوق اور تحت کی رعایت کرنے مین بلغم گلے مین آکر اٹکتا تھا اور آواز کو بند کر دیتا تھا اور انکو ایذا پونہچاتا تھا بلکہ کبھی خون بھی تھوکنے لگتے تھے اور اسکے بھی عوض مین جو دنیا مین یہ منکر اچھے اچھے روغنی کھانے کھاتے اور خوب ٹھنڈے اور

میٹھے اور خوشبودار شربت پی کے اسکے خمار مین مست ہوکر نرم بچھونون پر غفلت کے خواب
مین پڑے سویا کرتے تھے ﴿وَعَذَابًا أَلِيمًا﴾ اور عذاب دُکھ دینے والا۔ یہ
دوسری قسم کا عذاب ہی جسمین بہت دُکھ ہی جیسے دوزخ کے موکلون کی مار پیٹ یہ عوض
مین اُس مشقت اور رنج کے جو مجاہدہ اور ذکر والے دُنیا مین کھینچا کرتے تھے جیسے پنج وقتہ
جماعت مین جانا اور جمعہ مین اور ذکر کے حلقون مین اور قرآن اور حدیث اور علم اور وعظ کی
مجلسون مین گرتے پڑتے اُٹھتے بیٹھتے جانا اور لوگون کے ازدحام اور ہجوم کے صدمے
اُٹھانا سو اِس راہ کے منکرون کو اسکے عوض مین وہان دیا جائیگا اور طعن اور تشنیع اور طنز
اور کنایہ جو مجاہدون کے ساتھ مخالف اور منکر کیا کرتے تھے اور اسکے عوض مین دوزخ کے
سانپ اور بچھوؤن کے ڈنک ہونگے اور وہان اِس عذاب مین مبتلا کیے جائینگے پھر اگر
انکو دنیا مین مہلت ندین ہم تاکہ طرح طرح کے چین اور آرام جی بھر کے کرلین تو ایسے رنج اور
مشقت کھینچنے کی لیاقت اور استحقاق کہان سے پیدا کرین پھر اِس عالم کے رنج اور مشقت
کے اسباب جو ہمنے تیار کر رکھے ہین وہ سب معطل اور بیکار رہجاوین سو تمکو چاہیے کہ ہماری
خدائی کے کارخانے مین دخل مت دو چنانچہ حافظ کہتے ہین ؎ رموز مملکت و ملک
خسروان دانند ٭ گدائی گوشہ نشینی تو حافظا مخروش ٭ تمکو لازم ہی کہ بموجب حکم آلہی کے
اسکی یاد مین اور علاقون سے قطع کرنے مین اور طالبون کی ہدایت مین دل اور جان سے
مشغول رہو چنانچہ اِس مضمون کو بھی حافظ نے بخوبی ادا کیا ہی ؎ سخن از مطرب و
می گو و راز دہر کمتر جو ٭ کہ کس نکشود و نکشاید ز حکمت این معمارا ٭ ہان اتنا البتہ تمکو معلوم کر لینا
چاہیے کہ اِن منکرون کی گرفتاری کا وقت اسوقت ہوگا جب دُنیا مین اہل مجاہدہ اور
اہل ذکر سے کوئی باقی نہ رہیگا اور راہ ولایت کی بالکل بند ہو جائیگی اور غیبیہ سب خدمتین
معطل اور بیکار ہوجاوینگی جیسے غوثیت اور قطبیت اور ابدالیت اور اوتادیت ہے اور
قطب مدار زمین سے مفقود ہوجاویگا اور ابدال اور اوتاد سب اُٹھا لیے جاوینگے ہوا کی کہ

باوجود باقی رہنے اِن لوگون کے دنیا کو خراب کرنے کی کوئی وجہ نہین ہی اسواسطے کہ دنیا
جامع ہی دوام ذکر اور مجاہدے ہین اور عیش و عشرت اور آرام اور چین مین اور دونون بازارین
اسکی گرم ہین اگر ایک بازار خراب ہوجاوے تو احد المتقابلین سے اِس عالم کا خالی ہونا لازم
آوے اسیواسطے دوسرے عالم کے پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہونا ضرور پڑیگا اور دنیا سے راہ
دلالت کی مسدود ہوجائیگی اور دوام ذکر اور مجاہدہ کے منقطع ہوجانے کی علامت یہ ہی کہ
دلالت کا بیج جسکا نام ایمان ہی جہان مین نرہیگا پھر جب ایسا ہوگا تو ولایت کے وجود کا
احتمال بھی باقی نرہیگا اور یہ علامت پائی نہ جائیگی مگر یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ
جس دن کانپے گی زمین اور پہاڑ قطب مدار اور اوتاد اور ابدال کی موت کے سبب سے جنکی
برکت کے سببسے عالم کا قیام اور ثبوت تھا وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا
اور ہوجائینگے پہاڑ ریت کے تودے کی طرح پھسلتے گویا انکی جڑ دن اور جوڑون مین پکڑ باقی
نہ رہی اِس جگہ پر عربیت کے قاعدے جاننے والے ایک سوال کرتے ہین کہ جبال جمع
جبل کی ہی تو اسکی خبر مین کثبا مھیلۃ فرمانا چاہیے تھا لیکن اسکا جواب تفسیر سے معلوم
ہوا کہ سب پہاڑ ملکر ریگ کے ایک تودے کی طرح ہوجائینگے جدائی اور امتیاز نرہیگا
اگر ہر ہر پہاڑ اپنی اپنی جگہ پر ریگ کے تودے کی طرح ڈھیر ہوکر رہجاتے تو وہ بہت ہوتے
اور جمع کالانا صحیح ہوتا اور اِس سورۃ مین جمع کالانا بلاغت کے خلاف ہی جس طرح اگر کئی نہرین
ملکر ایک جگہ بہین تو اس جگہ یہ نہین کہتے کہ صَارَتِ الْاَنْھَارُ کُلُّھَا اَنْھَارًا عَرِیْضَۃً بلکہ
نَھْرًا عَرِیْضًا کہینگے اِسی طرح یہان یہ بھی بوجھ لینا چاہیے اور جب قرب اور وصال کی راہ
کے سلوک کی تعلیم سے اور اسکی شرطون کے بیان سے فراغت پائی ایسی شرطین جو
صبر اور تحمل اور رضا اور تسلیم اور تمام امورات کو حکمت الٰہی پر مفوض کرنیکی طرف منجر ہوتی تھین
تو اب اِس راہ کے منکرون کو خطاب پر عتاب ہوتا ہی کہ یہ امر اور نہی جو ہمنے اپنے
پیغمبر کو کی ہی اور تمھارے اوپر بددعا کرنے سے اور عوض لینے سے انکو منع کیا ہی اس سے

یہ مت سمجھنا کہ یہ پیغمبر فقط قاصد آیا تھا پیغام پونچاپا اور چلا گیا اسکی نافرمانی مین ہمکو کچھ ضرر نہ پونچیگا بلکہ یہ پیغمبر فقط قاصد نہ تھا اسکی عرض معروض اور گواہی تمھارے حق مین سُنی جائیگی اگر کہین اِس پیغمبر نے تمھارا گلہ شکوہ حق تعالیٰ کی درگاہ مین کیا تو غضب اور انتقام کا دریا جوش مین آجائیگا اور دُنیا مین بھی بلاؤن اور آفتون اور قحط اور وبا اور فقر اور رنج مین گرفتار ہو جاؤگے جسطرح اگلے پیغمبرون کے منکرون پر بھی اسی طرح کی آفتین اور مصیبتین ہوتی رہی ہین **اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ** بیشک ہمنے بھیجا ہے تمھاری طرف رسول کو تاکہ گواہ رہے تمپر اور ہمسے عرض کرے کہ فلانے شخص نے اس طریقہ کو قبول کیا اور فلانے شخص نے اس سے انکار کیا تاکہ اسکے اظہار کے موافق ہر ایک منکر اور فرمانبردار سے اسیطور کا معاملہ کرین ہم **كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ط** جسطرح بھیجا تھا ہمنے فرعون کی طرف بھی اسی قسم کا ایک پیغمبر تاکہ اس پیغمبر علیہ السلام کی گواہی اور عرض اسکے حق مین قبول ہووے اور وہ رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی تخصیص اس مقام پر اسواسطے ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تشریف لیجانا فرعون کی طرف بعضے تاریخ والون کے گمان مین فقط پیغام بری اور ایلچی گری کے طور پر تھا اسواسطے کہ وہ پیغمبر بنی اسرائیل کے تھے اور فرعون قبط کے قبیلے کا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھیجنے سے فرعون کی طرف یہ بھی منظور تھا کہ بنی اسرائیل قید سے خلاصی پاوین ہدایت اور رہنمائی فرعون اور قبطیون کی انکی اصل نبوت مین داخل نہ تھی بلکہ بنی اسرائیل کے رسمون کی اصلاح اور انکے دلونکو منور کرنا مقصود تھا اور بس بخلاف دوسرے انبیاؤن کے کہ جس قوم کی طرف سفیر اور رسول کرکے بھیجے جاتے تھے تاکہ انکو پیغام الٰہی پونچادین تو اس قوم کی طرف بھی پیغام پونچانا مقصود ہوتا تھا اور دوسرے طالبون کی بھی ہدایت اور رہنمائی اور حق تعالیٰ کے قرب کا طریقہ تعلیم کرنا اور انکے دلون کا منور کرنا بھی مقصود ہوتا تھا سو وہ فقط رسالت نہ رکھتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

فرعون کی نسبت سے فقط قاصد اور ایلچی تھے لیکن باوجود فقط اس ایلچی گری کے انکی عرض فرعون اور قبطیون کی ہلاکی کے مقدمے مین قبول ہوئی اور دنیا کے عذاب مین بہت جلدی مبتلا کیے گئے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ** پھر نافرمانی کی فرعون نے اس اپنے رسول کی **فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا** پھر پکڑا ہمنے اس فرعون کو دنیا ہی مین ایسا پکڑنا جو بہت وبال رکھتا تھا اسواسطے کہ اسکو دریا مین تمام اسکی فوج اور لشکر کے ساتھ غرق کیا ہمنے اور اسکی سلطنت اور ملک اور مال اور مکانات اور باغات اور جواہرات اور سوا اسکے جتنے اسکے عیش وعشرت کے سامان اور اسباب تھے سب ایک دم مین اسکے دشمنون کو حوالے کر دیے ہمنے اب اسکو سوچو کہ فرعون کس طرح کی عظمت اور بزرگی رکھتا تھا لیکن اپنے وقت کے رسول کی نافرمانی کے سبب سے ایسے وبال اور عذاب مین گرفتار ہوا تم تو اسکا عشر عشیر بھی مرتبہ نہین رکھتے ہو پھر تم کیون اپنے پیغمبر کو اسطرح رنجیدہ کرتے ہو اور اسکے حکم کو قبول نہین کرتے اگر بالفرض اس پیغمبر کے کمال حلم اور بردباری کے سبب سے جو حضرت موسی علیہ السلام کی بہ نسبت زمین آسمان کا فرق ہے اور آگ اور پانی کا تفاوت ہے اس دنیا کے عذاب سے تم بچگئے اور اسکی بددعا سے محفوظ رہے **فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ** پھر کیونکر بچوگے اور اپنے تئین عذاب سے محفوظ رکھوگے **اِنْ كَفَرْتُمْ** اگر کافر ہوئے تم اور اپنے رسول کا کہا کسی طرح نمانا تمنے **يَوْمًا** جس دن بے گناہون سے پوچھ پاچھ اور تکرار ہوگی اس سبب سے کہ گنہگارون کے ساتھ کچھ علاقہ رکھتے تھے اور بیگناہونکے دلون مین بھی دہشت بیٹھ جائیگی یہانتک کہ **يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا** کر دیگا وہ دن چھوٹے بچون کو بڈھا سفیدبال کا یعنی اسقدر خوف کھائینگے کہ انکے بال سفید ہو جائینگے اور اس دن بچون کے بال سفید ہو جانے کی وجہ یہ ہوگی کہ اپنے ماں باپ بھائی بہنونکی گریہ اور زاری اور بیقراری اور گرفتاری دیکھکر رنج اور غم اور فکر کا ان پر غلبہ ہوگا اور یہ غلبہ

انکے دل مین روح کے محبس اور بند ہو جانے کا سبب پڑیگا اور حرارت غریزی ضعیف العمل ہو جائیگی اور خلط فجاجت پیدا کرینگے یعنی خامی اور بلغم متکرج یعنی سڑا پھپوند لگا ہوا غالب ہو کے مساموں کی راہ سے یعنی بال نکلنے کی جگہون سے باہر نکل آویگا اور اس قسم کا رنج اور الم جو اس دن بچون کو ہوگا کچھ جزا اور عذاب کی راہ سے نہوگا جسطرح معتزلہ اپنی غلط فہمی سے یہی سمجھے الا پھر اسکا انکار کیا ہی اور کلام کو تمثیل اور کنایہ پر حمل کیا ہی بلکہ حقیقت یہ ہی کہ یہ رنج اس عالم کے حکمون سے طبیعت کے طور پر ہوگا اور اسکا ہونا ضروری ہے جسطرح درد اور رنج بچون کو دنیا مین ہوتا ہی لیکن بعضی تفسیرون مین یہ بھی مذکور ہی کہ یہ رنج خاص کافرون کے بچون کو ہوگا نہ مسلمانون کے بچون کو سو ظاہر مین اسکی وجہ ایسی معلوم ہوتی ہی کہ کافرون کی گریہ اور زاری اور بیقراری بہت ہوگی یہانتک کہ ان بچون کو بھی انکی تاثیر ہوگی بخلاف مسلمانون کے کہ یہ چیزین ان پر اگر ہونگی تو بہت ہلکی اور خفت کے ساتھ ہونگی اور جلدی انسے اٹھائی جاوینگی اور باوجود اسکے ایک فرقہ دوسرا بھی ہی کہ مسلمانون کے بچون کو اپنے ماباپ اور خویش اور اقربا کا خلاص کرانا عذاب سے ممکن ہی اسواسطے کہ وہ سب ایماندار ہین اور شفاعت اور عفو کی شرط بھی ایمان ہی سو بچون کو رنج اسی بات کا ہوگا کہ اپنے مان باپ اور خویش اقربا کو عذاب مین مضطر اور بیقرار دیکھینگے پھر انکی شفاعت کرنے مین اور انکی بخشش طلب کرنے مین مشغول ہونگے اور حق تعالی انکی عرض اپنے فضل اور کرم سے قبول کریگا اور ان سب کو عذاب سے نجات بخشیگا چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جسکے تین بچے نابالغ دنیا مین مرے ہونگے دوزخ مین جانا اس پر حرام ہوگا اسواسطے کہ وہ بچے قیامت کے دن اسکو دوزخ مین نہ جانے دینگے اور حق تعالی اپنی رحمت قدیم اور احسان عمیم سے انکی دعاؤن کو قبول کریگا بخلاف کافرون کے بچون کے کہ اپنے باپ کا عذاب مین گرفتار ہونا دیکھینگے اور ان مین ایمان کے نہونے کے سبب سے انکی شفاعت کے واسطے عرض بھی نہ کر سکینگے اسواسطے کہ ایمان شرط ہی شفاعت کا

سو ناچار ہو کے اِسی رنج اور غم مین مُبتلا رہینگے یہانتک کہ جب یہ بہشت مین جائینگے اور بہشتیون کی خدمتگاری کا عہدہ اُنکو ملیگا پھر بہشت مین جانے کے بعد سب خویش اور اقربا کا غم بھول جاوینگے اور بعضے مفسرون نے ایسا کہا ہی کہ بال کی سفیدی اِس دن حرام زادگی کی علامت ہوگی یعنی جو بچے زنا سے پیدا ہوئے ہین وہ اِس دن کے ہول اور دہشت مین گرفتار ہونگے اور اُنکے سوائے دوسرے بچے اِس آفت سے محفوظ رہینگے لیکن اِس تخصیص کے واسطے کوئی صحیح سند ضرور ہی اور سوائے اِسکے بیگناہ کی گرفتاری کی توجیہ طلب ہے اسواسطے کہ گناہگار زانی اور زانیہ ہین بچہ جو زنا سے پیدا ہوا وہ بیگناہ ہی۔ حاصل کلام کا یہ ہی کہ اُس دن کا خوف تھوڑے بھی گناہ کے علاقے سے غالب ہوگا یہان تک کہ گنہگارون کے مکانات بھی ڈھا دیے جاوینگے اور جس مکان اور جس زمین مین گناہ ہوا ہوگا وہ سب خراب ہو جاوینگے بلکہ ﴿السَّمَآءُ﴾ آسمان بھی باوجود اسکے کہ آسمان مین کوئی گناہ نہین ہوا اور وہانکے رہنے والے بھی سب معصوم اور پاک ہین لیکن گنہگارون کا رزق وہانسے نازل ہوتا تھا اور ستارونکی روشنی اور آسمان کی گردش سے بھی گنہگارون کو فائدہ ہوتا تھا اِس سبب سے وہ بھی منقلب ہوگا بلکہ اِس طرح کا برباد اور خراب ہو جاویگا کہ آسمان آسمان نرہیگا تاکہ اسکی صفت مین تانیث کا لفظ بولا جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی تانیث اِسکی صورت ذہنیہ کے لازمے سے ہی جو لفظ کے واسطے سے ذہن مین اِس صورت پر دلالت کرتی ہی یہی وجہ ہے کہ جس وقت کسی لفظ سے کوئی معنی تعبیر کرتے ہین تو تذکیر اور تانیث مین اِس صورت کا اعتبار ہی جو اِس لفظ سے ذہن مین حاصل ہوئی ہی نہ وہ صورت جو حقیقت مین پائی جاتی ہی جیسے مرد کو نفس یا جان کر کے تعبیر کرینگے تو مونث ہی اور عورت کو اگر آدمی کر کے تعبیر کرینگے تو مذکر ہی سو جب یہ آسمان درہم برہم ہو گیا تو جو صورت کہ آسمان کے لفظ کی مدلول تھی وہ ذہن مین نہ رہی تو اب جو نہایت اسکے حق مین کہا جاوے وہ یہ ہی کہ یہ آسمان شئ ﴿مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ﴾ ایک چیز ہی

پھٹی ہوئی اس دن کے صدمے کے سبب سے اسیواسطے منفطرۃ نہ فرمایا باوجود اس بات کے کہ
آسمان مؤنث ہی گویا یہ اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ آسمان کو اسوقت آسمان نہ چاہیے کہنا
اور نہ چاہیے بوجھنا جسطرح گھر کو اسکی دیوارین اور چھت ڈھانے کے بعد گھر نہین کہتے
بلکہ پڑا ہوا میدان کہتے ہین پھر جب آسمان آسمان نہ رہا تو تانیث بھی کسواسطے رہے
اور یہ بھی ہی کہ یہان مناسب نہ معلوم ہوا کہ آسمان کی بقا پر اسکی تانیث دلالت کرے اور
اگر اس جگہ پر کسی کے دل مین یہ سوال گذرے کہ اگر ایسا تھا تو اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور
اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ مین کیون نہ
اس بات کا اعتبار کیا گیا اور وہان تانیث کیون لائے اسکا جواب یہ ہی کہ اِذَا السَّمَآءُ
انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ یہ دونون جملے فعلیہ ہین اور فعل حدوث اور تجدد پر
دلالت کرتا ہی اور ابتدا انفطار اور انشقاق مین آسمان آسمان تھا اور اسکے جو صورت کے
لازمے تھے تانیث وغیرہ وہ سب برقرار تھے تو اسواسطے تانیث کی علامت ان فعلون مین
ضرور ہوئی بخلاف اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ کے کہ یہ فقط جملہ اسمیہ ہی اور یہ استمرار اور ثبوت پر دلالت
کرتا ہی اور دوام اور ثبوت کسی چیز کا بعد تمام ہونے اس چیز کے ہی اور انفطار کے تمام ہونے
کے بعد آسمان نہ رہا تا کہ اسکی صورت سمائیہ کے لازمے قابل اعتبار کے ہین اور
وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ مین وجہ یہ ہی کہ ابتدائی انشقاق مین جو
مدلول انشقت کا ہی اسوقت آسمان اپنے حال پر آسمان تھا اتنا البتہ تھا کہ اسکے جزؤن
مین انشقاق شروع ہوا تھا اور باقی جزؤ ڈھیلے اور بودے ہو کے پھٹنے کے قریب ہوئے
ہونگے سو وہی کے وقت کہ سستی اور بودے پن کو کہتے ہین صورت سمائی آسمان سے
جدا نہوئی تھی تا کہ اس صورت کے لوازمات کو اعتبار نکرین چنانچہ وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا
کا مضمون آسمان کی بقا پر صراحۃً دلالت کرتا ہی اور اگر منکر لوگ یہ کہین کہ اسطرح کا دہشت ناک
دن جو تم بیان کرتے ہو ایسا دن ہونا بہت بعید ہی عقل سے اور اگر فرض کیا کہ ایسا دن ممکن ہے

یعنی ہو سکتا ہی لیکن ہر ممکن سے خوف مین رہنا اور اسکی دفع کی فکر مین پڑنا اور اپنے چین اور آرام کو کھونا عاقل کا کام نہین ہی اور اگر بالفرض اس دن کا ہونا اور ایسی بلاؤن کا اس دن مین پایا جانا ہو تو اس لحاظ سے کہ جزا اور سزا اور ہر کام کا بدلا ضروری ہی لیکن پھر بھی وہ بلا متوقع اور موعود ہی یعنی اسکے آنے کا وعدہ کیا گیا ہی اور یہ مثل مشہور ہی کہ ع مترس از بلائے کہ شب درمیان ست ۞ یعنی ایسی بلا سے ڈرنا نہ چاہیے جسکے درمیان مین رات ہی یعنی اتنی دیر مین خدا جانے کیا ہو پھر ہم کسواسطے اپنا چین اور آرام اس ڈرہی خوف سے برباد کرین تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ یہ تمھاری سمجھ کی غلطی ہی اسواسطے کہ جس بلا کا واقع ہونا ضعیف قرینے اور بودے نشانون سے عقل کے نزدیک ثابت ہوتا ہی یا اس بلا کا عام ہونا اور سب کو شامل ہونا ہر شخص کو معلوم نہو ایسی بلاؤن سے نہ ڈرنا اور اسکی پروا نہ رکھنا اگر ہووے تو کچھ چندان مضائقہ نہین ہی لیکن جس بلا کا وقوع ضروری اور یقینی ہو اور علی العموم سب کو شامل ہو تو ایسی بلا سے ڈرنا اور اسکے بچاؤ کی تدبیر کرنا البتہ چاہیے عقل ہرگز ایسی بات کو نچاہیگی کہ ایسی بلا سے نڈر اور بے پروا ہو کے بیٹھ رہیے اور اس سے بچاؤ کی کچھ بھی تدبیر نہ کیجیے اور وہ قیامت کا دن اسی قسم کا ہے اسواسطے کہ

كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۞ ہی وعدہ اس دن کا ہونیوالا اور عمل مین آنیوالا اسواسطے کہ یہ حق تعالی کا وعدہ ہی اور حق تعالی کے وعدے مین خلاف ہونا محال ہے سو اس دن کے آنے کو اگرچہ اس دن کے لحاظ سے کہہ سکتے ہین کہ ممکن الوقوع ہی لیکن حق تعالی کی حکمت اور عدل کے لحاظ سے اور اسکے وعدے کی سچائی کے لحاظ سے واجب الوقوع ہے اور موافق وعدے کے ہر سختی اور مصیبت اس روز کی عام ہی یعنی ہر شخص کو اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنا چاہیے فقط اب جاننا چاہیے کہ اس سورۃ کی ابتدا سے یہانتک جو سلوک الی اللہ کے ضروریات تھے اور جو اس راہ باصفا کے موانع تھے انکے دفع کرنے کے طریقے واضح دلیلون سے بیان فرمائے اور ظاہر مین خاص آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ہی کی طرف خطاب فرمایا تھا سو اب ارشاد ہوتا ہی کہ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ج
بیشک یہ سورۃ اور اِس سورۃ کے مضمون حق تعالیٰ کے قرب کی راہ حاصل کرنے کے
واسطے یاد دہی ہی ہر عاقل ذی علم ذی روح کے واسطے کچھ خاص پیغمبر ہی کے واسطے یہ حکم
نہین ہی فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ پھر جو چاہے لے اپنے پروردگار کے
قرب کی طرف کی سَبِيْلًا ایک راہ کو ان راہون سے اپنی استعداد اور خواہش کے ع ۱۹ ۱۳ ۱
موافق یعنی اگر چاہے مجاہدۂ نفس اور ہمیشگی کے ذکر اور بہ تبتل کی راہ کو اختیار کرے اور اگر چاہے
اختلاط اور دعوت اور نصیحت اور رہنمائی اور صبر کے طریقے کو اختیار کرے اور اِس بیان کو
تذکرہ یعنی یاد دلا دینا اسواسطے کہا ہی اگرچہ یاد دلا دینا اُس جگہ پر کہتے ہین کہ کوئی چیز پہلے
سے معلوم تھی لیکن اب بھول گئی کہ روح بدن سے متعلق ہونے کے پہلے اِس عالم
قدس اور پاک مین رہتی تھی اور اُسکو اس عالم مین تھوڑا قرب حضرت جل شانہ سے حاصل تھا
دنیاوی علاقون اور محتاجگی سے اور غذائی نجاستون سے اور جانورون کی ہی عادتون سے
پاک اور صاف تھی سو اب جو بدن سے متعلق ہی اور ان چیزون کی قید مین گرفتار ہے
تو اُس قرب کی لذت کو بھول کے دنیاوی معاش کی تدبیر مین پھنس گئی ہی وہ قرب اور
صفائی بالکل اِسکی یاد سے جاتی رہی سو اِس سلوک کے طریقے کو بیان فرما کے
اِس اصلی حالت کو اسکو یاد دلاتے ہین اور اِسی اصلی ٹھکانے کا اسکو لالچ دلا کے مشتاق
کرتے ہین چنانچہ کسی عارف باللہ نے کہا ہی ٥ میل ہر عنصر بود سوے مقر اصلیش ٭
جذبۂ اصل ست سر شورش مستانہ ام ٭ یعنی ہر عنصر کی خواہش اپنی اصل کی طرف ہوتی ہی
چنانچہ آگ کی خواہش اوپر کو اور خاک کی خواہش نیچے کو سو ہماری شورش مستانہ کا سبب
بھی کشش ہی اپنی اصل کی طرف یعنی وہی قرب الٰہی کی طرف اِس جگہ پر جاننا چاہیے کہ
اصل مین یہ سورۃ اِسی آیت پر تمام ہوئی تھی چنانچہ مفسرین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رض
اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کی ہی کہ اِس سورۃ کے اول مین جو

شب بیداری کی بالکل ریاضتین اور مجاہدے اور تہجد کے ادا کرنے کو بیان کیا ہی اسواسطے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے آپ کے رفیق صحابہ نے سلوک الی اللہ مین انتہا
درجے کی کوشش کرنا شروع کیا بلکہ اس قسم کی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور ہمیشہ اسمین
مشغول رہتے تھے یہان تک کہ بعضون نے تو رات کا سونا چھوڑ دیا اس خوف سے کہ
مبادا کہین زیادہ ہم سو جائین اور اس مدت معین مین جو ہم پر مقرر ہوئی ہی یعنی آدھی رات
یا کچھ اس سے تھوڑی کم یا زیادہ مین خلل واقع ہو جاوے اور زیادہ سونے اور آگے
پیچھے اُٹھنے کے سبب سے اس مدت کو پورا نہ کر سکین اور ہم تقصیروار ٹھہرین چنانچہ ان
لوگون کو بہت محنت اور مشقت ہوئی آخر کو ان لوگون کے پاؤن پر ورم آگیا اور رنگ انکے
زرد ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حال تھا اور باقی ماندہ صحابہ بھی اسی
خوف مین رہتے تھے کہ ایسا نہو کہ اس مدت مقرری مین ہمسے قصور واقع ہووے اور عہدے
کی ذمہ برداری سے ہم پاک نہووین چنانچہ یہ حکم اور اسی قسم کی محنت اور مشقت پوری ایک سال تک
یعنی بارہ مہینے تک رہی پھر بعد ایک سال کے حق تعالی نے یہ اگلی آیت اس سورۃ پر زیادہ
کر کے نازل فرمائی سو اس آیت کے نزول کے سبب سے مدت کی تعیین معاف ہوئی لیکن اصل
تہجد کی نماز اور شب بیداری بغیر تعیین مدت کے اور بغیر تعیین عدد رکعتون کے اور بغیر تعیین قرأت
کی قدر کے باقی رہی بلکہ سنت موکدہ ہوئی پھر اس آیت کے نزول ہونے کے بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور دوسرے اصحاب کو بھی حکم کرنا مختلف رہا یعنی جسکی قوت اور استعداد
آپ دیکھتے تھے ویسا آپ حکم فرماتے تھے اور وقت کی کمتی زیادتی دل کے لگنے پر موقوف
رہی یعنی اگر دل زیادہ لگے تو زیادہ جاگنا اور عبادت مین مشغول رہنا بہتر ہی اور اگر دل بےچین اور
بے آرام ہووے تو تھوڑے پر کفایت کر لینا چاہیے اسمین کچھ نقصان نہین ہی اور یہی آپ کا بھی
طور رہا اللّٰھم صلّ وسلّم علیہ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو آپنے فرمایا تھا کہ
تہجد کی نماز مین ایک ختم ہر مہینے مین کیا کرو تو ہر رات کو ایک سپارے کی قدر قرأت قرآن شریف

ف قرآن شریف کے ختم کے طورون کا بیان

کی ہوا کریگی اور بعضی روایتون مین ختم قرآن شریف کا چالیس رات مین بھی آیا ہی پھر جب عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی قوت اور رغبت اس امر مین زیادہ بیان کی تو آپنے ایک ہفتہ
انکے واسطے مقرر کیا یعنی ہر ہفتے مین ایک ختم کیا کرو پھر اکثر صحابہ نے بھی اپنا یہی طور معمول
کر لیا اور قرآن شریف کے سات حصے اسطور پر مقرر کر لیے تھے کہ جمعہ کی رات کو تین ۳ سورتین
اور شنبہ کی رات کو پانچ سورتین اور یکشنبہ کی رات کو سات سورتین اور دوشنبہ کی رات کو نو سورتین
اور سہ شنبہ کی رات کو گیارہ سورتین اور چہارشنبہ کی رات کو ۱۳ تیرہ سورتین اور پنجشنبہ کی رات کو سورۃ
قاف سے آخر قرآن تک اور اسکو فَمِی بِشَوقٍ کا ختم کہتے ہین یعنی پہلے دن سورۃ فاتحہ سے سورۃ
مائدہ تک پھر وہانسے سورۃ یونس تک پھر وہانسے سورۃ بنی اسرائیل تک پھر وہان سے
سورۃ شعرا تک پھر وہان سے سورۃ والصّافات تک پھر وہان سے سورۃ قاف تک
پھر وہان سے سورۃ ناس تک اور حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کی شب کو
سورۃ مائدہ بھی تمام کرتے تھے اور شنبہ کی شب کو سورۃ ہود کے آخر تک اور یکشنبہ کی شب کو
سورۃ مریم کے آخر تک اور دوشنبہ کی شب کو سورۃ قصص کے آخر تک اور سہ شنبہ کی شب کو
سورۃ صاد کے آخر اور چہارشنبہ کی شب کو سورۃ رحمن کے آخر تک اور پنجشنبہ کی شب کو قرآن
شریف ختم کرتے تھے اور اس ختم کو احزاب کہتے ہین اور بعضے صحابہ جیسے عبد اللہ بن مسعود رضی
وغیرہ آیتون کا شمار کرتے تھے اور ہر رات کو ہزار آیتین پڑھتے تھے چنانچہ اس صورت
مین بھی ساتوین شب کو ختم ہوتا ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو شخص تہجد کی نماز مین دس
آیتین دو رکعتون مین پڑھتا ہی اسکو غافلون مین نہین لکھتے ہین اور جو شخص سو آیتین
کئی رکعتون مین پڑھے اسکو عابدون مین لکھتے ہین اور جو شخص ہزار آیتین پڑھے اسکو
عمدہ زردارون سے لکھتے ہین اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ جو شخص قرآن شریف
کی پچاس آیتین تہجد مین پڑھتا ہی تو قیامت مین قرآن شریف اُسکے ساتھ مخاصمہ اور
جھگڑا نکریگا اور نہین تو اس سے جھگڑیگا کہ تو نے مجکو ضائع کیا اور میری تلاوت کا حق

ادا نہ کیا اور بعضی حدیثون مین آیا ہو کہ جو شخص دو آیتین سورہ بقر کے آخر کی تہجد کی نماز
مین پڑھے تو اسکو کافی ہین اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہو کہ ایک دن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کیا تمسے نہین ہو سکتا ہو کہ تہائی حصہ قرآن
شریف کا ہر رات کو پڑھا کرو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ تہائی حصہ قرآن شریف کا
ہر رات کو پڑھنا بہت مشکل ہو یہ کس سے ہو سکتا ہو پھر آپنے فرمایا کہ سورہ قل ہو اللہ احد
ثواب مین تہائی حصہ قرآن شریف کے برابر ہو اگر اسکو تم پڑھا کرو تو تہائی حصہ قرآن شریف کا
ثواب تمکو ملا کریگا اسی واسطے اکثر مشائخون نے قل ہو اللہ احد کو تہجد کی نماز مین پڑھنے
کی عادت ڈالی ہو اور اسکے کئی طور ہین پہلا طور یہ ہو کہ سورہ فاتحہ کے بعد ہر رکعت مین
تین مرتبے اس سورۃ کو پڑھا کرے دوسرا طور یہ ہو کہ پہلی رکعت مین سورہ فاتحہ کے بعد
بارہ ۱۲ مرتبے اس سورۃ کو پڑھے پھر ہر رکعت مین ایک ایک مرتبے کمتی کرتا جاوے
یہانتک کہ آخر رکعت مین کہ بارھوین ہو گی ایک مرتبہ پڑھنا ہوگا تیسرا طور یہ ہو کہ پہلی
رکعت مین بعد سورہ فاتحہ کے ایک مرتبہ پڑھے پھر ہر رکعت مین ایک ایک مرتبہ زیادہ کرتا
جاوے تاکہ بارھوین آخر رکعت مین بارہ مرتبے پڑھنا ہوگا لیکن فقہا کے نزدیک یہ طور بہتر
نہین ہو اسواسطے کہ اس سورۃ مین ہر دوسری رکعت پہلی رکعت سے دونی ہو گی اور یہ
ترک اولی ہو اور بعضے مشائخ ہر رکعت مین سورہ مزمل کو سورہ اخلاص کے ساتھ ملا کے
پڑھا کرتے ہین اور حضرت خواجہ عزیزان قدس سرہ سے جو گروہ نقشبندیہ کے سر حلقہ
ہین ایسا منقول ہو کہ اپنے یارون اور مریدون سے تہجد کی نماز مین سورہ یٰسین پڑھنے کو
فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تین دل جمع ہوتے ہین تو جلدی مطلب حاصل ہوتا ہی
ایک دل رات کا کہ آدھی رات کے بعد ہو اور دوسرا دل قرآن شریف کا کہ سورہ یٰسین ہی
اور تیسرا دل ایماندار آدمی کا کہ ایمان سے پڑھے حاصل کلام کا اس اخیر آیت کے نازل
ہونے کے سبب سے نماز تہجد کے وقت کے اندازے ہین اور اسکی کیفیتون مین اور

خصوصیتون مین بڑی وسعت ہوگئی اور حقیقت مین بھی یہ نماز متبرک اِسی وسعت کے قابل ہی
اسواسطے کہ وہ وقت نیند کے غلبے کا اور اسباب کے نہ پائے جانے کا اور کمتی
زیادتی رات کے نہ معلوم ہونے کا وقت ہی اگر اسمین اتنی وسعت نہوتی تو اسکا ادا کرنا بہت
مشکل ہوتا چنانچہ باوجود اس وسعت کے بھی اس نماز کا ادا کرنا بہت دشوار ہی بدون
غیبی توفیق اور تائید کے مداومت اور ہمیشگی اس نماز پر ہو نہین سکتی اللّٰھم وفقنا بہ فقط
اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ بیشک
پروردگار تیرا جانتا ہی کہ تہجد کی نماز مین تم کھڑے رہتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب
وَنِصْفَهٗ اور کبھی آدھی رات **وَثُلُثَهٗ** اور کبھی تہائی رات سو تم ہمارے حکم
کی فرمان برداری کرتے ہو اور جو ہمنے کہا ہی اسکو بجالاتے ہو اور قلیلا کے لفظ کا مطلب
جو ہمنے ارشاد کیا تھا کہ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ اسکو تم خوب سمجھے کہ نقصان
اور قلت کی حد کو چھٹے حصے تک پونہچایا اور یہی اس لفظ سے ہماری مراد بھی اسواسطے کہ
اگر چھٹے حصے سے کچھ زیادہ ناقص یا زائد کرتے تو نہوتا مگر ربع یعنی چہارم حصہ اور چہارم
حصہ آدھے کا آدھا ہی اور آدھی چیز پر تھوڑی کی اطلاق نہین ہوتی ہی یعنے اسکو تھوڑا
نہین کہتے ہین **وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ** اور اِسیطرح کھڑے رہتے ہین
ایک گروہ اِن لوگون سے جو تمھارے ساتھ اور تمھاری رفاقت مین سلوک الی اللہ
پر مستعد ہین اور تمھارے عمل اور تمھاری بوجھ کی اتباع اور پیروی ہر کام مین کرتے ہین
اور اِن لوگونکو جو تمام رات جگا کرتے تھے اور عبادت الٰہی مین مشغول رہتے تھے
یہان ذکر نہ فرمایا اسواسطے کہ وہ ایک وجہ سے قابل تعریف کے ہین یعنی عمل احتیاط پر
کرتے ہین اور ایک وجہ سے عتاب کے سزاوار ہین یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی
بوجھ کی پیروی نہ کی اور اس اندازے مقرری کو تحقیق معلوم کرلینا تمسے اور تمھارے
پیرولوں سے ہرگز ممکن نہین ہی اسواسطے کہ زیادتی اور نقصان رات کا تمھارے ہاتھ

اور اختیار مین نہین ہی وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّہَارَ ط اور اللہ تعالی وہ ہی جو
اندازہ کرتا ہی اور مقدار بخشتا ہی رات اور دن کو چنانچہ چھ مہینے تک ہر روز رات کم ہوتی
جاتی ہی اور دن مین زیادتی ہوتی جاتی ہی اور پھر چھ مہینے تک دن سے کمتی ہوتی جاتی ہی
اور رات مین زیادتی ہوتی جاتی ہی سو کوئی رات سال مین دوسری رات کے بالکل برابر
نہین ہوتی ہی پھر جب ایک رات پوری دوسری پوری رات سے برابر نہوئی تو اسکا
نصف بھی دوسری کے نصف سے برابر نہوگا پھر اسی پر ایک تہائی اور دو تہائی
اور چھوٹے حصے کو بھی خیال کرلو کہ وہ بھی برابر ایک دوسرے سے نہوگا اسواسطے کہ ہر چیز کے
متفرق جز بھی زیادتی اور کمتی مین اسی چیز کے تابع ہوتے ہین پھر تمکو سال بھر ہر
رات کا نصف پہچاننے مین بہت محنت اور مشقت ہوگی پھر گھڑی اور گھڑیال کے اور
علم ہیئت کے سیکھنے کے اور ہر سال کی تقویم زیچ سے نکالنے کے اور آسمانی حرکتون کا
حساب درجے اور دقیقے اور ثوانی اور ثوالث پر کرنے کے محتاج ہوگے اور اس کام مین
زیادہ مشغول ہونے کے سبب سے ملت حنفیہ سے دور ہوجاؤ گے اسواسطے کہ امّی ہونا
اس ملت کے لازم سے ہی اور صابئین اور ہنود اور یونانیون اور دوسرے کافرون کے
گروہون کی طرح تقویمون کے استخراج مین اور پڑھنے لکھنے مین تمھاری اُمت بھی مشغول
ہوجائیگی اور یہ بات بڑے دو فسادون کا سبب پڑیگی - پہلا فساد یہ کہ مقصد کو چھوڑ کے
وسیلہ مین مشغول ہونا ہی اور اسی امر نے ایک عالم کو خراب کر رکھا ہی چنانچہ علم نحو اور صرف
اور منطق اور معانی اور کلام اور اصول مین اسقدر توغل کرتے ہین کہ اصل مقصد سے
محروم رہتے ہین پھر تبتل اور ریاضت اور رفع حجاب توانسے مسافتون اور منزلون
دور رہتے ہین دوسرا فساد یہ ہی کہ یہ شغل انکو رفتہ رفتہ اسپر لاویگا کہ ستارون کی حرکات
اور اتصالات اور انصرافات اور قرانات ہی کے تعمق مین رہا کرینگے اور اسی مین غور
اور فکر کیا کرینگے پھر ستارون کی تاثیر کا اعتقاد ہوویگا اور انکے سعد اور نحس ہونے کے

معتقد ہو جائینگے آخر کو شرک کی سرحد کو پہنچینگے پھر بھی ہر دن اور رات کی زیادتی
اور نقصان کا علم انکو تقریبی رہیگا تحقیقی ہرگز حاصل نہوگا اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے
ازل ہی مین عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ جان لیا ہی کہ تم کوئی اِس مقدار معین کو
گھیر نہ سکوگے اسمین پیغمبر ہون خواہ اُمت اِنکی تو شب بیداری کے واسطے مدت
معین کی تمکو تکلیف دینا تکلیف مالایطاق ہی یعنی تمھارے اختیار سے یہ بات
باہر ہی اسواسطے مدت مین وسعت رکھی اور معین نہ کی اَب باقی رہے یہان پر دو
سوال جواب طلب پہلا سوال یہ ہی کہ اگر شب بیداری کی مدت کی تعیین ساعتون
اور دقیقون مستویہ اور برابر سے فرماتے تو ہو سکتا تھا اسواسطے کہ اُسپر مطلع ہونا
چندان مشکل نہ تھا اور دریافت کرنا اور احاطہ کرنا اسکا ممکن تھا پھر مدت کی تعیین کو
کیون موقوف کیا اُسکا جواب یہ ہی کہ اگر اقلیم کے ایک سال کی پوری مدتون مین اور
مختلف موسمون مین خیال کیجیے اور پھر ساعتون اور دقیقون مستویہ کو دیکھیے تو معلوم ہو جاوے
کہ کیا کیا نسبتین گوناگون پیدا ہوتی ہین بعضی اقلیمون مین بعضی فصلون مین جو ساعتین اور دقیقے
آدھی رات کے اندازے سے پہونچتے ہین وہی دوسرے ملک مین دوسری فصل مین چہارم
کے اندازے سے بلکہ اِس سے بھی کم ہوتے ہین سو اِس طرح کا فاحش اختلاف عام کی تکلیف
مین کسی طرح مناسب نہین ہی اور باوجود اسکے جو جو مفسدے اور خرابیان شب کے اجزا ے اثنائیہ متفرقہ
کی تکلیف مین لحاظ کی گئی ہین وہی خرابیان یہان بھی موجود ہین چنانچہ لایعنی اور بیفایدہ علمون
مین توغل کرنا اور مقصد کو چھوڑکے وسیلون مین مشغول ہونا اور نجوم کی تاثیرون کے اعتقاد کا خوف
ہونا یہ سب باتین یہان بھی موجود ہین پہلی تکلیف کو ترک کرنا اور اِس تکلیف کو باقی رکھنا اور
بجا لانا ایسی مثل ہوئی جیسی عرب مین مشہور ہی کہ فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَ وَقَفَ تَحْتَ الْمِيزَابِ یعنی مینھ
بھاگا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہوا دوسرا سوال یہ ہی کہ اگر یہ تکلیف ایسے مفسدون کو شامل تھی
بلکہ تکلیف مالایطاق تھی تو اوّل سورۃ مین کیون نہ ذکر فرمایا اور پہلے سے اِسطرح کی وسعت کیون

نہ کردی اور ایک سال بھر برابر کسواسطے پیغمبر کو اور انکے یارون کو محنت اور مشقت مین ڈالا اسکا جواب
یہ ہی علم الٰہی مین اِس اُمت مرحومہ کے حال کے واسطے یہی وسعت صلاح تھی لیکن جناب امر اور نہی کا
دستور ایسا ہی کہ جب کوئی مشکل کام کسی سے کرانا منظور ہوتا ہی تو پہلے اُس سے زیادہ مشکل کام کا حکم
فرماتے ہین اور تھوڑے دنون اسکو اس رنج اور مشقت مین رکھتے ہین پھر بعد اسکے وسعت اور تخفیف کر دیتے ہین
تاکہ اِس تخفیف کے نعمت کی قدر پہچانے اور یہ وسعت اسکے دل مین عظمت پیدا کرے اور اِس کام کی
محنت اور مشقت اِسکے حوصلے کے سامنے ہلکی ہو جاوے اور یہ بوجھے کہ وہ کام جسطرح منظور تھا
مجھسے ہو نہ سکا اسواسطے تخفیف ہو گئی تو ہمیشہ شرمندگی اور خجالت اِسکے پیش نظر رہیگی اور جناب
امر اور نہی کے لطف اور کرم کا ہر وقت امیدوار رہیگا سو اگر پہلے سے اِسی کام کو جو مطلوب ہے
حکم فرماتے تو یہ سہولت اور آسانی ہرگز حاصل نہ ہوتی اور رات کے جاگنے اور نماز تہجد کے ادا
کرنے مین باوجود اِس وسعت اور تخفیف کے پھر بھی گرانی اور مشقت ہی کچھ چھپی نہین ہی اگر پہلے ہی سے
اِسی امر مخفف کی تاکید ہوتی تو لوگون پر بہت شاق اور گران ہو جاتا اور اگر کوئی شخص اِس کام
محنت اور مشقت کو اُٹھا کے اِسکو ادا بھی کرتا تو تکبر اور غرور کے مرض مین مبتلا ہو جاتا سو ان سب
آفتون سے بچاؤ اِسی صورت مین تھا کہ پہلے انکو مدت معین کی تکلیف دی جاوے پھر جب وہ
ایک سال تک اِس مدت معین کے دریافت مین رنج اور محنت اُٹھالین اور رات کے انقلاب کو
ہر موسم اور ہر فصل کے اُلٹ پھیر مین دریافت کرلین کہ کبھی چھوٹی ہو جاتی ہی اور کبھی بڑھ جاتی ہی اور اپنی عاجزی
اور ضعف کے قائل ہون کہ مدت معین کی دریافت اور مامور بہ پر اقامت ہم سے کما حقہ نہین ہو سکتی تب
مستحق اِس بات کے ہوئے کہ ہمپر تخفیف اور وسعت کیجاوے اور معراج کی حدیث بہ سے جو
تواتر سے ثابت ہی کہ پہلے پچاس نمازون کا حکم ہوا تھا پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض معروض
آہستہ آہستہ تخفیف کر کے پانچ نمازون کا حکم مقرر ٹھہرا اسکا بھید بھی اِس تقریر سے کُھل گیا۔ و۔
اگر کوئی شخص دنیاوی معاملات مین جیسے بیع اور شرا اور خراج کی تحصیل اور قرض خواہون اور
حق والون سے صلح کرنے مین تامل اور غور کرے تو اسکو اِس بات کا یقین حاصل ہو جاوے کہ

اپنے مافی الضمیر کو اوّل مرتبہ کھولکر کہدینا اکثر انکار کا سبب پڑتا ہی اور مقابل والا تیزی پر آجاتا ہے
اور معاملہ خراب ہوجاتا ہی چنانچہ عامل اور تحصیلدار زمیندارون اور کسانون سے پہلے زیادہ
طلب کرتے ہین پھر تھوڑے پر راضی ہوتے ہین اور اسی طرح سوداگر اپنی چیز کی پہلے قیمت
زیادہ کہتے ہین پھر تھوڑے پر راضی ہوتے ہین اور اسیطرح پر مدعی پہلے زیادہ دعوی کرتا ہی پھر
آخر کو تھوڑے پر صلح کرتا ہی اور جو یہ طور انسان کی جبلّی اور پیدائشی چیز ہی چنانچہ عرب مین مثل
مشہور ہی کہ خُذْہُ بِالْمَوْتِ حَتّٰی یَرْضٰی بِالْحُمّٰی یعنی پکڑ موت پر تاکہ راضی ہو بیماری پر سو تکلیف
کے مقدمے مین حق تعالی کے معاملے بھی بندون کے ساتھ اِسی طور پر ظہور کرتے ہین بموجب
اِس ہندی مثل کے ع ہر کیسے جیسے سے تیسے اسیواسطے حق تعالی فرماتا ہی کہ تمھاری
عاجزی اور نادانی ہمنے دریافت کرکے تمپر رحم کیا **فَتَابَ عَلَیْکُمْ** پھر سہولت
اور آسانی کی تمپر اور شب بیداری اور تہجد گذاری اور قرآن خوانی کی مدت کی تعیین کو بالکل
تمسے معاف کر دیا اور لغت مین توبہ کے معنی رجوع کرنے کے ہین عارضی حالت سے اصلی
حالت کی طرف اور یہ لفظ جب بندون کے حق مین بولاجاتا ہی تو گناہ سے بندگی کی طرف
رجوع کرنا اس سے بوجھا جاتا ہی چنانچہ اس جگہ پر بھی یہی مراد ہی اور جب سہولت اور آسانی تمسے
مقصود ہوئی تو **فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ** ط پھر پڑھو جو آسان ہو تمپر قرآن سے
رات کو جاگ کے تہجد کی نماز مین اور کم سے کم دس آیتین دو رکعت مین پڑھنا چاہیے
چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ رَکْعَتَانِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا یعنے
دو رکعتین پڑھنا پچھلی آدھی رات کو بہتر ہی دنیا سے اور جو کچھ دنیا مین ہی اور بہت بہتر اور اعلے
طور یہ ہی کہ ساتوان حصہ قرآن شریف کا تیرہ رکعتون مین پڑھے اگر وتر باقی ہو نہین تو بارہ
رکعتون مین پڑھے اور بعضون نے تیسرا حصہ یعنی دس پارہ تک ایک رات کو پڑھنا جائز رکھا ہے
اِس سے زیادہ بہتر نہین ہی اسواسطے کہ حدیث شریف مین کم مین آیا ہی کہ جسنے قرآن شریف کو
تین دن مین ختم کیا تو وہ بڑا کم فہم اور نادان ہی اسواسطے کہ قرآن شریف کی تلاوت سے مطلب

یہی ہی کہ اسکے معنون مین تدبر اور تعمق کر کے بوجھنا اور تین دن سے کم مین اکثر لوگون کو یہ بات
حاصل ہونا مشکل ہی اور سوا اسکے ترتیل اور تجوید تو بالکل فوت ہو جاتی ہی پھر قرآن قرآن
نہین رہتا ہی اور اگر تمھارے دلون مین ای کامل ایمان والو جو ریاضت اور مشقت پر حریص ہو
ایسا خیال گذرے کہ شب بیداری کے واسطے مدت کی تعیین خواہ اجزاے شایعہ سے
ہو خواہ معینہ سے ہو البتہ تکلیف مالایطاق کے سبب تھی اور جو جو مفسدے کہ مذکور ہوے ہین
اِنکے پائے جانے کا بھی سبب تھی لیکن مدت کی تعیین قرآن شریف کی قرأت کی قدر تو ہمارے
واسطے بہت مناسب تھی اور اِسمین کوئی مفسدہ بھی نہ تھا پھر مدت کی تعیین کو بالکل کیون
موقوف کر دیا اگر قرآن شریف کے جزون اور حزبون پر اس مدت کو منطبق کر کے مقرر کر دیا
ہوتا تو کیا اچھی بات تھی یعنی ارشاد ہوتا کہ مثلاً پانچ سیپارے یا چار سیپارے یا ہزار آیتین یا
پانچسو آیتین یا چار چار رکوع ہر رکعت مین پڑھا کرو تو اس خیال کا جواب حق تعالی دیتا ہی کہ
ازل الازال مین حق تعالی نے **عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى**
جان لیا ہی کہ البتہ ہونگے تم مین سے بیمار اور بیماریان بہت مختلف ہوتی ہین چنانچہ بعضی
بیماری ایسی ہوتی ہی کہ اِسمین ایک آیت پڑھنے کی طاقت نہین ہوتی ہی ایک سیپارہ یا ایک
سورہ کب پڑھی جا سکتی ہی **وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ** اور کتنے
دوسرے ہونگے جو سر مارینگے زمین مین اور بڑے دور دراز سفر کرینگے لیکن وہ سفر ایسے
نہین جو ممنوع اور حرام کر دیے جاوین اسواسطے کہ اِن سفرون مین **يَبْتَغُوْنَ مِنْ
فَضْلِ اللّٰهِ** طلب کرتے اور ڈھونڈھتے ہونگے فضل خدا جل شانہ کا یا ظاہری
فضل جیسے رزق کی تلاش اور نوکری اور تجارت وغیرہ یا باطنی فضل جیسے طالب علمی اور
حج اور عمرہ اور صلحا اور اولیا کی زیارت تا کہ اِنکی صحبت سے دل کو روشنی حاصل ہووے اور یہ امر ظاہر
ہی کہ سفر مین ماندگی غالب ہوتی ہی اور آدمی تھک جاتا ہی ایک ساعت کھڑا ہونا اور ایک سورہ پڑھنا
اِس سے دشوار ہوتا ہی پھر سو آیتین اور ہزار آیتین کس سے پڑھی جا سکتی ہین **وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ**

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ اور کتنے دوسرے ہونگے کہ لڑائی اور جہاد کرینگے اللہ تعالیٰ کی راہ مین دین کے
دشمنون سے سو اِن لوگون کو اگر قرآن شریف پڑھنے کی تعداد مقرر کر کے تکلیف دین ہم تو
قتال اور جہاد مین قصور واقع ہو اور یہ تینون عذر جو ندکور ہوئے ہین اعتبار کے قابل ہین
اسواسطے کہ بیمار ہونا اپنے اختیار مین نہین ہی حق تعالیٰ کے ارادے سے متعلق ہی اور روزی
کی طلب زندگی اور بدن کے قیام کے واسطے اور علم کی طلب دین کی تکمیل کے واسطے آدمی کو
ضروریات سے ہی اور جہاد کرنا اور دین کے دشمنون سے لڑنا عقیدون اور عملون کی اصلاح کے
واسطے اور اپنے بنی نوع کی تکمیل کے واسطے بھی ضرور ہی اور اِن تینون عذرون کا اِس ترتیب سے
بیان کرنا بھی اِسی وجہ سے ہی جو ہر ایک مین بیان ہوئی یعنی جو عذر کہ اپنے اختیار مین نہین ہی
وہ سب پر مقدم ہی خصوصًا وہ چیز جو بدن سے علاقہ رکھتی ہو جیسے بیماری اسواسطے کہ بدن آلہ
اور واسطہ ہی عبادت کا اور جو عذر کہ اپنی ذات کی معاش اور معاد کی تکمیل سے متعلق ہی وہ
مقدم ہی اِس سے جو بنی نوع کی تکمیل سے علاقہ رکھتا ہی اور جو تم مین سے بعضونکو یہ عذر
درپیش ہونا ضروری ہین اور واجب الاعتبار ہین اِس سبب سے قرآن شریف کے ورد معین کی علی العموم
تکلیف دینا مناسب نہوا فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ لا سو پڑھو جتنا آسان ہو تم پر
قرآن سے بدون تعیین قرأت کے جسطرح پہلی تخفیف مین قرأت کی مدت کی تعیین کو موقوف
کیا تھا ہمنے اور اگر اِس شب بیداری اور تہجد گذاری کی مدت کی تعیین موقوف ہو جانے مین
تمکو خوف اِس بات کا ہو کہ ایسا نہو کہ ہماری ریاضت اور مجاہدے مین قصور اور فتور
واقع ہووے اسواسطے کہ آدمی کا نفس بدون دریافت کرنے عمل کی مدت کے کسی کام
مین مقید نہین ہوتا ہی تو یہ خوف مت کرو اور خوب سوچو کہ حق تعالیٰ نے جو چیزین معین کر کے
تم پر فرض کر دی ہین وہ بہت ہین اِن ہی کے ادا کرنے مین جہانتک ہو سکے کوشش اور
سعی کرو وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم رکھو نماز کو جو پانچ وقت گنتی کی رکعتین
تم پر فرض ہین اور نماز کا قائم کرنا بڑا مجاہدہ ہی اسواسطے کہ اقامت کے معنی رعایت کرنے

کے ہین اور نماز اسوقت رست ہوتی ہی جب کسیطرح کا خلل اسکے دل اور زبان اور اعضا کے عمل
مین واقع نہو پھر خواہ وہ عمل فرض ہو یا سنت ہو یا مستحب ہو **وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ** اور دیتے رہو
زکوۃ کو جو سال گذرنے کے بعد تمھارے مال مین ایک اندازہ مقرر کرلیا ہی اور زکوۃ کا بھی ادا
کرنا بہت بڑا مجاہدہ ہی اسواسطے کہ مال کی محبت کو دور کرنا نفس پر بڑا شاق ہی اور اسے بھی
ایک بڑا مجاہدہ جو نفس پر بہت بھاری اور شاق ہی وہ بھی ہم تمکو بتلاتے ہین **وَاَقْرِضُوا**
اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ط اور قرض دو حق تعالی کو اچھی طرح کا قرض دینا حاصل کلام کا یہ
ہی کہ اللہ تعالی کے محتاج بندون کو قرض حسنہ دو اور سود اور فائدہ انسے مت لو اور مانگنے
کے وقت سختی اور تنگ طلبی مت کرو اور اگر انسے سب نہو سکے اور کچھ کم دیوین یا وعدے سے
دیر ہو جاوے تو ان سب باتون کو انسے قبول کرو اور بار بار قرضدار پر منت اور احسان
مت رکھو یہی وہ قرض ہی جسکے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مین نے
معراج کی رات کو بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ جو خدا کی راہ مین ایک درم
خیرات کرے اُسکے واسطے دس درم کا ثواب لکھا جاتا ہی اور جو شخص اللہ تعالی کے واسطے

ف قرض دینے کا ثواب صدقہ دینے سے زیادہ ہوتا ہی

ایک درم قرض کسی کو دیدے تو اسکے واسطے اٹھارہ درم کا ثواب لکھا جاتا ہی آپنے حضرت
جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ للہ قرض دینے کے ثواب کی زیادتی کی کیا وجہ ہی حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جو شخص خدا کی راہ پر دیتا ہی تو کبھی اسکا دینا محتاج کو پہونچتا ہی اور
کبھی غیر محتاج کو اور آدمی قرض نہین مانگتا ہی مگر محتاج ہو کے اس سبب سے قرض دینے کا
ثواب صدقہ دینے سے زیادہ ہوا یہان پر جاننا چاہیے کہ اس طرح کا قرض دینا نفس پر
بہت بھاری اور دشوار ہی اور بڑا مجاہدہ چاہتا ہی اسواسطے کہ آدمی کی پیدائشی یہ بات ہی کہ
اپنے مال کو بدون لالچ نفع کے خرچ نہین کرتا ہی پھر وہ منفعت دنیا کی ہو یا آخرت کی اور اس
طور سے قرض دینے مین کسی طرح کی منفعت اس دینے والے کے خیال مین نہین آتی ہی
اسواسطے کہ یہ صدقہ بھی نہین ہی تاکہ صدقے کا ثواب اسکو ملیگا اور یہ بدلا بھی نہین ہی تاکہ

اِس مال کے عوض مین کوئی دوسری چیز اسکے برابر یا اس سے زیادہ اسکو حاصل ہوگی بلکہ
ظاہر مین اپنے مال کو بوجہ قید مین ڈالنا اور پھنسانا ہی سو اسیوجہ کے بسبب اِس قرض کے
ثواب کو صدقے کے ثواب سے دونا کیا اور اسکے دونے ہونے کی توجیہ یہ ہی کہ صدقہ
دینے مین ایک درم کا دس گنا ثواب ہوتا ہی اور یہان ایک درم تو قرض دیا ہی اور وہ درم
جو قرض ہی تو اس تک پھیر کے بھی آویگا اسواسطے کہ اسکا مطالبہ بھی باقی ہی تو ایک درم قرض حسنہ
دینے مین گویا نو درم صدقہ دیے اور نو کو جو دونا کرو تو اٹھارہ ہوتے ہین واللہ اعلم باسرار
افعالہ یعنی حق تعالیٰ اپنے فعلون کے بھید سے خوب واقف ہی **وَمَا تُقَدِّمُوا**
لِاَنْفُسِكُمْ اور جو آگے بھیجوگے اپنی ذات کے نفع کے واسطے تاکہ عاقبت کا ذخیرہ
ہووے **مِّنْ خَيْرٍ** بہتری سے کسی جنس کی ہو خواہ نفل نماز ہو خواہ نفل روزہ ہو اور
خواہ نفل صدقہ ہو اور خواہ شب بیداری ہی یا دوسری کوئی عبادت بدنی ہو یا مالی ہو یا عرضی ہو
تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ البتہ پاؤگے اسکے اثر کو اللہ تعالیٰ کے پاس **هُوَ خَيْرًا**
وہ اثر بہتر ہوگا تمھاری اِن نیکیون سے جنکو دنیا مین تمنے کیا ہوگا اِسواسطے کہ وہ اثر
قرب الٰہی کا ہی تمکو چکھا دیگا **وَّاَعْظَمَ اَجْرًا** اور بہت بڑا ہوگا از روی ثواب کے
آخرت مین کمیت مین بھی اور کیفیت مین بھی اور بقا اور عدم فنا مین بھی سو تمھارے واسطے
نفل اور تطوع کی عبادت مین بڑی گنجایش ہی نفس کے مجاہدے اور مشقت کے واسطے
اور اگر باوجود اِن سب باتون کے پھر بھی تمکو گناہون کا خوف اور دہشت ہووے تو
اسکا علاج بھی ہم تمکو بتلائے دیتے ہین کہ **وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ** اور بخشش
طلب کرو اللہ تعالیٰ سے **اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** بیشک اللہ تعالیٰ ع ۲ / ۱۴
بخشنے والا مہربان ہی تمھاری تقصیرون کو بندگیون کے ضمن مین بخشدیگا اور ان بندگی اور
عبادتون کے ثواب کو کامل اور پورا کرکے تمکو عنایت کریگا اور گناہونکی تاریکیون سے
تمکو بالکل دھو ڈالیگا اور دور کردیگا پس اتنا بوجھ لینا چاہیے کہ استغفار تقیۂ دائمی کے

قائم مقام ہے یعنی جس طرح تنقیہ بدن کی صحت اور مرض سے بچاؤ کے واسطے اکثیر اعظم ہے
پھر جو ہمیشہ تنقیہ کیے جاتا ہے اسکو ریاضت اور ورزش کی بدن کی تندرستی کے واسطے
کچھ احتیاج نہین ہے خود بخود اسکا بدن صحیح رہیگا اور مرض پاس نہ آویگا اسیطرح جو شخص
استغفار کی مداومت کریگا وہ گناہون کی آلایش سے ہمیشہ پاک وصاف رہیگا

سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ

یہ سورۃ مکی ہے اس مین چھپن آیتین اور دوسو پچپن کلمے اور ایک ہزار دس حرف ہین اور اس سورۃ کا
اول ابتداے نبوۃ مین اور قرآن شریف کے نزول کے شروع مین نازل ہوا ہے کہتے ہین کہ سورۃ
اقرا کی اول آیتون کے بعد اسی سورۃ کی اول آیتین نازل ہوئی ہین اور بعضون کے نزدیک
سورۃ نون والقلم اس سورۃ پر مقدم ہے نزول مین اور اس سورۃ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ
حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ اقرا کے نازل ہونے کے بعد کمال اشتیاق قرآن
شریف کے نزول کا پیدا ہوا لیکن باوجود اشتیاق کی زیادتی کے ایک مدت گذری کہ وحی نہ آئی
اور اس وحی کو فترۃ الوحی کی مدت کہتے ہین اور وحی کے نہ آنے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو نہایت رنج اور الم رہتا تھا چنانچہ کئی مرتبہ آپ اس ارادے سے گھر سے باہر نکلے
کہ کسی پہاڑ پر چڑھ کے اپنے تئین نیچے گرا کے ہلاک کیجیے اور اکثر حرا پہاڑ پر جو اول سے آپکی عبادت
اور اعتکاف کا مکان تھا جاتے اور وہان خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کرتے ایک روز حرا پہاڑ سے
لوٹے ہوئے آپ گھر کو تشریف لاتے تھے راہ مین ایک آواز آسمان کی طرف سے آپ کے
گوش مبارک مین آئی آپنے نظر اوپر کو اٹھائی دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا مین آپکے پاس آیا تھا
اور آسمان اور زمین کے درمیان مین زرین کرسی پر بیٹھا ہے اور اتنی بڑی شکل ہے کہ تمام کنارے
آسمان اور زمین کے اس سے بھر گئے ہین اور چھ سو پر اسکے ہین اور ان سب پرون مین موتی
اور یاقوت لٹکے ہوئے ہین یہ حال دیکھتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غش آگیا اور زمین پر

آپ گر پڑے تھوڑی دیر مین جو ہوش آیا تو جسطرح بنا اپنے تئین گھر تک پونچایا اور اپنی بی بی حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپنے فرمایا کہ مجکو لرزہ جاڑے سے معلوم ہوتا ہی کچھ کپڑا اُڑھا دو حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپکو کئی کپڑے اُڑھائے اُسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے
نزول فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوکر یہ آیتین پڑھین کہ یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ
قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ پھر بعد اسکے وحی کا آنا پے
در پے شروع ہوا اور اِس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۃ مزمل سے ظاہر اور کھلی ہوئی ہی اتنا فرق ہے کہ
اُس سورۃ کے اوّل مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلوک راہ خدا کے لازمے اور نفس کا مجاہدہ اور
حق تعالی کی نزدیکی حاصل کرنے کو فرمایا ہی اور اِس سورۃ مین خلق اللہ کی رہنمائی اور ہدایت کے
لازمے کو فرمایا ہی اور مرتبہ کمال کا مقدم ہی تکمیل کے مرتبے پر اسیواسطے سورۃ مزمل کو اِس
سورۃ پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقدم لکھا ہی اور کلام کی روش اور لفظین مستعمل اور مضمون متفرق
دونون سورتون کے آپس مین بہت مناسبت رکھتے ہین اُس سورۃ کے اوّل مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو مزمل کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہی اور اِس سورۃ مین مدثر کے خطاب سے
اور یہ دونون خطاب معنون کے لحاظ سے آپس مین قریب ہین اور اُس سورۃ مین فرمایا ہے
قُمِ اللَّيْلَ اور اِس سورۃ مین فرمایا ہی قُمْ فَاَنْذِرْ لیکن اُس سورۃ مین اُٹھنا راتکا اپنے
نفس کو کامل کرنے کے واسطے اور اِس سورۃ مین خلق اللہ کو کامل کرنے کے واسطے ہی اور
اُس سورۃ مین فرمایا ہی وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور اِس سورۃ مین
فرمایا ہی وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اور اُس سورۃ مین فرمایا ہی وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ
وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا اور اِس سورۃ مین ہی ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا
مَّمْدُوْدًا اور اُس سورۃ مین قیامت کے دن کے اوصاف مین یون ارشاد ہوا ہے کہ يَوْمَ
تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَيَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا اور اِس سورۃ مین اسی قیامت کے
دن کے اوصاف مین ایسا ارشاد ہوا ہی فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ

اور اس سورۃ مین قرآن شریف کی آیتون کے حق مین یون ارشاد ہوا ہے کہ اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ
اور اس سورۃ مین بھی قرآن شریف کے حق مین یون ارشاد فرمایا ہو کہ کَلَّآ اِنَّہٗ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ
ذَکَرَہٗ اور اُس سورت کی تمامی اس آیت پر واقع ہوئی ہو کہ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ
وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ گویا مسلمانون کو ان عملون کی وصیت فرمائی ہو اور اس سورۃ
مین جو قیامت کے دن ان عملون کے ترک پر حسرت اور افسوس کر کے کافر کہینگے سو انکے قول کو
حکایت کے طور پر نقل فرمایا ہو کہ لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ اور اُس
سورۃ کو اس مضمون پر تمام فرمایا ہو کہ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اس سورۃ کو
بھی اسی مضمون پر تمام فرمایا ہو کہ ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ اور اس سورۃ کا نام سورۃ
مدثر اس سبب سے رکھا ہی کہ اس سورۃ کے اول مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدثر کر کے
خطاب فرمایا ہو اور مدثر عرب کے لغت مین اُس شخص کو کہتے ہین جو ایک کپڑا لانبا چوڑا کپڑون کے
اوپر سے اوڑھ لے جیسے دوہر یا رزائی یا چادر یا کمل تاکہ وہ کپڑا سردی اور لرزے کو دفع
کرے سو یہ دلالت کرتا ہو اس بات پر کہ وحی الٰہی کا نزول اسقدر عظمت اور بزرگی رکھتا ہی کہ
جو شخص تمام مخلوقات سے قوی تھا اور کسی چیز سے نہین ڈرتا تھا اور شجاعت اور دلاوری اور
حوصلہ کی کشادگی اُسکی تمام جہان مین مشہور تھی بلکہ اس بات مین سب لوگ اسکی مثال دیتے
تھے سو وہ شخص اس وحی کے نزول سے اسقدر خوف مین آگیا کہ اسکا بدن تھرتھرانے لگا
اور اس سے یہ خوف سنبھالا نہ گیا پھر جو لوگ چاہتے ہین کہ ہمارے اوپر وحی نازل ہووے
بلکہ یون کہتے ہین کہ اگر حق تعالیٰ کو ہماری ہدایت اور رہنمائی منظور ہی تو ہمارے ہر ایک کے
پاس وحی کیون نہین بھیجتا اور یون کیون نہین کرتا اور وون کیون نہین کرتا سو ان لوگون کو
کیا وحی کی عظمت معلوم نہین ہو کیون اپنے دل کے بودے پن اور اپنی بے صبری کو جان
بوجھکر چھپائے ڈالتے ہین اور دیکھ بھال کے اندھے بنے جاتے ہین چنانچہ اس سورۃ کے
آخر مین ان لوگون کی بیہودہ گوئی کا بیان آویگا یعنی بَلْ یُرِیْدُ کُلُّ امْرِیءٍ مِّنْھُمْ اَنْ یُّؤْتٰی

صُحُفًا مُّنَشَّرَۃً اور اشارہ اس بات کی طرف بھی ہو کہ جو شخص جس منصب کی پوشاک پہنتا ہو تو اس منصب کے لوازمات کو بجالانا اس پر ضروری ہو جاتا ہو جیسے مشیخت کا خرقہ اور جبہ اور قضا اور افتا کی چادر احتساب کا خلعت اور سوائے اسکے دوسری جو شرعی خدمتیں ہین اور اگر پوشاک کسی منصب کی پہنکے اسکا حق ادا نہ کرے تو وہ شخص جھوٹا دغاباز مکار ہو اللہ تعالی پناہ دے ہم سب کو ایسی بری چیز سے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وحی کے فرشتہ کو دیکھکر دہشت اور خوف کھاکر گھر مین تشریف لائے اور بالاپوش کو اوڑھا اور پہلے بھی اسی قسم کا معاملہ ہو چکا تھا تو گویا آپ کے اہلبیت کے نزدیک آپکا بالاپوش کا اوڑھنا وحی کے نزول کا نشان ہو گیا اور اُنھون نے دریافت کر لیا کہ جب بالاپوش آپ طلب کرین تو جان لینا چاہیے کہ وحی کا نزول آپ پر ہوا اسی واسطے حق تعالی کا حکم ہوا کہ اب تو تم اس علامت سے مشہور ہو گئے کہ بار بار تم پر وحی آتی ہے اور اس وقت تم بالاپوش اوڑھتے ہو تو اب تم کو چاہیے کہ اس خدمت کا حق ادا کرو اور اپنے کام پر مستعد اور تیار ہو جاؤ اور یہ بھی ہے کہ تاکہ محبوبیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار کی حضوری مین خلائق کے نزدیک ثابت اور مشہور ہو جاوے اور جو شخص اس سورۃ کو پڑھے یا سُنے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کے کمال کے درجے کو دریافت کر لے یعنے جس طرح کسی عاشق کو اپنے معشوق کی اگر کوئی وضع یا ادا اچھی معلوم دیتی ہے اور دل پر کھب جاتی ہے تو اسی وضع کر کے اسکو یاد کرتا ہے اور پکارتا ہے جیسے ع او دامن اُٹھا کے جانے والے ✤ یا او سُرخ پگڑی والے ✤ یا او بڑی زُلفون والے ✤ سو اسی طرح سے حق تعالی جل شانہ کو یہ لباس اور یہ وضع اپنے محبوب کی بہت پسند آئی اسی واسطے اسی وضع کر کے آپ کو مخاطب کر کے بار بار فرماتے ہین یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ اے شخص بالاپوش اوڑھے ہوئے وحی کے فرشتے کے آنے ڈر سے تمکو ڈرنا اور خوف کرنا نہ چاہیے بلکہ تمھارا حق اور تمھاری سزاوار تو یہ بات ہی کہ تم دوسرونکو ڈراؤ اور خوف حق تعالیٰ کا انکو دلاؤ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ اٹھو اور ڈراؤ لوگون کو حق تعالیٰ کے عذاب سے اور نبوۃ کا منصب اگرچہ دونون چیزون کو چاہتا ہی یعنی خوف دلانا اور خوشخبری سنانا لیکن جو ڈرانا عام ہی اسواسطے کہ کوئی فرد انسان کی تقصیر سے خالی نہین ہی بخلاف بشارت کے کہ یہ متقی اور نیکو کارون کے واسطے خاص ہی اور جسکام کا فائدہ عام اور سب کو شامل ہوتا ہی وہ بہت ضروری ہوتا ہی بخلاف اس کام کے جو خاص ہوتا ہی اور یہ بھی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خوف کھا گئے تھے تو ڈرانے کا بھی حکم بہت مناسب ہوا اور یہ بھی ہی کہ جسوقت مین یہ سورۃ نازل ہوئی تھی اسوقت تمام جہان کفر اور برائیون سے بھرا ہوا تھا خوشخبری کی لیاقت کوئی نہین رکھتا تھا جو تھا وہ ڈرانے ہی کے لایق تھا ان باتون کے لحاظ سے اس جگہ فقط انذار ہی پر اکتفا فرمایا اور جو حق تعالیٰ کے عذاب سے لوگون کو خوف دلانا بغیر بیان کرنے اُس عذاب کی عظمت کے ممکن نہ تھا اور اسی طرح اس عذاب کا متحمل ہونا اسکے دفع کی کوئی تدبیر کرنا بھی ممکن نہین ہی اور اس عذاب کی عظمت اور لاعلاجی بغیر بیان کرتے عظمت اُس ذات پاک کی جو عذاب کریگا متصور نہین ہی یعنی اُسکی قدرت کے برابر کوئی قدرت نہین رکھتا اور اُسکے علم کے برابر کسی کا علم محیط نہین ہی پھر اُس سے بھاگنا اور پوشیدہ ہونا اسطور پر کہ اُسے معلوم نہو یہ کسیطرح ممکن نہین ہی سو تمکو ایک اور چیز بھی کرنا چاہیے وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ اور اپنے رب کو بزرگی اور عظمت سے یاد کرو اور ان لوگون کو بھی خوب طرح سے سمجھا دو کہ کوئی شخص اُسکے علم کے محیط ہونے مین اور اُسکی قدرت کے عام ہونے مین اُسکی برابری نہین کر سکتا اور نہ کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی اُسکی دانست سے باہر نہین ہی اور کیسی ہی مشکل چیز ہو لیکن اُسکی

اُسکی قدرت کے سامنے بے حقیقت محض ہی آور بعضون نے کہا ہی کہ اِس تکبیر سے نماز کی
تکبیر مراد ہی جو ابتدائی تحریمی سے نماز کے آخر تک ہر انتقال مین اللہ اکبر اللہ اکبر کہا جاتا ہی
آور بعضون نے کہا ہی کہ اُسوقت اہل اسلام کے عرف مین تکبیر کہنا خوشی اور شادی کی علامت
تھی سو گویا یون ارشاد ہوتا ہی کہ اب خوش ہو اور خوف مت کرو کہ ایسا بڑا منصب ہمنے تمکو عنایت
کیا اور پیغمبری کا خلعت تمکو پہنایا اور اِس تفسیر کو تائید دیتا ہی وہ مضمون جو بعضی روایتون مین آیا ہی کہ
حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سُنی تو آپنے پکار کر کہا
اللہ اکبر پھر آپکی زبان سے سُنکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی تکبیر کہی پھر تمام آپکے گھر والون نے
آپکی متابعت سے تکبیر کہی اور سب خوش ہوئے اور جانا کہ یہ لرزہ اور خوف وحی کے نازل ہونے کے
سبب سے تھا کوئی خوف کی بات نہ تھی پھر اُسوقت سے مسلمانون مین تکبیر کہنا خوشی اور شادی کی
علامت ٹھہر گئی یہی وجہ ہی کہ عیدین اور حج اور تشریق کے دنون مین تکبیر واجب کر دی گئی کہ ہر نماز
فرض کے بعد پکار کر تکبیر کہا کرین اور تکبیر کا اِن دونون مین اور پنجوقتہ ہر نماز کے اوّل مین واجب
ہونا اور تسبیح اور تحمید کا کسیوقت واجب نہ ہونے کا بھید یہ ہی کہ یہ ذکر خاص اہل توحید اور اہل اسلام کا
ذکر ہی اسواسطے کہ حق تعالی کے ساتھ کسی کمال کی صفت مین کسی کو برابر جاننا خاص ایماندارون
اور موحدون کا اعتقاد ہی بخلاف تسبیح اور تحمید کے مضمون کے کہ تمام بنی آدم کے گروہ
اِسکے معتقد ہین اور جو شخص حدیث کی کتابون کو اور صحابہ کی سیر کو تتبع کریگا تو اُسکو اِس بات کا
یقین ہوگا کہ اُنکی کوئی مجلس اور کوئی نشست تکبیر سے خالی نہین رہتی تھی ہر نعمت پر تکبیر کہتے
تھے اور لڑائی اور دشمنون کے مقابلے کے وقت بھی اِسی کلمے سے اپنے خاوند کی عظمت
اور مقابل والون کی حقارت بیان کرتے تھے اور خوف کے وقت بھی اِس ذکر کی برکت سے
استعانت اور مدد طلب کرتے تھے جیسے آگ لگنے کے وقت اور جن یا بھوت یا دوسری
بلاؤن مین پھنس جانے کے وقت چنانچہ اذان اور اقامت مین بھی اِسی کلمے کو سر دفتر کیا گیا
سو اِس امر الٰہی کے مضمون پر عمل کرنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اِس قدر

اِس اُمت مرحومہ مین رواج پایا تھا کہ حد اور حساب سے باہر تھا لیکن افسوس کہ چنگیز خانیون اور
اور ترکیون کے ملک اسلام پر غالب ہونے کے سبب سے اِس امر کا رواج بلکہ تمام اسلام کی رسمون کا
کم ہونا شروع ہوا یہانتک کہ اَب اِس زمانے مین اِن باتون کا نشان بھی باقی نہین ہے اَللّٰھُمَّ
ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ حضرت امام مہدی
رضی اللہ عنہ کے وقت مین قسطنطنیہ کے قلعے کو مسلمانون کی جماعت اِسی کلمے کے زور سے
فتح کرینگے اور اِس قلعہ کی پتھر کی دیوار اِن مسلمانون کی تکبیر کی آواز کے صدمے سے گر پڑیگی
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتحون کے حال مین مذکور ہی کہ اصطخر کے قلعہ کی دیوار حضرت عمر
رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانون کی تکبیر کی آواز کے صدمے سے جڑ سے گر پڑی تھی
اور اسقدر اِس کلمے نے تاثیر کی تھی کہ جب اِس دیوار کو اُٹھاتے تھے تو غیب سے تکبیر کی آواز
آتی تھی اور اِس آواز کے صدمے سے وہ دیوار جڑ سے گر پڑتی تھی حاصل کلام کا یہ ہی کہ اِس
کلمے کے مضمون کو ہر وقت خیال کے سامنے رکھنا شرک کی سب وجہون سے نجات بخشتا ہی
اسواسطے کہ حق تعالی کے برابر کوئی چیز اسکی نظر مین نہ ٹھہریگی اور مصیبتون اور آفتون کے
ہلکا کر دینے مین اور خوفناک چیزونکی وحشت دل سے دور کر دینے مین بھی یہ کلمہ بڑے کام
آتا ہی لیکن اِس کلمے کا مضمون ہر وقت اِسکے سامنے جب رہتا ہی کہ طہارت ظاہری اور باطنی
دونون اِس شخص کو حاصل ہو دین اسواسطے کہ پاک چیز کی عظمت اور ناپاک خیال دونون دل
مین جمع نہین ہوتے تو اِس کلمے کا فائدہ حاصل کرنے کے واسطے طہارت ظاہری اور باطنی
ضرور ہوئی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی **وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ** اور اپنے کپڑے سو خوب
پاک کرو اسواسطے کہ پہلے آدمی کے کپڑے ہی پر نظر پڑتی ہی پھر اسکے بعد بدن پر اور جب
کپڑا پاک ہوا تو بدن جو کپڑے مین چھپا ہی اب اِس جگہ بطریق اولی پاک ہوگا یہی وجہ ہی کہ بدن
کی طہارت کو یہان پر ذکر نہین کیا اسواسطے کہ بدن کی پاکی بالضرور بوجھی جاتی ہی یعنی کپڑے کو
جو بدن سے علاقہ رکھتا ہی جب پاکی کا حکم ہوا تو بدن کو جو مقصود بالذات ہی ضرور پاک رکھنا چاہیے

کہ اَب اِس جگھ عرب کے استعمال مین ثیاب کی لفظ دو قسم پر بولی جاتی ہی ایک ثیاب ظاہری پر اور
ایک ثیاب باطنی پر اور طہارت بھی دو قسم کی ہی ایک طہارت ظاہری اور ایک طہارت باطنی
سو اِس کلمے کی تفسیر مین چار احتمال ہو سکتے ہین اور اِن چارون احتمالون کو اکھٹا مُراد لینا
چاہیے اگرچہ عموم مجاز کے طور سے سہی سو پہلا احتمال یہ ہی کہ اپنے ظاہر کپڑون کو نجاستون
اور پلیدیون سے پاک رکھو اسواسطے کہ ایماندار آدمی کو نماز فرض یا نفل مین یا ذکر الٰہی مین
ہر وقت مشغول رہنا چاہیے اور ملائکہ اور پاک روحون سے مناسبت حاصل کرنا اسواسطے کہ
اِس سے یہی منظور اور مقصود ہی اور یہ بات بغیر اپنا ظاہر پاک رکھنے کے حاصل نہین ہو سکتی ہے
اگرچہ اِسمین کچھ فرق ہی تو اتنا ہی کہ یہ پاکی نماز مین فرض ہی اور نماز کے سوا ے فرض نہین ہے
اور جن چیزون سے کپڑا پاک رکھنا چاہیے وہ چیزین یہ ہین پیشاب اور غلیظ اور منی اور
مذی اور ودی اور قی اور خون اور پیپ اگر ہتھیلی کے برابر یا زیادہ اِن چیزون سے کپڑا
بھرا ہوا ہو تو اِس کپڑے سے نماز نہین درست ہی جبتک تین مرتبے دھووے یا جہاڑ دیوے
اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ اپنے ظاہری کپڑون کو معنوی نجاستون سے پاک رکھو اور معنوی
نجاستین یہ ہین جیسے غصب اور چوری اور خیانت سے اور دوسرے حرام کسب سے وہ کپڑا نہ آیا
ہو اور وہ چیزین جنکا استعمال حرام ہی وہ بھی نہو دین جیسے مرد کو ریشمی کپڑا پہننا یا کپڑا تیار کرنے
مین اسراف کرنا جیسے پہننے کے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے رکھنا کہ یہ سب چیزین ممنوع ہین
اِن سب سے بچنا اور پاک رہنا ضروری ہی اور تیسرا احتمال یہ ہی کہ کپڑے سے صفتین اور خلق
مُراد ہون اسواسطے کہ عرب کے لوگ کبھی کپڑے سے اِس شخص کی ذات مُراد لیتے ہین اور
کبھی آبرو اور کبھی نام اور مرتبہ اِس شخص کا چنانچہ بولتے ہین کہ اَلْکَرَمُ فِیْ بُرْدَیْہِ یعنے
کرم کی صفتین اُسی پاس ہین اور یون بھی بولتے ہین کہ فُلَانٌ طَاهِرُ الذَّیْلِ یعنی فلانا شخص
پاک دامن ہی وَفُلَانٌ نَقِیُّ الثَّوْبِ وَنَقِیُّ الْجَیْبِ یہ سب مثالین اچھی صفتون پر دلالت
کرتی ہین اور اِسمین مناسبت کی وجہ یہ ہی کہ کپڑا آدمی کے سب بدن کو لپیٹ لیتا ہی اور دوسرے

وہی کپڑا دکھلائی دیتا ہی اور کپڑے ہی کے سبب سے ایک آدمی کی دوسرے آدمی سے امتیاز اور پہچان حاصل ہوتی ہی تو گویا اسکی ذات اور اسکی خاص صفتون کے حکم مین ہوا تو اِس احتمال سے اِس آیت کے معنی یون ہونگے کہ ای پیغمبر تم اپنی ذات اور اپنی آبرو کو بدصفتون اور بدخلقون کی آلودگی اور بُری تہمتون سے بچائے رکھو اور چوتھا احتمال یہ ہی کہ کپڑے سے مُراد وہ بدن ہو جو اِستنجے کا اور دوسرے اعضائے مستورہ کا محل ہی اور تطہیر سے مُراد پانی سے استنجا کرنا اور پیشاب اور غلیظ کو خوب طرح سے دُھونا اور تمام بدن کو ہر ناپاکی اور گندہ چیز سے پاک صاف رکھنا الغرض ہر طرح سے ظاہر کی ناپاکی کو باطن کی پاکی مین بڑی تاثیر ہی اور کپڑے کی صفائی دل کی صفائی کی ابتدا ہی خصوصاً اِس شخص کی جسکی عظمت اور بزرگی دلون مین بٹھالنا اور اُسکے کہنے کو بالقبول کرنا منظور اور مقصود ہوتا ہی تو اُسکے کپڑے اور بدن کی پاکی مین زیادہ تر کوشش کرنا چاہیے تاکہ لوگون کے نزدیک گندگی کے سبب سے حقیر نہو جاوے اور اِسکے کہنے کا کوئی اعتبار نہ کرے لیکن اِس جگہ کپڑے کی پاکی بیان کرنا منظور ہی جو ایماندار کو عبادت اور اعتبار کے واسطے ضروری ہے نفیس اور گران قیمت کپڑا ہونا مراد نہین ہی اسواسطے کہ یہ بات ایمانداری کے منافی ہے مگر حق تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کے واسطے اور اِسکے شکر کے ادا کرنے کے واسطے کہ اِس نیت سے پوشاک نفیس پہننا مستحب ہوجاتا ہی اور جب ظاہری طہارت کے بیان سے کہ یہ بھی مقدم ہے فراغت پائی تو اب باطنی طہارت کو جو مقصود بالذات ہی بیان فرماتے ہین **وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ** اور جتنی پلیدی اور گندگی کی قسم ہین سو سب کو چھوڑ جیسے فاسد اعتقادات بُرے خلق اور جھوٹ بات اور سب بُرے کام اور دوسری معنوی نجاستین جو کسی لذت کے ساتھ دل کے متعلق ہونے سے پیدا ہوتی ہین اور آدمی کی روح کو گندہ کرتے ہین اور اگر ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ سے بموجب بعضے اسکے احتمال کے باطن کی طہارت مین اِن امورات کو بھی شامل کر دیجیے چنانچہ اوپر گذر چکا ہی تو اس سورۃ مین اُس آیت کے مضمون اور اِس آیت کے مضمون مین فرق یہ ہوگا کہ اِس آیت مین اِن باطنی امرون سے اجتناب منظور ہی جو ابھی حاصل

نہین ہوئے ہین چنانچہ فاہجر کی لفظ اِس پر دین صریح ہی اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ رجز بخت پلید کو کہتے
ہین سو اِس آیت مین اِن کامون سے احتراز اور دوری منظور ہی جو کبھی کبھی صادر ہوتے ہین
اور انکی عادت نہین ہوئی اور اِس آیت مین بھی اِن ہی کامون سے احتراز منظور ہی لیکن
جب اِنکی عادت ہو جاوے جسکو ہندی مین کہتے ہین کہ لت لگ گئی یا اسکے قریب ہو جاوین
غرض کہ ہر طرح سے آدمی کو طہارت ظاہری اور باطنی عالم قدس علوی کے مناسب کردیتی ہی
اور اِس عالم کے فیض کو حاصل کرنا اِنکی کمال مناسبت کے سببسے ہوتا ہی اور اِس فیض سے
مخلوقات کو فیضیاب کرنا بھی آسان ہو جاتا ہی اور جو روح کہ گندہ کرنیوالی چیزون سے جو باطن کو
بالکل خراب کردیتی ہی دُنیا کی طمع ہی اِسیواسطے خاص کرکے بیان فرماتے ہین کہ **وَلَا تَمْنُنْ** اور احسان مت رکھو کسی پر نہ قرآن کی تعلیم کا اور نہ احکام الٰہی کی تبلیغ کا اور
نہ کار روائی اور حاجت براری کا اور نہ کچھ دینے کا **تَسْتَكْثِرُ** اِس غرض سے کہ
شاگرد اور مُرید بہت سے ہو جاوین اور اِس سببسے بڑا نام اور بڑا مرتبہ حاصل ہووے اور
پھر اِس سببسے بہت مال ہاتھ آوے بلکہ کوئی چیز کسی کو اِس نیت سے مت دو کہ اِس کی
عوض مین دونا زیادہ کرکے تمکو دیوے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہی طمع کی جو باطن کے
گندہ کردینے مین نجاست کا حکم رکھتی ہی اور بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ اِس آیت کے
معنی یون ہین کہ احسان کے وقت بھی کسی پر احسان مت رکھو اِس احسان کو بڑا احسان
جانکے کہ مین نے فُلانے شخص کے ساتھ ایسا اور ایسا کیا اسواسطے کہ احسان رکھنا
ثواب کو مٹا دیتا ہی تمکو چاہیے کہ اِس احسان کی کچھ بھی حقیقت مت جانو بلکہ لینے والے کا
احسان اپنے اوپر جانو کہ اِس بے حقیقت چیز کو ہم سے قبول کیا اور ہمکو جزا اور ثواب کا
مستحق کیا چنانچہ حضرت امیر المومنین مرتضی علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ جب کوئی فقیر آپکے پاس سوال
کرنے کو آتا تھا تو اُسکو فرماتے تھے مرحبا بمن یحمل زادنا بلا اجر یعنی خوش آیا تو کہ اُٹھاوے
ہماری آخرت کے توشے کو بے مزدوری سو یہ تیرا احسان ہی ہم پر اور جب آدمی کو یہ سب چیزین

یعنی حق تعالی کی عظمت اور ظاہر اور باطن کی طہارت اور دنیا سے بے طمعی حاصل ہوئی تو مشیخت اور ارشاد کی لیاقت ایمن پیدا ہوئی لیکن اس شخص کو باوجود اِن سب چیزون کے حوصلے کی فراخی ضرور ہی تاکہ خلق اللہ کی جفاؤن کا تحمل کرے اور اُنکی ایذاؤن کو اُٹھائے اور اُنکی بدگوئی کو اپنے حق مین سُننے کو گوارا کرے اور نفسانیت کو غالب نہ ہونے دے ورنہ اُنکی صحبت کو چھوڑ کے بھاگیگا اور رہبانون اور صحرانشینون کی طرح سے اکیلا اور تنہا ہو کے بیٹھے گا مشیخت اور ارشاد کا کام سرانجام نہ کر سکیگا اسیواسطے اس امر کی بھی وصیت ارشاد ہوتی ہی کہ وَلِرَبِّكَ اور اپنے پروردگار کی رضامندی کے واسطے نہ خلقت کی خاطرداری کے واسطے فَاصْبِرْ ؕ سو صبر کرو اور اُنکی ایذاؤن کو اُٹھاؤ اور باوجود رنج اور ایذا پہونچنے کے اُنکی صحبت سے کنارہ مت کرو تاکہ ارشاد اور رہنمائی کی خدمت سرانجام کو پہونچے اور اِن دونون صبرون مین یعنی ایک حق تعالی کی رضامندی کے واسطے اور دوسرا خلق اللہ کی خاطرداری کے واسطے صبر کرنا اِن مین فرق کی علامت یہ ہی کہ اگر غریبون اور مسکینون کی ایذا کا تحمل ویسا ہی کرتا ہی جیسا کہ حکومت والون اور تونگرون کی ایذا اور حقارت کا تحمل کرتا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ صبر اور تحمل حق تعالی کی فرمانبرداری کے واسطے ہی اور اگر غریبون اور مسکینون کی ایذا کا تحمل کم کرتا ہی حکومت والون اور تونگرون کی نسبت سے تو معلوم ہوا کہ یہ صبر اللہ تعالی کے واسطے نہین ہی بلکہ خلق کی خاطرداری کے واسطے ہی اور اگر یہ خیال دل مین گذرے کہ یہ کافرون کی ایذا کو اُٹھانا اور اس پر صبر کرنے کا جو حکم ہوا تو بڑی سخت مصیبت مین ہم پھنسے اسواسطے کہ ہمکو نہ بدلا لینے کا حکم ہی اور نہ بھاگ کر علیحدہ ہو جانے کا حکم ہی بلکہ کافرون کو ہم پر غالب اور دلیر ہو جانے کی بات ہی اور ہماری مخالفت اور دشمنی اور ایذارسانی اِن پر بہت آسان ہی تو اس خیال کے جواب مین حکم ہوتا ہی کہ یہ سختی تم پر اور آسانی اِن پر دنیا کی زندگی کے چند روز ہی رہیگی فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ پھر جب ٹھوکا جائیگا نقارے مین اور کوچ کی آواز ہوگی اور آخرت کا سفر آ پہنچیگا فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ

سو وہ ٹھونکنا اور کوچ کی آواز دینا اِس دن کے واقعون سے گویا **یَوْمٌ عَسِیْرٌ ۙ** ایک دن مستقل ہی جو نہایت سخت اور دشوار ہی اور اگرچہ اس دن ایک ہی آواز ہوگی لیکن وہ آواز سختی اور شدت مین پورے دن کا حکم رکھیگی اسواسطے کہ اثر اسکا دیر تک باقی رہیگا اور اِس دن کے واقعون مین سے کوئی واقعہ اِس سے زیادہ سخت نہوگا اور بعضے مفسرین نے ناقور کو صور پر حمل کیا ہی دور کی تشبیہ کے سبب سے اسواسطے کہ صور مین بلکہ جتنی چیزین دم کشی کی ہین اِن سب مین پھونکنے سے آواز نکلتی ہو اور جتنی چیزین کھال سے منڈھی ہوئی ہین جس طرح دف اور طبلہ اور ڈھول اور اسی طرح جتنی چیزین تار والی ہین جیسے ستار اور طنبورہ اور بین سو اِن سب مین نقر اور ٹھونکنے کے سبب سے آواز نکلتی ہو اور پہلے نفخ کو نقر کے ساتھ تشبیہ دی ہی پھر اسکے بعد صور کو ناقور کے ساتھ جو منقر فیہ کے معنون مین ہی سو اب نقر فی الناقور کے معنی یہ ہوئے کہ نفخ فی الصور لیکن کافرون پر سختی اور دشواری موت کے وقت سے شروع ہوتی ہی نہ نفخ صور کی ابتدا سے سو اِس عبارت کا حمل موت کے آنے پر تمثیل کے طور پر یعنی موت کی تمثیل لشکر کے کوچ کے ساتھ جنگ اور قتال کے واسطے مناسب معلوم ہوتی ہے اور حلیمی کتاب منہاج مین لایا ہی کہ نفخ صور کے سوائے نقر دوسری چیز ہو اسواسطے کہ اخبار مین آیا ہی کہ ارواحون کے عدد کے موافق صور مین سوراخ ہین سو نفخ صور کا تو بے ہوش کرنے اور مارنے کے واسطے ہوگا اسیواسطے نقر اور نفخ صور دونون کرینگے تاکہ آواز شدت اور سختی پیدا کرے اور عالم کی خرابی اور ہلاکی کا سبب پڑے اور جب نفخ صور کا یعنی دوسری مرتبہ ہوش مین لانے اور زندہ کرنے کے واسطے ہوگا تو اسوقت فقط نفخ ہوگا اسواسطے کہ غرض اِس نفخہ سے ارواح کا پہنچانا انکے بدنون کی طرف ہی اور یہ بات فقط نفخ سے حاصل ہو سکتی ہی لیکن اس کلام مین بھی خدشہ ہی کہ نقر جو نفخہ اولی کا مقارن اور ملا ہوا ہی تو کافرون پر شدت کا سبب کسواسطے ہوا اسواسطے کافر موت کو راحت جانینگے بلکہ اسکی آرزو کرینگے اور کہینگے **یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ ؕ** اور اگر کافرون پر سختی اور شدت ہوگی تو دوسرے نفخہ سے ہوگی اسواسطے کہ زبردستی انکو حشر مین

کھینچ لاوینگے اور حساب کتاب مین گرفتار کرینگے بلکہ یون کہا جاوے تو ہوسکتا ہی کہ وہی نفخہ اولی کی شدت اِس شدت کا مبداء ہی تو گویا شدت اور سختی کی ابتدا اسیوقت سے شروع ہوگی غرض کہ ہرطرح سے خواہ موت اور برزخ کی شدت مراد ہووے اور خواہ قیامت کے ہولون کی شدت اور سختی مراد ہووے لیکن حق تعالی کی عنایت سے ایماندارون مین اثر نکریگی بلکہ اس دن کی شدت اور سختی عَلَى الْكَافِرِينَ کافرون پر ہی فقط اسواسطے کہ اول وہلہ مین اگرچہ ایماندار اور نیک بھی اس سختی مین گرفتار ہونگے لیکن ایمان کی تاثیر سے اور پیغمبرون اور قرآن کی شفاعت سے وہ سختی آسانی سے بدلا ہوجائیگی بخلاف کافرون کے کہ اس دن ان پر دمبدم سختی کی زیادتی ہوتی جاویگی غَيْرُ يَسِيرٍ ہرگز آسان ہونیوالی نہین ہی جسطرح ایماندارون پر اس دن آسان ہوجاویگی یا جیسے دنیا مین کافرون پر آسان ہوجاتی تھی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آخرت کے سفر کی اول منزل قبر ہی جسنے اول منزل مین شدت دیکھی اور رنج پہنچا تو اسکو آگے چل کے شدت اور سختی اور زیادہ ہوتی جاویگی اور جس نے پہلی منزل مین اس سختی سے نجات پائی تو اسکو کل منزلون مین اس سے زیادہ آسانی ہوویگی سو جب یہ بات معلوم کرلی تمنے کہ شدت اور سختی کا وقت کافرون پر اور ہمارے قہر کا ظہور ان کافرون سے عوض لینے کے واسطے اِس جہان سے گذرجانے کے بعد یعنی موت سے کے بعد ہی نہ دنیا مین اور اِس جہان کی زندگی مین اسواسطے کہ اگر اِس جہان مین کافر شدت اور سختی مین گرفتار کیے جاوین تو اِن کافرون کو برائی کرنے کی فرصت اور مال اور اسباب اور دوسرے دنیاوی فائدون سے نفع حاصل کرنے کی قدرت حاصل نہووے اور امتحان اور آزمائش کے معنی ہی نپائے جاوین تو اب تمکو چاہیے کہ اِنسے عوض طلب کرنے مین اور کفر کی سزا انکو پونہچانے مین جلدی مت کرو بلکہ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا چھوڑ دے مجھکو اور اسکو جسکو پیدا کیا ہی ہمنے اکیلا کہ اُسوقت نہ فوج رکھتا تھا نہ لشکر نہ جورو رکھتا تھا نہ اولاد نہ توشہ رکھتا تھا نہ کپڑے اور نہ مال رکھتا تھا نہ اسباب وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا

اور کر دیا ہمنے اسکے واسطے بہت سا مال کہ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی علمانے کہا ہی کہ جو مال
روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی وہ تین قسم کا ہوتا ہی اول زراعت اور کھیتی کا مال دوسرے مواشی کا
مال تیسرے تجارت کا مال اسواسطے کہ ان تینون قسمون مین جو کچھ کہ حاصل ہوتا ہی خرچ سے
زیادہ ہوتا ہی بخلاف دوسرے مالون کے اور اس آیت مین ایک کافر خاص کی طرف ف ولید ابن مغیرہ کا حال ۱۲
اشارہ ہے جو مال اور اسباب کی کثرت سے قریش مین مشہور تھا اسکا نام ولید بن مغیرہ تھا
اسکو حق تعالی نے تینون قسمون کا مال دیا تھا چنانچہ طائف مین باغات اور کھیتیان اسکی
بہت تھین ہر فصل کے میوے اسکے باغون مین افراط سے پائے جاتے تھے اور ہر موسم
کی کھیتی بھی اسکے یہان ہوتی تھی اور مواشی بھی بہت رکھتا تھا انکے دودھ دہی گھی پشم
نسل سے بہت کچھ حاصل ہوتا تھا اور ہر قسم کی تجارت بزازی سے لیکر موتی تک اسکے
یہان ہوتے تھے اور غلام بھی بہت رکھتا تھا وہ غلام اور گماشتے ان کامون پر معین اور
مقرر کر دیے تھے کہتے ہین کہ ایک لاکھ دینار یعنی اسوقت کے چلن کی اشرفی اور دس
لاکھ درم یعنی اسوقت کے چلن کا روپیہ اسکے گھر مین موجود تھا اور جو اسقدر مال کی کثرت
بدون اولاد کے کچھ لطف نہین رکھتی ہی اور خوشی حاصل نہین ہوتی اور نعمت نہین رہتی بلکہ
رنج اور غم کا سبب پڑتی ہی اور عیش کو منغص کر دیتی ہی سو اپنی نعمت کے پورا کر دینے کے
واسطے اسکو اولاد بھی ہمنے دی وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ اور کر دیے ہمنے اسکے
واسطے بیٹے جو اولاد مین بہتر قسم ہین پھر وہ بیٹے ہمیشہ اسکے پاس رہتے کبھی اس سے
غائب اور علحدہ نہ ہوتے یعنی مال کی کثرت اور بے پروائی کے سبب سے روزی کی
طلب کے واسطے سفر بھی نہین کرتے تھے تاکہ انکی مفارقت اور جدائی کا رنج اسکے
عیش کو منغص کرے بلکہ ہر وقت اسکے سامنے رہتے تھے اور انکے دیکھنے سے
ہمیشہ وہ خوش رہتا تھا اور زراعت اور تجارت کی خبرگیری کے واسطے بھی انکو نہین
بھیجتا تھا اسواسطے کہ غلام ہوشیار اور گماشتے امانت دار موجود تھے بیٹون سے

کچھ کام نہ تھا وہ ہر وقت اور ہر مجلس مین اسکے ساتھ رہتے تھے اور اسکی عیش و عشرت
کے شریک بلکہ خود سبب پڑتے تھے اور مجلس کی زینت اور ہر جلسہ کے اسکے مونس
تھے بعضون نے کہا ہی کہ شہودا کے لفظ شہادت سے مشتق ہی اور شہادت گواہی کے
معنون مین ہی یعنی اسکے بیٹے اسکی ہر بات کو سچی ہو یا جھوٹی ثابت کرتے تھے اور اسکے
سخن کی تصدیق کرتے تھے اس سبب سے اسکی ہر بات ہر مجلس اور مقام پر سرسبز
رہتی تھی اسواسطے کہ اگر اولاد باپ کی مرضی کے موافق نہین ہوتی ہی اور ہر کام مین باپ سے
علیحدہ رہتی ہی اور اسکے شریک رنج اور راحت کی نہین ہوتی ہی اور اسکی بات کو تصدیق نہین
کرتی ہی تو ایسی اولاد باپ پر وبال ہو جاتی ہی اور وہی رنج باپ کو حاصل ہوتا ہی اور حقیقت مین ایسی اولاد
اولاد ہی نہین رہتی اور اس ولید کی اولاد بھی بہت تھی چنانچہ ان مین سے سات شخص بڑے
نامور مشہور ہین ولید بن ولید اور خالد اور عمارہ اور ہشام اور عاص اور قیس اور عبد الشمس اور ان مین سے
چار شخص دولت ایمان سے مشرف ہوئے تھے یعنی ولید اور خالد اور عمارہ اور ہشام اور تین شخص کفر
کی حالت مین مرے اور جو مسلمان ہوئے تھے ان مین سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسقدر
جہاد کیا اور کافرون کو مارا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی امیر الامرائی کا منصب انکو ملا
اور آپ نے انکو سیف اللہ کا خطاب دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ اول
کی خلافت مین بھی اسی منصب پر بحال رہے اور ملک شام اور عراق ان ہی کے ہاتھ سے فتح ہوا
اور اکثر مرتدون کی مہمون کا سرانجام انکے ہاتھ سے ہوا اور ولید بن ولید کو انکے باپ اور
بھائیون نے مکے مین روکا اور قید کیا تھا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر
ہونے نہ پاوین اور ہجرت کرنے نہ پاوین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی خلاصی کے
واسطے فجر کی نماز مین قنوت بھی پڑھی ہی اور پکار کر آپ یہ دعا مانگتے تھے اللھم انج الولید
بن الولید وعیاش بن ابی ربیعۃ وسلمۃ بن ہشام والمستضعفین من المؤمنین
آخر کو ان ظالمون کے ہاتھ سے چھوٹ کے شرف صحبت فیض موہبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

ف ولید کے بیٹون سے

حاصل کیا اور آپ ہی کے قدمون پر اپنی جان کو فدا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے ملبوس خاص مین سے قمیص مبارک مین کفنا کے دفن کیا چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ
عنہا نے انکی وفات کے وقت یہ ندبہ فرمایا ہی ۵ اَبْکِی الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ بْنِ الْمُغِیْرَۃ
❊ اَبْکِی الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ فَتَی الْعَشِیْرَۃ ❊ اور انکے عجائبات معاملون سے ایک
یہ ہی کہ کافرون کی زبردستی سے جنگ بدر مین جا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے
مقابل مین کھڑے ہوئے تھے جسوقت کافرون نے شکست کھائی اور مسلمانون نے
کافرون کو پکڑ کے قید کیا اور فدیہ لیکر چھوڑا اسوقت ولید بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ بھی پکڑے
گئے تھے یہ بھی روپیہ دیکر چھوٹے پھر اپنا اسلام ظاہر کیا لوگون نے کہا کہ فدیہ دینے کے
پہلے کیون نہ اسلام ظاہر کیا انھون نے جواب دیا کہ مین نے اندیشہ کیا کہ اگر فدیہ کے ادا
کرنے کے پہلے مین اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہون تو لوگ ایسا سمجھینگے کہ فدیہ کے معاف
کرانے کے واسطے اسلام کا اظہار کیا ہی نہ حق تعالے کی رضامندی حاصل کرنے کے واسطے
اور جب مین نے فدیہ کو ادا کیا تو یہ وہم جاتا رہا پھر بے دغدغہ اور دہشت کے اظہار اسلام کا
کیا مین نے حاصل کلام کا ولید کی اولاد سب ایسی قابل اور کام والی اور جوان اور خوش رو
اور خوش شکل تھی کہ تمام قریش کے قبیلے مین انکی مثال دی جاتی تھی اور جو مال کی کثرت
اور اولاد کی بہتایت بدون ریاست اور حکومت کے رونق نہین رکھتی ہی اسواسطے اسکو
ریاست اور حکومت اور عزت بھی انتہا درجے کی دی ہمنے وَمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا
تیار کی ہمنے اور مضبوط کی ہمنے اسکے واسطے سند ریاست کی اچھی طرح کی تیاری چنانچہ تمام
قریش ہر مشکل کام مین اسی کی طرف رجوع کرتے تھے اور اسکو اپنا حاکم جانتے تھے یہانتک کہ
قریش کے قبیلے مین وہ ذولقب کرکے ملقب ہوا تھا ایک تو وحید اسواسطے کہ اپنے
اوصاف کمال مین یکتا تھا اور قابلیت کے فنون مین جیسے شعر وغیرہ بڑا کمال رکھتا تھا اور
اسکو ریحانہ قریش بھی کہا کرتے تھے یعنی قریش کا گل انکی خوش اخلاقی اور خوبصورتی کے

سبب سے لیکن باوجود اسقدر کثرت نعمت اور ثروت کے اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا تھا کبھی
شکر کا کلمہ اسکی زبان سے نہ نکلا اور سوائے بت پرستی اور لات اور عزی کی پرستش کے دوسری
چیز کچھ بھی نہین جانتا اور ہمیشہ مال کی زیادتی کی فکر مین مصروف رہتا تھا اور اگر رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اسکے سامنے بہشت اور اسکی نعمتون کا ذکر فرماتے تو سُنکے کہتا تھا کہ
یہ شخص اگر بہشت کی تعریف مین سچا ہی تو یقین کامل ہی کہ حق تعالی نے اِس گھر کو میرے واسطے
پیدا کیا ہی اسواسطے کہ میرے سوائے کوئی شخص اِس نعمت کا مستحق نہین ہی سو اس سے اسکی
ناشکری اور حرص کی طرف اشارہ ہوتا ہی کہ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ قف لا پھر باوجود
ان نعمتون کے جو وہ رکھتا ہی اور اُسکا شکر بھی ادا نہین کرتا ہی پھر بھی امید اور طمع رکھتا ہی کہ
اسکو دنیا اور آخرت کی نعمتین زیادہ کرینگے كَلَّا ط ہرگز یہ طمع اسکو نہ رکھنا چاہیے
اسواسطے کہ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ط بیشک وہ ہی ہمارے قرآن کی
آیتون ۱۰ سے عناد کرنیوالا اور ہمارے کام سے دشمنی رکھنے والا اور ہمارے کلام سے دشمنی
گویا ہمین سے دشمنی ہی اور اپنے منعم اور محسن سے دشمنی رکھنا پہلی نعمتون کے زوال کا موجب ہی
پھر زیادتی نعمتون کی امید رکھنے کا کیا ذکر ہی تاریخ اور سیر والون نے لکھا ہی کہ ان آیتون
کے نازل ہونے کے بعد پے در پے اسکے مال اور اسباب مین نقصان ہونا شروع ہوا
یہان تک کہ فقیر ہو کے مرگیا اور عناد کے معنی کفر مین یہ ہین کہ جان بوجھ کے حق کو باطل
کرے اور حق بات کی خرابی کے پیچھے پڑے ف اور کفر کی قسمون مین سخت تر قسم یہ ہی سو اسواسطے کہ
کفر کی قسمین چار ہین ایک تو کفر شک کا ہی چنانچہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے
کے کافر اسی قسم کے تھے اور ان ہی کے حق مین یہ آیت قرآن شریف کی نازل ہوئی ہی کہ
بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّن ذِكْرِي یعنی بلکہ وہ لوگ شک مین ہین میرے ذکر سے اور دوسرا کفر
جہل اور نادانی کا جو حق کو حق نجانے چنانچہ اکثر مکہ کے مشرک اسی قسم کے تھے اور ان ہی کے
حق مین قرآن شریف مین آیا ہی وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ وَأَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ بَلْ هُمْ

ف کفر کی قسمون کا بیان

قوم یجھلون یعنی حق تعالی فرماتا ہی کہ اکثر انکے بوجھتے نہین ہین اور اکثر لوگ نہین جانتے ہین
اور بلکہ وہ قوم نادان ہین آور تیسرا کفر جحود اور انکار کا کہ جان بوجھ کے اقرار نہ کرے اور اسکو
نہ مانے چنانچہ اہل کتاب کے حق مین ارشاد ہوتا ہی کہ الذین اتیناھم الکتاب یعرفونہ
کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون یعنی حق تعا
فرماتا ہی کہ جن لوگون کو دی ہے ہمنے کتاب وہ پہچانتے ہین اس رسول کو جیسا کہ پہچانتے ہین
اپنے بیٹون کو اور بیشک ایک فرقہ ان مین سے ہر آئینہ چھپاتا ہی حق کو اور حال یہ ہے کہ
وہ جانتے ہین آور فرعون اور اسکی قوم کے حق مین بھی یہی مضمون ارشاد ہوا ہے کہ
یجحدوا بہا واستیقنتہا انفسھم ظلما وعلوا یعنے انکار کیا اس معجزے سے
اور یقین جانا اسکو جانون انکی نے ظلم اور تکبر کے سبب سے اور چوتھا کفر عناد ہی جو باوجود
پہچاننے حق کے اسکے انکار پر اڑ جاوے اور اسکے باطل کرنے کے پیچھے پڑے اور
واہی تباہی شبہے نکال کے سچی دلیلون کو اڑا دیوے اور بالکل حق کے مقابلہ مین
آجاوے اور ولید پلید کا بیان یہ ہی کہ ایک روز مکہ معظمہ کی مسجد مین یہ بھی بیٹھا تھا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف رکھتے تھے اسوقت سورہ حم السجدہ آپ پر
نازل ہوئی اور آپکی عادت شریف ایسی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن شریف
سننے کے بعد آپ آپسے دوہراتے تھے اسی عادت کے بموجب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس سورۃ کو پڑھنا شروع کیا اور جب آپ نے دیکھا کہ ولید بھی سنتا ہے تو
آپنے پھر اس سورۃ کو اسے سنایا اور بعضی روایتون مین ایسا آیا ہی کہ سورہ حم المومن کو
ابتدا سے الیہ المصیر تک آپ نے اسکو سنایا اور اسنے بھی خوب تامل اور غور کر کے
سنا اور اپنی قوم یعنی بنی مخزوم کے لوگون سے کہا کہ مین نے آج جو کلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی زبان سے سنا ہی انصاف تو یہ ہی کہ یہ کلام نہ آدمی کا ہی نہ جن کا اسواسطے کہ اس
کلام مین ایسا لطف اور مزہ ہی کہ کسی کلام مین یہ بات پائی نہین جاتی اور اس کلام پر

انوار چمک رہے ہین اور اِس کلام کی شاخین میوے سے پُر ہین اور اِس کلام کی جڑ بڑی موٹی اور مضبوط ہی اور یہ کلام سب کلاموں پر غالب ہی اور یہ کلام ہرگز مغلوب ہونیوالا نہین ہی پھر جب وہ اِس مجلس سے اُٹھ کے چلاگیا تو یہ خبر لوگون نے ابوجہل کو پونچائی اور کہا کہ آج تو ولید کو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باتون کا فریفتہ کرلیا اور ولید نے بھی محمد کے دین کی طرف میلان کیا اِس بات کے سُنتے ہی ابوجہل دوسرے قریش کے کئی رئیسون کو اپنے ساتھ لیکر ولید کے گھر مین گیا اور کہا کہ مین نے ایک عجیب بات سُنی ہی کہ تم بھی محمد کے دین کی طرف جُھکے اور ردّی اور شوربا جو ابوقحافہ کا بیٹا یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اِنکے ساتھیون کے واسطے پکاکر لاتا ہی اور وہ سب ساتھ مِل کے کھاتے ہین اِسکے کھانے کی رغبت تمھارے بھی دل مین پیدا ہوئی یہ بات سُنتے ہی ولید غصے مین آیا اور کہنے لگا کہ میری ثروت اور مالداری کا حال تجکو خوب معلوم ہی کہ محمد اور اِسکا یار ابوقحافہ کا بیٹا میرے دروازے کے فقیر کی بھی برابری نہین کرسکتے ہین مجکو اِنکے کھانے کی کیا پروا ہی ابوجہل نے کہا اگر حقیقت مین یہی بات ہی اور اپنی بات مین تم سچے ہو تو اسیوقت مسجد مین چلو اور مین سب قریش کے قبیلے کے سردارون کو جمع کرتا ہون تاکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدمہ مین مشورہ کرین پھر اسیوقت ولید اُٹھکر کھڑا ہوا اور ابوجہل کے ساتھ مسجد مبارک مین آیا اور جتنے قریش کے قبیلے اور اِسکے سردار تھے سب جمع ہوئے جیسے ابوجہل اور ابولہب اور ابوسفین اور نضر بن الحارث اور امیہ ابن خلف اور عاص بن وایل اور یہ سب سردار ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ ہمکو ایک بحث مشکل درپیش ہوئی ہی اور وہ یہ ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا دعوی کرتے ہین اور ایک کلام پڑھتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ کلام خدائے تعالی کی طرف سے مجھپر نازل ہوتا ہی اور اب حج کا موسم آپونچا ہی ہزارون لوگ ہرطرف کے اِس شہر مین آوینگے اور اِنکے احوال اور اِنکے دعوے اور اِس کلام کے حال سے تُمسے پوچھینگے سو ہم مین سے بعضے تو اِس شخص کو شاعر کہتے ہین اور اِسکے کلام کو شعر کہتے ہین اور بعضے اِس شخص کو مجنون اور دیوانہ کہتے ہین

قریش کے سردارون کے کلام

اور اس کلام کو ہذیان اور بیہودہ گوئی کہتے ہین اور ان دونون باتون مین آسمان زمین کا تفاوت ہی اور اگر اسی طرح کا اختلاف لوگ ہمسے سُنین گے تو ہمکو نافہم اور نادان کہینگے ایک بات ہمکو مقرر کیا چاہیے تاکہ جو شخص باہر سے آوے اور ہمسے پوچھے تو ہر شخص ہم مین سے وہی ایک بات کہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سُنکے لوگ فریفتہ نہو جاوین اور اسی کی طرف میلان نکرین اور تمکو حق تعالی نے ہم سب مین بڑا کیا ہی اور عقل اور دانائی اور تجربہ اور ملکون مین پھرنا اور بستیون کی سیر کرنا ان سب چیزون مین تمکو بہت امتیاز دیا ہی اسواسطے ہم سب نے تمھاری طرف رجوع کی ہی سو اس امر مین جو ایک بات تم ٹھہراؤ اسی طرح ہم اس شہر مکہ مین منادی کردین کہ سوائے اس بات کے کوئی اپنی زبان پر دوسری بات نہ لاوے سب وہی ایک بات کہین ولید یہ بات سُنکر سرنگون ہوا اور چپ رہا پھر تامل کے بعد کہنے لگا کہ اگر تم اس کلام کو شعر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہوگے تو اُسوقت ملزم ہو جاؤگے اسواسطے کہ مین نے عبید بن الابرص اور امیہ ابن ابی الصلت اور دوسرے قدیم شاعرون کے شعر سُنے ہین اور ان مین خوب غور کیا سو یہ محمدؐ کا کلام شعر ہرگز نہین ہی اور محمدؐ کو شعر کہنے کا سلیقہ بھی نہین ہی اور اگر اس کلام کو کہانت کہوگے اور محمدؐ کو کاہن ٹھہراؤگے تو بھی الزام کھاؤگے اسواسطے کہ کاہن کا کلام کبھی سچ ہوتا ہی اور کبھی جھوٹ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین کبھی ہم نے جھوٹ سُنا ہی نہین اور اگر اس کلام کو ہذیان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہوگے تو بھی خفیف اور ذلیل ہوگے اسواسطے کہ مجنون ہمیشہ بیہودہ بکا کرتا ہی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین کونسی علامت جنون کی تمنے پائی ہی جو اسکو مجنون کہوگے اور اسکے کلام مین تو بالکل نصیحت اور حکمت بھری ہوئی ہی اور اگر اس کلام کو سحر کہوگے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہوگے تو یہ بھی تمھاری بات بن نہ پڑیگی اسواسطے کہ سحر مین بعضے کلمے مہمل اور بے معنی ہوتے ہین اور ساحر ہمیشہ اپنے سحر سے دُنیا کا نفع چاہتا ہی اور مال کماتا ہی اور یہ کلام معنون سے پُر ہی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مال کی اور دُنیا کے نفع کی کچھ پروا بھی نہین ہی پھر ان سب چیزون کو

بیان کرنے اور باطل کرنے کے بعد بہت غور اور تامل کیا اور داہنے بائین اپنے دیکھا اور
نہایت فکر اور رنج سے غصے مین آیا آخر کو چپ ہو کے بیٹھ رہا قریش کے سردارون نے
جب اسکا یہ کلام سنا اور اسکا یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ پھر اب تدبیر اسکی کیا ہے
ہم لوگون سے کیا کہین ولید پلید نہایت فخر اور تکبر سے کہنے لگا کہ اصل حقیقت یہ ہی کہ یہ
بابل کا جادو ہی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی صحیح سند سے پونہچا ہی اور یہ بابل کا جادو
اور جادوؤن کے سوا ہی اور اسکے جادو ہونے پر بڑی قوی دلیل یہ ہی کہ جو محمد صلی اللہ علیہ
وسلم سے ملتا ہی اور انکے کہنے کو سنتا ہی وہ اپنے باپ مان جورو اولاد سے بیزار ہو جاتا اور
سب کو چھوڑ دیتا ہی اور یہی سحر کی خاصیت ہی کہ جورو خاوند مین اور باپ بیٹے اور مان بیٹی
مین جدائی اور تفرقہ ڈالدے جتنے قریش کے سردار تھے اس بات کے سنتے ہی اس
پلید سے بہت شادان اور فرحان ہوئے اور اسکی عقل اور دانائی پر تحسین اور آفرین کی
کہ اچھی ہی بات سوچی تمنے پھر اسیوقت مکے کے شہر مین منادی کردی کہ آج سے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو ساحر کہا کرو شاعر اور کاہن اور مجنون کوئی مت کہو سو اس قصے سے معلوم ہوا کہ اسنے
قرآن کی حقیقت اور اسکے نزول کی کیفیت کو خوب دریافت کیا تھا لیکن باوجود اس
دریافت کرنے کے اسکی حقیقت کے باطل کرنے مین کوشش کرتا تھا اور جو لوگ اس سے
اس کام کی تدبیر کو پوچھتے تھے انکو کفر کی تلقین کرتا تھا سو باوجود اس عناد اور دشمنی کے
اپنے منعم کے کلام سے اور اسکے رسول سے اسکی زیادتی نعمت اور بخشش کی توقع کس طرح
رکھتا ہی سو جس طرح وہ کفر مین ترقی کر کے اعلی مرتبے کفر کو پونہچا ہی یعنی کفر عناد کو جو ابلیس کا
منصب ہے اسطرح **سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا** ؁ لا نزدیک ہے کہ دوزخ مین اسکو تکلیف صعود کے
اوپر چڑھنے کی دینگے ہم اور صعود نام ہی دوزخ کے پہاڑ کا جو دہکتی آگ سے بنایا ہی اور حدیث
شریف مین آیا ہی کہ چڑھائی اسکی پچاس برس کی راہ ہی جو کافر معاند ہی اسکو دوزخ کے موکل
فرشتے زبردستی اوپر اسکے چڑھا دینگے اور اسکی سوزش کا یہ حال ہی کہ جو ہین کافر اسپر ہاتھ رکھیگا

بس رکھتے ہی جل کے بھسم ہوجاویگا اور پھر اسیوقت نیا بنے گا اور پھر جلیگا اور اسیطرح اِن کے
پاؤن کا حال ہوگا کہ اسپر رکھتے ہی جل جائینگے اور پھر نئے بنینگے اِسی تکلیف اور مشقت سے اِسکو
زنجیرون سے فرشتے کھینچینگے پھر جب اِس پہاڑ کی چوٹی پر پونہچیگا تو اِسکو اوپر سے نیچے کو
ڈھلکا دینگے کہ نیچے آگر یگا پھر اِسکو مار مار کے اوپر چڑھا دینگے اور پھر گرا دینگے اور اِسی عذاب
مین ابدالآباد تک رہیگا اور اِس معاند کافر کو خاص اِس قسم کے عذاب مین مبتلا کرنا اِس سبب سے
ہوگا کہ وہ بھی اپنی فکر کی حرکت مین درجہ بدرجہ مطالب سے مبادی کو صعود کرتا تھا اور پھر قرب
حق سے اپنے تئین پائین مین گراتا تھا اور اپنی قدیم کی جہل مرکب مین غوطے کھاتا تھا اور حق پر
قائم نہ رہتا تھا سو اسیطرح کا عذاب اِسکے افعالون کے موافق سزا ہی اور اِس اجمال کی تفصیل
یہ ہی **اِنَّهٗ فَكَّرَ** بیشک اِسنے فکر کرنا شروع کیا قرآن مجید کے حال مین کہ آیا یہ قرآن
حق تعالی کا کلام ہے **وَقَدَّرَ** اور اپنے ذہن مین جتنے احتمال اور شبہے مین سب کو جمع کیا
اور اندازہ کیا یعنی کہنے لگا کہ قرآن شریف اِن احتمالون سے خالی نہین ہی یا تو شاعر کا کلام ہی
یا ساحر کا کلام ہی یا کاہن کا کلام ہی یا مجنون کا اور اِن احتمالون مین حصر کی وجہ یہ ہی کہ یہ کلام
یا کسی بڑے فکر اور خیال والے آدمی کا ہی تو احتمال پہلا ہی یا کسی نادان فاسد خیال والے
آدمی کا ہی تو احتمال چوتھا ہی اور یا یہ کلام جن کا ہی آدمی کا نہین ہی پھر آئندہ کے حادثون کا
علم اگر آدمی پر القا کرنا منظور ہی تو تیسرا احتمال ہی جسکو کہانت کہتے ہین اور اگر کسی تاثیر کو عالم
مین حادث کرنا منظور ہی تو احتمال دوسرا ہی یعنی سحر ہی **فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ** پھر مارا
جائیو اور لعنت ہوجیو اِسپر کیا بے ربط اندازہ کیا کہ واقعی چیز کو احتمال کے طور پر بھی خاطر
مین نہ لایا یعنے یہ شبہے اور احتمال سے بھی نہ کہا کہ یہ کلام کلام الٰہی ہی آدمی اور جن کا کلام
نہین ہی سو اِس احتمال کو چھوڑنا انتہا درجے کی عناد پر دلالت کرتا ہی اور اِسمین احتمال کے
چھوڑنے کے سبب سے لعنت اور پھٹکار کا مستحق ہوا **ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ** پھر
لعنت کیجائے اِسپر کیا برا اندازہ کیا اسواسطے کہ شقون کے بیان کرینگے مقام مین اور احتمالات کے

بیان شروع کرنے مین جو احتمالات ظاہر الفساد ہین اُنکو ذکر کرنا فکر اور نظر سے صراحتہ خارج ہے
اور یہ جتنے احتمال بیان کیے ہین اِن سب کا فساد ظاہر ہی اسواسطے کہ قرآن شریف مین
شعر اور ردی کی علامتون سے قافیہ کا التزام تو البتہ پایا جاتا ہی اور سوائے اِسکے کوئی
علامت شعر کی اِسمین نہین ہی اور متخیلہ مقدمات سے مرکب بھی نہین ہی بلکہ قافیہ کا التزام
بھی جو اِسمین پایا جاتا ہی سو شعر کے قافیہ کے دستور کے خلاف ہی چنانچہ یہ بات تامل اور
غور کرنے سے معلوم ہوتی ہی پھر جو علامتین نہین ہین اِنکی طرف خیال نہ کرنا اور ایک علامت
جو فی الجملہ پائی جاتی ہی اسی کو پکڑ لینا اور اِسی احتمال کو ترجیح دینا یا کمال غفلت سے ہی یا کمال
عناد سے اور سحر کی علامتون سے اِس کلام الٰہی مین ایک تاثیر تو انتہا درجے کی پائی جاتی ہی
اور سوائے اِسکے جتنی علامتین سحر کی ہین اُنکا لگاؤ بھی اِسمین نہین پایا جاتا ہی چنانچہ شیطانون
کے نام لینا اور اِن سے مدد چاہنا اور اُنکی التجا کرنا جو سحر کے لوازمات سے ہی اِسکی بو
بھی اِس کلام مین نہین ہی اور مہمل اور بے ربط لفظون سے یہ کلام پاک بالکل بری ہی
سو فقط تاثیر کے لحاظ سے اِس کلام اعجاز نظام کو سحر کہنا وہی مثل ہوئی کہ جو سفید ہے
سو کپڑا ہی اور جو گول ہی سو طشت ہی بلکہ یہ کلام پاک تو شیطانون کی بُرائی اور سحر کی
مذمت اور شیطانون سے استعانت کی ممانعت اور اُنکی اتباع اور پیروی سے اپنے
تئین بچائے رکھنے مین مُصِر ہی اسکو سحر نہ کہیگا مگر معاند اور کہانت کی علامتون سے
اِس کلام پاک مین غیب سے خبر دینا تو البتہ پایا جاتا ہی لیکن کاہن جزئیہ کونیہ سفلیہ معارف سے
خبر دیتا ہی اور یہ کلام اعجاز نظام کلیۂ الٰہیہ علویہ معارف کا نشان بتلاتا ہی اور گذری
امتون کے قصے اور حشر اور نشر اور معاد کے واقعون اور احوالون کو بیان کرتا ہے
اِس کلام کو کہانت کی تہمت لگانا وہی زر باف اور بوریا باف کی حکایت ہی اور مجنونون کے
ہذیان کی علامتون سے اِس کلام پاک مین وہ امورات جو عقل سے دور ہین البتہ
پائے جاتے ہین لیکن اِس کلام مین اِن امرون کو جو عقل مین نہین آتے ہین واضح

دلیلون اور قوی برہانون سے ثابت بھی کیا ہی اور اسطرح توضیح کی ہی اور ایسی ایسی تمثیلین اسکی بیان کی ہین کہ وہ استبعاد اور عقل ہین نہ آنا بیخ اور بنیاد سے اُکھڑ گیا پھر بھی اِس کلام پاک کو مجنون کا کلام کہنا گل کو خار اور یار کو اغیار جاننا ہی سو ایسے احتمالونکے ذکر کرنے سے جنکا بطلان صراحتہً ظاہر ہی پھر دوسری مرتبہ لعنت کا مستحق ہوا اور سوا اِسکے اِسنے اسقدر پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ ثُمَّ نَظَرَ ۙ پھر دیکھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حال مین کہ ان احتمالون کے لوازمات اِن مین پائے جاتے ہین جیسے یہ کلام شعر ہی تو چاہیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عروض اور قافیہ اور شعر کی موزونی کو سیکھے ہوے ہون اور شعر کہنے کی مشق کی ہو اور اِس فن کے ماہرون کے پاس برسون آمد و رفت رکھی ہو اور انکی شاگردی کی ہو اور اگر سحر ہی تو چاہیے کہ ساحرون کی صحبت مین رہے ہون اور جن اور شیطانون کی تسخیر کے علمون کو اِنسے سیکھا ہو اور اگر کہانت ہے تو چاہیے کہ بت خانون مین اور دوسری شیطانی مجلسون مین آپنے برسون آمد و رفت کی اور عام اور خاص کے سوالون کے جواب دیتے رہے ہون اور آپکی خبرین کبھی جھوٹی کبھی سچی (الا کم غنی) رہی ہون جس طرح کاہنون کی عادت ہی اور اگر ہذیان جنون کا ہی تو چاہیے کہ سوداوی خلط کا غلبہ اور نادانی اور بے تمیزی اور خبط اور مختلط کلام آپ مین پائے جاتے ہون ثُمَّ عَبَسَ پھر منھ کو بگاڑا اپنے اور تیور چڑھائے اِس سبب سے کہ ان لوازمات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین کوئی بات نہ پائی گئی تاکہ اِس احتمال کو مقرر کرکے ترجیح دیوے وَبَسَرَ ۙ اور چین بر جبین ہوا کہ مجکو احتمال متروک اختیار کرنا پڑا یعنی اب یہ کہنا پڑا کہ یہ کلام حق تعالی کا کلام ہی اور فرشتے کے واسطے سے پونچا ہی اور یہ بات اپنے اور اپنی قوم کے مذہب کے خلاف ہی اور جو احتمال والی شقون کے لوازمات کے اثبات سے ناامیدی اور شق متروک کے اختیار کرنے کا رنج ایک ہی زمانے مین تھا اِسواسطے ثُمَّ کے کلمے کو عبس اور بسر کے درمیان مین نہ لائے بلکہ واو کو لائے تاکہ اجتماع پر دلالت کرے ثُمَّ اَدْبَرَ پھر پیٹھ دی اور پھرا اِس شق سے جو واقعی اور حق تھی اور اپنی عروج کی حرکت سے نزول کیا اور اِن ہی احتمالون سے جو اِس کے

ذہن مین جمع ہوئے تھے اور پہلے انکو باطل کر چکا تھا ایک کو ان مین سے عناد اور تعنت کی راہ سے اختیار کر لیا اور رجعت قہقری کی یعنی اُلٹا پھرا وَاسْتَكْبَرَ اور تکبر کیا اس سے کہ کوئی مجکو اس شق کی طرف رجوع کرنے سے طعن اور تشنیع کریگا اور یہ کہیگا کہ اپنی باطل کی ہوئی شق کی طرف پھرنا مناظرے والون کے نزدیک بہت معیوب بات ہی سو تم کیون انکی طرف پھرے اسواسطے کہ مین کسی کی پروا نہین رکھتا ہون یا اس سے مراد یہ ہی کہ تکبر کیا شق حق کے اختیار کرنے سے باوجود اسکے متعین ہونے کے گویا کہ اسکے نفس نے تکبر کے سبب سے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ اس شق کو اختیار کرے اور اقرار کرے اس بات کا کہ مین اتنی مدت دراز خطا پر تھا بلکہ یہ بھی نہ کیا کہ اس باطل احتمال کو تردد کے مقام مین ذکر کرے اور یہ کہے کہ ابتک یہ احتمال اور یہ شق بالکل میرے دل سے زائل نہین ہوا ہی اسکے ابطال مین مجکو دغدغہ ہی بلکہ اس باطل احتمال مین حصر کا دعوا کر بیٹھا اور حق کے احتمال کے واسطے تصور کی بھی گنجائش نہ چھوڑی فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ لا پھر بولا نہین ہی یہ کلام مگر جادو نقل کیا گیا بابل سے یا عجم سے یا دوسرے پہلے ساحرون سے اور یہ قید اسواسطے بڑھائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھکے اسکی بات کو کوئی جھٹلا نہ ڈالے اسواسطے کہ آپکا حال ساحرون کے مخالف تھا پھر نتیجہ نکالنے کے وقت بھی حق احتمال کی مطلق نفی کر دی اور کہا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ط نہین ہی یہ کلام مگر کہا ہوا آدمی کا نہ کہے یون کہتا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ اَوْ كَلَامٌ اِلٰهِيٌّ یعنے نہین ہی یہ کلام مگر جادو یا اللہ تعالیٰ کا کلام ہی تو کچھ بھی بوجھنے بوجھانے کی راہ کھلی رہتی اور اسکو بھی دوسری مرتبہ غور اور تامل کرنے مین جو شق کہ حق ہی اسکی ترجیح ممکن ہوتی اور اسنے اس پانچوین شق سے جو حق اور واقع ہی اسطرح کا انکار اور تکبر کیا تو اعراض اور استکبار کی جزا مین بالضرور سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ قریب ہی کہ داخل کرینگے ہم اسکو دوزخ مین جسکا نام سقر ہی اور یہ دوزخ کا پانچوان طبقہ ہی اور حق تعالیٰ کے غضب اور قہر کا مظہر اتم ہی اور غضب الٰہی کے عظمت کے آثار جو اس طبقے مین ظہور کیے ہین کسی بشر کو اسکا

حال معلوم نہین ہی وَمَآ اَدْرٰىكَ اور کیا جانا تنے اگرچہ تمام مخلوقات ہی مظاہر الٰہیہ کے
جمالیہ ہون یا جلالیہ تم اعلم ہو کہ مَا سَقَرُ کیا ہی سقر اتنا اسکی تعریف اور توصیف
مین جو کہہ سکتے ہین وہ اسقدر ہی کہ لَا تُبْقِیْ ہرگز باقی نہین رکھتی کسی کو جو اسمین ڈالا جاتا ہے
یہان تک کہ اسکو بالکل نیست اور نابود کردیتی ہے وَلَا تَذَرُ اور نہین چھوڑتی اسکو
جلانے کے بعد بھی بلکہ پھر اسکو درست کرتی ہی اور پھر جلاتی ہی ابد الآباد تک یعنی ہمیشہ یہی کام اسکا ہے
جس طرح یہ معاند یعنی ولید پلید شق باطل کو نہ ثابت کرسکتا تھا اور نہ اسکو چھوڑتا تھا اور اس
سقر مین ایک صفت دوسری بھی ہی کہ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ جھلس جلانیوالی اور تعرض کرنیوالی ہے
فقط آدمیون کو نہ موکل فرشتون کو اور نہ وہان کے سانپ بچھوؤن کو اور نہ مکھی اور گلنی کو اور
نہ سینڈھ کے درخت کو بلکہ انسے کچھ بھی تعرض نکریگی اگر ان چیزون کو بھی جلادیتی توان چیزونکے
عذاب سے آدمیون کو نجات ہوتی اور تھوڑی تخفیف عذاب مین ہو جاتی اور لواحہ کا لفظ ماخوذ
ہی عرب کے قول سے یعنی لَاحَهُ الْعَطَشُ سے یہ اسوقت بولتے ہین جب اندر جل جاوے
اور منھ سیاہ ہو جاوے اور بعضے مفسرون نے اس جگہ پہ بشر کی جمع بشرہ کی کہا ہی جو ظاہر
بدن کے پوست کے معنون مین ہی لیکن لاتبقی ولاتذر کے بعد جلانے اور جلا کے سیاہ
کردینے کا ذکر مناسب نہین ہی اسواسطے کہ قوی تاثیر کے بعد ضعیف تاثیر کو ذکر کرنا بلاغت کے
آئین سے دور ہی اور قرآن شریف مین بشر کی لفظ بشرہ کی جمع مین کہین مستعمل بھی نہین ہوئی ہی نہ یہان
نہ دوسری سورتون مین پھر اس لفظ کو غریب معنون مین مستعمل کرنا بہتر نہین ہی اور ان عذابون
کے سواے ایک عذاب ستقر دوزخ مین دوسرا ہی سب سے زیادہ یعنی دوزخ کے موکلون کی
تعدی اور زبردستی کہ آگ کے گرزون سے مارینگے اور آگ کی زنجیرون اور طوقون سے
انکو جکڑینگے اور کبھی گھسیٹینگے اور کبھی ڈھکیلینگے اور اپنی دہشتناک شکلین دکھلاکے ان کا دم
ناک مین کرینگے اور ہر وقت اور ہر لحظہ موت کا مزہ چکھاوینگے اسواسطے کہ عَلَیْهَا اس دوزخ پر
داروغہ مقرر ہین تِسْعَةَ عَشَرَ انیس ۱۹ شخص فرشتون سے اور حدیث شریف مین

آیا ہو کہ ان فرشتون کی آنکھیں برق کی طرح چمکتی ہونگی اور اُنکی آواز تند رعد کی سی ہوگی اور اور اُنکے دانت بارہ سینگے کے سینگ کی طرح اور اُنکے بال اسقدر دراز ہونگے کہ دامن کی طرح زمین پر گھسٹتے ہونگے آگ کے شعلے فوّارے کی طرح اُنکے منھ سے نکلتے ہونگے ایک کاندھے سے اُنکے دوسرے کاندھے تک ایک سال کی مسافت ہوگی ہتیلی اُنکی اسقدر دراز ہوگی کہ ستر ہزار آدمیون کو ایک مرتبے مٹھی مین لیکر جہان چاہین وہان پھینکدیوین مہربانی اور نرمی اُنکے دل سے نکالڈالی گئی ہو اور اِن فرشتون کے اُنیس ہونے کی وجہ یہ ہو کہ دوزخ غضب آلٰہی کے ظہور کا محل ہو سو جسطرح رحمت آلٰہی کسی امر کے سرانجام پہ جسوقت کہ متوجہ ہوتی ہو تو تمام مخلوقات کی روحانیات اِس رحمت آلٰہی کے کارخانے کو سرانجام دینے کے واسطے خادم ہو جاتے ہین تاکہ مشیت اور خواہش آلٰہی خلعت ظہور کا پہن کے جلوہ گر ہووے چنانچہ اِسی مضمون کو اِس قطعہ مین بیان کیا ہو

نظم

ابر و باد و فلک و شمس و قمر کام مین ہین ✤ کہ تو روٹی کو جو پیدا کرے غفلت سے نہ کھائے ✤
ہینگے سرگشتہ و محکوم یہ سب تیری لیے ✤ منصفی یہ نہین جو حکم سے تو یون پھر جائے ✤

اِسی طرح جب غضب اور قہر آلٰہی کسی کام کے جاری کرنے مین متوجہ ہوتا ہو تو بھی تمام مخلوقات کی روحانیات کو اِس خدمت کے سرانجام سے چارہ نہین سو غضب آلٰہی کے کارخانے کو جو دوزخ ہو کئی فرشتون کا ہونا اسکے سرانجام کے واسطے ضروری ہوا سو پہلا فرشتہ وہ ہو جو عرش مجید کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہو اور اسکا نام مالک ہو کہ تمام عمر اسکو ہنسی نہین آئی بلکہ اسکی چہرے پہ خوشی کے آثار ہرگز کبھی معلوم نہین ہوے اور یہ فرشتہ دوزخ مین بادشاہون کے قائم مقام ہو اور دوسرے سب فرشتے اِسکے محکوم اور تابعدار ہین حکم کرنے کی خدمت اِسکو سپرد ہے اور دوسرا فرشتہ وہ ہو جو کرسی کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہو اور دوزخ کے طبقون پہ لوگونکو تقسیم کرنا اور عذاب کا اندازہ ہر ایک کے واسطے مقرر کرنا اسکا منصب ہے اور یہ مالک کے دیوان اور دفتردار کے قائم مقام ہو اور تیسرا فرشتہ وہ ہو کہ ساتوین آسمان کی روحانیات سے

علاقہ رکھتا ہی جو زحل کا مکان ہی اور دوزخیون کے بدنون کو محفوظ رکھنا تاکہ دوزخ کے عذاب کے
صدمے سے بالکل نیست نہو جاوین اور ان بدنون کو ہمیشگی کے وجود کا مستعد کرنا اور ہر ساعت
اور ہر لمحہ نیا چمڑا درست کر دینا اور اُنکے جلے ہوے بدنون کو ہر وقت نیا کر دینا اسکا کام ہے
اور وہ مالک کے میر عمارت کے قائم مقام ہی اور چوتھا فرشتہ وہ ہی کہ چھٹے آسمان کی روحانیات سے
علاقہ رکھتا ہی جو مشتری کا مقام ہی اور دوزخیون کے آپس مین جھگڑا ڈال دینا اور تابع اور
متبوعون کو آپس مین لڑا دینا اور ایک کا دوسرے پر لعنت کرانا یہ اسکا کام ہی چنانچہ
قرآن شریف مین کئی جگہ یہ مضمون مذکور ہی اور وہ مالک کے قاضی کے قائم مقام ہے اور
پانچوان فرشتہ وہ ہی کہ پانچوین آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہی جو مریخ کا مکان ہی
اور دوزخیون کو پکڑنا اور باندھنا اور کھینچنا اور مارنا اور زخمی کرنا اِسکے ذمہ ہی اور وہ مالک کے
کوتوال اور جلاد اور میر عذاب کے قائم مقام ہی اور چھٹا فرشتہ وہ ہی کہ چوتھے آسمان کی روحانیات
سے علاقہ رکھتا ہی جو آفتاب کا مکان ہی اور دوزخیون کے باطل اعتقاد اور بری کام کو
ظاہر کرنا اور ندامت اور شرمندگی اِن پر ڈالنا تاکہ عذاب روحانی مین گرفتار ہووین یہ سب
اِسکا کام ہی اور وہ اِس عالم کے میر تعلیم اور اتالیق کے قائم مقام ہی اور ساتوان فرشتہ وہ ہی کہ
تیسرے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہی جو زہرہ کا مکان ہی اور دوزخیون کو رونا
اور پیٹنا اور چلانا اور واویلا کرانا اور زفیر اور شہیق یاد دلانا اسکا کام ہی اور وہ اِس عالم کے
رقاصون کے قائم مقام ہی اور آٹھوان فرشتہ وہ ہی کہ دوسرے آسمان کی روحانیات سے
علاقہ رکھتا ہی جو عطارد کا مکان ہی اور دوزخ والون کے احوال ایک فرقہ کے دوسرے
فرقہ کو پہنچانا اور عذاب کی کیفیت ایک کی دوسرے کو سُنانا تاکہ خویش اور اقربا اور دوستون کے
دل اِس احوال کے سُننے سے رنج اور الم اور حسرت مین گرفتار ہووین یہ سب اسکا کام ہی
اور وہ اِس عالم کے جاسوس اور ہرکارے اور قاصدون کے قائم مقام ہی اور نوان فرشتہ
وہ ہی کہ پہلے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہی جو ماہتاب کا سیرگاہ ہی اور دوزخیون کے

زخمون کو پکانا اور پیپ اور خون اور بدبو اسمین پیدا کرنا اور انکو پھوڑ کے بہانا اسکا کام ہی اور وہ اس عالم کے جراحون کے قائم مقام ہی اور دسوان[١٠] فرشتہ وہ ہی جو آگ کے کرہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور دوزخ مین آگ دہکانا اور چنگاریان اس سے اڑانا اور دوزخیون کے بدنون کو پکانا اس سے متعلق ہی اور وہ اس عالم کے باورچی کے قائم مقام ہی اور گیارھوان[١١] فرشتہ وہ ہی جو ہوا کے کرہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور دھوین کا اٹھانا اور دوزخیون کے مسامون مین پونہچانا اور گرم ہوا زہردار کو بہانا اسکا کام ہی اور وہ اس عالم کے فراش کے قائم مقام ہی اور بارھوان[١٢] فرشتہ جو پانی کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور زمہریر کے طبقے کو آراستہ اور درست کرنا اور ٹھنڈک اور کپکپی دوزخیون کے بدنون مین پیدا کرنا اسکا کام ہی اور وہ اس عالم کی میر سقائی کے قائم مقام ہی اور تیرھوان[١٣] فرشتہ وہ ہی جو خاک کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور دوزخیون کے بدنون اور ہر ہر عضو کو بڑا اور بھاری کرنا چنانچہ کافرون کے ہر ہر دانت پہاڑ کے برابر اور اسی طرح سے ہر ران انکی بڑے پہاڑ کے برابر ہو جائیگی تاکہ ہلنا ڈلنا ان پر دشوار ہو جاوے اور اپنے عضوون کو ملا نہ سکین اور جو گالی اور برائی منھ سے بکا کرتے ہین انکو گرم راکھ کا سفوف کرکے پھنکانا یہ سب اسکے ذمہ پر ہی اور وہ اس عالم کے پہلوانون کے قائم مقام ہی اور چودھوان[١٤] فرشتہ جو معدنون کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور طوق اور زنجیرون کا درست کرنا اور دوسرے لوہے کے اسباب تیار کرنا اور ان سب کو آگ مین ڈال کے تاؤ دینا اور سونے چاندی کی تختی بنانا اور انکو بھی تاؤ دیکر پیشانی اور پیٹھ اور پہلو دوزخیون کو داغ دینا یہ سب اسکا کام ہی اور وہ اس عالم کے لوہارون کے قائم مقام ہی اور پندرھوان[١٥] فرشتہ جو جھاڑ اور درختون کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور سینڈھ اور دوسرے خاردار اور کڑوے زہر آلودہ درختون کا اگانا اور انکو پرورش کرنا تاکہ دوزخیون کے کھانے مین صرف ہووین یہ سب اسکا ذمہ ہی اور وہ اس عالم کے کسانون اور کھیتی والون کے قائم مقام ہی اور سولھوان[١٦] فرشتہ جو حیوانون کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور سانپ اور بچھو اور کلنی اور مکھی اور مچھرون کو دوزخیون پر مسلط کرنا اسکا کام ہی اور وہ اس عالم کے میر شکار کے

قائم مقام ہی اور سترھوان ۱۷ فرشتہ کہ لطیفہ طبع کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور اسکا مقام جگر ہی اور بھوک اور پیاس کی دوزخیون پر شدت کرنا تاکہ اس بلا مین گرفتار ہو کے الجوع الجوع اور العطش العطش پکارین اور سینڈھ کھلانا اور گرم کھولتا پانی پلانا اسکا کام ہی اور وہ اس عالم کے طبیب کے قائم مقام ہی اور اٹھاروان ۱۸ فرشتہ دل کے لطیفہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور اسکا محل مضغہ صنوبری ہی اور دل کو رنج دینے والی کیفیتین جیسے خوف کی زیادتی اور بہت گھبراہٹ اور شرمندگی دوزخیون پر ڈالنا اسکا کام ہی اور وہ اس عالم کے مرشد اور مشائخ کے قائم مقام ہی اور انیسوان ۱۹ فرشتہ عقل کے لطیفہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور اسکا محل دماغ ہی اور اپنی اپنی خطاؤن اور چوکون پر جو حکم اور عمل مین کی تھین بطلع اور خبردار ہونا اور امورات حقیقیہ واقعیہ کو دریافت کرنا اور ان دلیلون کی قوت کو بوجھنا اور اپنے شبہون کے فساد کو دریافت کرنا اور بزرگی اس چیز کی جسکو حقیر جانتا ہی اور حقارت اس چیز کی جسکو بزرگ جانتے تھے بوجھنا یہ سب چیزین اسی کی تعلیم سے دوزخیون کو حاصل ہونگی اور وہ اس عالم کے حکیم اور فلسفی کے قائم مقام ہی اور جو ظاہری اور باطنی عذاب اور قہر الٰہی کا کارخانہ بدون جمع ہونے ان روحانیات کے سرانجام نہین پا سکتا ہی اس سبب سے ان سب کا جمع ہونا ضرور ہوا لیکن یہ انیسون شخص اس عالم کے رئیسون کے قائم مقام ہین چنانچہ دنیا مین بھی یہی انیسون شخص رحمت الٰہی کے کارخانے کو سرانجام دیتے ہین سو دوزخ مین انکے خادم اور فرمان روا اسقدر ہین کہ کوئی انکی گنتی اور شمار کر نہین سکتا جسطرح دنیا مین ان انیسون روحانیات کے لشکر کا شمار محال ہی چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی وَمَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ یعنے اللہ تعالیٰ کے لشکر کی کوئی گنتی نہین جانتا ہی سوای اسی ذات پاک کے اور بعضے محققین نے یون بیان کیا ہی کہ دوزخ تو مجمع ہی نحوستون اور برائیون کا سوا اسی مین ہر چیز کی نحوست کا ظہور چاہیے اور عالم مین نحوست کے اسباب انیس چیزون مین منحصر ہین سات ۷ ستارے اور بارہ ۱۲ برج سو ان انیسون چیزون کی نحوست پونہچانے کے واسطے انیسون فرشتے مقرر ہونگے جسطرح بہشت کے موکل فرشتے نکوئیان اور

برکتین ان انیسون چیزون کی بہشتیون کے واسطے بہشت مین پونہچا دینگے لیکن جو
بہشتیون کی سعادت کے اسباب ان ہی انیس چیزون مین منحصر نہونگے بلکہ انکے واسطے
ان نکوئیون اور سعادت کے سواے حق تعالیٰ کی رحمت مخفیہ کے خزانون سے بہت سی
سعادتین ظہور کرینگی اس سبب سے بہشت کے موکلون کے عدد ان ہی انیسون مین
منحصر نہوئے اور حکمانے یون کہا ہی کہ نفس انسانی کے فساد کی جزا دوزخ ہی اور نفس انسانی کا
فساد دو قوتون مین لاحق ہوتا ہی ایک قوت نظریہ اور دوسری قوت عملیہ اور اس فساد کے
سبب سے نفس انسانی قواے حیوانیہ اور طبعیہ کو اپنے اپنے محل مین استعمال نہین کرتا ہی بلکہ
وہ قوے جنکے واسطے مخلوق ہوے ہین انکے ضد مین صرف کرتا ہی اس سبب سے
جتنی قوتین اسنے ضائع کی ہین اس ہر قوت کے مقابل مین ایک ایک فرشتہ پیدا ہوگا
تاکہ اس قوت کے ضائع کرنے پر اسکو اس عذاب مین گرفتار کرے اور قواے حیوانیہ بارہ ۱۲
ہین پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی حواس اور ایک قوت شہویہ اور ایک قوت غضبیہ اور
قواے طبعیہ سات ہین جاذبہ اور ماسکہ اور ہاضمہ اور دافعہ اور غاذیہ اور نامیہ اور مولدہ تو
یہ سب انیس ہوئین اور فن حساب کے ماہرون نے یون کہا ہی کہ عدد کی دو قسمین ہین ایک قلیل اور
اسکا اطلاق ایک سے نو تک ہوتا ہی اور دوسرا کثیر اور اسکا اطلاق دس سے بے انتہا تک سو ان
فرشتون کے شمار مین عدد قلیل کی انتہا کو یعنی نو کو اور عدد کثیر کی ابتدا کو یعنی دس کو ان دونونکو
جمع کیا ہی اور علماے کلام نے یون کہا ہی کہ دوزخ کے دروازے سات ہین ان مین سے
ایک دروازہ ایماندار گنہگار اور فاسقون کے واسطے ہی اور اس دروازے پر ایک فرشتہ
موکل ہی اسواسطے کہ فاسقون کی ایک ہی سبب سے تعذیب ہے یعنی عمل کے ترک کرنے سے
فقط اور باقی ہر چھہ دروازون پر تین تین فرشتے مقرر ہین اسواسطے کہ کافرون پر تین سبب سے
عذاب ہوگا ایک اعتقاد کے ترک کرنے پر اور دوسرا اقرار کے ترک کرنے پر اور تیسرا عمل کے
ترک کرنے پر اور چھہ کو تین مین ضرب کرو تو اٹھارہ ہوتے ہین اور ایک مل کے انیس ہوئے

اور واعظون نے یون بیان کیا ہی کہ دن کی بارہ ساعتین اور رات کی بارہ ساعتین سب
مل کے چوبیس ہوئین اِن مین سے پانچ ساعتین پانچون نماز کی کرامت کے سبب سے معاف
ہوگیئن ہین اُنیس جنکو مرضی الٰہی کی مخالفت مین صرف اور ضائع کیا ہی سو اُن ہر ایک کے
عوض مین ایک ایک فرشتہ مقرر ہوگا تاکہ اِن پر عذاب کرے اور یہ کلام حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی اور معتبر تفسیرون مین منقول ہی اور فقہا رحمۃ اللہ علیہم نے یون کہا
ہی کہ اِس عدد کی تعیین کا بھید عقل دریافت نہین کرسکتی ہی جسطرح تمام شرعی توقیفی
عدد ہین کہ اُنکا بھید بھی سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہین ہی جسطرح آسمانون کے
عدد اور زمین کے طبقون کے عدد اور ستارون کے عدد اور ہفتے کے سات دن اور
دو سو درم مین نصاب زکوٰۃ کا ہونا اور کفارون کی تعیین اور نماز کی رکعتین بلکہ نماز کا
پانچ وقتون پر ہونا یہ سب اِسی قسم سے ہین واللہ اعلم بالصواب اور معتبر تفسیرون مین مروی ہی کہ
یہ آیت جب نازل ہوئی تو ابوجہل ملعون نے تمام قریش کے مردون کو دارالندوہ مین جمع
کیا اور کہا کہ کچھ تمنے سُنا فقط اُنیس پیادون کے بھروسے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم
لوگون کو قیامت سے خوف دلایا کرتا ہی اور تم لوگ تو اِسقدر جماعت کثیر ہو اور اپنی شجاعت
اور بہادری کے برابر کسی کو بھی سمجھتے نہین ہو سو کیا تم لوگون سے اِسقدر بھی نہو سکیگا کہ
دس دس آدمی ایک ایک پیادے سے چمٹ جاوین اور اُسکو مغلوب اور عاجز کردین ایک
پہلوان اُنہین بڑا نامی مشہور تھا اسکو ابوالاسدین کہا کرتے تھے وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ
سترہ شخصون کو تنہا مین کفایت کرونگا باقی رہے دو اِن دونون کا تمہارا ذمہ ہی سو حق تعالےٰ
جل شانہ نے اُنکی اِس مسخری کے جواب مین اِس آیت کو نازل فرمایا ہی کہ وَمَا جَعَلْنَا
أَصْحٰبَ النَّارِ اور نہین کیا ہی ہمنے دوزخ والون کو یعنی جنکے حوالے مین دوزخ ہی اور سب
لوگون کو دوزخ مین ڈالنا اور نکالنا اِن ہی کا ذمہ ہی اور صاحب جس طرح ہمنشین کو کہتے ہین
اِسی طرح مالک اور متصرف کو بھی کہتے ہین چنانچہ مشہور ہی کہ صاحب گھر کا اور صاحب مجلس کا

اعلا شخص ہی اور اس جگہہ پر صاف اِن ہی معنون مین مستعمل ہی اِلّا مَلائِکَۃ مگر فرشتون کے
اور فرشتون کا زور اور قوت تمکو خوب معلوم ہی اسواسطے کہ اِن ہی مین سے ایک فرشتہ وہ ہی
جسکا نام عزرائیل ہی یعنی ملک الموت کو ہزارون کی جانین ایک لمحے مین قبض کرلیتا ہی اور
اسکے مقابلے کی طاقت بڑے بڑے لشکر بلکہ تمام جہان والے نہین رکھتے ہین اور دوزخ پہ
فرشتون کو مقرر کرنے کی وجہ ایک یہ بھی ہی کہ ہمجنس ہونے کے سبب سے آدمیون اور جنون پہ
مہربانی نکرین اور انکے دل رقت اور نرمی نکرین جسطرح دنیا کے بادشاہون کو جب کسی
شہر والونکو یا کسی فرقے کو انتقام و سزا دینا منظور ہوتا ہی تو اسی شہر اور اسی فرقے کے غیر جنس کے
حاکم کو ان پر مسلط کرتے ہین تاکہ جنسیت اور مناسبت کی طرف میلان کرکے انتقام مین
سستی نکرین اور یہ بھی ہی کہ فرشتون کو اللہ تعالےٰ نے معصوم پیدا کیا ہی گناہ انسے ہو نہین سکتا ہی سوا انکو
جن اور انس کے گنہگارونکی سزا دینے کے واسطے مقرر کیا ہی اسواسطے کہ انسے حکم مین خلاف
نہوگا اگر جنات یا انسان مین سے جو گنہگار ہین انکو دوزخیون کی تعذیب کے واسطے
مقرر فرماتے تو ان گنہگارونکی سزا ان گنہگارونکو نہ پہنچتی اور اگر انکو بھی دوزخ مین معذب رکھتے تو انکی تعذیب
کے واسطے دوسرے لوگ مقرر ہوتے پھر یہ سلسلہ بڑھتا تو تسلسل لازم آتا اور اگر دوزخیون کی تعذیب کے
واسطے نیکون کو مقرر کرتے تو باوجود ان کی بیگناہی اور خطاؤن کے عفو ہو جانے کے
انکی تعذیب لازم آتی اسواسطے کہ آدمی اور جن کا جسم آگ کی نزدیکی کو ہمیشگی کے طور پر متحمل
نہین ہو سکتا ہی اور سوا اسکے اپنے ہمجنسون اور اپنے قریبون اور دوستون کا عذاب دیکھ کے
جسمانی عذاب سے زیادہ تر روحانی عذاب مین گرفتار ہوتے بلکہ ان لوگون سے ہرگز نہو سکتا کہ
اپنے خویش اقربا بھائی بندون کو اسطرح کی سختی اور تکلیف مین گرفتار کرین بلکہ یہ تکلیف
مالا یطاق ان پر لازم آتی بخلاف فرشتون کے کہ یہ چیزین انمین پائی ہی نہین جاتین ہین اور کسی کی
خاطر مین یہ شبہہ گذرے کہ دوزخ کے امورات کی کارپردازی اور سرانجام جب فرشتون کو سپرد ہوا
اور اس کام پر فرشتے مقرر ہوئے اور فرشتون کی قوت معلوم ہو چکی کہ ایک فرشتہ تمام
جہان کو ہلاک کر دینے کے واسطے کافی ہی پھر انیس فرشتونکو مقرر کرنیکی کیا حاجت تھی تو اس کا

جواب ارشاد ہوتا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اور نہین مقرر کی ہمنے گنتی اِن فرشتون کی کہ
انیس ۱۹ ہین اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مگر واسطے جانچنے اور عذاب کرنے
کے کافرون پر جو کفر کی حالت مین مرے ہین تاکہ ہر قسم کے عذاب مین گرفتار ہووین اور اگر
ایک یا دو یا تین شخصون کو دوزخ پر مقرر کرتے ہم تو وہ ایک قسم یا دو قسم یا تین قسم کا عذاب کر سکتے
سو انیس کا مقرر کرنا اِسواسطے ہی کہ انیس ۱۹ قسم کے عذاب کو سرانجام دیوین اور عذاب کی قسمین
بھی اُن ہی انیس ۱۹ مین منحصر ہین چنانچہ انحصار کی وجہ اوپر گذر چکی ہی تو گویا جتنی عذاب کی قسمین
ہین سب دوزخیون کے حق مین ثابت ہو چکین اور فرشتے کی قوت عملون کی کثرت مین
از روے کمیت کے اور عملون کی شدت مین از روے کیفیت کے اگرچہ وفا کر سکتی ہی یعنی
ہزارون مشکل کام کر سکتا ہی اور ایک فرشتہ جو کام لاکھون آدمیون سے نہو سکے کر سکتا ہی لیکن
ایک فرشتہ تمام اعمال مختلفہ کی قسمون کو سرانجام نہین دے سکتا ہی بلکہ ایک فرشتہ دو قسم یا تین
قسم کا کام بھی سرانجام نہین کر سکتا ہی چنانچہ ملک الموت علیہ السلام مان کے پیٹ کے
بچے مین جان نہین ڈال سکتے ہین اور حضرت جبرئیل علیہ السلام پانی نہین برسا سکتے ہین اور
حضرت میکائیل علیہ السلام وحی نہین لا سکتے ہین جسطرح سے کان دیکھ نہین سکتا ہی اور آنکھ سن
نہین سکتی ہی اگرچہ اپنے قسم کے کام کتنے ہی سخت ہون کر سکتے ہین جیسے کان سے ہو سکتا
ہی کہ ہزارون آوازین سن لے اور ماندگی اُسے حاصل نہو اور آنکھ سے ہو سکتا ہی کہ ہزارون رنگ کو
دیکھ لے اور عاجز نہو سو اسی طرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیون پر مقرر ہوتا تو اِس سے
ایک قسم کا عذاب سب دوزخیون کے واسطے ہو سکتا تھا لیکن دوسری قسم کا عذاب جو اِس سے
متعلق نہین ہی وہ اُس سے نہو سکتا اور اِس طرح سے ہر ہر قسم کے عذاب مین کافرون کو مبتلا کرنا
اور ہر ہر قسم کے عذاب کے واسطے علحدہ فرشتہ مقرر کرنا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
اِسواسطے ہی کہ تاکہ خوب یقین حاصل کرین وہ لوگ جو دیے گئے ہین کتاب اِسواسطے کہ اہل کتاب کو
معاملات الٰہیہ کے بھیدون کی بوجھ اور فرشتون کے افعال اور احوال پر اطلاع اور اِنکی قوتون کی

دریافت کہ کس کس چیز مین انکو کمال حاصل ہے اور کس چیز مین نہین ہے اور کامل علی الاطلاق اور
قوی اور متین حقیقی سواے ذات پاک باری تعالیٰ عز اسمہ کے کوئی نہین ہے اِن سب چیزونکی
خبر انکو بخوبی حاصل ہے اور یہ بھی ہے کہ اگر اپنی کتابون مین اِس گنتی کو سنا ہے لیکن اِس عدد پر منحصر
ہونے کی وجہ کو نہین بوجھے ہین تو اِس نکتے سے بوجھ لین کہ اِن عددون سے عذاب کی
سب قسمون کو گھیرنا منظور ہے اور اِس بات کے دریافت کرنے سے اِنکی خاطر کو تسلی ہو اور
عقیدے پر پورا اطمینان اِنکو حاصل ہووے اور اِس پیغمبر کا اور اِس کلام آلہی کا جو تازہ اُترا ہے
احسان مانین اور دل اور جان سے اسکو قبول کرین پس لام تعلیل کا جو لیستیقن اور اسکے
معطوفات مین پایا جاتا ہے وہ اِس کلام سے متعلق ہے جو ما نافیہ اور پہلی استثنا سے ذہن مین حاصل
ہوا ہے یعنی وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
یعنے سواے اِسکے نہین کہ ہمنے کردی گنتی اِن فرشتون کی جانچ کافرون کے واسطے تاکہ یقین
کرین جو لوگ کتاب دیے گئے ہین وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا اور تاکہ زیادہ
ہون وہ لوگ جو پہلے سے تم پر ایمان لائے ہین اپنے ایمانون مین اور یہ خوب معلوم کرلین کہ
کفر بہت بُری چیز ہے ہر قسم کے عذاب مین گرفتاری کا سبب پڑتا ہے اور ایمان مین کمال پیدا
کرین اور کفر سے بہت دور رہین وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
وَالْمُؤْمِنُونَ اور نہ شک کرین جو لوگ دیے گئے ہین کتاب اور ایمان دار انیس ۱۹
عدد کی تعیین مین اور یہ بات زبان پر نہ لادین کہ اگر ایک فرشتہ سب دوزخیون پر عذاب
کرسکتا تھا تو ایک ہی کافی تھا اور اگر ایک سب کے واسطے کافی نہ تھا تو کرورون دوزخیون
کے مقابلے مین اُنیس ۱۹ سے کیا ہوسکتا ہے اسواسطے کہ اِس بیان سے انکو معلوم ہوجائیگا کہ
اُنیس ۱۹ کا مقرر کرنا ہر قسم کے عذاب کو گھیر لینے کے واسطے ہے نہ عذاب کیے گیون کے
مقابلے کے واسطے وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ اور تاکہ کہین لوگ
جنکے دلون مین جہل کا روگ بھرا ہوا ہے اور اِس جہل کے سبب سے انکا ایمان بھی ضعیف اور

بود اہو گیا ہو وَالْكَافِرُوْنَ اور کافر بھی کہیں جنکے دلون مین ایمان کی بو بھی نہیں ہے
اور جہل مرکب اِن مین مضبوط ہو گئی ہو کہ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ
کیا ہو اللہ تعالی نے اِس گنتی سے جو کافرون کے عذاب کرنے کے واسطے مقرر کی ہو مثلث
مثلاً اسواسطے کہ اگر دوزخیون کا مقابلہ اور انکو مغلوب کرنا ارادہ کیا ہی تو انیس ۱۹ سے بھی
کچھ نہین ہو سکتا ہو اور اگر تعذیب کے اسباب کو سرانجام کرنا اور لکڑیان اور کنڈے آگ مین
جلانے کے واسطے جمع کرانے کا ارادہ کیا ہو تو یہ بھی کام اِتنے تھوڑے گنتی کے شخصون سے نہو سکیگا
اور اگر یون ارادہ فرمایا ہو کہ مین اپنی قدرت کاملہ سے اِن فرشتون کے ہاتھون سے
عذاب کرونگا تو فرشتون کا ہونا اور نہونا دونون برابر ہو اور اگر اسباب ظاہری کی رعایت سے
اِنکو مقرر فرمایا ہو تو ایک یا دو بھی کافی تھے اسقدر ضرور نہ تھے اور اگر بالفرض عدد ہی
معین کرنا منظور تھا تو دوسرے عدد جو مشہور اور معتبر ہین جیسے دس ۱۰ یا بیس ۲۰ کہ یہ عدد کے
عقود ہین یا پندرہ ۱۵ یا سترہ ۱۷ یا بارہ ۱۲ مقرر فرمانا تھا یہ عدد یعنی انیس ۱۹ جنکا کسی جگہ اور کسی فرقہ کے
نزدیک اعتبار نہیں ہو کسواسطے مقرر فرماتے ہین اور یہ بھی احتمال ہو کہ مثلاً کی لفظ تمیز واقع
ہوئی ہو نسبت ایقاعیہ سے جو اَرَادَ کی طرف مَاذَا کی ہو یعنی کونسی تمثیل ارادہ فرمائی ہو اِس عدد سے
گویا یون کہتے ہین کہ ظاہر اِس عدد کا تو بالیقین مراد نہیں ہو تو معلوم ہوا کہ اس عدد کا ذکر
کسی دوسری چیز کی تمثیل کے واسطے ہو لیکن وہ چیز کیا ہو اِسکو بیان کرنا چاہیے تاکہ ہماری
خاطر جمعی ہو جاوے لیکن پہلی توجیہ مین یعنی مثلاً کو جہان فعل محذوف کا مفعول گردانا ہی
یعنی مثلث کا سو وہان ایک اشارہ بہت ہی لطیف اور پاکیزہ حاصل ہوتا ہی یعنی تمام حق تعالی
کے معاملات مین اور اللہ تعالی کے وقائع عجیبہ مین یہ لوگ یعنی ضعیف الایمان اور کافر اسی
قسم کے شکوک اور شبہے پیدا کرتے رہتے ہین اور بحث اور اعتراض کیا کرتے ہین اور
اِس واسطے قصے مین دو فرقون کو یعنی مومنین اور اہل کتاب کو ہدایت پر ہدایت زیادہ ہوتی اور
دو ۲ فرقون کو یعنی ضعیف الایمان اور کافرون کو گمراہی پر گمراہی زیادہ ہوئی سو حق تعالی لوگون کو

عبرت اور نصیحت کے طور پر فرماتا ہی کہ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ
اسی طرح ہر واقع مین گمراہ کرتا ہی اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہی اسیطور سے کہ اس واقع کے بھید سے
اسکی نظر کو بند کر دیتا ہی اور اسکے ظاہری پر اس شخص کے فہم کو قاصر رکھتا ہی آخر کو شک یا تردد
مین پڑ جاتا ہی یا اسکا انکار کر بیٹھتا ہی اور اسکے ساتھ مسخری کرنے لگتا ہی اور ضلالت اور گمراہی کے
بھنور مین پڑ کے ہلاک ہوتا ہی وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور راہ دکھلاتا ہی اور مطلب کو
پونہچاتا ہی جسکو چاہتا ہی اس طور سے کہ اسکی نظر کو اس واقعہ کے بھید کو پونہچاتا ہی اور اسکی حقیقت کو
وہ دریافت کر لیتا ہی اس سبب سے اسکا اطمینان اور چین روز بروز بڑہتا جاتا ہی وَمَا یَعْلَمُ
جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ اور نہین جانتا ہی تیرے پروردگار کے لشکر کو کوئی مگر وہی
چنانچہ اسکے لشکرون سے بعضے وہ ہین کہ تن تنہا لاکھون کرورون کو کافی ہین جیسے
ملک الموت اور جیسے آفتاب اور ماہتاب دنیا مین روشنی کے واسطے اور بعضے وہ ہین کہ دو دو
مل کے کام کرتے ہین جیسے کرام کاتبین اور دو آنکھین اور دو کان اور بعضے وہ ہین کہ تین
تین مل کے کام کرتے ہین جیسے موالید ثلثہ یعنی نباتات اور جمادات اور حیوانات اور بعضے
وہ ہین کہ چار چار مل کے کام کرتے ہین جیسے عناصر اربعہ اور بعضے پانچ پانچ جیسے حواس خمسہ
اور خمسہ متحیرہ یعنی آفتاب اور ماہتاب کے سواے پانچون ستارے یعنی زحل اور مشتری اور مریخ اور
زہرہ اور عطارد اور بعضے چھ چھ جیسے چھ طرفین اور بعضے سات سات جیسے ساتون آسمان
اور ساتون ستارے اور بعضے آٹھ آٹھ جیسے آٹھ مزاج اور آٹھ بہشتین اور علی ہذا القیاس
سو ایماندار کو مجمل اتنا اعتقاد کرنا ضرور ہی کہ دوزخ کا کارخانہ اللہ تعالیٰ کی حکمت مین بدون
جمع ہونے انیس ۱۹ کے تمام نہین ہوتا ہی اس سبب سے اس عدد کو حق تعالیٰ نے دوزخ کے
کارپردازون کے واسطے مقرر فرمایا ہی اور حق تعالیٰ کی حکمتون کی تفصیل جو ہر قول اور ہر امر مین
مرعی اور مقصود ہی بیان کرنے کے لائق نہین ہی اسواسطے کہ اکثر عوام کی فہم سے باہر ہے
اور جو جو غرض کہ قرآن مین دوزخ کے ذکر سے اور بنیروں کے بیان سے منظور ہے

ع ۱ ۳ ۱۵

وہ اِس حکمت کے بیان پر موقوف بھی نہین ہی **وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ** اور نہین ہی وہ دوزخ مگر عبرت اور پند آدمیون کے واسطے ہی تاکہ اِسکا احوال سُنکے غضب اور قہر الٰہی سے ڈرین اور اُسکی نافرمانی نکرین اور اگر کافرون کہین کہ اِس عدد مقرری کی حکمت اگرچہ ہماری فہم مین نہین آسکتی ہی لیکن اِس عدد کا خلاف حکمت ہونا ظاہر ہی اسواسطے کہ یہ عدد بہت قلیل ہین اور عدد قلیل عبرت اور خوف کے سبب نہین ہوسکتے ہین تو اِسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ **كَلَّا** اِس عدد کو ہرگز تھوڑا مت جانو **وَالْقَمَرِ** قسم کھاتا ہون مین ماہتاب کی جسکا نور تمام مہینے مین اُنیس[۱۹] رات خوب معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ آفتاب سے مجتمع ہونے کے وقت مین اسکا نور ہرگز معلوم نہین ہوتا ہی اور اِس اجتماع کے پہلے بھی چار دن ضعیف النور رہتا ہی چنانچہ دوسرے ستارون مین اور اِسمین چندان امتیاز نہین رہتا ہی اور اِس اجتماع کے بعد بھی ہلالیت کے دنون مین کچھ اوپر تین دن اِسی طرح کا رہتا ہی باقی رہین اُنیس[۱۹] راتین کہ اِنہی راتون مین چاند کی روشنی کی کفایت تاثیر کرتی ہی اور تمام جہان کو اپنے نور سے بھر دیتی ہی چنانچہ ہزارون میوے اِسکی تاثیر سے بڑھتے ہین اور ہزارون لاکھون دانے کھیتون مین مغز سے پُر ہو جاتے ہین اور دریاؤن مین اور اُگنے والی چیزون مین اور حیوانون کے جسمون مین اور اِنکے خلطون اور دماغون اور گوشتون اور چربیون مین رطوبتون کی زیادتی اِسی کے سبب سے حاصل ہوتی ہی سو اب یہان اُنیس[۱۹] عدد کی تاثیر کو دیکھو کہ کسقدر عظمت اور بزرگی رکھتی ہی جس نے تمام جہان کو آباد کر دیا اور ایسے بڑے کارخانے کو سرانجام دیدیا **وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ** اور قسم کھاتا ہون مین رات کی جب کہ پیٹھ دیکے بھاگتی ہی آفتاب کی روشنی قاہرہ کے سبب سے اگرچہ آفتاب اِسوقت افق کے نیچے ہوتا ہی اور مخروط ظلی زمین مین اور قرص آفتاب مین اُنیس[۱۹] درجے کا فاصلہ ہوتا ہی سو آفتاب کے نور سے اِس اُنیس[۱۹] درجے کے ضمن مین اِسقدر تاثیر قوی کی کہ زمین کے ظلی مخروط کو جو آدھے جہان پر غالب ہوکے متصرف ہوا تھا اپنے ایک ایک پانون سے شکست دی اور بھگا دیا اور تمام جہان کو تاریکی سے خلاصی دیکر روشن کر دیا

اور بڑے عمدہ کارخانے نے سرانجام پایا اور گویا موت کے بعد زندگی کی صورت نمود ہوئی
وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ اور قسم کھاتا ہون مین صبح کی جسوقت کہ روشن ہوتی ہی اور اپنے
نور سے تمام جہان کو منور کردیتی ہی اور قوۃ باصرہ کو بیکار ہوجانے کے بعد پھر کام مین لگاتی ہی
اور یہ بھی آفتاب کے نور کی تاثیر کے سبب سے ہی اگرچہ ابتک انیس ۱۹ درجے افق کے نیچے واقع
ہی سوان عمدہ تین کارخانون کے ساتھ جو انیس ۱۹ عدد کی تاثیر سے زمانے اور مکان مین سرانجام
کی صورت قبول کرتے ہین ہم دلیل پکڑتے ہین اسپر کہ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ
بیشک وہ دوزخ بھی ایک عمدہ کارخانہ ہی خدائی عمدہ کارخانون سے کہ حق تعالی کی عدالت
اور انتقام کا ظہور اسی کارخانے مین ہی سو یہ کارخانہ بھی اگر انیس ۱۹ فرشتون سے سرانجام
پاوے تو کچھ عجب نہین ہی اسواسطے کہ اسکی قدرت کے بہت سے عمدہ کارخانے اسی عدد سے
سرانجام پاتے ہین نہایت امر یہ ہی کہ دوزخ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ڈرانیوالی ہی آدمیون کے
واسطے یعنی آدمی اسکے اوصاف جو سنتے ہین تو وہ سننا انکے خوف کا سبب پڑتا ہے
بخلاف دوسرے کارخانون کے جیسے ماہتاب کے نور کی تاثیر اور رات کا جانا اور صبح کا
آنا ان مین سے کوئی چیز انکے خوف کا سبب نہین پڑتی ہی سو اس کارخانے کے خوف
کے سبب سے اسکے حال مین تامل نہین کرتے ہین اور اسکی حقیقت کو دریافت نہین کرتے ہین
بلکہ انکار کر بیٹھتے ہین اور دوسرے کارخانون مین جو تھوڑے نفع کی امید ہی تو اس طرف
رغبت سے تامل اور غور کرتے ہین اور اسکے اسباب کو بھی خوب بوجھتے ہین بلکہ حکمت اور
ہیئت کی کتابون مین لکھ چھوڑتے ہین اس سبب سے ان کارخانون مین تعجب اور انکار نہین
کرتے ہین اور ان کارخانون مین اگر کچھ خوف اور ڈر بھی ہوتا ہی تو خاص بعضے آدمیون کو ہوتا
ہی جسطرح چور کہ چاند کی روشنی اور رات کے جانے اور صبح کے آنے سے خوف کرتے ہین
اور چورون کے سواے کوئی خوف نہین کرتا ہی بخلاف دوزخ کے خوف کے اسواسطے کہ وہ
تمام ہی لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ ہر شخص کے واسطے تم مین سے سو جو چاہے آگے بڑھے

بھتری مین یا برائی مین اَوۡ يَتَأَخَّرَ ۝ یا چاہے پیچھے ہٹے اچھائی مین یا برائی مین اسواسطے
کہ برے کام مین آگے بڑھنے سے دوزخ کا خوف لاحق ہوتا ہی اور اچھے کام مین تاخیر کرنے سے بھی
دوزخ کا خوف ہوتا ہی اور ہر کار خیر مین آگے بڑھنے والا اور برے کام سے پیچھے ہٹنے والا
بہت کمیاب اور نادر الوجود ہوتا ہی والنادر کالمعدوم مثل مشہور ہی اور اکثر بنی آدم کا حال
یہ ہی کہ اگر ایک برے کام کو چھوڑتے ہین تو دوسرے کو پکڑتے ہین اور اسی طرح اگر ایک نیک
کام مین پیشقدمی کرتے ہین تو دوسرے نیک کام سے تاخیر ہوتی ہی اسی سبب سے دوزخ کا خوف
سب کو لاحق ہوتا ہی یہی سبب ہے کہ دوزخ کی دھر پکڑ قیامت کے دن عام ہو گی اسواسطے کہ
كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ ہر جان بدلے مین اسکے جو کمایا ہی برائی کے کرنے سے
اور نیکی کے کرنے سے اور نیکی کے نہ کرنے سے رَهِينَةٌ گرد ہو گی دوزخ مین اور
دوزخ کے موکلون کے ہاتھون مین آور جو حاصل کرنے کے آلات اور اسباب ہر نفس مین
انیس ۱۹ چیزین ہین دو ہاتھ اور دو پانون اور زبان اور دل اور پیشاب اور پایخانے کا مقام
اور پیٹ اور پیٹھ ہے آور حواس خمسہ یعنی باصرہ سامعہ لامسہ ذائقہ شامہ اور فکر اور عقل اور شہوت
اور غضب اسی سبب سے دوزخ مین انیس ۱۹ فرشتے اسپر عذاب کرینگے اور ایذا پونہچا وینگے
اور کوئی شخص ان چیزون کے استعمال مین بے قصور نہین بچا ہی ہر شخص تقصیر وار ہی یا ان
چیزون کے غیر محل مین صرف کرنے سے یا اس محل مین صرف نہ کرنے سے یہی سبب ہے
کہ دوزخ کے موکلون سے کسی شخص کو خلاصی بھی متصور نہین ہی اِلَّآ اَصۡحٰبَ
الۡيَمِيۡنِ ۝ مگر داہنی طرف والے جو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے
داہنی طرف سے نکلے تھے اور دنیا مین بھی سیدھی چال چلے تھے اور موقف مین بھی
عرش کے داہنے طرف جدھر بہشت ہی کھڑے ہوئے تھے اور اسی طرف روانہ بھی
ہوئے اور انکے نامہ اعمال بھی داہنے ہاتھ مین آئے تھے سوان لوگون نے تو
البتہ اپنے حقوق واجبات کو ادا کرکے اس گروہ سے خلاصی حاصل کی اور آپ

بری الذمہ ہوے اور دوزخ کے موکلون کے ہاتھ سے نجات پاکے داخل ہوے
فِي جَنّٰتٍ ط۔ باغون مین اس سبب سے کہ انکی روحانیت غالب آئی اور انکو
دوزخ کے موکلون کے ہاتھ سے چھڑالاے اور یہ لوگ ان باغون مین اس قدر
بیخوف اور فارغ البال اور چین مین ہونگے کہ آپس مین يَتَسَآءَلُوْنَ لا
عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ لا پوچھینگے گنہگارون کے حال سے کہ وہ لوگ کہان گئے اور
کیا ہوے جو نظر نہین آتے ہین گویا انکو کچھ بھی انکے حال کی خبر نہین ہے کہ وہ
لوگ کس بلا اور مصیبت مین گرفتار ہین اور جب سنینگے کہ گنہگارون کو دوزخ مین داخل کیا
اور آگ مین جھونکا تب ان گنہگارون کی طرف متوجہ ہوکے توبیخ یا تعجب سے خطاب
کرینگے اور پوچھینگے کہ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ کونسی چیز لائی تمکو دوزخ مین باوجود عقل
اور کمال دانائی کے تمسے اتنا نہو سکا کہ دوزخ کی طرف کھینچنے والی چیزون کو اپنے سے دور
کرو یعنی قوای حیوانیہ اور طبعیہ کی خواہشون کو اپنی قوت روحانیہ کے زور سے اپنے سے
دفع کرو تاکہ تمکو دوزخ کے موکل فرشتے کہ وہ بھی مثل ان قوتون کے ہین کھینچکر دوزخ مین نہ لیجاتے
حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے اصحاب الیمین سے مراد اس آیت مین
ایماندارون کے بچے ہین جو دنیا سے بے گناہ گئے ہین اور دوزخ کے موکلون کے گروہ اور قید
مین نہ پڑینگے اور بعضے مفسرین نے اس قول کی تاکید مین یون کہا ہے کہ یہ انکا سوال کرنا یعنے
مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ خود انکے بچپن پر دلالت کرتا ہے کہ دوزخ مین داخل ہونے کے
سبب کو ابتک نہین پہچانتے ہین اور یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ بچے
جب کافرون کا جواب سنینگے کہ ہم اس سبب سے دوزخ مین پڑے کہ نماز نہین پڑھتے تھے اور
فقیرون اور مسکینون کو کھانا نہین کھلاتے تھے اور بُرون کی صحبت مین بیٹھتے تھے اور لایعنی
بیہودہ شغل مین اپنا دن گذارتے تھے اور قیامت کے دن کا انکار کرتے تھے تب وہ بچے کہینگے کہ ہم
بھی یہی کام کرتے تھے لیکن قیامت کا انکار ہم نہین کرتے تھے سو معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کے انکار نے تم

تم اس بلامین گرفتار ہوئے حاصل کلام کا یہ ہی کہ اگر اصحاب الیمین سے مراد بچے ہین چنانچہ قرآن مجید کا عرف بھی یہی چاہتا ہی تو یہ سوال یا تعجب کی راہ سے ہوگا یا توبیخ کی راہ سے اور اس سوال کے جواب مین گنہگار دوزخ سے یون **قَالُوا** کہینگے کہ ہمے علمی اور عملی قوی کو عالم علوی کی طرف جذب کرنا اور کھینچنا نہ ہوسکا اسواسطے کہ **لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ** نہ تھے ہم نماز پڑھنے والون سے اگرچہ نماز کی فرض رکعتین دن اور رات مین کل انیس ہین دو فجر کی اور چار ظہر کی اور چار عصر کی اور تین مغرب کی اور چار عشا کی ہین سترہ رکعتین فرض اصلی ہین اور دو رکعتین رات کی نماز سے جسمین طاق کی رعایت کے سبب سے ایک رکعت اور زیادہ کرکے وتر نام رکھا ہی اس سبب سے بیس ہوگئین سو اگر ہم نماز پڑھنے والون سے ہوتے تو وہ انیس رکعتین آج کے دن ہمارے کام آتین اور ان انیسون دوزخ کے موکلون سے ہمکو خلاص کرتین اور یہ بھی ہی کہ دن اور رات کی ساعتین جو بیس ہین ان مین سے پانچ ساعتین نماز کے واسطے مقرر ہین تاکہ باقی انیس ساعتون کی یہ پانچون ساعتین کفارہ ہوجاوین اور جو ہمسے ان پانچون ساعتون مین نماز ادا نہوئی تو باقی انیس ساعتون کا کفارہ بھی ہمکو حاصل نہوا اسواسطے ہر ساعت کی غفلت کے عوض مین ایک ایک موکل دوزخ کا ہم پر مسلط ہوا اور یہ بھی ہی کہ نماز کے ارکان اور شروط سب ملکے انیس چیزین ہین بدن کی طہارت اور کپڑے کی طہارت اور حدث اصغر اور اکبر سے طاہر ہونا استقبال قبلہ کا ستر عورت قیام رکوع سجود قعود تکبیر تحریمہ رفع الیدین کے ساتھ قرأت اذکار کی تسبیح سے ہو یا تکبیر سے تشہد درود اور دعا حضور دل کی نیت سلام ہر رکن مین اطمینان کلام اور عمل منافی کو ترک کرنا داہنے بائین التفات کو ترک کرنا اور جو ہمنے نماز کو ترک کیا تو یہ انیس چیزین بھی ہمسے ترک ہوگئین سو اس سبب سے انیس موکلون نے ہم کو گرفتار کیا **وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ** اور نہ کھانا کھلاتے تھے ہم فقیر محتاج کو اسواسطے کہ اگر ایک وقت بھی پیٹ بھرکے مسکین کو کھانا کھلاتے ہم تو اسوقت انیس ساعت تک خاطر جمعی اسکو قدرتی اور حیوانیہ اور طبعیہ انیسون قوتین اسکی انیس ساعت تک زندہ اور تازہ رہتین

اور اگر ان انیسون ساعتون مین ان اپنی انیس[19] قوتون سے کوئی کام بہتر کرتا تو ہمارے نامۂ
اعمال مین اسکا ثواب لکھا جاتا اسواسطے کہ ہم ہی اسکے باعث پڑے تھے اور یہ بھی ہی کہ پکا کر
کھانا کھلانا تب اجر کامل کا باعث ہوتا ہی جب یہ انیس چیزین پائی جاتی ہین ہل[1] جوتنا بیج[2] چھٹکانا۔
سینچنا[3]۔ کھیتی[4] کی محافظت کرنا جانورون سے اور کاٹنا[5] اسکا اور منڈنی کرنا۔ اور دوانے[6] کو بھوسی سے
علیحدہ کرنا۔ اور[7] کھریان کو بچانا۔ اور غلہ[8] کو کھیت سے اٹھا کر آبادی یا گھر مین لانا۔ اور پیسنا[9]۔ اور[10]
چلنی سے چھاننا آٹے کا۔ اور[11] خمیر کرنا۔ اور[12] پکانا۔ اور[13] نمک ڈالنا۔ اور[14] روٹی کے ساتھ کے واسطے
سالن بہم پونہچانا۔ اور[15] اس کھانے کو اٹھا کے عزت اور حرمت سے مسکین کے سامنے جا رکھنا۔ اور[16]
اسکو پیٹ بھر کے کھانے دینا جلدی نہ کرنا۔ اور[17] عزت اور حرمت سے اس فقیر کو رخصت کرنا۔
اور[18] اسکا احسان اسکے اوپر نہ رکھنا۔ اور[19] بار بار اسکو یاد بھی نہ کرنا۔ سو اگر ایک فقیر کو بھی اس
طرح سے کھانا کھلاتے ہم تو وہ انیس[19] چیزین یہان ان انیس[19] ہوکلون سے ہمکو بچاتین اور ہمارے
کام آتین **وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ** ۝ اور تھے ہم دھنستے بدصحبتون
مین ساتھ دھنسنے والون کے اور ان صحبتون مین انیس[19] آفتین اور برائیان تھین۔ پہلی[1]
برائی بیہودہ بکنا جیسے عورتون کے حسن کا ذکر کرنا اور دولتمندون کے عیش اور بادشاہون کے
تکبر اور انکی شان اور تجمل کے اسباب او صحابہ کی آپس مین جنگ و جدل کی گفتگو اور باطل
مذہبون کا چرچا اور فاسقون کے فسق کا بیان کرنا۔ دوسری[2] برائی آپس کے کلام مین نکتہ گیری
اور عیب چینی کرنا اور اس کلام کے عیب کو بیان کرنا۔ تیسری[3] برائی تعصب کی راہ سے
مذہبون مین اور مذہب کے قولون مین لڑائی جھگڑا اور اپنی سخن پروری کرنا اور شریعت کے حکم
سے زیادہ اپنے حقوق کے لینے مین جھگڑا کرنا۔ چوتھی[4] برائی کلام کو وزن اور قافیہ اور استعارہ
اور خوش تقریری سے آراستہ کرنا اور اچھائی کی ہجو اور برائی کی تعریف کے اشعار پڑھنا اور اس
مضمون سے لذت حاصل کرنا۔ پانچوین[5] برائی فحش بکنا جماع یا پیشاب یا پاخانہ کے مقدمۂ ننگ
کے ذکر سے یا پردہ نشین عورتون کا نام لیکر۔ چھٹی[6] برائی آپس مین سخت گوئی کرنا جیسے بیحیا احمق جاہل

ف کھانا کھلانے کا ثواب ان چیزون سے ہوتا ہے

ف بدمجلسون کی آفتون کا بیان جن گناہون کو بچنا ضرور ہے

وغیرہ کسی کو کہنا۔ ساتوین برائی گالی دینا اور کسی کی آبرو لینا۔ آٹھوین برائی لعنت کا استعمال کرنا
خصوصًا غیر مستحق پر۔ نوین برائی ہنسی مسخری کی زیادتی کرنا ہنسی کے انداز سے جو دوسرے
کے رنج اور ملال کا سبب پڑے۔ دسوین برائی تہمت اور بہتان لگانا اور بیگناہ کی طرف برائی
کی نسبت کرنا۔ گیارھوین برائی مسلمانون کے حرکات اور سکنات پر ہنسنا مسخری کی راہ سے
اور مسلمانون کے عیب بیان کرکے دوسرون کو ہنسانا۔ بارھوین برائی وعدہ خلافی کرنا تیرھوین
برائی جھوٹ بکنا پھر اسپر مبالغہ کرنا۔ چودھوین برائی آدمیون کے چھپے بھیدون کو کھولنا اور
لوگون کی چھپی گھر کی باتون کو سب کے سامنے ظاہر کرنا۔ پندرھوین برائی بددعا کرنا۔ سولھوین
برائی نیت بد کرنا۔ سترھوین برائی ادھر کی ادھر لگانا۔ اٹھارھوین برائی منھ پر کسی کی تعریف کرنا
انیسوین برائی اپنا اور اپنی قوم کا اور اپنے بزرگون کا فخر زور شور سے بیان کرنا۔ سو ان انیس
آفتون نے ہمکو ان انیس بلاؤن مین ڈالا یعنی دوزخ مین انیس ہوکلون کے ہاتھ مین گرفتار
ہوے **وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ** اور تھے ہم جھٹلاتے قیامت کے دن کو
ف اور قیامت مین انیس واقعے بہت سخت ہین اور کٹھن ہین ان مین سے چھ وہ ہین جو نفخہ اول
کے بعد واقع ہونگے چنانچہ پہلا واقعہ آسمان کا پھٹنا اور دوسرا زمین کا بھونچال اور تیسرا ستارون کا
منتشر ہونا اور بکھر جانا۔ چوتھا چاند سورج کا بے نور ہو جانا۔ پانچوان پہاڑون کا اڑنا۔ چھٹا دریا مین
آگ لگ جانا۔ اور تیرہ واقعے وہ ہین جو نفخۂ ثانی کے بعد واقع ہونگے چنانچہ پہلا مُردون کا زندہ
ہونا۔ اور دوسرا گروہ گروہ کرکے انکو محشر کے میدان کی طرف ہانکنا۔ تیسرا دھوپ کا زیادہ ہونا
یہان تک کہ سب موقف والون کو گھیر لیگا۔ چوتھا دوزخ اور آفتاب کی گرمی سے لوگون کے
بدنون سے پسینے کا دریا بہنا۔ پانچوین سایہ کا کہین نہونا۔ چھٹا موقف مین کھڑا رہنا۔ ساتوین
قہر الٰہی کی تجلی کا ظہور۔ آٹھوان سوال حساب کا۔ نوان عملون کو وزن کرنا۔ دسوان نامۂ اعمال کو
دینا سیدھے ہاتھ مین یا الٹے ہاتھ مین۔ گیارھوان روانہ ہونا موقف سے بہشت یا دوزخ کی طرف۔
بارھوان پل صراط سے گذرنا۔ تیرھوان داخل ہونا جنت مین یا دوزخ مین سو جب ہم نے

ف قیامت کے دن کے واقعون کا بیان

قیامت کے دن کا انکار کیا تو گویا ان انیسون چیزون کا انکار کیا ہمنے سو ہر واقعہ کے انکار کی
سزا مین ایک دوزخ کا موکل ہمارے پیچھے پڑا اور ہمکو اس بلا مین گرفتار کیا کاشکے ابتدائی
عمر مین ان چیزون کا انکار کرکے پھر آخر عمر مین توبہ کی ہوتی ہم نے تاکہ اس پہلے انکار پر ہم سے
مواخذہ نہوتا لیکن ہم اپنی شامت سے ان برے کامون کو عمر بھر کرتے رہے حَتّٰٓى
اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ؕ یہان تک کہ آن پہونچی ہمکو موت پھر موت کے بعد خبردار ہونا اور
پچھتانا کچھ ہمارے کام نہ آیا اسواسطے کہ عمل اور توبہ کرنے کا وقت نہ رہا اور حق تعالیٰ فرماتا
ہے کہ ان لوگون نے نہ اپنی خلاصی کی فکر آپ کی نہ کہین دوسری طرف سے انکو مدد اور
اعانت کی امید باقی رہی فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ؕ
پھر نہ نفع کریگی انکو شفاعت شفاعت کرنیوالونکی اسواسطے کہ شفاعت کرنیوالے یا بدنی
عمل ہین یا مالی سو بدنی عملون مین سردار نماز ہے اور مالی عملون مین سردار مسکینون کو کھانا
کھلانا ہے پھر جب یہ دونون عمل انکے دشمن ہونگے اور انسے عوض لینے کو مستعد اور
تیار ہونگے سفارش کا کیا ذکر ہے اور پھر جب یہ سردار کینہ کشی پر مستعد ہونگے تو دوسرے
بدنی اور مالی عملون کی کیا طاقت ہے کہ اس مقدمہ مین دم مار سکین اور باقی شفاعت کرنیوالے
پیغمبر ہین یا قرآن مجید سو قیامت کے انکار کرنے کے سبب سے جو پیغمبرون اور قرآن مجید کا
عمدہ مطلب ہے پیغمبر اور قرآن شریف انکی صورت سے بیزار ہونگے پھر انکی سفارش کرنے کا
کیا ذکر ہے اور باقی شفاعت کرنیوالے اولیا اور علما اور شہدا ہین سو ان لوگون کی بدصحبتون
مین بیٹھنے کے سبب سے اور بیہودہ گوئی اور حرام چیزون کے مرتکب ہونے اور لعن اور طعن
کرنے اور نیکبختون کے آئین اور وضع سے مخالفت کرنے کے سبب سے اولیا اور علما اور
شہدا بھی انسے بیزار اور متنفر ہونگے اسواسطے کہ دنیا مین کبھی انکی صحبت کی طرف میلان کیا
اور انکی نصیحت کو نہ سنا بلکہ انکی وضع اور آئین کی مخالفت ہی مین عمر بھر گذرانی سو جب اس
قسم کا دن آفت اور مصیبت بھرا ہوا انکے سامنے ہے اور اعانت اور مدد کی کسی سے توقع بھی

ف قیامت کے دن شفاعت کرنے والون کا بیان

اس دن انکو نہین ہی تو انکو چاہیے کہ اس دن کی سختیون کی تدبیر پوچھین اور جو شخص انکو اس دن کی
سختیون اور مصیبتون کا علاج بتلا دے تو اُسکا احسان مانین اور پند اور نصیحت کی تلاش مین اپنے
مقدور بھر سعی اور کوشش کرین **فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ** پھر کیا ہوا ہی انکو
جو قرآن شریف کی پند اور نصیحت سے اعراض کرنیوالے ہین اور منھ پھیرنیوالے اور یہ اعراض انکا
انتہا درجے کو پونہچا اسواسطے کہ امر خیر سے اعراض کرنا کبھی بے فہمی اور نادانی کے سبب سے ہوتا ہی
جیساکہ بچے کا اعراض کرنا علم کی تحصیل سے اور کبھی طبیعت کے نفرت کرنے سے ہوتا ہی اگرچہ
اسکا نفع اور مصلحت بوجھتا ہی جسطرح بیمار کا اعراض کرنا مفید دوا کے کھانے سے اور کبھی ہی نقصان
کے خوف سے ہوتا ہی اگرچہ عقل اسکو یقین نہین کرتی ہی لیکن عقل وہم کی مغلوب ہوجاتی ہی اور
اس چیز سے بھاگتی ہی چنانچہ مریض کا خوف کرنا فصد اور پچھنے لگانے سے ہلاکت کے خوف سے
وہم کے غلبے کے سبب سے سو ان لوگون نے ان تینون قسمون کے اعراض کو جمع کیا ہی اس نصیحت
اور پند کے نہ سُننے کے سبب سے **كَأَنَّهُمْ** گویا کہ یہ نادانی اور حمق اور نفرت طبعی اور خوف وہم
مین قرآن شریف کی پند سے **حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝**
گدھے بھاگے ہوئے ہین بڑے شیر زبردست قوی ہیکل کے دیکھنے سے اور اسکے نعرے کی آواز
سُننے سے کہ ہرگز اپنا پیچھا پھر کے نہین دیکھتے ہین کہ کچھ بھی احوال کی تحقیق نہین کرتے
ہین بھاگے ہی چلے جاتے ہین اور یہ انکے اعراض اور بھاگنے کا سبب یہ ہی کہ انکا تکبر اور
غرور اس بات کو گوارا نہین کرتا ہی کہ دوسرے پر نازل ہوئی پند کو قبول کرین اور اس سے
مستفید اور منتفع ہوین **بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ** بلکہ چاہتا ہی ہر ہر واحد انکا
أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً یہ کہ دیا جاوے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیفے کھلے ہوئے
پادشاہون کے فرمانون کی طرح نہ انکے لپیٹے ہوئے شقون کی طرح اسواسطے کہ لپیٹے ہوئے
شقے بادشاہون کے بہت اعتبار اور شکوہ کے قابل نہین ہوتے ہین بخلاف کھلے ہوئے فرمانون کے
کہ ایسے فرمان جسکے نام پر صادر ہوتے ہین تو اسکی عزت اور بزرگی زیادہ ہوتی ہی اور اسکا رتبہ بلند

ہوتا ہی اور یہ انکی درخواست ایسی ہی جیسے کسان اور گنوار دیہاتی چاہین کہ انکے ہر ایک کے نام پر علیحدہ علیحدہ بادشاہ کا فرمان آوے اور امین کسی صوبہ دار فوجدار کا واسطہ نہووے اور یون کہین کہ جبتک ہمارے ہر ایک کے نام پر جدا جدا بادشاہی فرمان معتبر ایلچیون کی معرفت سے نہ آویگا تب تک ہم اس صوبہ دار اور اس فوجدار کی اطاعت نکرینگے اور اسکی کچہری مین حاضر نہ ہووینگے اور اسکی بات کو ہرگز نہ سنینگے مفسرین نے روایت کی ہی کہ مکہ معظمہ کے کافر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ ہم ہرگز تمھاری پیروی نکرینگے اور تمھاری بات کو نہ سنین گے جب تک ہمارے ہر ایک کے واسطے ایک ایک فرمان آسمان سے بے تمھارے واسطے کے نازل نہووے اور صبح کے وقت ہمارے ہر ایک کے سرہانے سے ظاہر ہووے اور اسکے لفافے پر سرنامہ کے طور پر لکھا ہووے کہ یہ فرمان رب العالمین کی طرف سے ہی فلانے شخص فلانے کے بیٹے کی طرف اور اس نامہ مین تمھاری اطاعت اور پیروی کا حکم ہووے تو البتہ ہم قبول کرین اور پیروی تمھاری کرین سو حق تعالی اس انکی باطل فرمائش کے رد مین فرماتا ہے کہ **كَلَّا** ہرگز ایسی خواہش نکرین اور اس مقصد کو طلب نکرین اسواسطے کہ جب کسی بلا اور آفت سے اپنی جان کی خلاصی کی فکر پڑتی ہی تو اسوقت تکبر اور غرور کچھ کام نہین آتا ہی چنانچہ بیمار قریب المرگ نہین کہتا ہی کہ ہمارا مرتبہ یہ نہین چاہتا ہی کہ ہم طبیب کی دوا کرین اور طبیب کے کہے پر عمل کرین **بَلْ لَّا يَخَافُونَ الْاٰخِرَةَ** ط بلکہ یہ لوگ نہین ڈرتے ہین آخرت سے اور ہرگز یقین نہین کرتے ہین اس بات کا کہ اس عالم مین انکے بدفعلون کی سزا انکو ملیگی تاکہ اول خلاصی کی فکر کرین اور اسکی تدبیر کسی سے پوچھین اور کسی کی نصیحت سنین پھر معلوم ہوتا ہی کہ اس انکے کلام مین ایک خلل دوسرا ہی **كَلَّا** ہرگز ایسا نہ بوجھین کہ یہ نازل ہوئی نصیحت انکے غیر کے واسطے ہی بلکہ **اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ** ج بیشک یہ قرآن نصیحت عام ہے کسی ایک کے واسطے مخصوص نہین ہی کہ فقط اسکے واسطے مخصوص ہو بلکہ جو ڈرے اسی کے واسطے ہی اسواسطے کہ یہ آدمی کا کلام نہین ہی بلکہ کلام الٰہی ہی اپنے بندون کی ہدایت اور

رہنمائی کے واسطے بھیجا ہی حضرت پیغمبر اور حضرت جبرئیل علیہم السلام اور دوسرے قاری اور اُستاد بیچ مین واسطے پڑے ہین سو یہ قرآن شریف تذکرہ حق تعالیٰ کا ہی جسطرح قاضی ایک شہر کا تذکرہ لکھدیتا ہی پھر جس قاضی پاس اِسے لیجاؤ اِس زمانے مین یا آگے چل کے وہ اسپر عمل کریگا **فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝** سو جو چاہے یاد کرے اِس قرآن کو اور اِسکے معنون مین غور کرے اور اسپر عمل کرے **وَمَا يَذْكُرُوْنَ** اور خوب یاد نہین کرتے ہین اِس قرآن کو باوجود اسقدر وسعت اور کھلی بوجھ کے **اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ** ط مگر جسوقت چاہیگا اللہ تعالیٰ جل کلام کا یہ ہی کہ بعضے اِن لوگون سے جب خوب لڑ جھگڑ لینگے اور جنگ اور قتال کر لینگے اور اِس قرآن کے امر و نہی کی مخالفت کرنے سے خوب طرح سے خرابی اور ذِلّت حاصل ہوئیگی اور کُنبہ اور قبیلہ قتل ہولیگا اور مال اور عزت کا نقصان قرار واقعی اِس نعمت عظمیٰ اور عطیۂ کبریٰ کے انکار اور کفر انکی شامت سے ہولیگا تب اِس نعمت کی قدر جانینگے اور اسکو یاد کرینگے اور اِسکے پند اور نصایح پر عمل کرینگے اور اِس سے نفع حاصل کرینگے اِلّا وہ ایسا غفور رحیم ہی کہ اسوقت بھی انکے اقرار کو اور اِس قرآن کی نصیحت پر چلنے کو اُنسے قبول کریگا اور انکو ہدایت کریگا اور اِنکے پچھلے گناہ معاف کریگا اسواسطے کہ **هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝** وہ اللہ تعالیٰ لائق تقوے کے ہی اِس سے تقویٰ کرنا چاہیے اور وہی آمرزش اور کرم کے لائق ہی یعنی آدمی کتنا ہی گناہ کرے اور عمر بھر حق تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور اِسکے خلاف مرضی چلے لیکن جب تقوے کی راہ چلیگا اور اِس سے ڈریگا تو وہ اِسکے سب گناہ بخشدیگا اور اِسکی رجوع کو قبول کریگا اور یہ اِسکے نہایت لطف اور رحمت کا سبب ہے انس بن مالک اپنے خادم خاص اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہی کہ آپنے حضرت رب العزت تعالیٰ شانہ وجل سلطانہ سے اِس مقام پر حاشیۂ منہیہ کی طور پر ایک عبارت اِس آیت کی تلاوت کے بعد نقل فرمائی ہی اِسکے الفاظ یہ ہین **قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا اَهْلٌ اَنْ اُتَّقٰى فَلَا يُشْرَكُ بِيْ شَيْءٌ فَاِذَا اتَّقَانِي الْعَبْدُ فَاَنَا اَهْلٌ**

ع ۱۵ ۱۶

اَنْ اَغْفِرَ لَہٗ یعنے مین قابل اِسکے ہون کہ مجھسے ڈرے بندہ اور میرے ساتھ کسی کو کسی کام
مین شریک مقرر نکرے اور جب بندہ مجھسے ڈرا اور شرک سے پاک ہوا تو مین قابل اور سزاوار
اِس بات کے ہون کہ اِسکے گناہون کو مین بخشدون اور حاصل اِس تنبیہ کا دفع دو دخل مقدر کا
ہی جو سُننے والے کی خاطر مین گذرتے ہین اوّل کا مضمون یہ ہی کہ قابل تقوے کے وہ شخص ہے
جسکا غضب اور دبدبہ غالب ہو اور قابل مغفرت کے وہ شخص ہی کہ رحمت اور لطف اسکا غالب ہو
سو اِن دونون صفتون کا جمع ہونا اگر ہر ہر بندے کی نسبت سے خیال کیجیے تو اجتماع ضدین کا لازم
آتا ہی اور اگر سب بندون کی نسبت سے ہی یعنی ایک جماعت سے تقوی طلب کرتے ہین اور غضب
اور دبدبہ اپنا دکھلاتے ہین اور ایک جماعت سے عفو اور بخشش کا معاملہ کرتے ہین اور اِسکے
گناہ اور اسکی بُرائیان معاف کرتے ہین تو یہ بات یا خلاف حکمت کے ہوگی یا خلاف
عدل اور انصاف کے اور یہ معاملہ جزا کا جزافی[له] ہو جائیگا اسواسطے کہ ایک قاعدے پر نہ رہا
سو اِس تنبیہ مبارک سے اِس پہلے دخل کا جواب ایسا بوجھا گیا ہی کہ ہر بندے کی نسبت سے
ایک ہی معاملہ ہی اِس طور سے کہ پہلے اِس سے تقوی طلب کرتے ہین اور جب اِس نے
تقوے پر کمر باندھی اور جو سب گناہون مین بڑھ کے ہی یعنے شرک اِس نے چھوڑا اور حق تعالی
کے حکمون کی فرمانبرداری اور مناہی سے دوری کو اختیار کیا اور دل اور جان سے اِسپر
مستعد ہوا تب اسکے ساتھ لطف اور کرم کا معاملہ کرتے ہین پھر اسکی تقصیرون سے درگذرتے
ہین اور اسکے گناہون کو معاف فرماتے ہین اور بندون کا مختلف ہونا مغفرت استحقاق
اور عدم استحقاق مین مغفرت کی شرط تحصیل کرنے کے اختلاف سے ہی اور وہ شرط تقوی پر
مستعد ہونا اور شرک سے بچنا ہی تو یہ معاملہ جزافی نہوا اور حکمت اور عدالت کے مخالف بھی نہوا
اور دوسرے دخل کا مضمون یہ ہی کہ جب ایک شخص نے تقوی کیا تو مغفرت کی احتیاج اُسکو
نہ رہی اِسواسطے کہ تقوی اِسی کا نام ہی کہ گناہ سے بچا رہے اور اسکے امر کو بجا لاوے اور
اگر اِسنے تقوی نہ کیا تو اسکو مغفرت کا مژدہ دینا گویا گناہ پر دلیر کرنا ہی اور وہ مغفرت کے

له جزاف گزاف سے معرب ہے

لائق بھی نہ رہا اور اِس دوسرے دخل کا جواب بھی اِسی منہیہٗ مبارک سے ایسا بوجھا گیا کہ تقوے کے مرتبے بہت متفاوت ہین اصل تقوے کا جو شرط اور مغفرت کا ہی وہ اسیقدر ہی کہ شرک اور کفر سے بچا رہے اور اسکے اوامر کی فرمان برداری اور نواہی سے اجتناب کا قصد مصمم کرے اگرچہ بہت سی تقصیرین مین مغفرت کی احتیاج اسکو ہنوز باقی ہی واللہ اعلم باسرار کلامہ

سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ

تمہید

یہ سورۃ مکی ہی اِس مین چالیس ۴۰ آیتین اور ایک سو ننانوے ۱۹۹ کلمے اور چھ سو دو ۶۰۲ حرف ہین اور اِس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۃ مدثر سے یہ ہی کہ سورۃ مدثر مین قیامت کے ظاہری واقعے کی ابتدا مذکور ہی یعنی صور کا پھونکنا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ اور اسکی انتہا بھی مذکور ہی یعنی سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ اور كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ فِيْ جَنّٰتٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ اور اِس سورۃ مین قیامت کے باطنی واقعے کی ابتدا مذکور ہی جو عقل اور روح کو متحیر کر دیگا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور اسکی انتہا بھی مذکور ہی یعنی وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ پس وہ سورۃ قیامت کے ظاہر کے بیان مین ہی اور یہ سورۃ قیامت کے باطن کے بیان مین ہی اور یہ بھی ہی کہ قیامت کے واقعون سے اُس سورۃ مین جو اول مذکور ہی وہ نقر ناقور ہی یعنی آواز نقارے کی جو اول کان پر آویگی پھر کان سے دل پر رنج پونہچاویگی اور متحیر کر دیگی اور اِس سورۃ مین قیامت کے واقعون سے جو اول مذکور ہی وہ برق بصر ہی جو اول آنکھ پر آویگا پھر یہ آنکھ سے دل پر پونہچکر دل کو گھبراہٹ کے بھنور مین ڈالدیگا اور ظاہر کی تقدیم باطن پر اور کان کی تقدیم آنکھ پر اِس کلام اعجاز نظام مین جابجا رعایت کی گئی اور منظور ہوا اور یہ بھی ہی کہ قیامت کے دن پہلے صور کی آواز تمام عالم کو زیر و زبر کر ڈالیگی پھر اسکے بعد نور الٰہی کی قہری تجلی گنہگارون سے بدلا لینے اور نیکون پر انعام

کرنے کے واسطے ظہور کریگی تو وقوع کے اعتبار سے بھی اُس سورۃ کے مضمون کو
اس سورۃ کے مضمون پر تقدیم حاصل ہی اور باوجود اسکے کلام کی روشنی اور مستعمل لفظین دونون
سورتون کی بھی آپس مین مشابہت رکھتی ہین چنانچہ اس سورۃ مین ایک کافر کے حق مین دنیا
مین فرمایا ہی کہ عَبَسَ وَبَسَرَ اور اِس سورۃ مین کافرون کے حق مین قیامت کے حال مین
ارشاد ہوتا ہی وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَۃٌ تو گویا تُرش روئی اور تیوری چڑھانا اس جہان کا
سزا ہے اس جہان کی تُرش روئی اور تیوری چڑھانے کی جو قرآن کی آیتون کو سن کے
یہ بنایا کرتے تھے اور اُس سورۃ مین فرمایا ہی بَلْ یُرِیْدُ کُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّؤْتٰی
صُحُفًا مُّنَشَّرَۃً اور اس سورۃ مین فرمایا ہی بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ اور اُس
سورۃ مین کافرون کو حسرت کرنا قیامت کے دن ایمان کے ترک کرنے پر اور نیک عملون کے
ترک کرنے پر جیسے نماز اور روزہ ہی اس عبارت سے مذکور ہی کہ لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ وَ
لَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ وَکُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ
اور اس سورۃ مین کافرون کو ضرر پہنچنا موت کے بعد ایمان اور نیک عمل کے ترک کرنے کے
سبب سے اس عبارت سے مذکور ہی کہ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی اور اس
سورۃ مین کافر کی لعنت اس تکرار اور اس عبارت سے مذکور ہی کہ قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ثُمَّ
قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ اور اِس سورۃ مین وہی معنی اِس تکرار اور اِس عبارت سے ارشاد ہوئے ہین
کہ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ اور اسکی بہت سی مناسبتین لفظی اور معنوی
اِن دونون سورتون مین پائی جاتی ہین اگر تھوڑا بھی تامل اور فکر اس مین کی جاوے تو
معلوم ہو جاوے اور کیا اللہ تعالیٰ کی عنایت اور احسان تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ
عنہم پر جو اس طرح کی عقل اور دانائی اور سمجھ انکو عنایت ہوئی تھی کہ ان سب مناسبتون کو
ترتیب کے وقت پہلی ہی نظر مین دریافت کر لیا کیا اچھا علم تھا اور کیا خوب سمجھ تھی انکی اور
اِس سورۃ کا نام سورۃ قیامت ہونے کی وجہ یہ ہی کہ اس سورۃ مین قیامت کے آنے کو

ایسی واضح دلیلون سے بیان فرمایا ہے جسکا بوجھنا بہت آسان ہے اور ہر شخص کو
عام ہو یا خاص جب اپنے دل کی طرف رجوع اور اندک فکر اور تامل کرے تو یہ بات اسکی
سمجھ مین آسکتی ہے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی کا معمول ایسا ہے کہ جب کسی
کام کرنے کا ارادہ اسکے دل مین آیا اور اسکا شوق پیدا ہوا اور رغبت صادق اسکے
واسطے پائی گئی اور اسکو اچھا جان کے اسنے کرنا شروع کیا پھر اس وقت اسکو کتنا ہی سمجھاؤ
اور اسکے انجام کی قباحتین بیان کرو کہ اس قسم کی برائیان اسکے پیچھے لگی ہوئی ہین لیکن
وہ شخص ہرگز نہین سمجھتا ہی اور ایسا اس مین ڈوب جاتا ہی کہ اسکا آگا پیچھا بایان داہنا کچھ بھی نہین
دیکھتا ہی سب طرف سے اندھا ہو کے اس مین مشغول ہوتا ہے پھر یکایک جب اسکی برائی پر
مطلع ہوا اور اس کام کے نقصان اور ضرر اسکے سامنے آئے اور ہر طرف سے
اس کی برائیون نے آگھیرا تو اس وقت ایسی ایذا اسکو ہوتی ہے اور ایسا رنج اسکو
پہونچتا ہے کہ گویا روحانی قیامت اس پر قائم ہوتی ہے پھر اپنے تئین آپ لعنت ملامت
کرنے لگتا ہے اور اپنے ہاتھ پاؤن آنکھ ناک کان پر غصہ کرنے لگتا ہے خصوصًا وہ
اعضا جنھسے وہ کام کیا تھا انکا خود دشمن بن جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ مین ان اپنے
اعضا کو سزا دون اور یون کہنے لگتا ہے کہ کیا کرون آنکھ کو پھوڑ ڈالون اور ہاتھ کو کاٹ
ڈالون کچھ بن نہین پڑتا ہے اور اس اپنے کمبخت دل کو کیا کرون جس نے ایسی حرکت
کروا کے مجھکو اس مصیبت مین پھنسایا سو اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے کام خود آدمی کو
فریب دیتے ہین اور کبھی برے کام کو اپنے اچھا کر کے دکھلاتے ہین اور کبھی اچھے کام
ایسی بری شکل سے اسکے سامنے نمودار ہوتے ہین کہ وہ انکی صورت سے بھاگتا ہے
اور قیامت کے معنی یہی ہین کہ اچھے اور برے عمل اپنی اپنی حقیقیہ صورت پر
سامنے آکے اپنا بدلا اور انتقام لین گے اور جزا کے واسطے سب اعضا اور آلات کا
پھر بنا کر حاضر کرنا ضروری ہوا اور اعضا کے واسطے پھر بدن کا بنانا بھی ضروری ہوا

اور بدن کے واسطے روح کا داخل کرنا بھی ضروری ہوا فرق اتنا ہے کہ دنیا مین
آدمی لعنت ملامت اور ندامت اپنے دل مین جو پاتا ہے سو ایک ایک کام پر ہوتی ہے اور مرنے
کے بعد جتنے عمر بھر کے کام ہین ان سب پر ملامت اور ندامت حاصل ہوگی اسیواسطے موت کو
قیامت صغریٰ کہتے ہین اور حشر اور نشر کے دن نوع انسان کے جتنے کام ہین سب پر ایسی
ندامت حاصل ہوگی اور تمام اولین اور آخرین نوع انسانی کی فردین اور ہر ایک کی ملامت کے
اسباب ہر ایک کی جزا دینے کے واسطے اُس دن ضرور جمع ہونگے اسیواسطے اسکو قیامت
کبریٰ کہتے ہین سو آدمی قیامت کے انکار مین اسقدر غفلت رکھتا ہے کہ اپنے وجدانیات سے
بھی غافل ہو جاتا ہے اور کچھ بھی اسمین فکر اور تامل نہین کرتا اور یہ نہین بوجھتا ہے کہ ہر لحظہ اور ہر
لحہ قیامت کا نمونہ مجھ مین موجود ہے اور اسکا سبب دو چیزین ہین ایک تو حق اور واقع چیز کے
دریافت کرنے کی استعداد کا پایا جانا بعضے وقتون مین اور دوسری اس دریافت مین خطا
واقع ہونا بعضے وقتون مین سو یون بوجھنا چاہیے کہ یہ دونون چیزین میری ذاتی خاصہ ہین
بخلاف دوسری مخلوقات کے اسواسطے کہ ان مین سے بعضے وہ ہین جو اس دریافت کی
استعداد نہین رکھتے ہین جیسے حیوانات اور جمادات اور بعضے وہ ہین جنکے ادراک مین خطا
پائی نہین جاتی جیسے فرشتے سو میرے واسطے قیامت کا ہونا ضرور ہے والا اپنی ذاتیات سے مین نکال
ڈالا جاؤن بلکہ انسان نہ رہون اور اس سورۃ کے سورۂ قیامت نام رکھنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اسمین
قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ دونون بیان ہوئی ہین چنانچہ اول سورۃ سے کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ
تک قیامت کبریٰ کا بیان ہے اور کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ سے
اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى تک قیامت صغریٰ کا بیان ہے
اور اس سبب سے اس سورۃ کو سورۂ قیامت کہنا اولیٰ اور انسب ہوا
اس واسطے کہ یہ سورۃ تمام اقسام قیامت کو محیط ہے اور خوب
واضح دلیلون سے اسکو ثابت کرتی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ یعنی قسم کھاتا ہون مین قیامت کے دن کی اپنی
تقصیر پر آدمی کے حسرت واقع ہونے پر اِس واسطے کہ یہ حسرت آدمی کو دنیا مین لاحق ہوا
کرتی ہی اور متحیر کردیتی ہی وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۙ اور قسم کھاتا
ہون مین آدمی کے نفس ملامت کرنیوالے کی قیامت کے واقع ہونے پر ایسا نفس جو
قیامت قائم ہونے کا سبب ہی اسواسطے کہ آدمی اپنے نفس کی حقیقت سے بیخبر اور غافل ہی
یہ نہین جانتا ہی کہ یہ نفس مجکو قیامت کے دن گرفتار کردویگا اور برائیون کی جزا چکھنے کا
یہی سبب پڑیگا اور قسم کھانے کے واسطے ایسی چیز چاہیے کہ مخاطب کی نظر مین وہ چیز اپنے
لوازمات اور ثمرات سے ظاہر اور نمایان ہو تا کہ اسکی دلیل پکڑکے مقسم علیہ کے مضمون کو سچا
جانے مفسرین کو نفس لوامہ کے معنون مین اختلاف ہی سو جو مفسرین مین محقق ہین انھون نے
یون بیان کیا ہی کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہی لیکن اسکی تین حالتین ہین اگر عالم علوی کی طرف
مائل ہوا اور عبادت اور فرمان برداری مین اسکو خوشی حاصل ہوئی اور شریعت کی پیروی مین
اسکو تسکین اور چین ہوئی تو اِس نفس کو مطمئنہ کہتے ہین اور اگر عالم سفلی کی طرف اِس نے
میلان کیا اور دنیا کی خواہشون اور لذتون مین اور عار اور ننگ اور انتقام اور کینہ کشی کی
طرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اسکو نفس امارہ کہتے ہین اسواسطے کہ
روح کو برائی کا حکم کرتا ہی اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف میلان کرتا ہی اور شہوت اور غضب مین
مبتلا ہوتا ہی اور کبھی عالم علوی کی طرف میلان کرتا ہی اور شہوت اور غضب کو برا جانتا ہی
اور اِس سے دور بھاگتا ہی اور شرمندہ ہوتا ہی اور اپنے تئین آپ ملامت کرتا ہی اسکو
نفس لوامہ کہتے ہین اور بعضے مفسرین نے یون کہا ہی کہ ہر آدمی کے بدن مین تین نفس ہین
اوّل نفس قدسی جسکو روح الٰہی بھی کہتے ہین اور نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ یعنی پھونکا ہمنے

اِن مین اپنی روح کو اِسی کی شان مین وارد ہی اور قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی بھی یعنی
کہہ تو کہ روح ہماری پروردگار کا حکم ہی اِسی کا بیان ہی اور وہ ہمیشہ یادِ آلٰہی مین مطمئن ہی اور اُسکی محبت
مین مستغرق اور اُسکے حکم کا فرمان بردار ہی اور دوسرا نفس منطبعہ ہی جو بدن کی تدبیر مین ہمیشہ رہتا ہی
اور جو شہوت اور غضب کی خواہش کرنیوالی چیزین مین اُنکو بالطبع چاہتا ہی اور روح کو اُنھین
لذتون کے حاصل کرنے کے واسطے بار بار حکم کرتا ہی اِسی سبب سے اُسکو امارہ کہتے ہین اور تیسرا نفس ناطقہ
ہی کہ ظاہری اور باطنی حواس سے علم اور ادراک کو جمع کرنا اور روح کے سامنے اُنکو عرض کرنا اِس کا
کام ہی اور اِسی کو نفس لوامہ کہتے ہین اِسواسطے کہ نفس امارہ سے جب کوئی امر نامناسب واقع ہوتا ہے
تو اِسکو یہ ملامت کرتا ہی اور کامون کی نیکی اور بدی نفس امارہ کو سوجھاتا ہی اور اِسکو ملہمہ بھی کہتے ہین
اِسواسطے کہ روح کے وسیلے سے جو امور کہ حقہ اور صادقہ ہین وہ اِسپر الہام ہوتے ہین اور حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہی کہ قیامت کے دن ہر نفس لوامہ ہوگا اور اپنے تئین ملامت
کریگا اِسواسطے کہ اگر نیک ہی تو اِسپر اپنے تئین ملامت کریگا کہ نیکی زیادہ اور کیون نکی اور بعضی اپنے
وقتون کو بیفائدہ کیون گنوایا اور اگر بد ہوگا تو اپنے تئین اِسپر ملامت کریگا کہ کیون بُرائی کی مین نے
چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جنت والون کو کسی چیز کی حسرت نہوگی مگر ایک چیز کی جو دنیا مین
کوئی ساعت بے یادِ آلٰہی کے گذری ہوگی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ دنیا مین بھی
ایماندار آدمی کا یہی نشان ہی کہ ہمیشہ اپنی ملامت مین رہی اِسواسطے کہ کوئی آدمی تقصیر سے
خالی نہین ہی پھر وہ تقصیر معرفت آلٰہی اور اُسکے مبادی مین ہو یا عبادت اور تقویٰ مین یا اُسکے
شرائط اور آداب مین ہو اور بعضون نے یون فرق بیان کیا کہ نفس مطمئنہ نفس انبیا اور
اولیائے کاملین کے ہین جنھون نے حق تعالیٰ کی یاد اور اُسکی محبت مین چین اور اطمینان پیدا
کیا ہی اور وسوسون اور خطرون کی کشمکش سے خلاصی پائی ہی اور نفس ملہمہ صالح ایماندارون
اور ابرارون کا نفس ہی اور نفس لوامہ گنہگارون تائب اور تقصیر والون نادم کا نفس ہے
اور نفس امارہ کافرون کا نفس ہی اور اُن فاسقون کا جو فسق پر اڑ گئے ہین اور بعضون نے
یون کہا ہی کہ نفس لوامہ متقیون کا نفس ہی جو دنیا مین گنہگارون کو ملامت کرتے ہین

اور آخرت مین بھی ملامت کرینگے اور حق یہ ہی کہ آدمی کے نفس کی پیدائشی یہ بات ہی کہ ملامت
اور ندامت کرتا ہی کسی طرح کا ہوا چھا ہو یا برا چنانچہ اوپر تفسیر مین گذر چکا ہی اور جب یہ بات
ثابت ہوئی کہ اِس حسرت اور ندامت پر جو قیامت کے دن ہوگی اِسپر کچھ قسم کھانے کی احتیاج
نہین ہی اور اسی طرح کافرون کی غفلت کے سبب سے قیامت کے آنے پر ساتھ نفس لوامہ کے
قسم کھانا بھی مفید نہین ہی تو اب فرماتے ہین کہ اِن دونون قسمون کو جو مطلب کے ثابت کرنے
مین عمدہ دلیل تھی چھوڑ کے قیامت کے آنے مین کافرون کے شبہے کو دو کرتے ہین اور
اِنسے پوچھتے ہین ہم کہ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا گمان کرتا ہی آدمی باوجود عقل اور فہم کے
جسکے سبب سے تمام مخلوقات سے ممتاز ہی اور نظر اور فکر کو اور ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس
کرنے کو اپنا خاصہ جانتا ہی اور اِس سبب سے اپنے کو بڑا جانتا ہی اور اِس پر ناز کرتا ہی اور باوجود
اِس عقل اور دانائی کے ایسا اعتقاد کرتا ہی اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ اِس بات کا
کہ ہرگز نہ جمع کرینگے ہم سڑی جھکی ہوئی ہڈیان اِسکی قیامت کے دن دوبارہ زندگی دیکر بیانات
مین مفسرون نے کہا ہی کہ اِس سورۃ کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ احدی ابن ربیعہ
اخنس ابن شریق کا داماد جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ مین رہتا تھا اور آپ کو
بہت ایذا پونہچاتا تھا چنانچہ اِن دونون کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ دعا کی تھی کہ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ جَارَيِ السُّوْءِ یعنی اے بارخدایا کافی ہو مجکو تو میرے برے
ہمسایہ سے اسواسطے کہ اِسنے مجکو بہت ایذا پونہچائی ہی سو وہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ تم جو ہمکو قیامت کے آنے سے ڈرایا کرتے
ہو بھلا اِسکا کچھ حال تو مجسے بیان کرو مین سنون دیکھون میری عقل مین آتا ہی یا نہین چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قیامت کا حال اِس سے بیان فرمایا کہ جتنے مردے
ہین اُس دن زندہ کیے جاوینگے اور جو کچھ دنیا مین کیا ہی سب کا حساب دینا پڑیگا اِس
بکمبخت نے کہا کہ یہ ایسی بات ہی کہ اگر مین اپنی آنکھ سے دیکھون تو بھی یقین نہ کرون اور

اور اسکو سچا نجانون بلکہ یون کہون کہ یہ سب نظر بندی اور خیال ہین حقیقت مین کچھ بھی
نہین ہی اسواسطے کہ میری عقل ہرگز اس بات کو تجویز نہین کرتی ہی کہ ہزارون سال کے
مردون کی ہڈیان جو تمام جہان مین پھیل گئی ہین انکو اللہ تعالی جمع کر کے زندہ کریگا سو
یہ سورۃ اسکے اس امر کے تعجب اور بعید جاننے کی رد کے واسطے نازل ہوئی اور ارشاد
ہوا کہ بلٰی البتہ ہم جمع کرینگے آدمی کی سڑی ہوئی ہڈیون کو اور آدمیون کی منتشر
ہڈیان جمع کرنا ہماری قدرت کے نزدیک کیا چیز ہی ہم تو اس سے بھی زیادہ تعجب کی چیزین
کرینگے چنانچہ ہر ہر عضو اور فرد کو یعنی گوشت اور پوست اور ٹوٹی اور چورا ہوئی ہڈیون کو ہم
درست کرینگے قٰدِرِیْنَ عَلٰۤی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ قادر ہین ہم اس پر کہ
برابر اور درست کرین انگلیون کے پورون کے چمڑے کو جسکو حکیمون اور طبیبون نے
سب انسان کے اعضا مین اعدل اور متوسط عضو ٹھہرایا ہی اور اُسکا درست کرنا بدون
اعلام اسم اس اعتدال کے جو حقیقی اعتدال کے قریب ہے ممکن نہین ہی اور یہ بھی حکما
کہتے ہین کہ آخر اس چیز کا جس پر خلقت انسان کی تمام ہوتی ہی یہی چمڑا ہی اور انسان کے
بدن کے سب چمڑے مین یہ سب سے نازک ہی اور اسکے حس اور دریافت کی قوت بہت
زبردست ہی اسیواسطے طبیعت اپنے خالق کے اذن سے برودت اور حرارت اور
رطوبت اور یبوست کی کیفیت کے دریافت کرنے مین اسی کو حاکم کرتی ہی اور اسکے
حکم کے موافق کام کرتی ہی اور یہ بھی ہی کہ انسان کے بدن کے طبقون مین انتہا درجے
مین یہ طبقہ واقع ہوا ہی اور ہڈیون سے کئی مراتب عروق اس طرف سے اسواسطے کہ
چمڑے کے اور ہڈی کے درمیان مین گوشت اور چربی ہی اور عروق اور جان کی رگین
اور اوردے اور باطات اور پٹھے اور عضلا اور بعد اسکے ہڈی ہوتی ہی سو جب ہماری
قدرت کسی کام کے بنانے پر متوجہ ہوتی ہی تب اسکے نزدیک ہڈیون کا جمع کرنا کیا چیز ہی
بلکہ اس سے جو سخت اور مشکل اور عمدہ کام ہین وہ سرانجام دے سکتی ہی اور اس دعوی کی دلیل

ظاہر اور کھلی ہی اسواسطے کہ جس شخص نے مشکل اور باریک کام ایک مرتبے کیا اس سے دوسرے مرتبے وہ کام بہت آسانی سے ہو سکتا ہی پس معلوم ہوا کہ آدمی جو قیامت کے آنے کا انکار کرتا ہی اور مردون کے زندہ کرنے پر اللہ تعالی کے قادر ہونے کو محال جانتا ہی سو یہ انکار اس راہ سے نہین ہی کہ یہ مسلہ بہت مشکل ہی اور اسکا ماخذ بہت دقیق ہی اور اسکی دلیل پوشیدہ ہی اس سبب سے اسکی سمجھ مین نہین آتا ہی بَلْ يُرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ج بلکہ چاہتا ہی آدمی کو بے باک ہو کے فسق و فجور کرے اپنی اگلی عمر مین جو باقی ہی اسواسطے کہ اگر قیامت کا اقرار کرے اور اس دن مین اعمال کے حساب کتاب کا خوف اپنے دل مین بیٹھاوے تو اسقدر بے باکی اور ڈھٹھائی فسق و فجور مین اس سے نہ ہو سکے سو فسق و فجور کی محبت کے سبب سے نہین چاہتا ہی کہ قیامت کی بات سنے یا اسکے ماخذ اور دلیل مین کچھ غور اور فکر کرے اسی سبب سے اسکی طرف خیال ہی نہین کرتا ہے اور بے غور و فکر کیے اس خیال کو اپنی خاطر مین آنے نہین دیتا ہی کہ اس خیال سے اسکی عیش منغص نہ ہو جاوے اور لذت مین خلل پڑے اسیواسطے تعنت اور سینہ زوری کی راہ سے يَسْأَلُ پوچھتا ہی پیغمبرون اور واعظون اور نصیحت کرنے والون سے جو اسکو قیامت کے آنے سے ڈرایا کرتے ہین اور ہمیشہ اسکو سمجھایا کرتے ہین کہ اس دلیل مین غور کرو اور اس چیز کو دیکھو اور فکر کرو تاکہ قیامت کے آنے کی تصدیق تمکو حاصل ہووے أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ط کب ہوگا قیامت کے دن کا آنا اسواسطے کہ جب تک تم تاریخ کی قید سے اسکو بیان نہ کروگے تب تک مین ہرگز یقین نہ کرونگا اور کسی دلیل مین بھی غور اور تامل نکرونگا سو یہ سوال بھی اسکا تعنت اور سینہ زوری کی راہ سے ہی کہ کہتا ہی کہ جب تک اسکے آنے کا وقت بیان نکروگے تب تک مین اسکو سچا نہ جانونگا اور خوف والی چیز کا یقین آنا اسکے آنے کے وقت کے دریافت ہونے پر موقوف نہین ہوتا ہی چنانچہ یہ بات ظاہر ہی اور یہ اسکے بوجھ کی غلطی ہی جو کہتا ہی کہ شہرون اور

لشکروں کی خبریں اگر بے قید تاریخ کے بیان کرتے ہیں تو چنداں قابل اعتبار کے نہیں ہوتی
ہیں اور اگر تاریخ اور وقت کی قید کے ساتھ ہوتی ہیں تو البتہ اکثروں کے نزدیک اعتبار کے
قابل ہوتی ہیں سو اِس خبر کو بھی اِسی پر قیاس کر کے تاریخ اور وقت سے سوال کرتا ہے اور یہ
نہیں بوجھتا ہے کہ تاریخ اور وقت کی قید اُن چیزوں میں ہوتی ہے جو گذر چکی ہیں اسواسطے کہ یہ قید
اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ خبر دینے والا اِس واقعہ سے خوب خبردار ہے اور اِس خبر دینے والے
صدق اور کذب کی تحقیق آسان ہو جاتی ہے بخلاف اُن چیزوں کے جو آگے چل کے ہونیوالی ہیں
سو واسطے کہ اُنکا ظہور ابتک ہوا نہیں ہے جو وقت معلوم ہوئے اور ایسی خبریں تاریخ اور وقت
معین کرنے کی تکلیف دینا محض بیجا ہے ایسی چیزوں کے صدق اور کذب کی تحقیق میں دلیل کی
قوت اور خبر دینے والے کے علم کے ماخذ کی قوت پر اعتماد کرنا چاہیے چنانچہ اطبّا کے خوف
دلانیوالی باتیں اور نجومیوں کی باتیں ہونیوالی چیز کے دریافت میں اِسی طور سے تحقیق کرتے
ہیں حاصل کلام کا یہ سوال اِنکا خواہ تعنت کی راہ سے اور خواہ اِنکی بوجھ کی غلطی اور نادانی
کی راہ سے ہو اِس سے قیامت کے دن یہ حاصل ہوگا کہ اُس دن ایسا سوال کرنیوالا متحیر
ہو کے اور گھبرا کے اِس سوال کا اُلٹا سوال کرنے لگے گا جو وہاں بالکل بیجا اور بیفایدہ
ہوگا اور اُس دِن کی سختیوں کو دیکھ کے اپنی مخلصی کا طریق اور بھاگ بچنے کی جگہ کو پوچھے گا
چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ** ۙ پھر جب چوندھیانے لگے گی آدمی
کی بینائی جیسے دنیا میں بجلی کی چمک دیکھ کے آنکھ چوندھیا جاتی ہے سو اُس دن آدمی کو
یہ چوندھیانا حق تعالیٰ کی قہری تجلی کی روشنی کی چمک سے ہوگا جو کافر اور فاسق کی بینائی
کی قوت کو متحیر اور مقہور کر دیگی چنانچہ سورۂ زمر میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ
بِنُوْرِ رَبِّهَا یعنے اور چمکی زمین اپنے رب کے نور سے **وَخَسَفَ الْقَمَرُ** ۙ اور
بے نور کر دیا جائیگا چاند اور پنیر کی ٹکیہ کی طرح ہو جائیگا تجلّی الٰہی کی چمک کی شدّت سے نہ اسکے
اور آفتاب کے درمیان میں زمین یا کسی دوسری چیز کے آجانے کے سبب سے جیسا کہ دنیا میں ہوا کرتا ہے

اور اس سبب سے گہن پڑا کرتا ہے اسواسطے کہ یہ بے نوری جو چاند کو لاحق ہوگی وَجُمِعَ الشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ ۙ ایسے حال مین ہوگی کہ جمع کیے گئے ہونگے آفتاب اور ماہتاب ایک جگہہ پر اور
انکے درمیان مین کوئی چیز حائل نہوگی تاکہ وہ چیز آفتاب کی شعاع کے انعکاس کو ماہتاب
مین مانع ہووے سو ایسے وقت ماہتاب کا بے نور ہونا صریح دلیل ہے اس بات پر کہ آفتاب
بھی بالکل بے نور ہوگا جیسے نیر کی چمکتی اور اگر ایسا نہوتا تو آفتاب کے نور سے ماہتاب
البتہ روشن ہوتا اسواسطے کہ ماہتاب کا جسم صیقلی ہے اور کوئی درمیان مین حائل بھی نہین ہے اور دنیا
مین آفتاب اور ماہتاب جب ایک برج اور ایک درجے مین جمع ہوتے ہین تو اسوقت چاند مین
گہن کسی طرح ممکن نہین ہے ہان محاق اسکو البتہ طاری ہوتا ہے یعنی چاندکی روشنی کم ہوجاتی ہے اسواسطے
کہ اسکی چمکتی طرف آفتاب کی طرف ہوتی ہے اور جو طرف بے نور ہے وہ زمین کی طرف ہوتی
ہے یہ نہین ہے کہ اسکا نور بالکل جاتا رہتا ہے سو دنیا مین جتنے نور کے اسباب تھے وے سب خراب
ہوجاوینگے اور اپنے اعمال کی شامت سے اور بینائی کے چوندہیا جانے سے روشنی کو بھی
دیکھ نہ سکیگا آخر کو لاچار ہوکے بہت متحیر ہوگا پھر اُسوقت يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ
کہیگا آدمی اس دن جب اس نور قاہر کی روشنی کو جسنے اسکو متحیر کر دیا ہے ہر مکان مین شائع اور
پراگندہ دیکھے گا أَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ کس طرف ہے بھاگ بچنے کی جگہہ کہ وہان پہونچکے اس حیرت
اور دہشت سے خلاصی پاؤن مین ہے اسوقت وہ دنیا کا سوال جو کہا کرتا تھا کہ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ
اُلٹا ہوجائیگا اور اُس دن سے خلاصی کی راہ پوچھنے لگیگا اور جس طرح دنیا کمال تعنت اور
عناد کے سبب سے ساتھ لفظ ایان کے قیامت کے وقت سے سوال کرتا تھا اور یہ لفظ ایسی ہے کہ
اس سے امور مشکل غیر متوقعہ سے استفہام کرتے ہین سو اس دن اپنے بھاگنے کی جگہہ کو أَيْنَ
کے لفظ سے استفہام کریگا جس سے وہ امور جنکا حصول آسان ہے اور انکا وقوع متوقع ہے پوچھتے ہین
اور حال یہ ہے کہ قیامت کا وقوع متوقع اور یقینی تھا اور قیامت کے دن بھاگ بچنے کی جگہہ کا حاصل ہونا
کسی طرح ممکن نہین ہے سو حیرت اور دہشت کے سبب سے اسکے کلام مین خبط واقع ہوا ہے چنانچہ دنیا مین

نہایت تعنت اور عناد کے سبب سے ضبط کرتا تھا اور یہ بھی ہی کہ پیغمبرون اور واعظون سے انکے الزام دینے کے واسطے سوال اور اعتراض کے طور پر قیامت کے وقت سے پوچھا کرتا تھا اور قیامت کے دن آنکھ کے چوندھیا جانے اور عقل کے متحیر ہونے کے سبب سے پناہ کی جگہ کا پتا بتلانے والا کسی کو نہ پائیگا تو خود بخود ہذیان کے طور پر بکنے لگیگا کہ اَیْنَ الْمَفَرُّ اَیْنَ الْمَفَرُّ اور جب انسان کا حال حیرت اور اضطراب سے اس مرتبے کو پہونچیگا کہ ہذیان کے طور پر بکنے لگیگا تب اُس سے کہا جائیگا کہ کَلَّا ایسا بیجا سوال مت کر اور ایسی پوچھ پاچھ لایعنی سے باز آ لَا وَزَرَ نہین ہی پناہ کہین بلکہ جس چیز سے تو بھاگتا ہی اُسی جگہ تجھکو جانا پڑیگا اِلٰی رَبِّکَ تیرے رب کی تجلی قہری کی طرف یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ اُس دن جائے قرار ہی اور کوئی شخص اُسکی تجلی کی نزدیکی کی حضوری سے مخالفت نہین کر سکتا ہی یا اپنی ہنسی خوشی سے جائیگا یا بال کھینچتے ہوئے زبردستی اُسکو لیجائینگے اور جب چار ناچار آدمی اس جگہ پر حاضر ہوگا تو حیرت اور دہشت دوسری اس پر زیادہ کرینگے یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ خبردار کیا جائیگا آدمی اس دن بِمَا قَدَّمَ ساتھ اُس چیز کے جو پہلے بھیجی تھی اعمال کی قسم سے ہو یا افعال کی قسم سے پھر وہ اعمال اور افعال لایق تقدیم کے تھے جیسے وضو کرنا نماز کے پہلے اور نماز پڑھنا روزی کی تلاش سے پہلے اور زکوٰۃ کا ادا کرنا مال پر سال گذرنے کے پہلے اور عمرہ حج کے پہلے اور سنت فرض کے پہلے اور اپنے اہل و عیال کو صدقہ دینا غیر فقیرون سے پہلے اور درود پڑھنا دعا سے پہلے اور قرض کا ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے پہلے یا وہ اعمال اور افعال لایق تقدیم کے نتھے جیسے وقت آنے سے پہلے نماز پڑھنا اور رمضان کے پہلے شک کے دن روزہ رکھنا اور عید الاضحیٰ کو نماز کے پہلے قربانی کرنا اور عشا کے پہلے وتر کی نماز پڑھنا اور قرض اور اپنے اہل و عیال کے ضروری حق ادا کرنے کے پہلے صدقہ دینا اور والدین کی خدمت اور اہل و عیال کی خبرگیری کے پہلے جہاد کرنا یا نفل حج کا یا نفل علم کی طلب کا سفر کرنا اور عدت گذرنے کے پہلے نکاح کر لینا اور علیٰ ہذا القیاس وَاَخَّرَ اور جو پیچھے چھوڑا تھا اپنے اعمال اور افعال سے

پھر وہ لائق تاخیر کے تھے جیسے حق تعالیٰ کے فرض ادا کرنے کے بعد والدین کی خدمت کرنا
اور اپنی ضروری حاجتون کے پورا کرنے کے بعد خیرات کرنا اور اپنے خویش و اقربا کے
احسان کرنے کے بعد غیرون پر احسان کرنا یا لائق تاخیر کے نہ تھے جیسے وقت گذر جانے
کے بعد نماز پڑھنا اور برس گذر جانے کی مدت کے بعد زکوۃ ادا کرنا اور توبہ کا وقت پاکے
توقف کرنا اور علیٰ ہذا القیاس اور جب آدمی کو اسکے عملون کی تقدیم اور تاخیر پر اعمال نامے دیکر
اور آسمان اور زمین اور دن اور رات کے گواہون کو کھڑا کرکے خبردار کرینگے تب حیرت مین ہوگا
اور اس بات کو سوچیگا کہ جب اس ترتیب اور تقدیم اور تاخیر کو نہین چھوڑتے ہین اور خبر دینے
کے واسطے اسکو لکھ رکھا ہی اور ان باتون کو پوچھتے ہین اور اسپر جزا دیتے ہین تو میرے
اصل عمل اور فعل نیکی اور بدی سے جو ہین کیونکر نہ لکھے ہونگے اور اسے کیونکر نہ پوچھین گے
اور اسپر کیونکر نہ جزا دینگے اس سوچ سے بڑی دہشت اسپر غالب ہوگی اور اپنے دل
مین کہیگا کہ بہت وقت بے ڈھب ہے اور بعضے مفسرین نے یون کہا ہی کہ ما قدّم سے مراد
وہ عمل ہین جو کر چکا ہی خواہ وہ نیک ہون یا بد ہون اور ما اخّر سے مراد وہ عمل ہین جو نہین کیے
ہین خواہ وہ عمل نیک ہون خواہ بد ہون اور بعضون نے یون کہا ہی کہ ما قدّم سے مراد
وہ مال ہی جو للہ دیا اور عاقبت کے ذخیرے کے واسطے آگے بھیجا اور ما اخّر سے وہ
مال مراد ہی جو وارثون کے واسطے پیچھے چھوڑا ہی اور بعضون نے یون کہا ہی کہ ما قدّم سے
مراد وہ عمل ہین جو آپ کر گیا ہی خواہ نیک ہون یا بد اور ما اخّر سے مراد وہ رسم اور طریقہ ہی
جو اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہی اور لوگ اس رسم اور طریقے پر چلتے ہین اور کام کرتے ہین پھر خواہ وہ
رسم نیک طریقے کی ہو اور اس شخص کے قیامت تک اجر اور ثواب کا سبب پڑے یا بد ہو جو
قیامت تک اس شخص کے عذاب اور رنج کا سبب پڑے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو
ح شخص نیک طریقہ یا نیک رسم لوگون مین رائج کرتا ہی تو جتنے اس رسم اور طریقے پر چلتے ہین ان سبکے
برابر ثواب اس شخص کو بھی ملے جاتا ہی بدون اسکے کہ ان عمل کرنیوالون کے ثواب مین کچھ نقصان

ع

ہووے اور جو شخص بد طریقہ اور بد رسم لوگون مین رائج کر جاتا ہی تو اُسکو اِن سب کے برابر وبال ہوجاتا
ہی جو اُسپر چلتے ہین بدون اِس بات کے کہ اِن لوگون کے وبال سے کچھ کم ہووے اور یہ بھی
حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو دنیا مین ناحق خون کرتا ہی تو اُسکا وبال قابیل حضرت آدم
علیہ السلام کے بیٹے پر بھی لکھتے ہین اسواسطے کہ پہلے اِسی نے اِس کام کو کیا تھا اور مجاہد رحمہ اللہ
علیہ کہتے ہین کہ مَا قَدَّمَ سے مُراد وہ عمل ہین جو جوانی اور ابتداے شباب مین کیے ہین اور
مَا اَخَّرَ سے مُراد وہ عمل ہین جو بڑھاپے اور آخر عمر مین کیے ہین حاصل کلام کا ہر طرح سے
آدمی کو ہر حرکت اور ہر سکون اور ہر قول اور فعل پر آگاہ کرینگے تاکہ اِسی کے موافق اُسکو
جزا دیوین اگرچہ یہ خبردار کرنا اور نامۂ اعمال دکھلانا اور گواہون کو گذارنا اُسکے حق مین کچھ
حاجت نہین ہی بَلِ الْاِنْسَانُ بلکہ آدمی خود بخود اپنے سب عملون پر مطلع اور خبردار
ہوجائیگا اسواسطے کہ وہ آدمی عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ اپنی جان پر حجت کامل اور
گواہ عادل ہی اسواسطے کہ اپنے کیے ہوئے عملون کی شکلین اسکے نفس مین راسخ
و ثابت ہین اور اِس عالم مین جو اسکی دریافت قوی اور صاف ہوگی اِس سبب سے
اِن سب عملون کی شکلون کو دریافت کرلیگا بلکہ اپنے وجدان اور دریافت کی طرف
رجوع کی احتیاج بھی نہ ہوگی اسواسطے کہ عالم روح کے شائع اور پراگندہ ہونے کے
سبب سے وہ شکلین خودبخود ظہور کرینگے اور اعضا کی صفتین اور صورتین ہوجائینگی بعضے
چہرے کی تاریکی اور مُنھ کی سیاہی پیدا کرینگی اور بعضے چہرے کی رونق اور سُرخروئی
پیدا کرینگی اور اسی طرح تمام اعضا اور اجزا مین ظہور کرینگی چنانچہ وضو کرنیوالون کے چہرے
اور ہاتھ پانون روشن اور چمکتے ہونگے اور زیور پہنے ہوئے لاوینگے اور خیانت کرنیوالونکو
جس چیز کی خیانت کی ہی اسکو اُسی کی گردن اور کاندھے پر لادے ہوئے لاوینگے اور
شہیدون کو خون سے رنگین لاوینگے اور زانیون کو انکی شرمگاہون سے پیپ بہتا ہوا
بدبو آتی ہوئی لاوینگے یہانتک کہ ہر ہر عضو آدمی کا جس سے جو گناہ کیا ہی وہ خود گواہی دیگا

ع

قیامت کے دن آدمیون کو اپنے اپنے عملون پر آگاہی تین مرتبہ ہوگی ۱۲

اور آپ بولیگا پھر سوائے اقرار کرنے کے آدمی کا کچھ بس نہ چلے گا وَلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ
اگرچہ لا ڈالیگا ترکش کے تیرون کی طرح تمام اپنے عذر اور بہانے کو حدیث شریف مین آیا
ہے کہ آدمی کو قیامت کے دن اپنے اپنے عملون پر مطلع اور خبردار ہونا تین مرتبہ ہوگا پہلی مرتبہ
ہر ایک کے نامۂ اعمال فرشتے پڑھ کے ہر ایک کے ہاتھ مین دینگے اور کہین گے کہ
اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا یعنی پڑھ اپنی کتاب تو آپ
کافی ہے اپنی جان کے واسطے آج کے دن اپنے اوپر حساب لینے والا اسوقت آدمی اپنے
برے کامون کا انکار کرینگے اور کہینگے کہ ہمنے ہرگز یہ کام نہیں کیے ہین یہ ہم پر جھوٹھ لکھدیا ہے
پھر دوسری مرتبہ آسمان اور زمین اور دن اور رات اور ہر ہر عضو اسکا ان کامون پر گواہی
دیگا اور انکے ذمہ وہ چیزین ثابت کرینگے اور انسے کہینگے کہ تمنے یہ کام کیے ہین پھر اسوقت
یہ بھی اقرار کرین گے اور کہین گے کہ ہان ہم سے یہ کام ہوئے لیکن عذر درپیش کرینگے
اور کہین گے کہ فلانا کام ہم سے اس سبب سے ہوا اور فلانا کام اِس
سبب سے اور اکثر انکے عذر نادانی اور جہالت ہوگی اور یہ کہ ہمارے پیشوا ہمارے
واسطے دین اور آئین اور رسم اور طریقے مقرر کر گئے تھے سو ہم ان کی تقلید اور پیروی سے
اِس بلا مین گرفتار ہوئے چنانچہ قرآن شریف مین جا بجا اِسی قسم کے عذر نامسموع انکی زبان سے
حکایت کے طور پر حق تعالیٰ نے بیان فرمائے ہین اور جب اِنکے عذرون کو بھی باطل اور
نامسموع کر دینگے پھر تیسری مرتبہ یہ حکم ہوگا کہ ہر ایک کا نامۂ اعمال اگر اچھا ہے تو سیدھے ہاتھ مین
اور اگر برا ہے تو اُلٹے ہاتھ مین دیکر اپنے اپنے ٹھکانون پر انکو پونچاؤ تب فرشتے نیکون کے
نامۂ اعمال اُنکے سیدھے ہاتھ مین دیکر موقف کے داہنی طرف جو بہشت کا رستہ ہے روانہ کرینگے
اور بُرون کو اُلٹے ہاتھ مین دیکر موقف کے بائین طرف جو دوزخ کا رستہ ہے مار مار کے اور
گردنون مین ہاتھ دیکر ہانکین گے اور بعضون کو زنجیرون اور طوق سے جکڑ کے لیجائین گے
اور بعضون کو منھ کے بل گھسیٹتے ہوئے لیجائینگے اور جب آدمی کی غفلت کے بیان سے فراغت پائی

یعنی آدمی ایسا غفلت مین پڑا ہوا ہی کہ قیامت کے آنے کا انکار کرتا ہی اور روا ہی معمول سبب سے اسمین نکالتا ہی اور پھر قیامت کے دن تجلی قاہرۂ الٰہی کے نور کے ظہور کے وقت حسرت اور افسوس کریگا اور اس دن کے خوف سے مضطر اور بیقرار ہوویگا اور تقدیم اُس چیز سے جسکی تاخیر ضروری تھی اور تاخیر اُس چیز سے جسکی تقدیم ضروری تھی خبردار کیا جائیگا اور ان سب چیزون کی اس سے پرسش ہوگی تو اب بات بیچ مین بالکل آنے کے طور پر اپنے پیغمبر سے حکم ہوتا ہی کہ اس بیان سے تمکو یہ بات معلوم ہو چکی کہ جسکی تقدیم ضروری ہی اُسکو مؤخر کرنا اور جسکی تاخیر ضروری ہی اُسکو مقدم کرنا مذموم اور برا ہی اگرچہ جو کام خیر کے ہین اُن مین ہو سو تمکو لازم ہی کہ اپنے تئین اُن دونون چیزون سے بچائے رکھو خصوصاً قرآن شریف اور اُسکی تفسیر کے سیکھنے مین اسواسطے کہ اس علم کا جو نہایت شوق تمکو ہی اور اس پر بہت حریص ہو اس سبب سے یہ دونون چیزین تمسے صادر ہوتی ہین اور تم یہ سمجھتے ہو کہ اس علم کے سیکھنے مین جسقدر عجلت اور شتابی ہووے بہتر ہی اسواسطے کہ خوف بھول جانے کا لگا ہوا ہی سو تمکو چاہیے کہ **لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ** مت ہلاؤ اس قرآن کے پڑھنے مین اپنی زبان کو جسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑھتے ہین **لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ** تاکہ جلدی کرو اس قرآن کے لفظ کے یاد رکھنے مین اس خوف سے کہ اوّل سبق سے آخر سبق کے سُننے تک ایسا نہ ہو کہ بعضے الفاظ تمھاری یاد سے جاتے رہین اور جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ پڑھ کے چلے جاوین اور تمکو وہ الفاظ بھول جاوین اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہی کہ سبق کے سُننے مین ایسی جلدی اور شتابی کرنا یعنے آپ بھی پڑھنے لگنا سبق کے سُننے مین خلل ڈالتا ہی نہ اوّل اچھے طور سے سنا جاتا ہی نہ آخر اسواسطے کہ دل دوسری طرف یعنی پڑھنے کی طرف متوجہ ہوتا ہی تو سُننے سے رہ جاتا ہی سو اگر تمکو بھول جانے کا خوف ہی اس سبب سے ایسی جلدی کرتے ہو تو اس خوف کو دل سے نکال ڈالو اور خاطر جمع رکھو اسواسطے کہ **اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ**

بیشک ہمارے ذمہ پر ہی جمع کرنا تمام سبق کا تمہارے سینہ اور حافظہ میں اور اول سے آخر تک پڑھنا اسکا تمہاری زبان سے **فَاِذَا قَرَاْنٰہُ** پھر جب پڑھنے لگیں ہم اسکو تعلیم اور سنانے کے واسطے جبرئیل کی زبان سے جو ہمارا ایلچی اور بھیجا ہوا ہی اور اسکا پڑھنا گویا ہمارا پڑھنا ہی **فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ** ہ پھر پیروی کرو اسکے پڑھنے کی یعنی پہلے چپ بیٹھے اسکا پڑھنا سنا کرو پھر جب وے پڑھ چکیں تب تم پڑھنا شروع کرو انہیں مخرجوں سے اور اسی شد اور مد سے تاکہ اس طور کے پڑھنے سے یعنی جبرئیل کے پڑھنے کو سننے سے اور تمہارا پڑھنا جبرئیل کے سننے کے سبب سے تمہارا سبق پکا ہو جاوے اور بعضے لفظوں کے بھول جانے کا یا کسی حرف کے رہ جانے کا یا مخرج سے ادا نہ ہونے کا یا شد اور مد کے رہجانے کا یا وصل اور وقف کی رعایت نہ ہونے کا خوف بالکل جاتا رہے اور تمہاری خاطر جمع ہووے سو اسکو بوجھو کہ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے درمیان میں قرآن کو پڑھنے لگنا وہ چیز ہی جسکی تاخیر واجب ہی اور تم اسکو مقدم کرتے ہو اور جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کو سننا اور اسی طرف کان رکھنا وہ چیز ہی جسکی تقدیم واجب ہی اور تم اسکو موخر کرتے ہو اور دوسرا یہ بھی ہی کہ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے درمیان میں قرآن کے مشکل معنی تم پوچھنے لگتے ہو اور اسکی تحقیق کرنے لگتے ہو اور تم ایسا سبب سمجھے ہو کہ اگر جبرئیل علیہ السلام قرآن پڑھنے سے فراغت پاکے چلے جاینگے اور مجھکو اس سبق کی تفسیر معلوم نہوگی تو تبلیغ کے وقت اگر مجھسے اسکے معنی لوگ پوچھینگے تو میں انکو کیا جواب دونگا سو ارشاد ہوتا ہی کہ اس امر سے بھی تم خاطر جمع رکھو اسواسطے کہ **ثُمَّ** قرآن کی لفظوں کی تعلیم کے بعد اور حرفونکی مخرج اور شد اور مد اور فصل اور وصل کی تصحیح کے بعد **اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ** ہ بیشک ہمارا ذمہ ہی انکے معنوں کے بیان کرنے کا بھی سو اسکو بھی بوجھو کہ قرآن کے پڑھنے کے وقت اسکے معنوں کو جبرئیل علیہ السلام سے پوچھنا ایسی چیز ہی جسکی تاخیر واجب ہی اور تم اسکو مقدم کرتے ہو اور قرآن کی لفظوں کی تصحیح کی طرف متوجہ ہونا ایسی چیز ہی جسکی تقدیم واجب ہی اور تم اسکو موخر کرتے ہو **کَلَّا** ایسا مت کرو یعنی قرآن کے سیکھنے اور سکھلانے کے وقت

جس چیز کی تاخیر واجب ہی اُسکو مقدم اور جسکی تقدیم واجب ہو اُسکو موخر مت کیا کرو اور اسیطرح
جتنی بہتر چیزین ہین اُنمین یہ بات مذموم اور بُری ہی اسواسطے کہ یہ بات قرآن کے اصل علم کے سیکھنے مین
نقصان لاتی ہی اور اِس سبب سے اُستاد اور شاگرد دونون کا ذہن منتشر ہوجاتا ہی اسیواسطے
اِس آیت سے استنباط کیا ہی یعنی اِس حکم کو نکالا ہی کہ علم کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہی کہ کتاب
کی عبارت پڑھنے کے وقت جو اُستاد کے قائم مقام ہی اُسکے سُننے والون پر لازم ہی کہ سوائے
سُننے کے دوسری طرف مشغول نہ ہووین اور قاری کے ساتھ پڑھنے نہ لگین پھر قاری کے
پڑھنے کے بعد اگرچہ چاہین تو اُسکو دوہرالین پھر جب اُستاد یا قاری ترجمہ تحت اللفظ بیان
کرنے لگے تو اُسوقت بھی مالہ اور ماعلیہ کی تحقیق نکرنے لگین پھر جب لفظ کی صحت یعنے
عبارت صحیح قاری پڑھ چکا اور لفظی ترجمہ بھی بیان ہو چکا پھر اُسیوقت مالہ اور
ماعلیہ کی تحقیق شروع کرین یعنی اِس عبارت مین یہ لفظ مناسب تھا اور فلانے لفظ پر یہ
اعتراض ہوتا ہی اور اسیطرح بحث کے درمیان مین اعتراض سے معترض نہ ہووین بلکہ بحث
کے تمام ہونے کے بعد اگر کچھ شبہہ باقی رہے تو اُسکی تحقیق کرلین اور یہ سب چیزین آدمی کی
طبعی عجلت کے سبب سے ہین یعنی آدمی کی خلقت اسیطرح پر ہوئی ہی چنانچہ قرآن شریف
مین دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہی کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ یعنی پیدا کیا گیا ہی آدمی عجلت سے
سو یہ امر فقط تمھارا خاصہ نہین ہی بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۙ بلکہ تم سب ہی آدمیو
دوست رکھتے ہو جلدی والے نفع کو جو جلدی ہاتھ مین آوے اور شتابی حاصل ہووے سو یہ بات
بشری جبلت کے تقاضے سے ہی اور اِس چیز مین سب آدمی برابر ہین اتنا فرق ہی کہ نیک
لوگ اِس جلدی حاصل ہونیوالی منفعت کو دوست رکھتے ہین جو نیک ہی اور بُرے لوگ
اس شتابی حاصل ہونیوالی منفعت کو دوست رکھتے ہین جو بد ہی حضرت عبداللہ بن عباس
اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت آئی ہی کہ ابتدا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نزول وحی کے سبب سے بہت تکلف کھینچتے تھے اِس سبب سے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے
تھے اور قرآن شریف کی آیتون کو پڑھنا شروع کرتے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے ساتھ اپنی زبان اور لبونکو آہستہ آہستہ جنبش دیتے تھے
تاکہ ایسی آواز بلند نہ ہو کہ حضرت جبرئیل کا پڑھنا آپکی سماعت مین نہ آوے اور آپکو یہ بھی خیال
رہتا تھا کہ ہر ہر لفظ جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کے مطابق اپنی بھی زبان سے نکلے اور
اسی طرح یاد رہے تو آپکو یہ دونون مختلف کام یعنی سُننا اور پڑھنا ایک ہی وقت مین بہت
بھاری معلوم ہوتے تھے سو حق تعالیٰ جل شانہ نے اس تکلیف اور رنج کے دفع کرنے کے
واسطے اس چیز کو منع فرمایا ہی کہ اس تکلیف مین مت پڑو اور خاطر جمعی بھی آپکی فرمادی کہ تمکو بدون
اس رنج اور تکلیف کے قرآن یاد رہیگا اور اچھی طرح تمسے پڑھا جائیگا پھر اسکے بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رب العزت عز اسمہ کے ارشاد کے بموجب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے
پڑھنے کے وقت چپ رہتے اور کان دھر کے اُنکی قرأت کو سنا کرتے تھے اور جب حضرت جبرئیل علیہ السلام
پڑھ چکتے تھے تب بعینہ اسی عبارت کو بے تفاوت دوہرا کے انکو سنا دیتے تھے سو اس آیت مین
یعنے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ سے اسی امر اور نہی کو تمام تمام امورات خیر مین تقدیم اور
تاخیر کی رعایت پر متفرع فرمایا ہی اور پھر اس سے منافع عاجلہ کی حب کی طرف انتقال فرمایا ہی
اور حاصل مطلب یہ ہی کہ کتنا ہی امر نیک ہو لیکن اسکے حاصل کرنے مین بہت جلدی نہ چاہیے
کرنا اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو اس جلدی سے کوئی دوسرا امر بہتر فوت ہو جاوے چنانچہ آدمی
دُنیا کی محبت مین آخرت سے غفلت کرتے ہین اسی سبب سے اس عبارت مین تمام آدمیون کی
طرف خطاب فرمایا ہی کہ تم سب منافع عاجلہ کی یعنی دنیا کی منفعت کی محبت مین گرفتار ہو
وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ط اور چھوڑتے ہو آخرت کو اور اسکی فکر کچھ بھی نہین کرتے
ہو اسواسطے کہ تم اسکو دور سمجھتے ہو اور دنیا کے منافع کی محنت اور آخرت کی منافع سے
غفلت کرنا بڑے فساد کا باعث ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ حُبُّ الدُّنْيَا رَاْسُ ح
كُلِّ خَطِيْئَةٍ یعنے دنیا کی محبت اصل ہی سب برائیون کی اور بڑی مشکل یہ ہی کہ ان دونون
چیزون کی محبت ایک جگہ جمع نہین ہوتی ہی بلکہ ایک کی محبت دوسری چیز کے بغض کا سبب
پڑتی ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ ح

اٰخرتہٗ اَضَرَّ بِدُنیاہ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقیٰ علیٰ مَا یَفْنیٰ یعنے جس شخص نے دوستی کی دنیا سے
تو نقصان کیا اپنی آخرت کا اور جسنے محبت کی اپنی آخرت سے نقصان کیا اپنی دنیا کا
پھر چاہیے کہ اختیار کرو اُس چیز کو جو باقی رہنے والی ہے اُسپر جو فانی ہونیوالی ہے اور یہ
حضرت امیر المومنین مرتضی علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپنے فرمایا ہے اَلدُّنیا
وَالْاٰخِرَۃُ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اَحَدُھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْریٰ یعنے دنیا اور
آخرت دونوں سوتین ہین اگر ایک اِن دونون مین سے راضی ہوئی تو دوسری
ناراض ہوگی اور اِسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ
کو تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ پر عطف ملازمت فرمایا ہے وَلَا تُحِبُّوْنَ الْاٰخِرَۃَ نہ فرمایا گویا یون
حکم ہوتا ہے کہ اس عاجلہ کی محبت اُس دوسری کی محبت کے ترک کا سبب ہے اور حال یہ ہے کہ
آخرت کی منفعت اور مضرت ہزارون درجے اِس دنیا کی منفعت اور معرفت سے بڑھکے
ہے یہانتک کہ اُن دونون مین کچھ نسبت نہین ہے اسواسطے کہ وُجُوْہٌ کتنے چہرے
یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اُس دن تر و تازہ اور روشن اور چمکتے ہونگے اِس سبب سے
کہ اُنکے نیک اعتقادون کا نور اور نیک عملون کی روشنی اُنکے چہرون پر ظہور کریگی اور
اُنکے باطن کا نور ظاہر پر نمودار ہوگا اور اُسی نور کی قوت کے سبب سے جو اُنکی آنکھ کی روشنی
کی مدد کریگا اِلیٰ رَبِّھَا اپنے پروردگار کے نور کی تجلی کی طرف نَاظِرَۃٌ
نظر کرنیوالے اور بڑی لذت پانے والی ہونگی اور اُنکی آنکھ اس تجلی کے دیکھنے سے ہرگز
نہ چوندھیاویگی اور متحیر اور خوفناک بھی نہ ہوگی وَوُجُوْہٌ اور کتنے چہرے یَّوْمَئِذٍ
اُس دن حیرت اور دہشت مین پڑے ہونگے اگرچہ اِس تجلی کے سامنے کھڑے ہونگے
لیکن اُسکو دیکھ نہ سکینگے پھر اُسکے دیکھنے سے چین پانا اور لذت اُٹھانا تو بہت دور
رہا اسواسطے کہ وہ چہرے اپنے حال مین گرفتار ہونگے بَاسِرَۃٌ اور اِس رو نی شکل
کے ہونگے سو یہ ظاہر اُنکا ایسا خراب ہوگا اور اُنکے دل مین عجب طرح کا رنج اور غم غالب

اور بھرا ہوگا کہ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ؕ یقین رکھتے ہونگے کہ
کیا جائیگا انکے ساتھ معاملہ پیٹھ کی ہڈی توڑنیوالا اور اس خیال سے انکے حواس
بجا نہ ہونگے تا کہ تجلی الٰہی کے نور کی رویت سے بہرہ مند اور مشرف ہون چنانچہ حدیث
صحیح متواتر مین جسکو بہت صحابیون نے روایت کیا ہی آیا ہی کہ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ
کَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَیْلَةَ الْبَدْرِ لَیْسَ دُوْنَهٗ حِجَابٌ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہی کہ تم دیکھو گے اپنے پروردگار کو یعنے قیامت کے دن جسطرح دیکھتے ہو
چودھوین رات کے چاند کو ایسے وقت مین کہ اسوقت مین بدلی یا دھوان یا غبار
تمھارے اور چاند کے درمیان مین حائل نہ ہو اور حق تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہونے
مین آپسمین ایک دوسرے کا مزاحم اور مانع بھی نہ ہوگا جسطرح چاند کے دیکھنے مین ایک
دوسریکا اوٹ نہین ہوتا ہی اور یہ بھی حدیث صحیح مین آیا ہی کہ تم لوگ حق تعالیٰ کے دیدار سے
مشرف ہوگے لیکن اگر ہوسکے تو فجر اور عصر کی نماز کو بہت احتیاط سے اپنے وقت پر
ادا کرتے رہو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دونون نمازون کا نور حق تعالیٰ کے دیدار
مین مدد اور اعانت کریگا ف اب یہان پر جاننا چاہیے کہ یہ آیت صریح دلیل ہی اس بات پر
کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ کا دیدار نیک لوگون کو نصیب ہوگا اور حدیث صحیح متواتر جسکو
بہت صحابیون رض نے صحیح اسنادون سے روایت کیا ہی وہ بھی اس نص کے مضمون کی
تاکید کرتی ہی تو حق تعالیٰ کی رویت کا اعتقاد ہر مسلمان کو لازم و فرض ہی اور حق تعالیٰ
کی دیدار کے منکر اس آیت کے معنون مین بہت گھبرائے ہین اور ہاتھ پاؤن مارے ہین
اور عجیب اور غریب باتین کی ہین کہ اکثر وہ باتین کتاب اللہ کی تحریف کو پونہچی ہین اور
مفسرین پر تحریف کا رد واجب ہی اس سبب سے ان چیزون کا ذکر اس مقام پر کرنا ضرور ہوا ورنہ
اس تفسیر کے طرز کے لحاظ سے اس گفتگو کا لانا اس جگہ مناسب نتھا لاچاری سے ذکر کیا جاتا ہی اور اس ذکر کے
پہلے ایک مقدمہ ضروری بیان ہوتا ہی اسکو کان رکھکے سننا چاہیے اور اس مقدمہ کا حاصل یہ ہی کہ

کلام اللہ کی تفسیر اسکو کہتے ہین کہ تین چیزون کی رعایت اُسمین پائی جاوے اول یہ کہ ہر کلمہ کو قرآن شریف کے اُسکے حقیقی معنون پر حمل کرنا چاہیے یا مجاز متعارف اور مشہور پر دوسری یہ کہ اُس کلمہ کے سیاق اور سباق کو اور کلام کے نظم کو اوّل سے آخر تک ملاحظہ کرنا اور نگاہ رکھنا چاہیے تاکہ کلام بے نسق اور بے ربط نہ ہوجاوے تیسری یہ کہ نزول وحی کے گواہون کا فہم اِس تفسیر کے مخالف واقع نہ ہو اور وہ گواہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہین پھر اگر ان تینون چیزون سے ایک فوت ہوجاوے اور دو دوسری باقی رہین تو اُسکو تاویل کہتے ہین سو اگر پہلی فوت ہوجاوے لیکن دوسری اور تیسری باقی رہین تو اسکو تاویل قریب کہتے ہین اور اگر دوسری فوت ہوجاوے لیکن پہلی اور تیسری باقی رہین یا تیسری فوت ہوجاوے لیکن پہلی اور دوسری باقی رہین تو اِن دونون صورتون کو تاویل بعید کہتے ہین اور اگر یہ تینون فوت ہوجاوین تو اُسکا نام تحریف اور مسخ ہی معاذ اللہ من ذالک پھر جب یہ مقدمہ معلوم ہوچکا تو اب جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت کے منکرون کے کلام مین جسکو وہ بہت عمدہ جانتے ہین اور اِس گروہ کے مفسر اُسپر ناز اور فخر کرتے ہین وہ یہ ہی کہ نَاظِرَۃٌ کو مُنْتَظِرَۃٌ کے معنون مین کہتے ہین چنانچہ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ وَ اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ مین واقع ہوا ہی یعنے نہین منتظر ہین مگر اسکی تاویل کے اور مہلت دو ہمکو کہ ہم بھی سلگالین تمھاری روشنی سے اور اِلٰی کو کہتے ہین کہ یہ حرف جر کا نہین ہی بلکہ نعمت کے معنون مین ہی آلاء کا مفرد ہی اصل مین اِلًی تھا تنوین کے ساتھ جب ربھا کی طرف اسکو مضاف کیا تو تنوین جاتی رہی اِلٰی رہ گیا اِس سبب سے حرف جر سے مشابہ ہوگیا تو اب اُنکے نزدیک اِس آیت کے معنے یون ہوئے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کے منتظر ہونگے تو اُنکے نزدیک اِس آیت نے رویت پر دلالت نہ کی سو اب اِس آیت کے معنون مین تامل اور غور کرنا چاہیے کہ اوّل تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم کے یہ معنی مخالف ہین بلکہ اِس کہنے والے کے

پہلے جتنے زمانے گذرے ہین ان سب لوگون کے یہ قول مخالف ہی کسی شخص کو یہ بات
نہ سوجھی سوائے اُس شخص کے اور دوسرے یہ کہ قرآن شریف کے استعمال کے بھی مخالف ہی اسواسطے کہ
دو جگہہ تو اسی سورۃ مین الی کا لفظ واقع ہی چنانچہ اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ اور اِلٰی
رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ اور سوائے اسکے اگر تمام قرآن شریف مین یہ لفظ تلاش کیا جاوے
تو ہزار جگہہ سے زیادہ نکلے گا چنانچہ اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا اِرْجِعِي اِلٰی رَبِّكِ اِرْجِعْ
اِلٰی رَبِّكَ اِلٰی رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ اِلٰی رَبِّهِمْ يَرْجِعُونَ وَاِنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُونَ اور
سوائے اسکے بہت جگہہ پر واقع ہی لیکن کسی جگہہ ان ترکیبون مین اِلٰی نعمت کے معنون
مین مستعمل نہین ہوا ہی بلکہ اِلٰی کا لفظ تمام قرآن شریف مین نعمت کے معنون مین واقع
نہین ہوئی ہی اور خالص عرب کے کلام مین بھی یہ لفظ ان معنون مین مستعمل نہین ہی اور اکثر
اہل عربیت نے اس لفظ کو تحقیق کیا ہی اور کہا ہی کہ آلاء کا مفرد اَلی ہی ہمزہ کے فتحہ سے
قفا کے وزن پر نہ اِلیٰ معیٰ کے وزن پر اور یہ جو کہتے ہین کہ اعشیٰ نے اپنے
شعر مین اس لفظ کو اسی وزن اور اسی معنون مین استعمال کیا ہی چنانچہ اُسکا شعر یہ ہی
اَبْيَضُ لَا يَرْهَبُ الْهُزَالَ وَلَا يَقْطَعُ رَحِمًا وَّلَا يَخُونُ اِلًی یعنی گورا رنگ
نہین خوف کرتا ہی لاغری کا اور نہین قطع کرتا ہی رحم کو اور نہ خیانت کرتا ہی نعمت مین سو یہان پر
کس دلیل سے ثابت ہوا ہی کہ الی اس شعر مین ہمزہ کے زیر سے ہی زبر سے نہین ہی تاکہ دلیل
درست ہووے اور سوائے اسکے اگر ایک شاعر نے اپنے شعر مین ایک نادر کلمہ کو استعمال بھی کیا تو
وہ کلمہ وحشت اور غرابت سے نہ نکل جائیگا والا جرشیٰ مسرج کا لفظ بھی وحشی اور غریب نہ چاہیے ہو
اور کلام اللہ جو انتہا درجے کی فصاحت اور بلاغت مین واقع ہی سو اسکو غریب وحشی کلمون کے
استعمال پر مشتمل کرنا اُسکی فصاحت اور بلاغت مین بٹا لگاتا ہی خصوصاً ایسے مقام پر جہان رائج
اور مشہور ترکیب کے استعمال کا گمان غالب ہووے بلکہ یقین ہووے وہان وحشی غیر مستعمل کی طرف
پھیرنا گویا قرآن شریف پر چیستان اور پہیلی کی تہمت لگانا ہی حاشا کلام اللہ مِنْ ذٰلِكَ

یعنے بہت دُور ہی کلام الٰہی ایسی چیزون سے قرآن شریف کا نزول تلبیس اور اشتباہ کے دفع کرنے
کے واسطے ہی نہ فریب دینے اور غلطی مین ڈالنے کے واسطے سو الیٰ کے معنے حقیقی نعمت کے کنایا
مجازا اور کنایت سے ہزارون مرتبہ بعید ہی بلکہ الیٰ کو اپنی اصل سے خارج کرنا ہی یعنی حرفیت سے
نکال کے اسمیت مین داخل کرنا ہی اور اسطرح غیر حقیقی اور غیر متعارف معنون پر کسی کلمہ کو حمل کرنا
تاویل کے مرتکب اور دلیر ہونے کا سبب ہی اسی طرح کسی کلمہ کو ایسے معنون پر حمل کرنا جسکے
سبب سے وہ کلمہ اپنی اصالت سے نکلجاوے جیسے حرفیت سے جو رائج اور مشہور ہی نکل کے اسمیت
یا فعلیت مین داخل ہووے جو غیر متعارف اور غیر مشہور ہی یہ بھی تاویل کا مرتکب ہونا ہی بلکہ یہ تحریف سے
مثل زیدٌ وحاریۃ من بطن عصفورٍ اور باوجود ایسی مخالفتون کے اس کلام کی ابتدا سے
یعنے بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ سے اِس آیت کے آخر تک کوئی لفظ نہین ہی جو اِن معنون کو
مدد نہ کرے اور جس غرض کے واسطے یہ کلام لایا گیا ہی سو یہ معنی اِس غرض کے بالکل منافی
اور مخالف ہین اور اِس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ
کا مضمون اِس بات پر دلالت کرتا ہی کہ تم لوگ ناکارہ چیز کو دوست رکھتے ہو اور عمدہ چیز کو
ترک کرتے ہو سو آیندہ کلام مین آخرت کی عمدگی کے واسطے اگر ایسی چیز جو مخصوص آخرت کے
واسطے ہو اور دنیا مین نہ پائی جاتی ہو بیان نہ کرین تو یہ دعوی درست نہ ہو اور جب
یہ بیان فرمایا کہ بہت لوگون کو قیامت کے دن حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا اور یہ ایسی
چیز ہی کہ کوئی نعمت اور کوئی ترقی اِس سے بڑھ کے آدمی کے وہم اور خیال مین نہین آسکتی ہی
تو آخرت کی عمدگی ثابت ہوئی اور اگر نعمت الٰہی کے انتظار کو بیان کرین تو اِس غرض کے منافی اور
مخالف ہوجاوے اسواسطے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کا انتظار دنیا مین بھی حاصل ہی بلکہ بدونکو نیکون سے
زیادہ حاصل ہی اسواسطے کہ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ یعنی دنیا مومن کا قیدخانہ اور
کافر کا باغ ہی اسواسطے کہ چہرون کی تازگی اور رونق اور چمک اور دمک رنگ کی جتنی کافرونکو
حاصل ہی ایماندارون کو ہرگز میسر نہین ہی تو آخرت کی زیادتی دُنیا پر کیا ہوئی جسکے واسطے دنیا کی

محبت پر اور آخرت کے ترک پر ملامت فرماتے ہین بلکہ اسوقت مین تو بہرون کو کہنے کی جگہ ہی کہ ہم لوگ دنیا کو اِس سبب سے دوست رکھتے ہین اور آخرت کی فکر کچھ بھی نہین رکھتے کہ چہرون کی بشاشت اور تازگی اور گوناگون نعمتون کا انتظار ہمکو دنیا مین حاصل ہی اور دنیا کی نعمتین نقد اور نزدیک ہین اور آخرت کا حال معلوم نہین ہی کہ یہ نعمتین ہمکو وہان حاصل ہون یا نہ ہون اور سوا اسکے آخرت موعود اور نسیہ ہی پھر بعد اسکے وجوہ کے لفظ مین قیاس کرنا چاہیے کہ اگرچہ وجوہ کے لفظ سے اِس جگہ ذات اور اشخاص مُراد ہین لیکن بلاغت والون کا یہ قاعدہ ہی کہ اگر کسی چیز کو ساتھ کسی لفظ کے تعبیر کرتے ہین تو جو کچھ اِس لفظ کے مناسب ہوتا ہی لاتے ہین جیسے اِسکی صفتین یا اسکے کام چنانچہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ اور وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ اور قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ مین واقع ہی اور یہ بات ظاہر ہی کہ وُجُوْهٌ کا کام نظر کرنا اور دیکھنا ہی نہ انتظار کرنا نعمتون کا اسواسطے کہ یہ قلب کا کام ہی سو اگر انتظار مُراد ہوتی تو یون کہنا تھا کہ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ مَّسْرُوْرَةٌ بِنِعْمَةِ رَبِّهَا مُنْتَظِرَةٌ یعنی بہت دل اُس دن خوش ہونگے اپنے رب کی نعمت کے منتظر پھر يَوْمَئِذٍ کے لفظ مین تامل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جو چیز کہ خاص اُس دن کے واسطے ہی اُسی کو یہ لفظ چاہتی ہی سو اگر نَاظِرَةٌ مُنْتَظِرَةٌ کے معنون مین ہو اور الی نعمت کے معنون مین تو یہ چیزین اُس دن سے کچھ خصوصیت نہین رکھتی ہین اسواسطے کہ دنیا مین بھی نعمت الٰہی کا انتظار حاصل ہی اور نضارت اور تازگی مُنھ کی بالیقین دنیا اور آخرت مین مشترک ہی اگر ایسی کوئی چیز بیان نہ کی جاوے جو اُس دن کے واسطے خاص ہی تو يَوْمَئِذٍ کا لفظ بالکل بیکار ہو جاوے پھر ناظرہ کے لفظ مین غور کرنا چاہیے کہ چہرے کی تازگی اور چمک اور دمک لذت کے حاصل ہونے مین ہوتی ہی یا حصول کی انتظار مین بلکہ لذت کے حصول کا انتظار تو خود ایک عذاب ہے جس سے روحی رنج حاصل ہوتا ہی پھر یہ عذاب کسطرح چہرے کی تازگی اور خوشی کا سبب پڑیگا چنانچہ شاعر کہتا ہی ؎ ہند کی تیغ روم کا خنجر + نہ کرے جو کہ انتظار کرے + پھر اسکے بعد انقفا مین

وُجُوہٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَۃٌ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِھَا فَاقِرَۃٌ کو تامل کرنا چاہیے اسواسطے کہ
یہ مضمون بکمال جدائی پر ان دونون گروہون کی دلالت کرتا ہی پھر اگر اچھے بھی انتظار
نعمت کے رنج مین گرفتار ہووین تو رنج مین برون کے شریک ہووین اگرچہ برون کو
بلا کا انتظار ہی اور نیکون کو عطا کا اسواسطے کہ انتظار عطا کا بھی رنج کا سبب ہی جس طرح
بلا کا انتظار رنج کے حاصل ہونے مین ان دونون مین کچھ فرق نہین ہی نتھی اور ایک دوسرا
فرقہ منکر رویت کا ہی اُسنے یون کہا ہی کہ کسی طرف آنکھ کو متوجہ کرنے کو نظر کہتے ہین پھر
خواہ وہ نظر مین آوے یا نہ آوے چنانچہ عرب لوگ بولتے ہین نَظَرْتُ اِلَی الْھِلَالِ
فَلَمْ اَرَاہُ یعنے نظر کی ہمنے چاند کی طرف پر نہ دیکھا ہمنے اسکو اور قرآن شریف مین بھی آیا ہی
تَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ یعنے تم دیکھتے ہو انکو وہ دیکھتے ہین تمھاری طرف
اور وہ ہرگز نہین دیکھتے تو اب اس تاویل سے اس آیت کے معنی یون ہوگئے کہ اپنے پروردگار
کی طرف نظر کو متوجہ کرینگے اگرچہ اُسکو نہ دیکھینگے اور وہ دیکھنے مین نہ آوے اب اسکے
اس کلام مین عاقل کو تامل کرنا چاہیے کہ کیا پوچ بکتے ہین اسواسطے کہ ان لوگون نے انکار
رویت کی اسواسطے کی تھی کہ دیکھنے کے واسطے مقابلہ اور جسکو دیکھتا ہی اُسکا مکان اور
آنکھ سے اشارہ کرنا اُسکی طرف اور شعاع کا پہنچنا اُس تک ضرور ہی اور یہ چیزین اللہ تعالی کے
حق مین محال ہین لیکن جب اُنھون نے نظر کا متوجہ کرنا حق تعالی کی طرف جو نیک لوگون سے
آخرت مین واقع ہوگا جائز رکھا تو گویا یہ سب چیزین حق تعالی کے حق مین ثابت کرچکے تو
اب ان پر وہی عرب کی مثل سچی ہوئی کہ فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَوَقَفَ تَحْتَ الْمِیْزَابِ یعنے
برسات کی بوندون سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہوا اور علاوہ اسکے یہ ہوا کہ کلام
الٰہی نے اِس بے حاصل کے تصرف سے رکاکت پیدا کی اس واسطے کہ کسی چیز مرغوب کو ڈھونڈنا
اور پھر نا اسکا نہایت رنج اور بیمزگی کا باعث ہوتا ہی پھر ایسی چیز کو نیکون کی تعریف مین بیان کرنا
کیا مناسب تھا اور یہ بھی سہی لیکن ان چہرون کی تازگی اور زردی کی کیا وجہ اسواسطے کہ باوجود

سعی اور تلاش کے انکو حرمان اور ناامیدی حاصل ہی اور یہ خود ترش روئی اور رنجیدگی کا سبب ہی
پھر خوشی کی کیا وجہ ہی اور بعضے دوسرے جو رویت کے منکر ہین انھون نے یون کہا ہی کہ اس جگہ
مضاف محذوف ہی اصل مین یون تھا کہ اِلٰی ثَوَابِ رَبِّهَا نَاظِرَۃٌ یعنے اپنے رب کے
ثواب کی طرف دیکھنے والے ہونگے یہ اس سے بھی زیادہ پوچ اور بےمعنی ہی اسواسطے کہ
نعمت کا دیکھنا خوشی اور چہرے کی تازگی کا سبب نہین ہوتا ہی بلکہ نعمت کا حاصل ہونا البتہ ان
چیزون کا سبب پڑتا ہی سو چہرون کی تازگی کی وجہ مین نعمت کے دیکھنے کو بیان کرنا بلاغت
کی منافی ہی اور اسیطرح بعضے دوسرے اس فرقے کے یون کہتے ہین کہ نَظَرْتُ اِلٰی
فُلَانٍ توقع اور طمع کے معنون مین بھی مستعمل ہوتا ہی چنانچہ کہتے ہین کہ فلانا فلانے کے ہاتھ کو
دیکھتا ہی یعنی اس سے انعام کی توقع رکھتا ہی اسواسطے کہ طمع اور توقع تشویش اور تردد کے
سبب پڑتے ہین نہ خوشی اور سرور کے اور اس لفظ کو اکثر اس جگہ پر استعمال کرتے ہین جہان
اس چیز کے حصول کا یقین بالکلیہ نہین ہوتا ہی چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی ؎ اِنِّی
اِلَیْکَ لِمَا وَعَدْتَ لَنَاظِرٌ + نَظَرَ الْفَقِیْرِ اِلَی الْغَنِیِّ الْمُوْسِرِ + یعنی مین تیری
طرف بسبب وعدہ دینے تیرے کے دیکھنے والا ہون یعنی منتظر ہون جس طرح فقیر محتاج
دیکھتا ہی غنی تونگر کی طرف اور دوسرے شاعر نے یون کہا ہی ؎ وُجُوْهٌ نَاظِرَاتٌ
یَوْمَ بَدْرٍ + اِلَی الرَّحْمٰنِ یَاْتِیْ بِالْفَلَاحِ + یعنی بہت منھ دیکھنے والے ہین بدر کے
دن رحمٰن کی طرف کہ لاویگا فلاح کو اور عرب لوگ جب کوئی تنگی اور فکر مین پھنس جاتے ہین تو
کہتے ہین کہ عَیْنِیْ مَمْدُوْدَۃٌ اِلَی اللّٰهِ وَاَنَا شَاخِصُ الطَّرْفِ اِلٰی فُلَانٍ یعنی میری آنکھ
دراز ہی اللہ تعالٰی کی طرف یعنی حقیقت مین امید اسی سے ہی اور مین دیکھنے والا ہون فلانے
کی طرف سو جتنی یہ مثالین مذکور ہوئی ہین ان سب مین خوف اور رجا کی مزاحمت مرعی اور
منظور ہی اب اس تاویل سے اس آیت کے معنون مین دوسرا اختلاف پیدا ہوا وہ
یہ ہی کہ ان لوگون کو ابتک اپنے حال کا یقین حاصل نہین ہی کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا پھر

باوجود ایسی بے یقینی کے اِن لوگون کے دل کے پیالے کہان سے خوشی اور بے غمی
کی شراب سے لبریز اور چھلکتے ہونگے جسکے سبب سے اسطرح کی خوشی اور خرمی اور تازگی اور
سُرخی رنگت کی اُنکے چہرون سے پھوٹی نکلتی ہوگی غرض کہ ایسی باتین چیلانا اور ایسا ہُووے
دیکھنا بلاشبہہ کتاب اللہ کی تحریف کرنا ہی اور حق تعالیٰ کے حکم کو پھیرنا ہی نعوذ باللہ
من ذلک اور جو اس کلام مین آدمی کی فہمید کا حال بیان ہوا کہ اِس سبب سے لوگ دنیا کی
محبت مین گتھے ہوئے ہین اور آخرت کی فکر سے غافل اور بیخبر ہین اور دنیا کو نزدیک اور
نقد بوجھتے ہین اور آخرت کو دور اور نسیہ جانتے ہین اسواسطے نقد کو چھوڑکے نسیہ کی طرف
مائل نہین ہوتے سو آب اِس فاسد اعتقاد پر زجر اور توبیخ اور جھڑکی ہوتی ہی کہ کَلَّآ آخرت کو
ہرگز دور مت بجھو اسواسطے کہ آخرت اُس سفر کا نام ہی جسمین روح کو اپنے پروردگار کی طرف
مسافرت کرنا ہی اور اِس سفر کی ابتدا موت کا وقت ہی گویا روح اسوقت اپنے گھر سے نکل کے
اِس سفر کی منزلین طی کرنے مین مشغول ہوتی ہی اور انتہا اِس سفر کی قیامت کے دن حق تعالیٰ
کی قہری تجلی کی حضوری مین حاضر ہونا ہی چنانچہ اِسی سورۃ مین اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ
کی تفسیر مین بیان ہوچکا ہی اور سفر کی دوری اور نزدیکی ابتدا سے شمار کرنا چاہیے نہ اُسکی انتہا سے
اور اِس سفر کی ابتدا بہت نزدیک ہی کہ دنیا کی زندگانی سے ملی ہوئی ہی جسوقت یہان سے
قدم اُٹھایا اُس وہان پر رکھا سو حقیقت مین آخرت کا شروع اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ۙ
اُسوقت سے ہی جب پہونچتی ہی آدمی کی جان اُسکے سینے کی ہڈیون مین جو گردن کے متصل ہی اور
اُسوقت کو احتضار اور سکرات اور غرغرہ کا وقت کہتے ہین اور اسوقت روح حیوانی اپنے مسکن اور
ٹھکانے سے باہر نکلتی ہی یعنی دل سے اگرچہ ابتک تمام بدن سے باہر نہین نکلی ہی جس طرح جب
مسافر اپنے گھر سے باہر نکلا اگرچہ بستی کے گلی کوچے سے نہین نکلا ہی اور شہر کے دروازے سے
باہر نہین ہوا لیکن مسافر ہوچکا اور روح حیوانی وہی متعلق نفس کے ہی اور یہ روح جبتک بدن مین
اپنے مقام پر ہی تب تک زندگانی دنیا کی حاصل ہی اور جب اُپنے ٹھکانے سے بے ٹھکانے ہوئی تو

زندگی بھی منقطع ہوئی چنانچہ ایسے وقت مین اپنے بیگانے سب مایوس ہوجاتے ہین اور بوجھ لیتے ہین کہ اس میت کی روح نے آخرت کا سفر کیا **وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ** لا اور اسوقت کہا جاتا ہی کہ کون ہی جھاڑنے پھونکنے والا تاکہ اس روح بے ٹھکانے ہوئی کو اپنے ٹھکانے پر پھیرے اور ایسے وقت مین حکیمون کی تدبیر سے اور مزاج کے علاج سے ہاتھ اٹھا لیتے ہین اس گمان سے کہ یہ سخت واقعہ غیب سے لاحق ہوا ہی تو شاید ارواح غیبیہ کا توسل جو افسون پڑھنے سے حاصل ہوتا ہی اس امر کے دفع کرنے مین کچھ کام آوے اور بعضے مفسرون نے جیسے حضرت عبداللہ بن عباس اور کلبی اور سوا اے انکے رضی اللہ عنہم نے ایسا کہا ہی کہ مَنْ رَاقٍ اُن فرشتون کا کلام ہی جو ملک الموت کے ساتھ روح نکال لینے کے وقت آتے ہین اور وہ سات ہوتے ہین سات اندام کے عدد کی برابر یا زیادہ ہوتے ہین اور وہ اسواسطے ہمراہ آتے ہین تاکہ ملک الموت روح کو قبض کرکے انکے حوالے کردین پھر وہ فرشتے آپس مین پوچھتے ہین کہ مَنْ رَاقٍ یعنی کون اس مردے کی روح لیجائیگا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے سو اس صورت مین راق مشتق رقی سے ہوگا جو اوپر چڑھنے کے معنون مین ہی نہ رقیہ سے جو افسون کے معنون مین ہی **وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ** لا اور گمان کرتا ہی وہ شخص خود بھی یعنی جو روح کا صاحب ہی کہ یہ وقت جدائی کا ہی گھربار سے اہل و عیال سے مال اسباب سے اور ظن کے لفظ کو جو گمان کے معنون مین ہی اس مقام پر ایک لطیفہ تہکمی کے واسطے استعمال فرمایا گویا ایما یون ارشاد ہوتا ہی کہ آدمی دنیا کی زندگانی پر اور اسکی لذتون کے حاصل کرنے پر ایسا شدت سے حریص ہی کہ اس حرص کے سبب اس حالت مین بھی موت کے آنے کا یقین نہین کرتا ہی انتہا درجہ یہ ہی کہ گمان غالب اسوقت حاصل ہوتا ہی **وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ** لا اور لپٹنے لگی پنڈلی پنڈلی سے یعنی اس مردے کی ایک پنڈلی دوسری سے لپٹ گئی اسواسطے کہ نیچے کے بدن سے روح کا اثر بالکل منقطع ہوچکا پنڈلیون کا ہلانا اور ایک دوسرے سے جدا رکھنا اسکے اختیار مین نہ رہا اور بعضے مفسرین نے

یون کہا ہی کہ عرب کی اصطلاح مین ساق کا لفظ کنایہ ہی سخت مصیبت سے سو معنی اس آیت کے یون
ہین کہ ملی ایک سختی دوسری سختی کے ساتھ اسواسطے کہ مردے کو اسوقت مین دو سختیان اکھٹا
پیش آتی ہین پہلی شدت دنیا سے جانا اور مال و اسباب اہل و عیال اور جاہ و حشم سب کو چھوڑنا
اور دشمنون کی خوشی اور طعنہ زنی اور دوستون کا رنج اور دوسری شدت آخرت کے احوال کی
جیسے منکر نکیر کا سوال اور گور کی تاریکی اور فرشتون کی زجر اور توبیخ یعنی جھڑکی اِلیٰ
رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ تیرے پروردگار کی طرف ہی اس دن کھینچ لیجانا
جیسے بھاگے ہوئے کو اسکے خاوند کے پیادے کھینچ لیجاتے ہین تو معلوم ہوا کہ آخرت کی ابتدا
اسی دن سے شروع ہوتی ہی یعنی موت کے دن سے اگرچہ انتہا اسکی قیامت کے دن
واقع ہوگی جسکا بیان اِلیٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ مین گذر چکا ہی لیکن افسوس کہ آدمی اس
حالت کے مانند کچھ کو نہین بوجھتا اور اپنے توشہ کی فکر سے جو سفر مین کام آوے اور ہدیہ
سے جو اپنے خاوند کی حضوری مین مشرف ہونے کے بعد اسکی سرخروئی اور مالک
کی خوشی کا سبب پڑے بالکل غافل ہی فَلَا صَدَّقَ سو نہ سچا جانا قرآن کی آیتون کو
اور حق تعالی کے رسولون کو تاکہ اس سبب سے اعتقاد تو درست اپنے ساتھ لیجاتا اور قرآن اور
پیغمبر اسکے شفیع ہوتے وَلَا صَلّٰى اور نہ نماز پڑھی اسواسطے کہ حضرت رب العالمین کی
حضوری مین سب کے پہلے اسی عبادت کی پرسش ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی
اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ مِنْ اَعْمَالِهِ الصَّلٰوةُ یعنی پہلے جس چیز سے کہ حساب کیا جاویگا
بندہ اپنے عملون سے وہ نماز ہی اور اس مضمون کو کسی شاعر نے کہا ہی ٥ روز محشر کہ جان
گداز بود + اولین پرسش نماز بود + تاکہ فی الفور پہلی ہی پرسش مین خجل اور شرمندہ ہو اور
یہ بھی ہی کہ یہ عبادت نشان ہی خدائی کا اقرار اور ایماندار مین یعنی اگر نماز پڑھتا ہی تو ایماندارون کے
گروہ مین شامل ہوگا اور یہ بھی ہی کہ یہ عبادت توجہ الی اللہ کی صورت ہی اس عبادت کا
بجالانا گویا بھاگنے سے رجوع کرنا ہی جسطرح کوئی غلام اگر اپنے خاوند سے بھاگا ہو لیکن جب اپنے

خاوند کا مکان دیکھتا ہی تو اُسکو سلام کر لیتا ہی اور اُسکی تعظیم بھی کرتا ہی تو یہ بات خاوند کے غضب کے
جوش کو کچھ تھوڑا ہلکا کر دیتی ہی اور اس شخص نے فقط اس عبادت کے نہ کرنے پر اکتفا نہ کیا
وَلٰكِنْ كَذَّبَ ولیکن جھٹلایا قرآن کی آیتون کو اور پیغمبرون کی خبرون کو عوض مین سچا
جاننے کے وَتَوَلّٰى ۙ اور پیٹھ دی اور منھ پھیرا عوض مین اللہ تعالیٰ کیطرف متوجہ ہونے
کے ثُمَّ پھر باوجود ایسی تقصیرون کے نادم نہ ہوا بلکہ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ
يَتَمَطّٰى ؕ گیا اپنے گھر کی طرف اینٹھتا اور اکڑتا ہوا گویا پیغمبر اور قرآن کو جھٹلا کے اور
نماز کے ترک کرنے مین حق تعالیٰ سے لڑائی اور مقابلہ کر کے جیت آیا سو اپنی قوت بازو پر
پھول رہا ہی اور اکڑتا ہی تو ضرور ایسے شخص سے مرنے کے بعد کہا جائیگا کہ اَوْلٰى
لَكَ فَاَوْلٰى ۙ خرابی ہو جیو تیری پھر خرابی ہو جیو یہ دونون خرابیان تھے اور غضب کے
عالم مین اسکے واسطے موعود ہین پہلے نہ سچا جاننے اور نماز کے چھوڑنے پر اور
جھٹلانے اور منھ پھیرنے پر ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ؕ پھر قیامت کے عذاب
ہو جیو یہ دونون خرابیان اسکے واسطے انھین دونون سببون سے قیامت کے دن
موعود ہین اور جو یہان تک بیان کیا گیا کہ آدمی اس طرح قیامت اور موت سے غفلت
مین گرفتار ہی کہ ہرگز کسی کے خبردار کرنے اور نصیحت کرنے سے آگاہ نہین ہوتا اور
اس غفلت کی نیند سے ہشیار نہین ہوتا تو آب جھڑکی سے اُس سے پوچھتے ہین کہ تجھکو
ایسی غفلت کس سبب سے ہی کونسے شبہے نے تیرے دل مین قرار پکڑا ہے اَيَحْسَبُ
الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ؕ کیا گمان کرتا ہی آدمی کہ چھوڑ دیا جائیگا
جانورون کی طرح کہ جو چاہتے ہین سو وہ کرتے ہین اور اُنسے اس بات کی پرسش
نہین ہی نہ مرنے کے بعد نہ حشر کے دن سو آدمی کا یہ گمان غلط ہی اور فساد اسکا ظاہر ہے
اسواسطے کہ اگر اپنی خلقت مین تامل اور غور کرے تو دریافت کر سکتا ہی کہ جب مین مکلف
ہوا یعنی کرنے نہ کرنے کی مجھکو تکلیف دی گئی تو مجھکو ہر عمل کی جزا کا چکھنا اور ہر چیز کی

پرسش مجھسے ہونا ضروری ہوا نہایت اِسکی یہ ہو کہ اعمال کی جزا کی پرسش مردون کے
مرنے اور بہت مدت اُن پر گذرنے کے بعد زندہ کرنے پر موقوف تھی اور یہ یعنی مدت
دراز کا گذرنا اور پھر زندہ ہونا کچھ تردد اور اِنکار کی جگہہ نہین ہو اسواسطے کہ اسکا سچا ہونا
ادنی غور اور تامل سے معلوم ہو سکتا ہو اَلَمْ یَكُ کیا نہ تھا آدمی اپنے باپ کی پیٹھ
مین نُطْفَةً قطرہ یعنی ذرا سا بوند مِّنْ مَّنِيٍّ منی کے پانی کا جو چوتھے ہضم کا
فضلہ ہو یعنی باقی ماندہ ہو اور طبیعت اِس سے مستغنی اور بے پروا ہو چکی ہو اور حیوان کے
فضلات حیات کے قبول کرنے سے بہت دور ہوتے ہین بخلاف اسکے اخلاط کے اسواسطے
کہ اُسکو طبیعت بدن کا جز کر دیتی ہو اور زندگانی کی خلعت پہناتی ہو خصوصًا وہ منی کا قطرہ
جس سے اِنسان پیدا ہوتا ہو اور حیوان کے بدن مین بھی نہین رہتا ہو تا کہ زندگانی کا قبول کرنا
اِس سے متوقع ہو بلکہ یُّمْنٰى ٹپکایا گیا جماع کی حرکت کے سبب سے اونثیین اور قضیب
کی راہ سے اور حکمت کا قاعدہ ہو کہ جس چیز کو اسکے معدن اور ٹھکانے سے جدا کرتے
ہین تو پھر معدن کی طبیعت اسکی تدبیر اور پرورش سے دست بردار اور علیحدہ ہو جاتی ہو
جس طرح شاخ درخت سے جدا ہوئی نشو و نما نہین قبول کرتی ہو اِسی سبب سے حدیث شریف
ع مین آیا ہو کہ مَا اُبِيْنَ عَنِ الْحَيِّ فَهُوَ مَيِّتٌ یعنی جو عضو جدا کیا گیا زندہ سے وہ مرنے
کے حکم مین ہو اور اُسکا کھانا حرام ہو جیسے دنبہ کی چکیتی اور اونٹ کا کوہان کہ اگر انکو انکی
زندگی مین کاٹ لین تو کھانا حرام ہو اور دودھ کے حلال ہونے کا سبب یہ ہو کہ اِسکو
طبیعت بچہ کی غذا کے واسطے پیدا کرتی ہو یہ نہ دودھ والی کا جز ہو اور نہ اسکا فضلہ ہو
جیسے درخت کا میوہ حیوان کی غذا کے واسطے درخت مین پیدا ہوا اسی طرح دودھ
ایک حیوان کی غذا کے واسطے دوسرے حیوان کی بدن مین پیدا ہوا ثُمَّ كَانَ
عَلَقَةً پھر ہوا وہ ٹپکا ہوا پانی لہو کی پھٹکی سو وہ بھی حیات کی قابلیت نہین رکھتی ہو
بخلاف رقیق بہنے والے لہو کے جسکو دم مسفوح کہتے ہین ، در وہ رگون مین اور نسون مین

دوڑتا پھرتا ہی اور وہ حیوان کی غذا کے بھی کام آتا ہی اور اُسکے بدن کا جز بھی ہوتا ہے
فَخَلَقَ پھر پیدا کیا اُسکو اللہ تعالیٰ نے اگرچہ زندگانی کی استعداد مطلق نہ رکھتا تھا
فَسَوّٰی پھر اُسکو برابر مزاج کا معتدل کردیا یہان تک کہ تمام حیوانون سے
اعتدال حقیقی کے یہ بہت نزدیک ہوگیا اسی سبب سے نفس ناطقہ کے اُسکے تعلق کی لیاقت
پیدا کی اور ہو سکتا ہی کہ اعضا کی برابری اُن منافع کے واسطے ہو جو منافع اِن اعضا سے
مقصود ہین یا اعضا کے مقدار کی برابری مُراد ہو جو قریب قریب ہین یعنی ایک ہاتھ کو دوسرے
ہاتھ کے ساتھ اور پانون کو پانون کے ساتھ اور آنکھ کو آنکھ کے ساتھ اور کان کو کان کے ساتھ
اور دانتون کو دانتون کے ساتھ برابر کیا تاکہ بدنمانہ معلوم ہووین اور تصویر اور تشکیل کی باریکیون کو
انسان کی پیدایش مین مرعی فرمایا جو ایک نطفہ سے اِتنی چیزین مختلف کہ ہر ایک کے منافع علیحدہ
ہین پیدا کین اور وہ کام جو انتہا درجے کا آپسمین اختلاف رکھتے ہین وہ اِس نطفہ سے پیدا ہوے
چنانچہ سُننے اور دیکھنے مین کسقدر تفاوت زمین اور آسمان کا ہی اسیطرح ہر عضو کا کام دوسرے عضو
مین ممتنع الحصول ہی **نظم** ✤ پاؤن سے کب ہو سکے ہی سر کا کام ✤ جیبھ کا کب
لے سکے ہی آنکھ نام ✤ کان کب دیدار کا پاوے مزا ✤ کیا تری قدرت ہی اے ربّ العلا ✤
بلکہ آدمی کی اصل پیدائش مین کسقدر اختلاف کردیا ہی جسکا کہین ٹھکانا نہین ہی **فَجَعَلَ**
مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ پھر کردیا آدمی کی جنس سے دو قسمین **الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ**
نر اور مادہ کہ ہر ایک کی صورتین جدا ہین اور اعضا جدا اور صفتین جدا ایک قسم کے کام دوسرے
قسم سے ممکن نہین ہین مردون کے کام عورتون سے نہین ہو سکتے اور عورتون کے کام
مردون سے اور اسی طرح کا آپسمین تفرقہ اور امتیاز کردیا ہی کہ کسی طرح ایک دوسرے مین مل نہین
سکتے اگر ایک قسم والا ہزار دن تدبیرون کرے چاہے کہ اپنے تئین دوسری قسم مین ملاوے تو ہر گز
اُسکی تدبیر چل نہین سکتی اور دوسری قسم مین مل نہین سکتا سو حق تعالیٰ نے یہ تدبیر جب دنیا کے آباد
کرنے کے واسطے کی ہی تاکہ عورت خانگی اور جزئی سرانجام دیوے جیسا کھانا پکانا اور کپڑے کا

قطع کرنا اور سینا اور دھاگے کا بٹنا اور اولاد کو پرورش کرنا اور گھر مین جھاڑو دینا فرش بچھانا اور
گھر کے اسباب کو اپنے موقع سے نگاہ رکھنا اور سوائے اسکے اسی قسم کی چیزین بہت ہین
اور مرد معاش کی تلاش کرے اور کلی کامون کو سرانجام دیوے جیسے زمین کو کھودکے
سونا چاندی جواہرات نکالنا کھیتی کرنا درختون کو لگانا تاکہ میوے کی کثرت ہووے نہر
اور کوئین کا کھودنا دشمنون سے لڑائی اور قتال کرنا علم کو حاصل کرنا پھر اُسکو لکھ رکھنا
معاندون اور دشمنون کو مغلوب اور مقہور رکھنا چورون اور لٹیرون کو دفع کرنا اور سوائے
اسکے اس قسم کے کام بہت ہین **اَلَیْسَ ذٰلِکَ** کیا نہین ہی ایسا خالق زبردست
جسنے دنیا کی آبادی کے واسطے آدمی کو اس قسم کا پیدا کیا **بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ**
١٨ ع ١٠ **یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی** قادر اس بات پر کہ زندہ کرے مردون کو آخرت کی تعمیر اور اس جہان
کی آبادی کے واسطے اور اس جہان کی زندگانی مین بھی لوگون کو مختلف کرے
کسی کو کامل کرے اور کسی کو ناقص بعضون کو دوزخ بھرنے کے واسطے اور بعضون کو
ح بہشت کے چین اور مزے اُڑانے کے واسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ حضرت رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جب اس آیت کو تلاوت فرماتے تھے بعد اسکے یہ کلام
فرماتے تھے سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ بَلٰی یعنی پاک ذات ہی تیری ای اللہ تعالیٰ اس سے کہ تو
اُس کام کی قدرت نہین رکھتا ہی البتہ تو قادر ہی اسپر اسی سبب سے ہر قاری کو سنت ہے کہ
اس آیت کی تلاوت کے بعد اس دعا کو پڑھے نماز مین ہو خواہ باہر نماز کے لیکن آواز دل
کے اسطرح پڑھے کہ عوام لوگونکو اسطرح کا شبہہ نہ ہو کہ یہ بھی قرآن کی آیت ہی اور اگر نماز مین ہی تو
آہستہ اس دعا کو پڑھے

سُوْرَۃُ الدَّھْرِ

تمہید یہ سورۃ مکی ہی اسمین اکتیس آیتین اور دوسو بیالیس کلمے اور ایک ہزار چارسو حرف ہین اور

اسکا نام سورۃ انسان ہی اور اسکو سورۃ دھر بھی کہتے ہین اور سورۃ ابرار بھی اور اس
سورۃ کے ربط کی وجہ سورۃ قیامت کے ساتھ یہ ہی کہ سورۃ قیامت مین قیامت کی علامتین اور
اسکے وقائع بیان کرتے کرتے یہ بھی بیان کیا ہی کہ اُس دن آدمی دو قسم پر ہو جائین گے
چنانچہ ارشاد ہوا ہی کہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ
بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ اور دوسری قسم کا احوال یعنی نافرمانون کا تھوڑا
اِس سورۃ مین تفصیل کے طور پر بیان ہوا اور پہلی قسم کا احوال یعنی فرمان بردارون کا
باقی رہا تھا سو اِس سورۃ مین پورا تفصیل سے بیان فرمایا اور ان دونون سورتون کے
متفرق مضمونون مین بھی مناسبت اور اتحاد موجود ہی چنانچہ اِنسان کی خلقت اس سورۃ
مین اس عبارت سے مذکور ہوئی ہی اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً
فَخَلَقَ فَسَوّٰى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اور اس سورۃ مین اس عبارت
سے بیان ہوئی ہی اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ
سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا اور اس سورۃ مین ارشاد ہوا ہی كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ
الْاٰخِرَةَ اور اس سورۃ مین یون ارشاد ہوا ہی کہ اِنَّ هٰۤؤُلَاۤءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ
وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا اور اس سورۃ مین فرمایا ہی وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اور اس
سورۃ مین فرمایا ہی وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا اور اس سورۃ مین اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ
قُرْاٰنَهٗ واقع ہوا ہی اور اُس سورۃ مین اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا
اور سوائے اسکے دوسری بھی مناسبتین ہین اور مفسرون کو اس امر مین اختلاف ہی کہ
یہ سورۃ مکی ہی یا مدنی اور سچ یہ ہی کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا
سے آخر سورۃ تک بلاشبہہ مکی ہی اور اسکے سوائے جو باقی ہی اسمین احتمال اس بات کا ہی کہ
مدنی ہو اور آیت يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ جو قصہ حضرت اہلبیت رضی اللہ عنہم مین ہے
سو اسکے سبب نزول کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ آیتین مدنی ہون واللہ اعلم

اور اس سورۃ کا نام سورۂ انسان اسواسطے رکھا ہی کہ اِس سورۃ کی ابتدا مین دو فائدہ مذکور ہین جو انسان کی خلقت سے حضرت رب العالمین کو منظور ہی سو ہر ایک انسان کو چاہیے کہ اپنے مین دیکھے اگر وہ فائدہ اپنے مین پاوے تو اپنے تئین اِنسان جانے اور انسانیت پر رہے والا قالین کے شیر اور لکڑی کے گھوڑے کی طرح فقط نام کو اپنے تئین اِنسان جانے اور حقیقت مین کچھ بھی نہین ہی اور انسان کو یہ بھی لازم ہی کہ اپنی ابتداے پیدایش سے انتہاے آسایش تک جو بہشت مین پاویگا اپنی ترقیات کو ملاحظہ کرے اور جان لے کہ حقیقت مین انسان وہی لوگ ہین جو اِس آسایش اور آرام کو پہنچے ہین اور نہین تو دنیا مین جو مجمع برائیون اور رنج کا اور گھر غم اور روگون کا ہی گدھے اور بیل کی طرح رنج اُٹھانا اور غم مین مبتلا رہنا کیا فائدہ اور اگر اِس دوڑ دھوپ سے کچھ لذت چار دن کی ہزار دن کدورت اور متع بھری حاصل ہوئی تو بھی دوسرے حیوانون سے کچھ امتیاز اور جدائی نہ ہوئی اسواسطے کہ وہ بھی اسی قسم کی لذتین اُٹھاتے ہین اور بازپرس کا خوف نہین رکھتے اور اِس سورۃ کا نام سورۂ دہر اِس واسطے رکھا ہی کہ اِس سورۃ کے شروع مین دہریے کے عقیدے کو باطل کیا ہے اسواسطے کہ اِس باطل عقیدے کا حاصل یہ ہی کہ جو کچھ اختلاف اور تجدد عالم مین حادث ہوتے ہین وہ سب آسمان اور ستارے اور زمانے کی گردش سے ہوتے ہین جو عالم سفلی مین تاثیر کرتے ہین بعضی ضعین ہر دن اور رات مین متبدل ہوتی ہین اور بعضے ہر مہینے اور ہر برج مین اور بعضے ہر فصل مین اور بعضے ہر سال مین اور بعضے قرانات مین کبیرہ ہون وہ قران یا صغیرہ ہون وسطی ہون یا عظمی اور طرح طرح کے انقلاب اور قسم قسم کے تغیر اور تبدل ہوتے جاتے ہین اور بعضی وضعین وہ ہین جو بہت قرنون مین متبدل ہوتی ہین جنکو ادوار اور ادوار کہتے ہین سو وہ بڑے انقلابون کی سبب پڑتی ہین اور عجیب و غریب قسمون کی تولد کی باعث ہوتی ہین چنانچہ دریا کی جگھہ خشکی ہو جاتی ہی اور خشکی کی جگھہ دریا اور آبادی کی جگھہ ویرانہ ہو جاتا ہے اور ویرانہ کی جگھہ آبادی اور پہاڑ جنگل ہو جاتے ہین اور جنگل پہاڑ اور انسان کی قسم اور دوسرے

تمام حیوانات پیدا ہوتے ہیں اور بعضے نوعیں منقطع اور فانی ہو جاتی ہیں سو جب ثابت ہوا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ
نوع انسان کا نام بھی نہ تھا اور کوئی اسکا ذکر بھی نہیں کرتا تھا تو یہ معلوم ہوا کہ اس نوع کا تولد کسی زمانہ
کی خواہش سے نہیں ہے ورنہ لازم ہے کہ وہ وضع کسی وقت میں ان قوتوں سمیت اس نوع کے تولد کو خواہش کرتی
اور لوگ اس نوع کے تولد اور انقطاع کے بعد دوسری مرتبہ اسکو یاد کرتے کہ فلانے دور میں یہ نوع
ظاہر ہو کے منقطع ہو گئی تھی بھلا اور نہیں جنات اور فرشتے تو ضرور نام اور نشان سے اس قسم کو
پہچانتے اور اگر دہریے یوں کہیں کہ جو وضع اس نوع کے تولد کو خواہش کرتی تھی اسکے پہلے زمانے کی
گردش میں نہوئی تو اسکے جواب میں ہم کہینگے کہ یہ امر تمہارے مذہب کے خلاف ہے اسواسطے کہ تمہارے
نزدیک ہر نوع قدیم ہے ان معنوں سے کہ اگلے زمانے کی گردش کی وضعوں نے بھی اس نوع کی خواہش
کی تھی اگرچہ درمیان میں منقطع ہو گئی ہو اور یہ بھی ہے کہ زمانے کی گردش کی وضعیں تمھارے نزدیک
ازل کی طرف انتہا نہیں رکھتی ہیں تو ضرور ہوا کہ ہر وضع صدہا مرتبہ واقع ہوئی ہو اور اپنے آثار
اور نشانیوں کو خواہش کیا ہو اور وضع جدید کا ظہور جسکی مثل نپائی گئی ہو تمھارے نزدیک محال ہے اور یہ بھی
یقینی معلوم ہے کہ زمانے کی گردش کی وضعیں اس قسم کے انقلابوں کے وقوع کے وقت میں اور
انواع کے تولد اور جمع کثیر کی ہلاکی کے وقت میں تقویم اور زیچ کے قواعد کے موافق اسقدر قدرت
اور اعجوبہ پن نرکھتی تھیں کہ وہ وضع یا اسکے مانند یا اس سے قوی کبھی واقع نہوئی تھی تا کہ پھر
دوسری مرتبہ پائی جاوے بلکہ کثیر الوقوع ہیں اور کثیر الثبوت تو معلوم ہوا کہ یہ سب چیزیں
فاعل مختار کے ارادہ اور خواہش کے سبب سے ہیں کہ عالم کے حوادث رنگا رنگ اور انقلابات
گوناگون اسی کی قدرت سے وابستہ ہیں اور اس سورۃ کے سورۃ ابرار ہونے کی
وجہ ظاہر اور کھلی ہوئی ہے کچھ بیان کی احتیاج نہیں ہے ❊

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ کیا گذرا ہے انسان پر کوئی

س ع

وقت زمانے سے کہ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ۔ نہ تھی کوئی چیز جو ذکر کیجاتی حاصل اسکا یہ ہی کہ ایک وقت ایسا تھا کہ انسان کی نوع کا عالم مین وجود نہ تھا بلکہ اسکا نام اور نشان بھی ذہن مین اور زبان پر فرشتون اور جنون کے جاری نہ تھا یعنی وجود ذہنی اور وجود لفظی بھی نہ رکھتا تھا پھر وجود خارجی کہان سے پایا جاتا اور اصل مین شی ثابت چیز کو کہتے ہین جیسے موجود اور عند الاطلاق یعنی بلا قید جب یہ لفظ بولا جاتا ہی تو ثبوت اور تحقق خارجی جو آثار کا مبدء ہی بوجھا جاتا ہی اور کبھی قید کے سبب سے وجود ذہنی اور لفظی کو بھی شامل ہوتی ہی جس طرح اِس آیت کریمہ مین مذکور کی صفت کے ساتھ مقید ہونے کے سبب سے بوجھا گیا اور نفی قید کی طرف راجع ہوئی اور مطلق شیئیت کا سلب جو خارجی ہی وہ تو بطریق اولی بوجھا گیا گویا یون ارشاد ہوا کہ ایک وقت ایسا تھا کہ انسان نہ وجود ذہنی رکھتا تھا نہ لفظی پھر وجود خارجی کا کیا ذکر ہی اور یہ سلب مطلق علم آلہی مین انسان کے تحقق کو منافی نہین ہی اسواسطے کہ علم آلہی ظرف ذہن سے بالاتر ہی اور اسی طرح شیون ذاتیہ اللہ تعالی کے مرتبہ مین اور اعیان ثابت کا مرتبہ بھی اِس سلب مطلق کے منافی نہین ہے اسواسطے کہ اِس جگہ وجود انفکاکی کی نفی ہی اور اس مرتبہ مین وجود اتحادی رکھتا تھا اِسیواسطے حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت سے مروی ہی کہ جب اِس آیت کو قاری سے سُنتے تھے تو فرماتے تھے یَا لَیْتَھَا تَمَّتْ یعنی کاش کے یہ حالت تمام ہووے اور جس مکان سے سفر کرکے آئے ہین ہم وہان پھر جا پہونچین اور کثرت وحدت مین متلاشی اور ملجاوین اور حباب کی طرح دریاے بے پایان ازل مین نیست اور نابود ہوجائین ہم اور علما ظاہر اِس روایت کو دوسرے معنون پر حمل کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مراد حضرت امیر المومنین کی اِس کلام سے یہ ہی کہ کاش وہی حالت ہمیشہ رہتی اور انسان مخلوق نہ ہوتا تو اِس خوف اور رجا کے بھنور مین کاہے کو پھنستا اور اِس تکلیف کا بوجھ کاہے کو اٹھاتا اور اِس بلا مین کاہے کو گرفتار ہوتا لیکن عاقل پر پوشیدہ نہین ہے کہ

انسان کے پیدا کرنے مین جو حکمتین آئی ہین وہ ایسے عارف کاملون کے ہر وقت سامنے
رہتی ہین پھر ایسی آرزو انسے کسی طرح متصور نہین ہی اور جو جواب اِس سوال کا یعنے
ہل اتی الخ کا مخاطبون کو اپنی عقل کی طرف تھوڑا تامل کرنے مین معلوم ہو سکتا تھا اسواسطے
جواب کے ذکر سے عدول فرما کے مقصد کی طرف متوجہ ہو کے فرماتے ہین کہ انسان کو
نیستی کے پردے سے باہر نکال کے ظہور کے تخت پر جلوہ گر کرنیوالے ہم ہین اور ہماری
قدرت کے ہاتھ نے اِسکو یعنی اسکے دل کو آئینہ مصفی کیا ہی تاکہ غیب کی شعاعون کا
عکس اسمین پڑ کے خلافت کبرے کے لائق ہو اور تمام موجودات کا خلاصہ اور سب
غایتون کی انتہا ہو اور اگر انسان اپنی نوع کی ابتداے خلقت سے خبر نہین رکھتا ہے کہ
کس کس عالم کی تسخیر کے واسطے اسکو پیدا کیا ہی اور کون کون لطیفہ اسمین تعبیہ کیا ہے
لیکن اسقدر تو ظاہر اور کھلا ہوا ہی کہ **اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ** بیشک پیدا کیا ہمنے
آدمی کو جسکی پیدایش کو تم سب دیکھتے ہو اور اسکی کیفیت کو خوب پہچانتے ہو **مِنْ
نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ** ملے ہوے باپ مان کے نطفے سے جو مختلف اور مرکب ہی یعنے جو
مل کے بنا ہی تمام موالید سے یعنی جتنی بڑھنے والی چیزین ہین اسواسطے کہ نطفہ غذا سے
ہوتا ہی اور غذا مان باپ کی غلّہ اور گوشت اور دودھ اور دہی اور گھی اور نمک اور
مصالحہ زمین سے پیدا ہوئی ہون یا پہاڑ سے یا باغ سے غرض کہ سب چیزین جمع ہو کے
انسان کے تمام اعضا مین ہضم کے مرتبے طے کر کے پہونچتی ہین اور پیدایش کے
کارخانہ کے موکل ہر ہر عضو سے خلاصہ انکا کھینچ کے نطفہ کر دیتے ہین پس معلوم ہوا کہ
معادن اور نباتات اور حیوانات کہ مختلف الطبائع ہین اپنے اجزاء ترابیہ سے وہ سب
مفردات ہین اس معجون کے اور بسیط ہین اس مرکب کے اور جو خلاصہ غذا کا تمام اعضا
مین سیر کرتا ہی تو ہر عضو کی روح اسمین اثر کرتی ہی اور وہ روح اس قوت کی حامل ہی جو اس
عضو کی خاص ہی جیسے تعقل اور تخیل اور توہم اور احساس یعنی دریافت خواہ آنکھ سے ہو

یا کان سے یا ناک سے یا زبان سے چکھ کر یا ہاتھ سے ٹٹول کر اور تیری قوتین جتنی عالم مین ہین سب کو محیط ہین خواہ عالم ملک ہو یا ملکوت ہو یا اور اسکے اوپر اور وہ روح اسکے حالات مختلفہ کی بھی حامل ہی جیسے شہوتین اور غضب اور حیا اور حلم اور طیش یعنی سبکی اور محبت اور خوف اور عشق اور ذلہ یعنے عشق کی زیادتی مین عقل سے خارج ہو جانا بس وہ خلاصہ ان سب کامون کی استعداد اور لیاقت پیدا کرتا ہی اور یہ امراض خلاصہ مین ایسے پیچیدہ اور لپٹے ہوئے ہوتے ہین جیسے درخت کے اجزا درخت مین پیچیدہ اور لپٹے ہوئے ہوتے ہین اور عجیب خواص اسکے گٹھلی اور بیج مین ظاہر ہوتے ہین اسی سبب سے وحدت اسکی ایسی کثرت پر مشتمل ہی جسکی انتہا پائی نہین جاتی بخلاف نطفہ دوسرے حیوانون کے کہ نہ انکی غذا مین یہ تمام موالید کا پورا جمع ہونا پایا جاتا ہی اور نہ انکی ارواح اور قوی مین اس قسم کا احاطہ تمام عالمون پر یہی سبب ہی کہ علما کی اولاد سے علم کی استعداد کی توقع بہت ہوتی ہی اور اولیا اور مشائخ کی اولاد سے خدا کی درگاہ کا سلوک اور سلوک کے قربون کو طی کرنے کی امید زیادہ ہوتی ہی اور جری اور شجاعون کی اولاد سے لڑائی پر جرأت کرنے کی امید زیادہ ہوتی ہی اور تیز طبیعت غیور سے چالاک غیرت والے پیدا ہوتے ہین تو معلوم اور ثابت ہوا کہ اس مخلوق کو جو اشرف اور اجمع تمام موالید کا ہی بیفائدہ اور بیکار نہین پیدا کیا ہی ہمنے بلکہ بڑا فائدہ اسکے پیدا کرنے سے منظور ہی اور فائدہ یہ ہی کہ **نبتلیہ** آزماتے ہین ہم اسکو اور اس ابتلا اور آزمایش کی حقیقت یہ ہی کہ ایک چیز کو اختیار اور شعور دیکر نیک کام کا حکم کرتے ہین ہم اور بد کام سے منع کرتے ہین ہم تاکہ دوسری مخلوقات دیکھین کہ یہ شخص اپنے اختیار سے کیا کام کرتا ہی پھر اگر موافق ہمارے حکم کے بجالایا تو ثواب اور انعام کا مستحق ہوا اور اگر اسکے خلاف کیا تو ذلت اور اہانت اور عذاب کے لایق ہوا اور اگر ابتلا اور آزمایش سے یہ معنی مراد نہ ہووین تو حضرت عالم الغیب والخفیات کے حق مین امتحان اور آزمایش کچھ معنی نہین رکھتے ہین اور جو یہ فائدہ اس مخلوق کی پیدایش سے

ہمکو منظور تھا کہ تو بوجھنے اور سمجھنے کے اسباب بھی اسکو دینا ضرور ہوا **فجعلناہ سمیعا بصیرا** پھر کر دیا ہمنے اسکو سننے والا دیکھنے والا حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ انسان کو اسقدر شنوائی اور بینائی مین فراخی اور کشادگی دی ہے کہ اسکے مقابلے مین دوسرے حیوانات گویا شنوائی اور بینائی نہین رکھتے ہین اندھے اور بہرے ہین اسواسطے کہ یہ مخلوق آواز کے ساتھ حروف اور لفظون کے مخرجون کے دقیقون کو بھی سنتا ہی اور الحان مین تمیز کرتا ہی اور ان لفظون کے معنون کو اور اس الحان کے خواص کو بھی بوجھتا ہی اور ہر لفظ کی مختلف مضمون کو بھی سمجھتا ہی یہی سبب ہی کہ اسکا مرتبہ اس بلندی کو پونہچا کہ جناب رب العالمین کا مخاطب ہوا اور حق تعالی جل شانہ کے ہمکلامی کی خلعت سے سرفرازی پائی بخلاف دوسرے حیوانون کے کہ وہ سوائے آواز محض کے اور کچھ نہین بوجھتے اور اسی طرح ہر چیز کی روشنی اور رنگ کے دیکھنے کے ساتھ اس صنعت اور شکل کے دقیقے اور روشنی کے مرتبون کو اور رنگ کو خوب غور اور تامل سے دریافت کر لیتا ہی اور خط کے نقشون کو بوجھتا ہے اور اس سبب سے جو مر چکے ہین انکے علمون سے فائدہ حاصل کرتا ہی اور اگلے زمانے کے لوگون کے احوال پر جو ہزارون برس اس سے پہلے گذرے ہین مطلع اور خبردار ہوتا ہی اور عجیب اور غریب استنباط اس سے ہوتے ہین یعنی ایک چیز پر قیاس کر کے دوسری چیز کا حکم اس سے نکالتا ہی اب اسی جگہ سے معلوم ہوا کہ الزام حجت اور تمام نعمت کے مقام مین اکثر جگہ قرآن شریف کے درمیان مین ان دونون حاسون کا ذکر یعنی سمع اور بصر کا جو آیا ہی تو اسکی وجہ یہی ہی کہ عالم امکان کی حقائق کے دریافت کا طریقہ اپنے غیر سے اور اس دریافت کو اپنے غیر پر القا کرنا یعنی دوسرے کو سکھلانا اس حقائق کا لفظی وجود ہے یا وجود خطی ہی جو لفظون کے مقابلہ مین وضع کیا گیا ہی اور یہ دونون طریق نہین دونون حاسون سے یعنی سمع اور بصر سے مسلوک اور روان ہوتے ہین اور یہ بھی ہی کہ معرفت اور عبادت کا طریقہ یا انبیا اور اولیا اور عارفون اور عالمون کے کلام سننے سے ماخوذ ہوتا ہی

یعنی نکالا جاتا ہی یا انکے طور اور وضع دیکھنے سے انکی زندگانی مین یا حدیث کی کتابین اور
مشائخون کے ملفوظات اور علما کی ہر فن مین کتابین جمع کی ہوئین اور حقائق اور معارف کے
رسالے عارفون کے انکے مرنے کے بعد مطالعہ کرنے سے سو یہ دونون کام بھی انہی
دونون حاسون سے یعنی سمع اور بصر سے تعلق رکھتے ہین بخلاف دوسرے حاسون کے
کہ معرفت اور عبادت کی تحصیل مین یہی دونون چیزین ابتلاے مقصود ہین کہ وہ کچھ
دخل نہین رکھتے ہین اکثر ان حاسون کی انتفاع معاش کے ضروریہ امور کے دریافت مین ہے
سو اس امر مین دوسرے حیوان بھی شریک ہین اسی واسطے کہا ہی کہ دلیل یا نقلی ہی یا عقلی
سو نقلی دلیل دیکھنے سے ہرگز دریافت نہین ہوتی مگر سمع کے حاسہ سے البتہ دریافت
ہوتی ہی اور دلیل عقلی جو معرفت اور عبادت کی راہ کے سلوک کو اکثر ممد اور معاون ہوتی ہی
انبیا کے معجزے دیکھنا ہی یا اولیا کی کرامات دیکھنا ہی اور یہ دونون چیزین بینائی کے
حاسہ سے علاقہ رکھتی ہین اور حق تعالیٰ کی قدرت کے عجائب اور غرائب مصنوعات کا
دیکھنا بھی اسی حاسہ سے تعلق رکھتا ہی اور نقلی دلیلون پر مطلع ہونا جو اگلے لوگ کتابون
مین اور رسالون مین جمع کرکے لکھ گئے ہین وہ بھی اسی حاسہ سے حاصل ہوتا ہی سو آدمی کو ان
دونون حاسون کے کامل ہونے کے بعد دین کی معرفت اور راہ خدا کے سلوک مین چندان
احتیاج باقی نہین رہتی ہی مگر فہم اور عقل البتہ چاہیے سو یہ دل کا کام ہی نہ ہاتھ پاؤن کا
اور جو اس امر مین نقلی دلیلون سے زیادہ احتیاج ہوتی ہی اور کلام الٰہی کا سننا اور اسیطرح
کلام رسول کا سننا اور واعظون اور ناصحون کا کلام سننا اور عالمون کی تقریر اور خطیبون کی
پند اور ارشاد اور اولیا اللہ کی رمزین اور عارفون کے حقائق اور معارف ان سب چیزون کو
اس کام مین بڑا دخل ہی اور یہ سب چیزین سمع کے حاسہ سے علاقہ رکھتی ہین اور اس حاسہ کو
یا بجا ہدایت اور ارشاد کی نعمت کے بیان مین بصر کے حاسہ پر مقدم لاتے ہین چنانچہ
اس آیت کریمہ مین بھی یہی طور موجود ہی اور یہ بھی ہی کہ حاسہ سمع کا ایسی خاصیت رکھتا ہی

جو کسی دوسری حاسہ مین وہ خاصیت پائی نہین جاتی ہی اور وہ خاصیت یہ ہی کہ جتنے دوسرے
حاسہ ہین جیسے بصر اور شم اور ذوق اور لمس اِن سب کے مدرکات اسی کے توسط سے دریافت
ہوتے ہین پس اِس حاسہ کو حکم حواس خمسہ مین ایسا ہی جیسے ہوا کا حکم عناصر اربعہ مین اور
عطارد کا حکم سبعہ سیارہ مین یعنی خود بھی کار آمدنی ہین اور غیر کے احوال کو بیان کرنیوالے
بھی ہین چنانچہ بصر کے مدرکات کو ان لوگون کو جو ازروے زمان یا مکان کے اِس
دور ہین پونہچاتا ہی تو بصر کا کام بھی بدون اِسکے تمام نہین ہی اور وہ یعنی سمع مدرکات
بصری کے ادراک کا وسیلہ ہی اور یہ قاعدہ کلیہ ہی کہ وسیلہ مقصد پر مقدم ہوتا ہی اور جو
دانش اور بینش کے اسباب اِس مخلوقات مین جسکو آزمایش کے واسطے پیدا کیا ہی اِسقدر
جمع ہوتے ہین کہ اگر حق تعالیٰ کی معرفت اور عبادت کی راہ اِن اسباب کے وسیلہ
سے ڈھونڈھنے اور اپنے منعم کے شکر کے ادا کرنے کا طریقہ جاننا چاہے تو بدون اِسکے
کے بھی یہ بات اسکو ممکن ہی لیکن حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ ہمنے ایسا نہین کیا اور اِسیقدر
اکتفا نہین کی بلکہ **اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ** بیشک ہمنے ہدایت کی اسکو یعنی
بتلا دی اسکو اپنی معرفت کی راہ اور اپنے شکر کے ادا کرنے کا طریقہ اور اس راہ کے
تجسس اور تلاش کو اِسی کے ذمہ پر نہین چھوڑا تا کہ اپنے قصور مین بہانے نہ کرے پھر
اپنے رسولون کو پے در پے بھیجا ہمنے اور انکے ہاتھون سے معجزے دکھلائے
ہمنے اور ایسی کتابین نازل کی ہمنے جنکی دلیلین واضح ہین اور جو اِس کتاب کی مجمل
اور متشابہ آیتین ہین اُنسے جو کچھ مراد ہی اسکے بیان کو رسولون کی زبان پر حوالے کیا
ہمنے اور انکے بعد جو اِنکے شاگرد رشید ہین یعنی ہر وقت کے مجتہد عالمون کے بیان پر موقوف
رکھا ہمنے تا کہ شنوائی اور بینائی اِس مخلوقات کی بدون رنج اور کلفت اُٹھانے کے ہماری
عبادت اور معرفت کے کام مین مصروف ہووے اور ہمنے جو اسکو پیدا کیا ہی اور ہدایت
کی ہی اِسکا شکر ادا کرے لیکن یہ مخلوق باوجود ایسی ہماری نعمتون کے ایک راہ نہ چلا بلکہ

دو قسم پر ہو گیا إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا یا شکر ادا کرنیوالا ہی ہماری خلقت اور
ہدایت کی نعمت کا اور اس نعمت کو قبول کرنیوالا اور یا ناشکری اور ناحق شناسی اور کفران
نعمت کرنیوالا ہی اور کبھی راہ پر نہ آنیوالا ہی بلکہ اس راہ کو قبول نہین کرتا ہی اور اس راہ کے
باطل کرنے کے واسطے وہمی شبہی اور شیطانی گمراہی مقابلہ مین لاتا ہی اور اپنی شنوائی اور بینائی کو
ہماری مخالفت اور عناد مین خرچ کرتا ہی اسلیے اسکے ساتھ امتحان اور آزمائش کا معاملہ شروع
کرتے ہین ہم اسواسطے کہ اگر اس عناد اور مخالفت پر اسکو سزا نہ دین ہم تو دوسری مخلوقات کی
نظر مین امتحان اور آزمائش کا فائدہ کچھ بھی ظاہر نہ ہووے اور ہماری حکمت اور عدالت
مین بٹا لگ جاوے اسواسطے کہ بالضرور إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ ہمنے بیشک
آمادہ اور تیار کر رکھے ہین اپنے ہدایت کی نعمت کے ناشکرون کے واسطے سَلَاسِلَا
[illegible]ری علاقون کی زنجیرین تاکہ دنیا کی زندگی مین انھین زنجیرون مین مقید رہین اور معرفت
و عبادت کی راہ ہرگز نہ چل سکین پھر بعضون کو مال کی محبت کے ساتھ سلسلہ مین اور
بہتون کو عورت اور اولاد کی محبت کے سلسلہ مین اور کسی کو باغون اور کھیتون کے سرسبز
کرنے کی اور کسی عمارت بنانے کی محبت مین باندھ دیا اور کسی کو فوج اور لشکر جمع کرنے کی اور
ملکون کو فتح اور اپنا حکم جاری کرنے کی محبت مین جکڑ دیا ہے ہمنے اور بہتون کو وہمی متخیلہ
منفعتون کے فوت ہو جانے کے رنج اور فکر اور غم مین گرفتار کر دیا ہمنے اور بعضون کو نئی
نادر صنعتون کے نکالنے مین اور ریاضی فن کے عجائب آلات بنانے کی محبت مین اور اسیطرح
ہر ایک کو ایک سلسلہ مین گرفتار اور مقید کر دیا ہمنے پھر یہی سلسلے قیامت کے دن آگ کی
زنجیرون کی شکل ہو کے ان ناشکرون کے تمام بدن مین لپٹین گے اور یہ لوگ ان زنجیرون
مین جکڑے جائین گے چنانچہ دوسری جگہ قرآن شریف مین ارشاد ہوا ہی ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ
ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ اور جو ان چیزون کے ناشکرون کو جو دنیوی
علاقون کی محبت کی زنجیرون مین گرفتار ہین بدون توسل کسی عمدہ اپنی نوع سے

جسکے پاس یہ چیزین موجود ہو دین یہ چیزین میسر نہین ہوسکتی ہین سو ناچار ان ناشکرون کے واسطے
ایک چیز دوسری بھی تیار کر رکھی ہو ہمنے وَاَغْلٰلًا اور طوق بھاری جو ان کی گردنون مین
ہونگے تاکہ سر نہ اُٹھا سکین اور معرفت اور عبادت کی راہ کی طرف التفات بھی نہ کر سکین بلکہ
داہنے بائین بھی اس راہ کے دیکھ نہ سکین سو بعضون کی گردنون مین امیرون اور بادشاہون
کی نوکری کا طوق ڈالا ہی اور بعضون کی گردنون مین ساہوکارون اور مہاجنون کی خوشامد
اور چاپلوسی کرکے قرض لینے کا طوق ڈالا ہی اور بعضون کی گردنون مین قاضیون اور مفتیون
کی منت کا اور حیلہ ساز روایت ضعیف نکالدینے والون کی خوشامد کا طوق ڈالا ہے اور
بعضون کی گردنون مین دفتر کے متصدیون کی اور عاملون چکلہ دارون کی حاضر باشی کا طوق
ڈالا ہی اور دوسرون کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے یہان تک کہ بعضون کی گردنین مین
کنچنیون کی بندگی اور غلامی کا طوق اور بعضون کی گردنون مین اونٹ گھوڑے خچر گدہے
بیل کی خدمت کا طوق ڈالا ہی ہمنے سو یہ جتنے طوق ہین قیامت کے دن سب آگ سے
طوق ہوجاوینگے اور ان لوگون کی گردنون کو گرانبار اور بھاری کر دینگے اور جو اکثر
ناشکرون کو باوجود ان طوقون کے پہننے کے اور ان علاقون مین پھنسنے کے بھی مطلب
حاصل نہ ہوگا اور اگر کچھ تھوڑا مطلب حاصل ہوا تو بھی انکی حرص اور آرزو کے موافق حاصل
نہ ہوا سو ناچار ان کے واسطے ایک دوسری چیز بھی تیار کی ہی ہمنے وَّسَعِيْرًا اور
سوزش اور جلن سینہ کی اپنے مطلب کے نہ ملنے کے رنج کے سبب سے تاکہ جبتک دنیا مین
رہین اسی سوزش مین جلتے رہین جیسے کیمیا کے ہوس اور اگر ایک طرف سے سوزش
کم ہوتی ہی تو دوسری طرف سے اور بھڑکتی ہی سو ہم یہ انکی لطیف پیدایش انسانی کو درہم
برہم کر دیتے ہین نیچے کا بدن زنجیر سے گرفتار ہی اور اوپر کا بدن طوق سے گرانبار اور
بیچ کا بدن یعنی سینہ اور دل سوزش سے بیقرار ہی اور یہ وہی سوزش ہی جو قیامت کے دن دوزخ
مین آگ کی صورت بن کے انکے اندر اور باہر کو جلا دیگی سوا ان اپنی پیدایش کی نعمت

ف کیمیا کے ہوسون کی برائی کا بیان

کی اور ہدایت الٰہی کی نعمت کی سزا چکھینگے اور اگر یہان پر کسی کے دل مین شبہہ گذرے کہ
ان علاقون مین گرفتار ہونا اور ان طوقون کا پہننا اور دنیا کے مطالب حاصل نہ ہونے
کے سبب سے رنج اور سوزش کا ہونا دنیا کی زندگانی کے لوازمات سے ہی اور حق تعالیٰ
کی نعمت کے شکر گذارون کو بھی اسی دنیا مین اپنی زندگانی کے دن کاٹنا ہین اور دنیا
مین بدون گرفتاری ان علاقون کے اور بدون پہنے ان طوقون کے اور بدون پہنے
اس سوزش کے گذر کرنا ممکن نہین ہی پھر ان چیزون کی تخصیص ناشکرون کے ساتھ
ہونے کی کیا وجہ ہی تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ شاکرون کو اگرچہ ان علاقون کی گرفتاری
کے اسباب اور ان طوقون کے پہننے کے باعث اور ان سوزشون کا چکھنا دنیا کی
پیدایش کے تقاضے سے درپیش ہوگا اور آگے آویگا لیکن ان کو زنجیرون کی گرفتاری اور
طوق کا پہننا اور سوزش حاصل نہ ہوگی اسواسطے کہ شاکر لوگ تین گروہ ہین ایک ابرار جنکا
اصحاب الیمین بھی لقب ہی اور دوسرے مقربین اعمال جنکا عباد اللہ اور عباد الرحمن بھی لقب
ہی اور تیسرے مقربین احوال جن کو مقربین مطلق بھی کہتے ہین اور سابقین بھی انکا لقب ہے
سو پہلے ہم ابرار کا حال بیان کرتے ہین جو پس خوردہ کھانیوالے مقربین اعمال کے
ہین پھر انکے بعد مقربین اعمال کے حال کے بیان کی طرف انتقال کرینگے ہم تاکہ
مقربین احوال کا حال بطریق اولیٰ اسپر قیاس کر لیا جاوے اِنَّ الْاَبْرَارَ تحقیق
نیکوکار جو ہرگز اپنے مقدور بھر کسی کا حق تلف نہین کرتے اور اپنے حق مین اور اپنے
دوسرے بنی نوع کے حق مین احسان منظور رکھتے ہین اور حق تعالیٰ کی تمام امر اور نہی
کی فرمان برداری کا قصد کرتے ہین جبتک دنیا مین زندہ ہین یَشْرَبُوْنَ پیتے
ہین ایک دو قطرے مِنْ كَاْسٍ اس پیالے سے جو محبت الٰہی کی شراب سے اور
اس جناب کی حضوری کے شوق سے بھرا ہوا ہی مقربون کے ہاتھ سے اور اس ایک دو
قطرے پینے کے سبب سے انکو بیخودی حاصل ہوتی ہی پھر دنیاوی علاقون کی طرف التفات

باقی نہین رہتا ہو لیکن اسقدر پینا اتنی تاثیر ان مین نہین کرتا کہ یہ حالت ہمیشہ ان مین باقی رہے
سو تقویت کرنے اور اس شراب کے جام کے اثر ہمیشہ باقی رہنے کے واسطے **کَانَ**
مِزَاجُهَا ہوگی ملونی اسکی یعنی اس شراب کے پیالے کی جیسے گلاب یا کیوڑا شربت کے
اوپر سے ملا دیتے ہین **كَافُورًا** کافور جو روح کا بھی مقوی ہو اور دل کا مفرح اور خوشبو
بھی اس مین پائی جاتی ہو اور رنگ بھی نورانی رکھتا ہو اور دنیا کے مطلب حاصل نہ ہونے کے
رنج کو اور دنیاوی علاقون کی طرف التفات کو سرد کر دیتا ہو اور فاسد نیتون کی عقوبتون کو
اور باطل خطرون کو اصلاح دیتا ہو شیخ بو علی سینا نے قانون کی مفردات مین لکھا ہے کہ
آدمی کے بدن اور روح مین کافور کی تاثیر ایسی ہو جیسے عالم مین شمالی ہوا کی تاثیر ہے کہ
ہر چیز کے جوش کو بٹھا دیتی ہو اور بدبو کو بالکل دور کر دیتی ہو اور ہر فساد کی اصلاح کرتی ہو اور
روح کے مزاج کو ایسا بارد کر دیتی ہو کہ ہرگز جوش اور تیزی اسمین نہین رہتی اور یہ طب کا قاعدہ ہو
جس دوا کی منفعت کسی خاص عضو کے واسطے ہوتی ہو اور چاہتے ہین کہ اس دوا کی تاثیر جلدی
اس عضو کو پہنچا دین تاکہ کبدی اور معدی ہضم مین دیر نہ کھینچے اور اسکی قوت ضعیف
نہ ہونے پاوے تو شراب مین ملا کے دیتے ہین اسواسطے کہ شراب سرعت نفوذ مین اور
مجاری کی تفتیح مین بے مثل ہو اور جو کافور کو شراب مین ملا کے انکو دینگے تو بہت ہی جلد
انکے رگ اور پوست مین پہنچ جاویگی اور انکا اثر بہت قوی ہو کے روح اور دل کو
پہنچیگا اور تجرد علاقون سے اور دل سرد ہو جانا تمام خواہشون سے اور مطلب کے حاصل
نہ ہونے کا رنج پاس نہ آنا اور ان سب چیزون کا استقرار اور رسوخ پیدا کریگا لیکن یہ کافور
دنیا کا کافور نہین ہو جسکی تاثیر فقط ظاہر بدن مین اور اعضا اور اخلاط اور ارواح مین خاص ہو
بلکہ ہماری مراد اس کافور سے **عَيْنًا** ایک چشمہ ہو عالم روحانی مین کہ ان ہی کیفیتون اور
خواصون سے اسکا پانی پینا آدمی کے باطن مین کہ نفس کے لطیفے اور نفسانی قوتین
اسکی ہین تاثیر کرتا ہو **يَّشْرَبُ بِهَا** پئین گے اپنے پیالے بھر بھر کے چھلکتے ہوئے

اور اس چشمہ کے پانی کی ملونی اس مین ملی ہوئی ہی عِبَادُ اللّٰہِ اللہ کے خاص بندے جو
کسی کی فرمانبرداری کا طوق اپنی گردن مین نہ رکھتے تھے اور اپنے ہر کام مین اور ہر
حرکت اور سکون مین اپنی نظر کو اللہ تعالی کی طرف رکھتے تھے اور اسی کی رضامندی کو
چاہتے تھے بلکہ وہ اپنے عملون پر بھی اعتماد نہ رکھتے تھے اور ثواب اور جزا کی طرف
بھی انکو التفات نہ تھا یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۝ جاری کرتے تھے ان چشمون کو اپنے
ہر عمل مین جیسا جاری کرنا چاہیے تو گویا وہ چشمے خاص انکی ملک ہین اور ان ہی کے
تصرف مین ہین اور ہر عضو کے عمل اور ہر قوت کے پیدا کرنے مین اس چشمہ کے پانی کا اثر
کھینچ کے لیجاتے ہین اسقدر دنیا کے علاقون سے اور ماسوائے اللہ کی طرف التفات
کرنے سے دل سرد ہوئے ہین کہ انکو اپنے نیک عملون پر اور اپنی نیک عادتون پر ہرگز
اطمینان اور دل کا چین حاصل نہین ہی بلکہ ان عملون کی نامقبولی کا خوف اور ان عادتون
کی غیر اختیاری کا ہراس جناب الٰہی مین اسقدر انکے دل مین بیٹھ گیا ہی کہ کسی وقت خیال
ان سے علحدہ نہین ہوتا چنانچہ اس حال پر یہ بات انکی گواہ ہی کہ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ
وفا کرتے ہین نذر کو یعنی جو چیز اپنے کہ اپنے ذمہ پر لازم کر لیتے ہین جیسے نفل عبادت اور
کوئی وظیفہ اور ورد اور صدقہ اور خیرات سو اُن چیزون کو جیسا لازم کیا ہی اسی طرح سب
شرطون کے ساتھ آخر عمر تک ادا کرتے ہین پھر جب ایسی چیزین جو حق تعالی کی طرف سے
واجب نہ تھین بلکہ اپنے ذمہ پر خود آپ لازم کر لین تھین اُسکو اس احتیاط سے ادا کرتے ہین تو
وہ چیزین جو حق تعالی کی طرف سے انپر واجب کی ہین انکو بطریق اولی پورا ادا کیا ہوگا اور باوجود ایسے
مستقیم کے تمام واجبات اصلی اور التزامی ادا کرنے پر پھر بھی ان عبادتون پر چندان اعتماد
نہین رکھتے ہین بلکہ ہمیشہ خائف اور ہراسان رہتے ہین وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا
کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ۝ اور ڈرتے ہین اس دن سے کہ ہوگا شر اسکا منتشر اور
پھیلا ہوا جیسے طوفان اور ہوا کے دن کی آگ کا لگنا کہ تمام بستی کو اپنے اپنے گھرون کا خوف
ہوتا ہی کہ مبادا ہوا کی شدت سے آگ ادھر آپہنچے اور ان لوگونکو یہ خوف اور ہراس اس

سبب سے ہوگا کہ شاید واجبات کے ادا کرنے مین کچھ سے قصور واقع ہوا ہو جیسے سستی اور دل
نہ لگنا اور اس سبب سے طبیعت کی تاریکی نے اس طاعت مین خلل کے کچھ خرابی کردی ہو اور آج
قیامت کا دن ہو اور اس دن کا شر گنہگارون کی شامت سے اسقدر پراگندہ اور پھیل رہا ہو کہ
بیگناہ بھی اس بلا مین گرفتار ہو رہے ہین جیسے آسمان اور زمین اور پہاڑ اور دریا اور آفتاب اور
ماہتاب اور باقی ستارے سو ایسے وقت شاید وہ طاعت اس تاریکی کے سبب سے قبول نہ ہو اور
عتاب اور عقاب کا سبب پڑے سو اسقدر بے اعتمادی انکو اپنے عملون پر صریح دلیل ہو اسبات پر
کہ خوف کا غلبہ ان پر بہت ہوگا اور خوف دل کی سردی کی دلیل ہو جسطرح دل کی گرمی کے
وقت مین جرأت اور بے باکی غلبہ کرتی ہو سو یہ اثر اسی کافور کا ہو جو شراب محبت مین ملا کے
نوش کیا ہو چنانچہ شاعر کہتا ہو **شعر** ازین افیون کہ ساقی در می فگند * حریفان را نہ سر ماند و
نہ دستار * **ہندی** یہ کیا ساقی نے کچھ مین چیز ڈالی ۔ کہ پیتے ہی ہوئے بدمست و سرشار *
اور یہ چیز اس بات پر بھی دلیل صریح ہو کہ ان لوگون کو ان عملون کے ساتھ جو اپنے مطلوب
کے شوق مین کیے ہین کچھ علاقہ نہین رہا اور ان عملون سے دل سرد ہو گئے ہین تو دنیا کی
علاقون سے جو انکے مطلوب کے منافی تھے یقینًا انقطاع کلی رکھتے ہونگے اور یہ اس بیخودی کا
اثر ہو جو محبت الٰہی کی شراب پینے سے انھون نے حاصل کی ہو اور اس انکے احوال پر دوسرا
گواہ یہ ہو کہ **وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ** اور کھلاتے ہین کھانے کو باوجود اس بات
کے کہ نقد دینے سے کھانا پکا کر کھلانا بہت بھاری ہو اسواسطے کہ آدمی کا نفس جو چیز
قریب النفع اور حاضر المنفعت ہو اسکے دینے مین بخیلی کرتا ہو بخلاف اس چیز کے جو منفعت مقصودہ
سے دور واقع ہوئی ہو اسیواسطے غلہ کا دینا اکثر آدمیون کے نزدیک سہل ہو آٹا دینے سے
اور آٹا دینا سہل ہو روٹی دینے سے اور کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہو کہ آدمی کھانا دینے
مین دلیری کرتا ہو اور نقد یا جنس دینے سے جی چراتا ہو سو اسکا سبب یہ ہو کہ کھانے سے
اسوقت وہ سیر ہوتا ہو اور پکا کھانا سوائے کھالینے کے اور کسی کام کا نہین ہو اور جلدی بگڑ

کر اٹھتا ہی رکھ چھوڑنے کے قابل نہین ہی بخلاف نقد او رجنس کے اسواسطے کہ یہ کام کی چیز ہی اور
رکھ چھوڑنے کے بھی قابل ہی لیکن یہ لوگ کھانا کھلاتے ہین **عَلٰی حُبِّهٖ** باوجود اس کھانے
کی محبت کی بھوک کی شدت اور قوت کی نایابی کے سبب سے اور ایسے وقت مین **ع** شلغم
پختہ بہ ز نقرہ خام ہوتا ہی۔ یا نفیس اور مزیدار ہونے کے سبب سے وہ کھانا محبوب ہوتا ہی اور
باوجود بے احتیاجی کے بھی اسکو بیفائدہ صرف نہین کرتے ہین بلکہ رکھ چھوڑتے ہین تاکہ
دوسرے وقت اسکو کھاوین یا اس شخص کو کھلاتے ہین جس سے بڑی منفعت کی امید ہوتی
ہی اور یہ لوگ اِس کھانے کو محتاجی کی حالت مین کھلاتے ہین **مِسْكِيْنًا** مسکین محتاج کو
جو قوت کی تحصیل سے خود عاجز ہی اور اس سے کسیطرح کی منفعت کی توقع بھی نہین ہی بلکہ
اسکو ایکبار کھلانے کے سبب سے اسکی خو پڑ گئی اور ہر روز قرض خواہ کی طرح پیچھا نہین چھوڑتا ہے
اور سخت سخت باتین سنا کے دل کو مشوش کرتا ہی **وَّيَتِيْمًا** اور یتیم کو جو مسکین سے بھی
عاجز زیادہ ہی اسواسطے کہ مسکین بدن مین قوت رکھتا ہی اور عقل بھی کامل رکھتا ہی اگر ایک
وقت اسکو قوت میسر نہو تو دوسرے وقت کوشش کرکے گلی کوچے پھر کے کچھ نہ کچھ
تھوڑا بہت پیدا کرکے اپنی جان بچانے کی تدبیر کر لیگا اور یتیم نہ عقل کامل رکھتا ہی اور
نہ بدن قوت والا اور نہ مانگ کھانے کا وقوف رکھتا ہی اور نہ اس سے کچھ منفعت کی
توقع ہی **وَّاَسِيْرًا** اور قیدیون کو جو کسی کے قید مین گرفتار ہین اور کسی طرح سے
قوت کے حاصل کرنے کی قدرت نہین رکھتے ہین بلکہ اُس سے اِتنا بھی نہین ہو سکتا ہی
کہ مسکین اور یتیم کی طرح کسی کے سامنے جا کھڑا ہووے تاکہ وہ شخص اسکا حال دیکھکر
کچھ رحم کرے اور اِسکو کچھ دیوے اور باوجود اسبات کے کہ اِس قسم کے لوگون کو اپنی
خواہش اور رغبت کے ہوتے ہوئے کھانا کھلانا بڑا احسان ہی اور خالص عبادت ہے
جس مین ریا کا نام بھی نہین ہی لیکن خدا کے خاص بندے اِس عمل پر بھی اعتماد نہین کرتے
ہین بلکہ ڈرا کرتے ہین کہ ایسا نہو اِس کھانا کھلانے کے سبب سے مسکین یا یتیم یا قیدی کچھ

ہماری تعریف یا تعظیم یا سلام یا کوئی اور ثنا اور صفت کرین اور اس سبب سے ہمارا نفس خوش ہووے تو پھر وہی طبیعت کی تاریکی اور یہ عمل بجا دیوے اسواسطے کھانا کھلانے کے وقت کھل کے صراحۃً انسے کہہ دیتے ہین کہ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ بیشک سوائے اسکے نہین ہی کہ ہم کھلاتے ہین تم کو خالص حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے واسطے لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً ہم نہین چاہتے ہین تم سے کچھ بدلا اس کھانے کے بعد جیسے سلام کرنا یا تعظیم کرنا یا اپنے حق مین ترقی کی کچھ دعا چنانچہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ جب آپ کچھ صدقہ کسی اہل بیت کو بھیجتی تھین تو آنے کے بعد اپنی خادمہ سے آپ پوچھتی تھین کہ اس صدقہ لینے کے بعد ان لوگون نے کیا کہا تھا اگر خادمہ کہتی تھی کہ ان لوگون نے یہ دعا آپکے حق مین کی تھی تو جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس گھر کے حق والون کے حق مین اسی طرح کی دعا کرتی تھین اور فرماتی تھین کہ یہ اسواسطے ہی کہ ایسا نہ ہو کہ انکی دعا میرے صدقہ کے عوض مین محسوب ہوجاوے اور میرے صدقہ کے ثواب مین نقصان آجاوے سو اسواسطے انکی دعا کی عوض مین مین نے بھی انکے واسطے دعا کر دی تاکہ دعا کا بدلا دعا ہو جاوے اور میرے صدقہ کا ثواب برقرار رہے وَلَا شُكُورًا اور نہین چاہتے ہین ہم تمسے شکرگذاری کہ لوگون کے سامنے کچھ ہماری ثنا یا صفت کرتے رہو کہ فلانے نے ہمارے اوپر ایسا احسان کیا اور ایسا کھانا کھلایا اسواسطے کہ اگر یہ چیزین ان کامون سے چاہین ہم تو پھر وہی طبیعت کی تاریکی اس مین در آوے اور وہی خوف پھر لاحق حال ہووے اِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا بیشک ہم ڈرتے ہین اپنے پروردگار سے يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ایک ان اداسی ہنت کو پہنچی وہ ایسا دن ہی کہ اس مین بالکل اداسی چھائی ہوئی ہی اور یہ کنایہ ہی حق تعالیٰ کی قہری تجلی سے جو اس دن ہوگی سو اس تجلی کے آداب کی رعایت سے اس ان کو عبوس اور قمطریر کرکے موصوف کیا

اور جسطرح جو شخص عبوس قمطریر ہوتا ہی یعنی غصّے مین بھرا ہوا اور اسی بات مین غصّہ مین آجاتا ہی
اسی طرح اُس روز کہ نقیر اور قمطریر کا مواخذہ ہوگا یعنی ذرا ذرا بات پوچھی جائیگی اِس سبب سے
وہ دن خوفناک اور دہشت بھرا ہوا ہی اور یہ اِنکا عمل کہ خوف شدید سے ہی دونون چیزون
دلیل صریح ہی یعنی ایک دُنیاوی علاقونکا انقطاع اور دوسری دل سردی اور بے اعتباری کا
غلبہ واحدی اور دوسری تفسیرون مین مذکور ہی کہ حضرت حسنین رضی اللہ تعالی عنہما ایک
قریبہ بیمار ہوئے سو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکی عیادت اور بیمارپرسی کے واسطے تشریف
فرما ہوئے اور آپکے ساتھ صحابۂ کرام بھی بہت آئے ان مین سے ایک شخص نے حضرت
امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمھارے فرزندون کو بہت سخت بیماری ہی تمکو
چاہیے کہ حق تعالی کی نذر اپنے اوپر مقرر کرو حضرت علیؓ نے کہا کہ مین نے تین روزے
خدا کے واسطے اپنے اوپر نذر مقرر کیے حضرت خاتون جنّت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے
بھی تین روزے نذر اپنے اوپر مقرر کیے آپکی لونڈی جسکا نام فضہ تھا اِسنے بھی تین روزے
اپنے اوپر مقرر کیے پھر حق تعالی نے اپنے فضل اور کرم سے دونون صاحبزادون کو
شفا دی تو تینون شخص موافق نذر مقررہ کے روزہ دار ہوئے اُس دن حضرت علی
رضی اللہ عنہ کے گھر مین کھانے کی چیز کوئی نہ تھی آپ شمعون یہودی پاس جو خیبر کا
رہنے والا تھا اور وہان غلہ بیچا کرتا تھا تشریف لے گئے اور کچھ قرض اُس سے
طلب کیا اُس نے اسلام کی عداوت کے سبب سے قرض دینے مین تامل کیا آخر کو بڑی
تکرار اور فہمایش سے بارہ سیر جو آپکو قرض دیے آپنے وہ جو گھر مین آکر دیے حضرت خاتون
جنت رضی اللہ عنہا نے اُسمین سے چار سیر جو چکّی مین پیسے اور لونڈی نے گھر کے
آدمیون کی گنتی کے برابر پانچ روٹیان پکا کر تیار کین پھر افطار کے وقت وہ پانچ
روٹیان لا کے اُن سب حضرات کے سامنے رکھین اُنھون نے چاہا کہ اسمین سے
لقمہ توڑ کے منھ مین ڈالین اتنے مین دروازے پر ایک فقیر نے آکر سوال کیا اور کہا کہ

حق تعالی کی سلامتی تم پر ہو جیو اے اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فقیر مسلمان تمھارے دروازے پر آیا ہے اور اُسکے گھر مین پانچ آدمی ہین کچھ اسکو کھلاؤ حق تعالی تمکو جنت کے خوانون سے کھلاویگا اُن پانچون حضرات نے وہ پانچون روٹیان اِس فقیر سائل کو حوالے کردین اور آپ سب پانی پی کر سو رہے پھر صبح کو روزہ رکھا اور اِسی طرح اُس دن بھی چار سیر جو پیس کے پانچ روٹیان پکائین افطار کے وقت ایک یتیم آیا اُسکو وہ روٹیان دیدین تیسرے دن ایک قیدی آیا اُس دن اُسکو حوالے کین چوتھے دن صبح کو جو اُٹھے تو بھوک کی شدت سے طاقت ہلنے کی نہ تھی اور مرغ کے چوزہ کی طرح بدن کانپتا تھا اُس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنین رض کے دیکھنے کو جو تشریف لائے یہ حالت سب کی دیکھ کے آپکو بہت بیتابی ہوئی پوچھا کہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کہان ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلے پر نماز مین مشغول ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لیگئے دیکھا کہ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا ہے اور آنکھین اندر گھس گئین ہین یہ حالت دیکھ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری ہوئے اُسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورۃ لیکر نازل ہوئے اور کہا کہ لو اے پیغمبر اِس سورۃ کو تمکو اور تمھارے اہلبیت کو مبارک ہو جیو اور یہ آیتین پڑھ کے سنائین پھر بعد اسکے حضرت رب العزت نے ظاہری فتوح عنایت کیے اور پھر کبھی ایسی فقر کی شدت مین مبتلا نہ ہوئے ایسا کہتے ہین کہ اِن تینون دنون مین فقیر اور یتیم اور اسیر کی شکل بنا کے حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اہلبیت کے صبر کے امتحان کے واسطے اِسی وجہ سے کہا ہے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ملک دنیا کو اپنی شان سے لیا یعنی نیزے کی نوک سے یعنی جہاد کرکے اور ملک عقبی کو سہ نان سے خرید کیا یعنی تین روٹیون سے۔ اب یہان پر جاننا چاہیے کہ اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کو وفا کرنا واجب ہے اگر وہ نذر گناہ نہ ہو اور اگر کسی گناہ کی

نذر کی ہو تو اُس نذر کی وفا واجب نہین ہو بلکہ ممنوع ہو چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ
مَنْ نَذَرَ اَنْ یُّطِیْعَ اللّٰہَ فَلْیُطِعْہُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَّعْصِیَ اللّٰہَ فَلَا یَعْصِہٖ یعنی جسنے
نذر کی اللہ تعالیٰ کی طاعت اور فرمان برداری کی تو چاہیے کہ ادا کرے اسکو اور جسنے
نذر کی گناہ اور خدا کی نافرمانی کی تو چاہیے کہ چھوڑے اُسکو اور اُس گناہ مین مبتلا نہ ہو
اسواسطے کہ نذر کی حقیقت یہ ہو کہ جو چیز واجب نہین ہو اُسکو اپنے اوپر واجب کر لینا
اور اگر وہ چیز گناہ ہوئی اور اسنے اُسکو اپنے اوپر لازم کیا تو حکم الٰہی کی مخالفت کی۔
اور حق تعالیٰ کی مخالفت کرنا نہ چاہیے اور اگر بالفرض کسی کے مُنھ سے ایسی بات
نکل گئی اور گناہ کی نذر کی تو اُسکو اسیوقت لازم ہو کہ اُس سے توبہ اور استغفار کرے
اور اُسکو ہرگز ادا نہ کرے اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ نذر اُس چیز مین درست ہو جو
طاعت کی قسم سے ہو جیسے نفل نماز اور نفل روزہ اور ذکر اور تسبیح اور قرآن کی تلاوت
اور درود اور حج اور عُمرہ اور نیک لوگون کی زیارت اور دینی علم کی طلب اور جہاد اور صدقہ
اور خیرات اور وقف اور جو اس قسم سے ہو لیکن جو چیز طاعت کی جنس سے نہین ہے
اُس مین نذر منعقد نہین ہوتی یعنی کہنے سے لازم اِس پر نہین ہوجاتی جیسے فلانا کھانا کھانا
اور دھوپ مین بیٹھنا اور کھڑا رہنا اور مُنھ سے بولنا اور سایہ کے نیچے نہ آنا اور سوا اسکے
اور اسمین کچھ اسکے ذمے پر لازم نہین ہوتا اور اگر نذر مبہم کی ہو جیسے یون کہا کہ اگر مین
یہ کام کرون تو مجھ پر نذر ہو پھر وہ کام کیا تو اسپر قسم کا کفارہ لازم ہوتا ہو اور یہی حکم ہو
اِس نذر کا جو اسکی طاقت سے خارج ہو اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اِس آیت سے
معلوم ہوتا ہو کہ مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانا عبادت ہو پھر وہ مسکین اور قیدی
اہل اسلام سے ہو یا کافر ہو لیکن زکوٰۃ اور نذر اور کفارے کا کافر کو دینا درست نہین ہو
اور اگر مسکین اور قیدی اور کافر واجب القتل ہون تو بھی انکو کھانا کھلانا باعث اجر ہو
اسواسطے کہ واجب القتل کو بھوکا قتل کرنا درست نہین ہو حضرت حسن بصری رضی اللہ

تعالی عنہ سے روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافرون کو قید کرکے لاتے تھے
اور مسلمانون کے حوالے کرتے تھے اور فرمادیتے تھے کہ انکے ساتھ احسان کرنا یعنی کھانے
پینے کی تکلیف نہ دینا بموجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مسلمان ان قیدیون کو اپنے
گھروالون سے بہتر اور زیادہ خوش رکھتے تھے اور اپنے سے اچھا کھانا کھلاتے تھے یہانتک کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکے حق مین قتل کرنے کا یا لونڈی غلام کر رکھنے کا یا مال لیکے چھوڑدینے کا
یا بے لیے چھوڑدینے کا حکم فرماتے اور یہی حکم ہی جسکے ذمے پر قصاص واجب ہوا ہو اور
قتل کا مستحق ہوا ہو اُسکو بھی بھوکا پیاسا مارنا جائز نہین ہی اور جو ان آیتون مین ذکر کیا گیا کہ
حق تعالی کے خاص بندون کو قیامت کے دن کے شر کے پھیل پڑنے سے ہمیشہ خوف
رہتا ہی اور باوجود ایسے عمدہ عملون کے جو آمیزش ریا سے بالکل خالص ہین ہمیشہ ہراسان
اور خوفناک رہتے ہین سو اسواسطے ضرور ہوا کہ اس خوف کا ثمرہ جو آخرت مین دیکھینگے
بیان کیا جاوے پھر اسکے بعد انکے عملون کی جزا کے بیان کی طرف انتقال کیا جایگا
سو پہلے انکے خوف کے ثمرے کے بیان مین ارشاد ہوتا ہی کہ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ
ذٰلِكَ الْيَوْمِ پھر بچاویگا اُنکو اللہ تعالی اُس دن کی برائی سے باوجود اس بات کے
کہ شر اس دن کا پراگندہ اور پھیلا ہوا ہوگا اور اس بچانے کی صورت یہ ہوگی کہ وہ لوگ
صفت رضا کی تجلی سے سرفراز ہونگے اور انکو اس تجلی کے مشاہدے کی استغراق مین مشغول
کردیگا چنانچہ سورہ قیامت مین تصریح سے بیان ہوچکا ہی کہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا
نَاظِرَةٌ اور فرشتون کے جھنڈ کے جھنڈ انکے پاس آوینگے اور انکو خوش خبریان سناوینگے
چنانچہ سورہ انبیا مین مذکور ہوا ہی کہ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ یعنی نہ غمگین کریگی انکو گھبراہٹ بڑی اور ملاقات
کرینگے انسے فرشتے اور کہینگے کہ یہ تمھاری بہتری کا دن ہی جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے
اور حدیث صحیح قدسی مین واقع ہی کہ المتحابون فی جلالی لھم منابر من نور یغبطھم ح

النَّبِیُّوْنَ وَالشُّهَدَاۤءُ یعنی حق تعالی فرماتا ہی کہ جو لوگ دنیا مین آپسمین دوستی کرتے تھے
ہماری راہ مین انکو قیامت کے دن منبر ہونگے نور کے اسطرح کی عظمت سے کہ رشک کرینگے
انکا حال دیکھ کے پیغمبر اور شہید اسواسطے کہ پیغمبرون کو اور شہیدون کو امت پر گواہی دیکر انکو
الف سے اور اس دن کے ہول سے خلاص کرنے کی فکر ہوگی اس سبب سے کہ وہ تشویش
مین ہونگے اور ان لوگونکو اسی سے علاقہ نہ رکھنے کے سبب سے فراغت کلی حاصل ہوگی اور یہ
یہ سب بزرگی انکو دنیا کے علاقون کو منقطع کرنے کے سبب سے حاصل ہوگی وَلَقّٰهُمْ
اور آگے لا دیگا انکو وہ جو دنیا مین اس دن کی ترش روئی اور برائی سے خوف کیا کرتے
تھے نَضْرَةً تازگی اور چہرے کی رونق جو ظاہر انکے بشرے پر نمودار ہوگی وَّسُرُوْرًا
اور خوشی دل کی بجائے انکے باطن مین بھری ہوگی عوض مین اس غم اور اندوہ کے جو اپنے
دین کے واسطے دنیا مین رکھتے تھے اور ہمیشہ آخرت کی فکر مین اپنی اوقات گذارتے تھے
اور فقط اسیقدر نعمت پر انکے حق مین اکتفا نہ کی جاویگی یعنی اس دن کے شر کا خوف
ان سے جاتا رہے اور امن اور چین انکو حاصل ہووے اسواسطے کہ یہ تو انکے ترس اور
خوف کا پھل ہی بلکہ انکے دوسرے عملون کو بھی رحمت کی نظر سے دیکھینگے اور انکے سب
عملون کا مدار صبر پر پاوینگے وہ صبر جو دنیاوی علاقون اور جسمانی لذتون کے ترک کیا تھا
اور طاعتون کی مشقت کے تحمل پر اور آفتون اور بلاؤن کے پہنچنے پر جو صبر کیا تھا پھر انکے
صبر کی جزا منظور ہوگی وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا اور جزا دیگا انکو انکے صبر
کرنے پر جو فضا کے مکانات اور دل لگن باغات اور عمدہ عمارتون کے ساتھ اپنے
دل کو متعلق نہین کیا تھا جَنَّةً بہشت کشادہ اور با فضا جسکا عرض زمین اور آسمان
کے عرض کی برابر ہی اور محل اور مکانات منقش اور رنگین وَّحَرِيْرًا اور کپڑا ریشمین جو
انکی پوشاک مین صرف ہوگا او فرش فروش مین بھی اور دیواروں پر دے اور چھت گیری
کی پوشش مین اور ہانڈیون اور جھاڑون اور دیوار گیریون کے غلاف مین انکے کام آویگا

اور یہ انکے اس صبر کی جزا ہی جو دنیا مین پھٹے پرانے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اور
آستین لنبی اور دامن دراز نہین کرتے تھے اور خالص ریشمی کپڑے سے دنیا مین
پرہیز کرتے تھے اِن سب چیزون کے عوض مین یہ حریر ان کو ملیگا اور بہت سی حدیثون
مین ایسا آیا ہی کہ ادنی بہشتی کو ہر صبح اور شام کو ستر جوڑے حریر کے جنکے رنگ مختلف کے
ہونگے اور نفیس اور منقش سوا اسکے خادم اسکے سامنے لایا کرینگے تاکہ انمین سے جو مرغوب
اور خوش معلوم ہووے وہ اُسکو پہنے اور باریکی مین وہ کپڑے ایسے ہونگے جیسے پھول
کی پتی مُتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ج تکیے دیے بیٹھے ہونگے اِس
بہشت مین تختون پر اور ریشمین توشکین اُن تختون پر بچھی ہونگی اور وہ تخت سایہ دار
ہونگے جیسے دنیا کے بادشاہون کے تخت ہوتے ہین اور یہ جزا ہی انکے اِس صبر کی جو
دنیا مین تنگ اور تاریک حجرون مین اور خانقاہون مین اور مدرسون مین چٹائیون پر
بیٹھے رہا کرتے تھے اور علوم دینی کے درس کی مجلسون مین اور ذکر اور توجہ کے حلقون
مین سب کے پائین مین بیٹھا کرتے تھے لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا
نہ دیکھینگے اِس جنت مین گرمی آفتاب کی اور نہ سردی چلہ کے جاڑون کی اسواسطے کہ
جنت کی ہوا معتدل ہوگی نہ گرمی ہوگی نہ سردی اور آفتاب وہان نہ ہوگا تاکہ
اُسکے نزدیک ہونے کے سبب گرمی زیادہ ہووے یا اُسکے دور ہوجانے کے
سبب سے سردی کچھ ضرر پہونچاوے بلکہ عرش معلی کا نور اِس عالم کو ہمیشہ روشن رکھیگا
اور جسوقت پردے اُٹھاوینگے تو جانینگے کہ دن ہوا اور سیرگاہون مین نکلینگے
اور بازار قائم ہونگے اور آپسمین ایکدوسرے کی ملاقات کرینگے اور خدمت کے
واسطے لڑکے اور غلمان حاضر ہونگے اور جب پردے چھوڑدینگے اور محل اور مکانون کے
اندر داخل ہونگے تو معلوم کرینگے کہ رات ہوئی اور حورین انکے آرام اور صحبت کے
واسطے حاضر ہونگے اور یہ جزا ہی انکے اس صبر کی جو دنیا مین حق تعالی کی فرمانبرداری

مین کیا تھا جیسے روزے کی گرمی اور جمعہ کے دن دوپہر کو جامع مسجد مین جانا اور حج
اور عمرہ اور جہاد اور طالب علمی اور بزرگون اور نیکون کی زیارت کے واسطے سفر کرنا
اور انکی صحبت سے ظاہری اور باطنی فیض کو لینا یعنی یہ چیزین دنیا مین گرمی کے
دنون مین کرکے اس گرمی پر صبر کیا تھا اور اسی طرح سردی کے دنون مین وضو یا
غسل تہجد کے وقت اور فجر یا عشا کی نماز جماعت سے ادا کرنے کے واسطے اور
حج اور عمرہ اور جہاد اور طالب علمی اور بزرگون کی زیارت کا سفر جاڑون مین کرتے
تھے اور اس رنج پر صبر کیا کرتے تھے حدیث شریف مین آیا ہے کہ ھَوَآءُ الْجَنَّةِ
سَجْسَجٌ لَا حَرٌّ وَّلَا قُرٌّ یعنے بہشت کی ہوا نہایت اعتدال کی ہے نہ اسمین گرمی ہے ح
نہ سردی اور زمہریر لغت مین بہت سردی کو کہتے ہین اور ظاہر یہ ہے کہ میم اور رہ
اسمین اصلی ہین اسواسطے کہ اگر کوئی ان دونون سے زائد ہوتا تو کلام عرب مین
اس لفظ کا نظیر نہ نکلتا اور فعلليل کی وزن بہت پائی جاتی ہین چنانچہ قمطریر جو
اوپر بیان ہوچکا ہے اور بہشت کی ہوا کے معتدل ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہان کے رہنے
والون نے دنیا مین اپنے اعمال اور اخلاق معتدل کیے تھے اور بہشت وہی دنیا کے
اعمال اور اخلاق معتدلہ کی صورت ہے افراط اور تفریط نہین ہے یعنی زیادتی اور کمی اسمین
کسی طرح ممکن نہین ہے وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا اور نزدیک ہوگا ان پر
سایہ اس بہشت کے درختون کا اور یہ انکے اس صبر کی جزا ہے جو غریبون اور مسافرون اور
مظلومون اور یتیمون کو اپنے سایہ دار مکانون مین جگہ دیتے تھے یا اپنے عدل اور انصاف
اور حمایت اور رحمت کے سایہ مین انکو رکھتے تھے اور اس جگہ مفسرین کی ایک اشکال مشہور ہے
اسکا مضمون یہ ہے کہ بہشت مین جب آفتاب نہ ہوا پھر سایہ کہان سے ہوگا اسواسطے کہ حقیقت
مین مضی بالذات یا مضی بالعرض کے ثانی ضو کو سایہ کہتے ہین جو روشن کرنیوالے [جیسے آفتاب ۱۲] اور روشن
ہونیوالے کے درمیان مین جسم کثیف [جیسے زمین ۱۲] کے حایل ہونے کے سبب سے پیدا ہوتا ہے اور اسکا جواب یہ ہے کہ

آفتاب کا نہ ہونا اسبات کو مستلزم نہیں ہی کہ دوسرا نور بھی نہ ہووے اور نور سایہ نہ پیدا کر سکے لیکن یہ البتہ ہی کہ وہ نور اس جنس سے نہیں ہی کہ رنج دیوے اور لوگ اس سے سایہ مین بھاگین بلکہ کبھی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھنا لذت اور آرام لینے کے واسطے ہوتا ہی نہ گرمی کی اذیت دفع کرنے کے واسطے سو بہشتیون کا درختون کے سایہ کے نیچے ہونا بھی اسی قسم سے ہوگا اور بعضے مفسرین نے یون کہا ہی کہ بہشت کے درخت اسطرح انکی طرف جھکینگے اور ان درختون کی شاخین اور پتے اور پھل ایسے ان بہشتیون کے نزدیک ہوجاوینگے کہ اگر بالفرض آفتاب وہان ہوتا تو سایہ ان درختون کا انکے نزدیک بہت ہوتا اور کسی مفسر نے بہشت کے درختون کا سایہ نزدیک ہونے کے معنی ذکر نہین کیے ہین اور یہ بات ظاہر ہی کہ اگر سایہ نے کسی شخص کو گھیر لیا تو نزدیک اور دور دونون برابر ہی اور اگر نہ گھیرا تو وہ سایہ نہ دور ہی نہ نزدیک پس تحقیق بات یہ ہی کہ بہشت کے درخت شعور اور ارادہ رکھتے ہین اور جب بہشتیون کو جو اپنے آراستہ تختون پر مجلسون یا مکانون مین بیٹھے ہوے دیکھینگے تو وہ درخت چاہین گے کہ اپنے پھل اور پتون سے انکو نفع پہنچا دین تو اس ارادے سے قصداً حرکت کرکے ان بہشتیون کے نزدیک ہوجاوینگے اور اپنے پھول اور کلیان انکے سامنے کرینگے تاکہ انکو توڑ کے کھاوین پس وہان کے درختون کے سایہ کے نزدیک ہونے کے یہی معنی ہین چنانچہ اس آیت کی تمامی اسی بات کو چاہتی ہے کہ

وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ اور تابع کیے گئے میوے اس بہشت کے بہشتیون کے واسطے جیسا چاہیے تابع کرنا یعنی پست کر دیے گئے خوشے اسکے جیسے بلا ہوا جانور بار بار اپنے خاوند کے پاس آتا ہی اور سواری یا کھیل یا جو نفع اس جانور سے اسکے خاوند کو منظور ہی وہ اوس کیا چاہتا ہی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہی کہ بہشت کے میوے ایسے نزدیک ہوجاوینگے کہ اگر کھڑا ہوا چاہے تو اسکے بھی نزدیک اور اگر بیٹھا ہوا چاہے تو اسکے بھی نزدیک اور اگر

لیٹا ہوا چاہے تو اسکے بھی نزدیک ہونگے اسواسطے کہ خود بخود میوے بہشتیون کے
منھہ مین پونہچینگے اور یہ انکے اس صبر کی جزا ہی جو دنیا مین پرہیزگاری اور احتیاط کے
سبب سے دنیا کے میوون سے احتراز رکھتے تھے کہ شاید میوے والون کے مالون
مین کچھہ آمیزش شبہہ یا حرام کی ہو اس سبب سے نہ کھاتے تھے اور صبر کرتے تھے اور گاجر اور
شلغم ہی پر قناعت کرتے تھے اب یہانتک بہشتیون کی وہ نعمتین مذکور ہوئین جو تمام
روح نباتی کی تسخیر سے اور اسکے نفس کے استخدام سے انکے کام کے واسطے پیدا
ہونگی اور جسطرح دنیا مین انکو خلافت کبری عنایت ہوئی تھی کہ تمام عالم کے اجزا
ارکان کو تصرف کرتے تھے اور انسے نفع لیتے تھے اسیطرح بہشت مین بھی
ان اجزا اور ارکان کی روحین اسکے واسطے مسخر اور تابع کر دینگے بس وہ انکے
خادم ہونگے لیکن دنیاوی اور بہشتی تسخیر مین فرق اتنا ہوگا کہ دنیا کی تسخیر قسری اور قہری
اور کوشش پر موقوف تھی اور بہشت کی تسخیر ارادی اور اختیاری ہوگی اس مین
انکو کچھہ بھی رنج اور محنت نہ ہوگی اور ایک فرق یہ بھی ہی کہ دنیا کی تسخیر عام تھی
مسلمان اور کافر اور نیکوکار اور بدکار سب کو شامل تھی اور بہشت کی تسخیر خاص ایماندار
اور نیکوکارون کے واسطے ہوگی اسواسطے کہ وہ جزا امتیاز کے واسطے ہے
چنانچہ سورہ اعراف کی آیت مین یہی مضمون ارشاد فرمایا ہی قال اللہ تعالی قل من
حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ و الطیبات من الرزق قل ہی للذین
امنوا فی الحیوة الدنیا خالصة یوم القیمة کذلک نفصل الآیات لقوم
یعلمون یعنی کہو تم ای محمد کسنے منع کی ہی رونق اللہ تعالی کی جو پیدا کی اسنے اپنے
بندون کے واسطے اور ستھری چیزین کھانے کی تم کہو وہ ہی ایمان والون کے واسطے
دنیا کی زندگی مین نہ مرے انکی ہی قیامت کے یون بتاتے ہین ہم آیتین جن لوگونکو
بوجھہ ہی **فائدہ** یعنی نعمتین سب مسلمانون کے واسطے ہین دنیا مین کافر بھی

شریک ہوگئے قیامت مین نرے انھین کے واسطے ہین اور ریشم اگرچہ ظاہر مین حیوانی
معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ کیڑے کے لعاب سے نکلتا ہی لیکن تحقیق کی یہ بات ہی کہ ریشم
کی پیدائش درختون کے پتون کے نچوڑ سے ہی جسکو ریشم کا کیڑا اپنے واسطے مکڑی کے
جالے کی طرح تنتا ہی اور اُس کیڑے کو سوائے اِس تن دینے کے اور کچھ دخل نہین ہی ریشم
اِس کیڑے کا جز نہین ہی تا کہ ریشم حیوانات مین شمار کیا جاوے بخلاف گوشت اور کھال
اُون اور بال اور دودھ اور گھی کے کہ یہ سب حیوانون کے جز ہین اور شہد کا حال بھی
اگرچہ مثل ریشم کے ہی لیکن شہد کی مکھی اِسکو غذا کے واسطے مہیا کرتی ہی سو اس راہ سے
شہد کا حیوانی ہونا غالب ہوا نباتی ہونے سے اب یہان سے بہشتیون کی وہ نعمتین
بیان ہوتی ہین جو معدے کو نفس کلیہ ہین خادم اور مسخر ہین کے مہیا اور موجود کریگا **وَيُطَافُ**
عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ اور بار بار لائے جاتے ہین اِنکے سامنے برتن **مِّن فِضَّةٍ**
چاندی سے اِسکے اُس صبر کے عوض مین جو دنیا مین استنجے اور غسل اور وضو کے
برتنون مین پانی بھر کے طہارت کی ہمیشگی کے واسطے بار بار لاتے تھے اور ان
نجاستون سے بچاتے تھے اور اگر غسل اور وضو کا برتن کچھ مستعمل ہو جاتا تھا تو احتیاط کے
واسطے اِسکو بدل ڈالتے تھے سو اِس سبب سے انکو کوچہ و بازار مین پھرنا پڑتا تھا **وَ**
أَكْوَابٍ اور آبخورے بغیر ٹونٹی اور دستے کے یہ انکے اس صبر کے عوض مین ہوگا
جو بار بار پانی کے سرد کرنے کے واسطے مٹی کے آبخورے بازار سے لاکے پانی بھر کے
رکھتے تھے تا کہ گرمیون کے روزہ کے افطار کے وقت کام آوین لیکن انکو بہشت مین
جو آبخورے ملینگے وہ نزاکت اُسکی صفائی مین **كَانَتْ قَوَارِيرَا** ہونگے
شیشے سے کہ اندر کی چیز انکے باہر سے معلوم ہووے اور نظر آوے لیکن حقیقت مین وہ
شیشے نہین ہین بلکہ **قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ** وہ شیشے چاندی سے بنائے گئے
ہین تا کہ سفیدی اور چمک دمک مین چاندی ہووین اور شفافی اور صفائی اور سبکی مین شیشہ ہووین

اور انکو چاندی سے اسواسطے بنایا ہی کہ عوض مین وضو کے برتنون کے انکو دینگے
اور وضو کا پانی انکے وضو کے اعضا کو سفید چمکتے نورانی کر دیگا چنانچہ حدیث صحیح مین
ح آیا ہی کہ اِنَّ اُمَّتِیْ یَاتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بیشک میری اُمت کے لوگ آوینگے قیامت
کے دن اِس شکل سے کہ اُنکے چہرے سفید اور روشن ہووینگے اور دونون ہاتھ اور
دونون پانٔون بھی سفید اور روشن ہووینگے وضو کے نشان سے بھر جو برتن وضو کے
برتنون کی عوض مین انکو دیا جاویگا وہ بھی سفید اور روشن ہوگا لیکن چاندی سے ہوگا
نہ سونے سے اور چاندی سے ہونے کی وجہ یہ بھی ہی کہ پانی اور جتنی پینے کی چیز ہے
جسقدر سفید شفاف برتن مین لطف اور رونق دیتی ہی اسقدر سونے کے برتنون مین رونق
نہین دیتی اور سونے کا رنگ پیلا ہی اور چاندی کا رنگ سفید ہی اور زردی شرمندگی اور
ندامت کا نشان ہی اور مُنھ کا سفید اور روشن ہونا مطلب حاصل ہونے کا نشان ہے
اور دنیا مین سونا جو چاندی سے گران قیمت ہی اسکا سبب یہ ہی کہ دنیا مین سونے کی
کان کمیاب ہی اور چاندی کی کانین بہت ہین اور عالم آخرت مین کسی چیز کی کمیابی نہین ہے
تاکہ اس سبب سے سونے کی قیمت بڑھ جاوے اور نفیس ہو جاوے اور انکے آبخورے بھی
جنت مین چاندی کے بیان فرماتے ہین اسواسطے کہ ان آبخورون مین شراب ہی پلانا انکو
دینا منظور ہی چنانچہ اسکا بیان آگے آتا ہی اور جامع بغدادی مین لکھا ہی کہ تفریح اور تقویت مین
چاندی کا اثر قریب ہے یاقوت کے اثر سے اور شراب جب چاندی کے برتن مین رکھی جاتی ہی
تو وہ شراب بہت جلد نشہ کرتی ہی اور اُسکے نشہ مین بہت لذت اور سرور ہوتا ہی انتہا اور
جہان کہین شراب کا پلانا منظور نہین ہی تو وہان سونے کے آبخورے بیان فرماتے ہین
چنانچہ سورہ زخرف مین ارشاد ہوا ہی کہ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ
ذَهَبٍ وَّاَکْوَابٍ یعنی لیے پھرتے ہین ان پاس رکابیان سونے کی اور

اور آبخورے اور وہیا کے آبخوروں مین جو خادم شراب بھر لاتے ہین تو انمین ایک جے
عیب ہوتا ہی کہ پینے والے کی رغبت سے کبھی کم ہوتی ہی اور کبھی زیادہ سو اِس عیب کے
دفع کے واسطے ارشاد ہوتا ہی کہ **قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا** انداز ہ کر کے بتایا ہی ان
آبخوروں کو ساقی کی ارواح کے کاریگروں نے اچھا اندازہ کرنا بہت اختیار سے
اسواسطے کہ وہ آبخورے انکو ان آبخوروں کے عوض مین عنایت ہوئے ہین
جو سنی کے آبخورے افطار کے واسطے پانی یا شربت بھر کے رکھتے تھے اور
دنیا مین باوجود شدت رغبت کے اسراف سے پرہیز کرتے تھے اور اعتدال کی
راہ چلتے تھے سو اسواسطے وہان بھی انکے ساتھ اعتدال کا معاملہ کیا جاوے
بلکہ وضو کے برتنوں مین بھی اعتدال کی رعایت کرتے تھے اور اس بات کی حد سے
کم نہ کرتے تھے اسراف بھی نہ کرتے تھے سو اِن برتنوں مین بھی اعتدال کی رعایت
ہوگی **وَيُسْقَوْنَ** اور پلائے جائینگے وہ لوگ **فِيْهَا** اِن آبخوروں مین جو چاندی
کے ہین شفاف جیسے شیشہ **كَاْسًا** شراب اور کاس کی لفظ اگرچہ اصل مین پیالہ کا نام
ہی لیکن اکثر عرب کی اصطلاح مین شراب کے معنوں مین مستعمل ہوتی ہی **كَانَ مِزَاجُهَا
زَنْجَبِيْلًا** جے ہوگی ملونی اس شراب کی سونٹھ جو شراب کو خوش ذائقہ اور مزیدار
کر دیتی ہی اور شراب کی ثقالت کو اسکی سوزش ہلکا کر دیتی ہی اور نشہ کی زیادتی
اور رہاکیزگی کا سبب پڑتی ہی اور بدن مین حرارت پیدا کرتی ہی اور یہ سونٹھ کی آمیزش
اسواسطے ہی تاکہ دیدار الٰہی کا شوق ان پر غلبہ کرے اور اس غلبہ کے سبب سے اِس نعمت
دیدار کی آگ بھڑکے اور اس غلبہ مین اِس نعمت سے جو مشرف ہووین تو خوب لذت
حاصل کرین اسواسطے کہ جو چیز شوق اور طلب کے بعد حاصل ہوتی ہی تو بہت لذت دیتی ہی
لیکن وہ سونٹھ یہ دنیا کی سونٹھ نہین ہی جسکی تاثیر آدمی کے فقط ظاہر بدن مین پائی جاتی
ہی اس سونٹھ سے مراد ہماری **عَيْنًا فِيْهَا** ایک چشمہ ہی بہشت مین جو **تُسَمّٰى**

سَلْسَبِیْلًا نام رکھا جاتا ہی سلسبیل اور اس نام رکھنے کا سبب یہ ہے کہ اصل وہ چشمہ مقربین احوال کے واسطے خاص ہی اور مقربین اعمال کو ملونی کے طور تھوڑا اسمین سے دیتے ہین اور مقربین احوال جو ہین وہ ہمیشہ شوق کے غلبہ مین مستغرق ہین اور انکو ہرگز ٹھہرنا کسی حال اور کسی مقام مین گوارا نہین ہی بلکہ ہمیشہ ترقی کے طلب مین رہتے ہین اور انکی زبان حال کی ہمیشہ اس کلام کو رٹ رہی ہی اور اس ترانہ سے مترنم ہو کہ سَلْ سَبِیْلًا یعنی پوچھ اپنے معشوق کی راہ اس سبب سے اس چشمہ کا نام بھی یہی رکھدیا تاکہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ جو اس چشمہ کا پانی پیتا ہی اسکو اس راہ کی طلب کا شوق غلبہ کرتا ہی جسطرح شیراز مین ایک پہاڑ ہی بہت بلند اسکا نام اللہ اکبر رکھا ہی اسواسطے کہ جو شخص اسپر چڑھتا ہی تو اسکی بلندی دیکھ کے سبب بے اختیار اسکے منھ سے اللہ اکبر نکلتا ہی اور بعضے مفسرین نے یون کہا ہی کہ سلسبیل مشتق ہی سلاست سے جو نرمی اور آسانی کے معنون مین ہی چنانچہ عرب لوگ بولتے ہین مَاءٌ سَلِسٌ وَسَلْسَلٌ وَسَلْسَالٌ وَسَلْسَبِیْلٌ یعنے پانی شیرین آسانی سے گوارا ہو کے اُتر جانیوالا حلق اور حلقوم مین سو اب اِس صورت مین بے اور یے زائد ہو گی مبالغہ کے واسطے اور اِس زیادتی کے سبب سے یہ کلمہ خماسی ہو گیا لیکن اِس وجہ مین ایک خدشہ باقی رہتا ہی وہ یہ ہی کہ اِنکے نزدیک یہ حروف زوائد مین سے نہین ہین غرض کہ اِس تفسیر کے بموجب یہ کلام یعنی تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا اِس وہم کے دفع کے واسطے ہی جو زنجبیل کی لفظ سے پیدا ہوتا ہی یعنی جب شراب مین سونٹھ کی ملونی ہوئی تو گلے کو جلا دیگی اور آسانی سے نہ اُتریگی سو اِس وہم کے دفع کے واسطے یہ کلام فرمایا کہ وہ سونٹھ اِس سونٹھ سے منافع رکھتی ہی لیکن اسمین سوزش اور گلوگیری نہین ہی بلکہ اِس چشمہ کا نام ایسا ہی جو سوزش اور گلوگیری کے منافی ہے اور حسب معاون کی روح کی خدمت سے جو بہشتیون کے واسطے ہو گی اور وہ فرشتے

جو معاون پر مقرر ہین انکی خدمت بھی بہشتیون کے واسطے جو ہوگی اس سبب سے بیان سے
فراغت پائی تو اب ان نعمتون کا بیان ہوتا ہی جو آسمان کے ستارون کی روحون کی
تسخیر اور تابعداری سے انکو نصیب ہوگی اور اس تسخیر کی صورت یہ ہی کہ ستارونکی روحین
انکے جرمون سے جدا ہونگی پھر ان مین جو قوی التاثیر ستارون کی روحین ہین اور
نفوس واسعہ اور خیالی قوی وافر اور کشیرہ محیط رکھتی ہین وہ بہشتیون کی ارواح سے
مختلط ہوکے انکی عقل اور خیال اور حرکات اور اعمال مین مدد کرین اور جو ضعیف التاثیر
ستارون کی روحین ہین وہ ان ہیکلون انسانی کے لباس مین در آوینگی جو کم عمر ہونگے
اسواسطے کہ اس عمر مین دوڑ دھوپ اور جامہ زیبی اور دلفریبی اور سادہ پن اور حسن و
جمال اور رنگ کی تازگی بہت ہوتی ہی سو وہ روحین ان ہیکلون مین در آکے
بہشتیون کی خدمت کے واسطے مستعد ہونگی اور انکو اپنی ہم جنسی کے سبب سے انکی
خدمت کرنے مین اُنس اور محبت بھی ہوگی سو اب یہ مضمون ارشاد ہوتا ہے کہ
وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ اور پھرینگے اور آمد و رفت کرینگے انکی حضوری مین انکی
خدمت کے واسطے جیسے پانی کے آبخورے اور شراب کے جامون کو لاتا
اور لیجانا **وِلْدَانٌ** لڑکے خوش رو جو **مُخَلَّدُونَ** ہمیشہ اسی لڑکپن کی عمر
مین رہنے والے ہونگے کبھی جوان اور بڈھے نہ ہونگے اور انکا حسن اور جمال جوانی
کی سختی اور بڈھے پن کی ضعیفی اور سستی سے متغیر اور متبدل نہ ہوگا اور کسی کام مین
دیر نہ لگانا اور بہشتیون کے سامنے خوش خرم اٹکھیلی سے دوڑ کے جانا اور دوڑ کے
آنا انسے ہمیشہ ہوا کریگا اسواسطے کہ انکے بدنون کے مدبر ستارون کی روحین ہونگی جو
ایک حالت کو بدن مین نور اور ضیا اور فہم اور فراست کی کثرت اور قوت کے
ساتھ ہمیشہ محفوظ رکھ سکتی ہین اور سیر اور دوڑ بے انتہا اور کھانے پینے سے بے
احتیاجی اور حاضر ورا اور پیشاب اور جتنے فضلات حیوانی ہین انسے پاکی اور بدن کو

گھٹنے اور پرانے ہونے اور پھٹنے اور ٹوٹنے اور گلنے اور سڑنے اور جتنی آفتیں عنصری مزاجون
مین پائی جاتی ہین خصوصًا حیوانی ہین ان سب سے بچائے رہتے ہین وہ کمال رکھتی ہین
اذا رایتھم جو دیکھے تو ان نئی عمر کے لڑکون کو کہ باوجود اس حسن اور جمال اور
نزاکت اور صفائی اور چمک اور رونق رنگ کے خدمت کے واسطے مستعد ہین ایک
جاتا ہی اور دوسرا آتا ہی ایک کسی خدمت کے واسطے ایک طرف کھڑا ہوا ہی اور دوسرا دوسری
خدمت کے واسطے دوسری طرف کھڑا ہی ایک کے چہرے کا عکس دوسرے کے چہرے
مین پڑتا ہی جسطرح ایک آئینہ دوسرے آئینہ کے مقابل ہوتا ہی حسبتھم لؤلؤا
منثورًا گمان کرے تو ان لڑکون کو جیسے موتی کے دانے چھٹکے ہوئے اور ایک
کی روشنی کا عکس دوسرے مین پڑنے سے انکے رنگ کی چمک دونی ہوگئی ہی اور نظر کو
ہر طرف سے لذت ملتی ہی بخلاف موتی کے دانون کے کہ انکو لڑی مین گوندھے جو دیکھتے
ہین تو یہ کیفیت انمین نہین ہوتی ہی اور یہ حکمت کا قاعدہ ہی کہ جب لذت کی تجدید منظور ہوتی
ہی تو ہر حاسہ کے مدرکات لذیذہ کو منتشر اور متفرق کر دیتے ہین تا کہ وہ مدرکات بار بار حس
مشترک پر وارد ہووین اور اسکے واسطے سے حس کو ہر لحظہ نیا مزا حاصل ہووے اور جب لذت کا
دوام منظور ہوتا ہی تو اسوقت ہر حاسہ کے مدرکات لذیذہ کو مجتمع اور منتظم کرتے ہین تا کہ
خیال اور حافظہ اس صورت اور معنی کو اپنے مین جگہہ دے کے بار بار نفس پر عرض کرے اور
اس لذت کو یاد دلا وے اور اس مقام مین لذت کی تجدید منظور ہی نہ دوام اس کا
واذا رایت ثم اور اگر دیکھے تو اس مقام کو کہ سلسبیل کا چشمہ اس جگہہ جاری ہی اور
متقربین اول جو اسکے مالک ہین وہ اپنے اپنے مرتبے سے درجہ بدرجہ بیٹھے ہوئے
ہین رایت نعیما دیکھے تو ایک نعمت کو جسکا وصف ہرگز بیان نہین ہوسکتا اور مقربین
اعمال کی جتنی نعمتین اوپر بیان ہوچکین ہین ان سب سے یہ بڑھ کے ہین وملکا کبیرا
اور دیکھے تو ایک عمدہ بڑی بادشاہت کو اسواسطے کہ وہ لوگ ابرار اور مقربین اعمال پر بھی

حاکم ہین اور اپنے اِس چشمۂ سلسبیل سے بیواسطہ یا بواسطہ اِن لوگون کو ملونی کے واسطے
دیتے ہین اگرچہ مقربین اعمال اور ابرار بھی خلافت کبریٰ کا استحقاق اور حکومت علے الاطلاق
رکھتے ہین اسواسطے کہ تمام روحین معادن اور نباتات اور ستارون کی اور سب فرشتے
انکے خادم اور فرمان بردار ہین پس ابرار اور مقربین اعمال کا حکم ایسا ہی جیسے بادشاہون کا
حکم ہوتا ہی اپنے ملکون پر اور مقربین احوال کا حکم ایسا ہی جیسے شہنشاہون کا حکم
ہوتا ہی ہفت اقلیم پر اور انکو یہ مرتبہ اسماے الٰہی کے تخلق سے حاصل ہوا ہی اور اِن
اسماؤن کی تحقیق سے انکے درمیان ہین اسطور سے کہ اسماے الٰہی انکے صفات ہوگئی
ہین بلکہ انکے لباس ہوگئے ہین چنانچہ عٰلِیَهُمۡ انکے اوپر یعنے جیسے بادشاہون
کی خلعت عنایت کیے ہوے کپڑون کے اوپر سے پہن لیتے ہین ثِیَابُ
سُنۡدُسٍ کپڑے ہین ریشم کے چمکتے ہوے بہت باریک اسواسطے کہ جو اسماے
لطیفۃ الظہور ہین انہون نے اس جامہ کی شکل ہوکے انکو آراستہ کیا ہی خُضۡرٌ
سبز رنگ تاکہ انکی سرسبزی پر دلالت کرین وَّاِسۡتَبۡرَقٌ اور کپڑے ریشم کے
چمکتے ہوے گاڑھے سنگین اسواسطے کہ جو اسماے تامۃ الظہور ہین انہون نے
اس جامہ کی شکل ہوکے انکو مزین کیا ہی وَّحُلُّوۡۤا اَسَاوِرَ مِنۡ فِضَّۃٍ
اور زیور پہنایا جاویگا انکو کنگن بہشت کی چاندی سے جو وہان کی تمام معدنیات سے
افضل ہی تاکہ انکی دوستی کی صفائی پر دلالت کرے وہ دوستی جو حق تعالیٰ سے
رکھتے تھے اور طبیعت کی خواہشون اور وہم اور دوسری کدورتون سے وہ دوستی
صاف تھی وَسَقٰہُمۡ رَبُّہُمۡ اور پلاویگا انکو حق تعالیٰ اپنی ذات پاک اور
قدرت کے ہاتھ سے بغیر واسطے لڑکون اور غلمانون اور فرشتون کے
شَرَابًا طَہُوۡرًا شراب جو پاک کرنیوالی ہی اندر اور باہر کو اور نفس کا لگاؤ بھی
باقی نہین رکھتی ہی تاکہ کسی طرف سے وہ ظاہر ہونے پاوے حدیث شریف مین

آیا ہی کہ ادنی بہشتی کو ہزار برس سال کے راہ کی سلطنت دیوینگے اور وہ بہشتی اپنی جگہہ سی
اپنے تمام ملک اور خادمون اور عیش اور عشرت کے سامان اور اسباب کو دیکھے گا
اور اپنے آخر کے ملک کو ایسا دیکھے گا جیسا اپنے نزدیک کو دیکھتا ہی یعنی دور اور
نزدیک یکسان معلوم ہوگا اور کوئی مخلوق بدون اسکی پروانگی کے اسکی ملک کی
حد مین قدم نہ دھریگا اور جو بہشتی کی خاطر مین گذریگا وہ اُسیوقت ہوجائیگا اور یہ بھی
حدیث شریف مین آیا ہی کہ بہشتی جب کھانے پینے سے اور میوے خوری اور شراب
پینے سے فراغت حاصل کرینگے تو آخر کا جام حضرت رب العالمین کی حضوری سے
انکو عنایت ہوگا وہ بلبلب شراب طہور سے ہوگا اسکے پیتے ہی جتنا کھایا پیا ہے
سب عرق ہوکے نکل جاویگا اور اس عرق کی خوشبو ایسی ہوگی جیسے مشک کی اور
پھر انکے پیٹ خالی ہوجاوینگے اور کھانے پینے کی خواہش پیدا ہوگی اور ان سب
نعمتون سے علاوہ اور سب سے بڑھ کے ایک نعمت دوسری ہی وہ یہ ہی کہ بہشتیونکو
انکے پروردگار کی طرف سے پیغام پونہچاوینگے کہ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ
جَزَاءً بیشک یہ سب نعمتین ہتین واسطے تمھارے تمھارے عملون کی جزا بجسکے
تم مستحق ہوچکے تھے اس قسم کی یہ نعمتین نہین ہین کہ بے عمل کیے حق تعالی نے
تمکو دین ہون اور بخشش محض کی ہو وَكَانَ سَعْيُكُمْ اور ہوئی کوشش
تمھاری جو اللہ تعالی کی محبت مین اور اُسکے اخلاقون کی عادت ڈالنے مین
اور دنیوی علاقون سے صبر کرتے مین اور اُسکی راہ کے مقامات اور احوال ۱
کی سیر مین تم نے کی بھی مَّشْكُوْرًا قدر دانی کی گئی یعنی ہر ایک عمل نیک ع ۲۳
تمھارے سے ہزارون ثواب عنایت ہوے اور تمھارے عمل بہت مقبول ہوے ۱۹
پس اس مژدے کے سننے سے بہشتیون کو خوشی پر خوشی حاصل ہوگی اور ان نعمتونکی
لذت دونی ہوجائیگی رزقنا اللہ تعالی ذٰلِكَ بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ یعنی عنایت

جو چیزین بہشت مین پینے کی واسطے مقرر ہین اُنکا نام

کرے اللہ تعالیٰ یہ نعمت ہمکو بھی اپنے کرم اور فضل سے یہان پر یہ بھی جان لینا
چاہیے کہ بہشت مین پینے کی چیزین جو قرآن شریف مین جابجا متفرق مذکور ہین
ان سب کی تفصیل یہ ہی کہ ایک نہر کوثر ہی بہشت مین اور وہ خاص حضرت رسول اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی چنانچہ اسکی شرح سورہ کوثر مین مذکور ہی اور چار نہرین
دوسری ہین متقیون کے واسطے ایک نہر پانی کی اور دوسری نہر شہد کی اور تیسری
نہر دودھ کی اور چوتھی نہر شراب کی چنانچہ سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین یہ چارون
مذکور ہین اور دو چشمے جاری ہین مقربین مین خوف والون کے واسطے چنانچہ
سورہ رحمن مین مذکور ہین کہ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ یعنی ان دونون بہشتون مین
دو چشمے ہین بہتے ہوئے اور دو چشمے دوسرے ہین اصحاب الیمین کے واسطے جو
ان مین خوف والے ہین وہ بھی اسی سورہ مین مذکور ہین فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ
یعنی ان دونون بہشتون مین دو چشمے ہین اُبلتے ہوئے اور ایک شراب رحیق مختوم
ہی ابرار ونکے واسطے جسکا ذکر سورہ مطففین مین ہی اور ایک چشمہ تسنیم کا ہی وہ مقربون کا
ہی لیکن ابرار کی شراب رحیق مین اُسکو بھی ملا دینگے اسکا بھی ذکر اسی سورہ مین ہے
اور ایک چشمہ کافور کا ہی جو اس سورہ مین عباد اللہ کے واسطے مقرر ہی اور ابرار کو
اسمین ملاکے پلا دینگے اکثر مفسرین کے نزدیک یہ چشمہ بہشت مین ہی اگرچہ دنیا مین
بھی کمال والون کو اس سے معنوی حصہ ملتا ہی اور ایک چشمہ زنجبیل کا ہی جسکو سلسبیل
بھی کہتے ہین وہ عباد اللہ کے واسطے ملونی اور اوپر سے ڈالنے کے واسطے مقرر
ہی کہتے ہین کہ اصل اس چشمہ کی اہلبیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اور انکے متوسل
مقربین اعوال ہین اور شراب طہور بھی انکے واسطے موعود ہی اور محققون نے یون
کہا ہی کہ وہ شراب صرف شہود ہی غیریت کا لگاؤ اور دوری کا امکان اسکے کھانے
سے باقی نہین رہتا ہی اور گندہ مے وجود سے گندگی بالکل پاک کرکے وجود قدسی

کی سرحد کو پونہچا دیتی ہی اور حق بات یہ ہی کہ اِس شراب کے پینے کے قبل اسکی حقیقت معلوم نہین ہو سکتی ہی ع ذوق این می نشناسی بخدا تا نچشی ۰ ہندی لذت اِس مَے کی نہ پہچانوگے جبتک نہ پیو ۰ ہم قسم کھاکے خدا کی یہ کہے دیتے ہین ۰ **فائدہ** اول سورہ سے یہان تک سات مطلب عمدہ بیان ہوئے ہین سو اِس لحاظ سے کہ ایسا نہووے اِن مطلبون سے غفلت واقع ہووے اجمال کے طور پر پھر اِن مطلبون کو بتلائے دیتے ہین تاکہ بھولنے نہ پاوین۔ سو پہلا مطلب یہ ہی کہ انسان معدوم محض تھا پھر اُسکو پیدا کیا ہی اور دوسرا مطلب یہ ہی کہ ہر ایک آدمی کو ایسے نطفے مختلط سے پیدا کیا ہی جو خلاصہ ہی موالید ثلثہ کا اور تیسرا مطلب یہ ہی کہ آدمی کی پیدایش تکلیف اُٹھانے اور امتحان اور آزمایش کے واسطے ہوئی ہی بخلاف دوسری مخلوقات کے اور چوتھا مطلب یہ ہی کہ آدمی کو جو امتحان اور آزمایش کے واسطے ضروری تھا وہ سب اُسکو عنایت ہوا ہے بلکہ اسکے سلوک کی راہ بھی بتلادی ہی اسطور سے کہ کسیطرح کا عذر باقی نہین رہا اور پانچوان مطلب یہ ہی کہ انجام کار آدمی کا دو حالت سے خالی نہین ہی یا شکر ہی یا کفران یعنی ناشکری اور چھٹا مطلب یہ ہی کہ شکر نیک جزا اور ثواب کا مقتضی ہی اور کفران سزا اور عقاب کا سبب ہے اور ساتوان مطلب یہ ہی کہ شاکر لوگ اداے شکر کے مرتبے مین مختلف اور متفاوت ہین اور رنگارنگ کمالات رکھتے ہین اور ایسے مرتبے والے ہر ایک قرب اور منزلت مین اللہ تعالےٰ کے نزدیک ایک حد تعین رکھتے ہین جو انکی جزا کے اندازے سے ظاہر ہی اور اللہ تعالےٰ کو انسان کی پیدایش سے اور امتحان اور آزمایش کا معاملہ اسکے ساتھ کرنے سے اِن کمالات کے ظہور کا بیان منظور ہی اِن سب ساتون مطلبون کو مدنظر رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اکثر قرآن شریف مین انہین مطلبون کا شرح اور بسط سے بیان ہی اور اگر ان مطلبون مین خوب طرح سے غور اور تامل کیا جاوے تو تمام مسئلے مبدا اور معاد اور وسط کے جنکا نام شریعت اور دین ہی ظاہر اور کھلجاوین واللہ الموفق یعنی توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ۰ سورۃ مرسلت

ف سات مطلب عمدہ جو اِس سورۃ مین مذکور ہین ان کا بیان

ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید مین جو جنت کی نعمتین بیان ہوئی ہین اُنکو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بیان کرنا اور آیتون کو لوگون کو سُنانا شروع کیا تب کافر اس مضمون کو سُن کے
آپس مین بیٹھ کے یہ مشورہ کرنے لگے کہ اس شخص کو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت اور
عیش کی لذت پیدا ہوئی ہے اسیواسطے بار بار انھین لذتون کا ذکر کرتا ہے اور لوگونکو ایسی
لذتون کا وعدہ دیکے اُنکے دین اور آئین سے پھراتا ہے سو آؤ انھین لذتون کی طمع
اور لالچ اسکو دیکر اس کام سے باز رکھین تاکہ لوگون کو اپنے دین اور آئین سے پھیرنے
سے باز آوے اور مطلب کو پہونچے یہ تدبیر ٹھانکے دو سردارون کو ان مین سے چنکے
اس کام کے واسطے مقرر کیا ایک عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس اور دوسرا ولید بن مغیرہ مخزومی
پھر وہ دونون سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ
ہم تمسے بہت نزدیکی کی قرابت رکھتے ہین اور ہمارا اور تمھارا گوشت پوست سب ملا ہوا
ہے کسی طرح کی جدائی ہمارے تمھارے مین نہین ہے سو خدا کے واسطے ہم تم سے
ایک بات کہتے ہین کہ اگر تمکو خوبصورت عورتون کا اور دنیا کی نعمتون کا شوق ہوا ہو
جیسے عمدہ کھانے اور پاکیزہ لباس اور موتی اور چاندی اور سونا اور کم عمر لڑکے خدمت کے
واسطے جنکا ذکر بار بار کیا کرتے ہو اور اُن چیزون کی طرف تمھارے دل نے رغبت کی ہو
تو بے تکلف ہمسے کہدو کہ ہم سب یہ چیزین موجود کردین چنانچہ عتبہ نے کہا کہ میری ایک
بیٹی ہے کہ حسن اور جمال مین اُسکا ثانی اس شہر مین نہین ہے وہ لڑکی مع جہیز اور اسباب
بے شمار تمکو مین دیتا ہون اور تمھارے ساتھ اسکا نکاح کر دیتا ہون اور ولید نے کہا کہ
میری جائدادی کا حال تمکو خوب معلوم ہے کہ مکہ معظمہ سے طائف تک تمام باغات اور
زراعت اور مواشی میرے ہین اور سوا اسکے مینے موتیون کی بھی تجارت شروع
کی ہے اور غوطہ خورون کو نوکر رکھا ہے سو وہ دریا سے عمدہ موتی نکالتے ہین اور مین شام
اور مصر کی طرف اُنکو بھیجتا ہون اور اُسمین بے انتہا نفع حاصل ہوتا ہے سو مین آدھا اپنا مال

اور موتی تمکو دیتا ہون لیکن اس شرط سے کہ بت پرستی سے لوگون کو منع مت کرو
اور ہمارے بتون کی اور ہمارے بزرگون کی برائی ہر جگہہ پر بیٹھ کے مت کیا کرو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم یہ انکا کلام سُنکے نہایت متحیر ہوے کہ ان لوگون نے آیات قرآنی
کی تبلیغ کو کس چیز پر حمل کیا جو ایسا سوال مجھ سے کرتے ہین اب اگر مین انکو کچھ زجر
اور توبیخ کرتا ہون تو بن نہین پڑتی ہے اسواسطے کہ قرابت کا علاقہ درمیان مین ہے اور
اتنا بڑا سردار عمدہ اپنی بیٹی کو کھل کے مجھ کو دیتا ہے اگر قبول نہین کرتا ہون تو اپنے
قبیلے کے لوگ مجکو طعنہ دیوینگے اور اگر قبول کرتا ہون تو ایک شرط فاسد اسکے ساتھ
لگی ہوئی ہے اور ایک جھوٹی تہمت اسکے ہمراہ ہے آپ اسی سوچ مین تھے کہ حضرت
ع ۲۲ ۱۹ ۱ جبرئیل علیہ السلام یہ آیتین لیکے نازل ہوے کہ **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ**
الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا بیشک ہمنے نازل کیا ہے تمپر اس قرآن کو آہستہ آہستہ
بتدریج سے تاکہ رفتہ رفتہ آہستگی سے تمکو ملک اور ملکوت کی حقائق پر خبرداری اور
ذات اور صفات کی حقیقت اور معاد اور کاملین کے مراتب کا احوال اور انکے صفات
محمودہ پر اطلاع حاصل ہووے اور اپنے کو تم بھی انہین صفتون سے متصف کرو
اور جو کچھ بہشتیون کی نعمت اور لذتون کا حال قرآن شریف مین بیان کیا ہے ہمنے
سوجان بوجھ کے کیا ہے پھر تمکو اسکی تبلیغ مین عار کی کیا وجہ ہے اسواسطے کہ تم اپنے
پروردگار کا کلام بیان کرتے ہو اپنی طرف سے کچھ نہین کہتے ہو تاکہ اس بیان کرنے
مین کچھ تمھاری طمع ان چیزون مین بوجھی جاوے اور اگر بالفرض یہ کافر تمپر اس بات
کی تہمت کرتے ہین **فَاصْبِرْ** تو صبر کرو انکی اس تہمت اور ظلم پر **لِحُكْمِ رَبِّكَ**
اپنے پروردگار کے حکم کی فرمان برداری کے واسطے اسواسطے کہ تابعدار کو اپنے
خاوند کے حکم کی فرمان برداری کرنا چاہیے اگرچہ اسمین طمع اور حرص کی تہمت بھی
ہووے چنانچہ شاعر کہتا ہے **بیت** گر طمع خواہد ز من سلطان دین ٭ خاک بر فرق

قناعت بعد ازین ٭ یعنی مالک قناعت پسند ہی اسواسطے قناعت کرنا بہتر ہی اور
اگر مالک کو طمع پسند ہو تو پھر جو قناعت کرے وہ بڑا احمق ہی غرض کہ جس شخص کو اپنے
محبوب کی فرمان برداری کا خیال ہی اسکو معاندون کی طعن اور تشنیع پر صبر کرنا ضرور ہے
بیت هر آنکه عشق بیکی در دلش گرفت قرار ٭ روا بود که تحمل کند جفای هزار ٭
یعنی جس کسی کے دل کو عشق نے چور کیا تو اسکو نازبرداری معشوق کی ضرور ہوئی
چنانچہ اسی سورۃ مین اللہ کے بندون کے صبر کی جزا سن چکے ہو اور جو کچھ دنیوی علاقونکو
قطع کرنے مین انکو عنایت ہوا ہی اسکو بھی معلوم کر چکے ہو سو تمکو بھی چاہیے کہ ان لوگونکی
قرابت اور دوستی کے علاقونکے قطع کرنے پر صبر کرو **وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ
كَفُوْرًا** ٭ اور ہرگز تابعداری مت کرو یعنی کہا مت مان ان مین سے کسی گنہگار
ناشکر کا کہتے ہین کہ مراد اثم سے عتبہ ہی جو فسق و فجور مین انتہا درجے کو پونہچا تھا اور مراد کفور
سے ولید ہی جو کفر مین بہت سخت تھا اور باوجود اسقدر بے انتہا نعمتون کے جو حق تعالیٰ
نے اسکو دی تھین ہرگز شکر نہ کرتا تھا اور حرص اور طمع کی تہمت کو اپنے سے دفع
کرنے کے واسطے ایک کام دوسرا کیا کرو تاکہ اسکے سبب سے یہ تہمت بالکل تم سے دور
ہو جاوے اور ان لوگون کو بالکل یقین ہو جاوے کہ یہ شخص دنیا کی طرف ہرگز
میل اور خواہش نہین رکھتا ہی اور ان نعمتون اور لذتون کا ذکر محض واسطے تبلیغ قرآن
کے کرتا ہی اور وہ کام یہ ہی کہ **وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ** اور یاد کر نام اپنے پروردگار کا
نماز مین خواہ تہلیل اور تکبیر مین اور خواہ ذکر قلبی مین **بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا** ٭ صبح
اور شام کو مراد اس سے ہمیشگی ہی جو غیر کی محبت کو دل سے بالکل قطع کرنیوالی ہے
اور دنیوی علاقون کے تعلق کو دل سے نفی کر دینے مین تریاق اعظم ہی چنانچہ
حدیث شریف مین آیا ہی کہ سیروا سبق المفردون قالوا وما المفردون
قال الذين تخففت الذكر عنهم اثقالهم یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام

سے فرمایا کہ سیر کرو اسواسطے کہ مفرد لوگ سبقت لیگئے صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد کون لوگ ہین آپنے فرمایا کہ وہ لوگ ہین جنکے گناہ اور دنیاوی علاقون کے بوجھ ذکر الٰہی نے ہلکے کردیے یعنی اسقدر ذکر مین مشغول ہوئے کہ دنیا اور مافیہا سے غفلت حاصل ہوئی اسیواسطے مشایخ نے اجماع کیا ہے اس بات پر کہ خدا کی راہ کے سلوک مین جسکا حصول علاقون کے قطع اور خطرات کی نفی پر موقوف ہے کوئی عمل بہتر ذکر سے نہین ہے **وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ** اور تھوڑی رات سے اُٹھ کے سجدہ کیا کر اپنے پروردگار کے واسطے تاکہ تمکو اس درگاہ کا قرب اور رب الارباب کی حضوری حاصل ہووے اسواسطے کہ دن بے پردگی اور دوسرے کامون کا وقت ہے حضوری سے غیبت کا حکم رکھتا ہے سو اسوقت مین ذکر مناسب ہے اور رات خلوت اور بے شغلی کا وقت ہے مجرا اور تعظیم اسوقت مناسب ہے گویا کہ حضوری اسوقت حاصل ہے **وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا** اور تسبیح کر اپنے پروردگار کی بہت رات تک اس حکم سے مراد یہ ہے کہ تہجد کی نماز مین ہر چار رکعت کے بعد ترویح کرنا چاہیے اور اس ترویحہ مین تسبیح مین مشغول ہونا چاہیے اور پھر اس نماز سے فراغت ہونے کے بعد بھی اسیطرح تسبیح مین مشغول ہونا چاہیے اور اُن تسبیحون مین دیر تک مشغول رہنا چاہیے اور جب تم دن اور رات دونون عملون سے اپنی اوقات کو معمور رکھوگے تو یہ لوگ خود بخود تمھاری صحبت سے نفرت کرینگے اور دوستی اور قرابت کا علاقہ جوانسے ہے وہ خود بخود منقطع ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ تمھاری دوستی اور قرابت کی لیاقت نہین رکھتے ہین اسواسطے کہ دوستی اور قرابت آدمی اسیواسطے چاہتا ہے کہ اگر کوئی سخت کام یا کوئی مشکل بات کو ارادہ کرے تو دوست اور قرابتی اسمین اسکی مدد کرین سو یہ لوگ ہرگز اس قابل نہین ہین بلکہ انکی صحبت او بھی ضرر کا سبب ہے اسواسطے کہ **إِنَّ هَٰؤُلَاءِ** بیشک یہ گروہ یعنی کفار قریش کے جو تم سے قرابت قریبہ رکھتے ہین

اور تم ہمیشہ انھین مین رہے ہو اور انکے ساتھ دوستی اور محبت رکھتے ہو یُحِبُّوْنَ
الْعَاجِلَةَ دوست رکھتے ہین دنیا کی لذتون کو اور جو چیز کسی کی محبوب ہوتی ہی
اسکا چھوڑنا اسکو مشکل ہوتا ہی علی الخصوص جس وقت اس ترک کے ساتھ نامرغوب
چیز کا متحمل ہونا بھی ہووے چنانچہ بیان ہی کہ دنیا کو چھوڑنا نفس سے مجاہدہ کرنا اور
ذکر کی مداومت کرنا اور شب بیداری کرنا ہی وَيَذَرُوْنَ اور چھوڑتے ہین
وَرَآءَهُمْ پیچھے پیٹھ اپنی کے يَوْمًا ثَقِيْلًا دن سخت بھاری کو اور ہرگز اس دن
کی فکر نہین رکھتے ہین اور حال یہ ہی کہ اس دن کو اگرچہ یہ لوگ پیٹھ پیچھے ڈالتے
ہین لیکن وہ دن آگے انکے آتا ہی نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ ہمنے پیدا کیا ہی
انکو چنانچہ اسی سورہ کی ابتدا مین کہا ہی ہمنے کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ
اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ سو انکے استعداد کے مرتبون کو بھی جانتے ہین ہم اور جس چیز کی
طرف انکا دل میلان کرتا ہی اور اس چیز کا چھوڑنا ان پر دشوار ہی اسکو بھی جانتے
ہین ہم وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ اور ہمنے خوب سخت اور مضبوط کر دی ہی
گرفتاری اور پابندی انکی دنیاے فانی کی لذتون مین اور دنیا کی عیش و عشرت کی
محبت مین چنانچہ اس سورہ کی ابتدا مین کہہ چکے ہین ہم کہ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
سَلٰسِلَا وَاَغْلٰلًا سو انسے خدا کے دین کی اعانت اور مدد کی امید ہرگز نہین
ہی اور ذکر پر مداومت کرنا اور شب بیداری اور نفس کا مجاہدہ کہ یہی تمھارا کام ہے
سو اسکی تقویت کی بھی امید انسے نہین ہی وَاِذَا شِئْنَا اور جب چاہینگے ہم
کہ اس تمھارے قبیلہ سے دین کی مدد اور تمھارے کام کی تقویت اور اعانت
کرادین ہم بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ انکے بدل مین لا دینگے ہم اسی قبیلہ سے
ان لوگون کو جو اسی قسم کے ہونگے حسب اور نسب مین اور ہمت کی بلندی اور ذہن
کی تیزی اور فہم کی سرعت مین تَبْدِيْلًا بدل لانا ظاہر مین جنکو ہر شخص دیکھیگا

اور بوجھے گا چنانچہ یہی ہوا کہ حذیفہ بن عتبہ کی عوض مین لائے ہم کہ وہ مہاجرین اولین
سے ہوئے اور زہد تقوی اور پرہیزگاری اور نفس کے مجاہدے مین وہ ایک آیت
تھی اللہ تعالیٰ کی آیتون سے اور خالد بن ولید کو ولید بن المغیرہ کے عوض مین
لائے ہم کہ صدہا لڑائیان کفار کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین
اور آپکی وفات کے بعد انکے ہاتھ سے فتح ہوئین یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے انکو سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللهِ کر کے ملقب کیا اور عکرمہ بن ابوجہل کو
ابوجہل کے عوض مین لائے ہم جو جہاد ظاہری اور باطنی مین اپنا ثانی نہ رکھتے
تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم معاملہ مین بشارت ہوئی تھی کہ انکے
واسطے انگور کے خوشے بہشت مین موجود ہین اور اسی طور سے دوسرے لوگ
اسی قریش کے قبیلے سے پیدا ہوئے کہ دین کے ہر کام کو خود سرانجام دیا اور
دوسرے لوگون کو تلوار کے زور سے مار مار کے اور تقریر اور حجت سے اور وعظ
اور نصیحت سے دین کی راہ پر لائے اور ایک جہان کو انوار ظاہری اور باطنی
سے منور کر دیا اور سورہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے آخر مین جو مذکور ہے کہ
وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ یعنی اگر تم پھر
جاؤ گے تو بدلے مین لاویگا اللہ تعالیٰ لوگ سوائے تمھارے پھر وہ نہ ہونگے تمھاری
طرح سو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمھاری طرح کے گردن کش اور ناشکر اور نافرمان حق
بات نہ ماننے والے نہ ہونگے اور مماثلت جو اس جگہ مذکور ہے اس سے حسب اور نسب
اور نیک خلق اور جوانمردی اور بات کا پورا ہونا اور ذہن کی تیزی کی مماثلت مراد
ہے اسواسطے کہ یہ چیزین اسی قبیلہ کے واسطے مخصوص ہین پس اس جگہ پر نقض کا
وہم کرنا بیجا ہے اِنَّ هٰذِهٖ بیشک یہ قرآن کی آیتین تَذْكِرَةٌ ج پند اور
نصیحت ہین جنمین قرب الٰہی کے فوائد اور اس درگاہ سے دوری کے نقصان بیان

کیے گئے ہین یہ کچھ کھانے کا حصہ اور برادری کا سلوک نہین ہی کہ اپنے قبیلے
ہر ایک کو پونہچایا جاوے اِس پند اور نصیحت اور ہدایت اور ارشاد کی تقسیم مین استعداد
اور رغبت کی رعایت کرنا چاہیے فَمَنْ شَآءَ پھر جو چاہے اپنا ہو یا بیگانہ
دور ہو یا نزدیک اِتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِيْلًا لے اپنے پروردگار کی طرف
ایک راہ اِن راہون سے جس سے اُس جناب پاک تک پونہچنا ممکن ہو یعنی
خواہ اس کی راہ کو اختیار کرے خواہ عباد اللہ کی جو مقربین ہین وَمَا تَشَآءُوْنَ
اور تم اپنی خودی سے اِس راہ پر نہین چل سکتے ہو اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ
چاہے اللہ تعالی اسواسطے کہ تمھاری مشیت اُسکی مشیت کے تابع ہی لیکن حق تعالے
نے ہر شخص کے واسطے نہین چاہا ہی کہ اِس راہ کے سلوک کی خواہش کری اسواسطے کہ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا بیشک ہی حق تعالی دانا حکمت والا پھر اگر
بے استعداد و نکو بھی اِس راہ کی خواہش جبر اور قہر سے دیوے تو امتحان اور آزمایش
کی حکمت درہم برہم ہو جاوے اسواسطے کہ مجبوری اور بے اختیاری مین امتحان اور
آزمایش نہین ہی امتحان اور آزمایش کے واسطے اختیار ضروری ہی اور باوجود اِسکے
اِس کارخانہ کو بیکار بھی نہین رکھا ہی اور مستعد لوگون کو امداد غیبی سے محروم نہین
رکھتا ہی بلکہ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ داخل کرتا ہی جسکو چاہتا ہی
اپنی رحمت مین یعنی جسکو اِس راہ کے سلوک کا مستعد جانتا ہی تو اُسکو اِس راہ کے
سلوک کی توفیق عنایت فرماتا ہی اور دمبدم غیب سے الہام خوشی کے اسکو
پونہچاتا ہی تاکہ اسکی خواہش قوی ہوتی جاوے اور اِس سلوک کو تمام کرے اور
قرب اور وصول کی حد کو پونہچے وَالظّٰلِمِيْنَ اور ظالمون کو جو حق تعالی کی
ہدایت اور ارشاد کی نعمت کو تلف کرتے ہین اور اپنے منعم کا شکر بجا نہین لاتے ہین
اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا مہیا اور تیار کیا ہی انکے واسطے عذاب دکھ دینے والا ع ۹ ۳۰

تاکہ دونون اِسکے کارخانے یعنی رحمت اور عذاب کے سرانجام پاوین اور دونون کارخانے بہشت اور دوزخ کے معمور ہووین اور جو چیز آدمی کی پیدایش سے مقصود ہے وہ ظاہر ہووے

سُورَۃُ مُرسَلٰتٍ

تمہید

یہ سورۃ مکی ہے اس مین پچاس آیتین اور اکاسی کلمے اور آٹھسو سولہ حرف ہین اور اس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۃ دھر سے یہ ہے کہ سورۃ دھر کی ابتدا مین کافرونکو سخت وعید فرمائی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَا وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا اور اسی سورۃ کے آخر مین بھی ظالمون کے واسطے عذاب الیم کا وعدہ کیا ہے سو اس وعدے کی تحقیق مین کافر و ظالم لوگ شک کرتے تھے اسواسطے کہ وہ دنیا مین وہ امر ہونیوالا نہین ہے اور عالم برزخ کو کوئی دیکھ کے پھرا نہین تاکہ وہانکی تحقیق بات معلوم ہووے سو حق تعالی اس وعدے کے وقوع کے وقت کی قسم کھا کے فرماتا ہے کہ اسکے وقوع کا وقت یوم الفصل ہے نہ دنیا اور برزخ اور دوسرے متفرق مضمون بھی ان دونون سورتون کے آپس مین مناسبت اور اتحاد رکھتے ہین چنانچہ اس سورۃ کی ابتدا مین آدمی کی پیدایش کو اس عبارت سے بیان فرمایا ہے کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا اور اس سورۃ مین اس عبارت سے بیان فرمایا ہے کہ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ آخر تک اور اس سورۃ مین ابرار مقربین کے حق مین جنکا لقب عباد اللہ ہے یون فرمایا ہے کہ لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا وَدَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا اور اس سورۃ مین متقیون کے حق مین ارشاد ہوا ہے کہ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ

فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ اور اس سورۃ مین قیامت کے دن کے حق مین یون ارشاد ہوا کہ
يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۝ اور اس سورۃ مین اس دن کے
حق مین یون ارشاد ہوا ہی کہ لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ
وَهٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ وَهٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ۝ بس اس سورۃ مین
اس دن کی عبوست اور ثقل کی شرح بیان ہوئی ہی جو اس سورۃ مین مجمل تھی تو گویا یہ
سورۃ اس سورۃ کے شرح کے حکم مین ہی اور وہ سورۃ گویا متن کے حکم مین ہی اور قال
اقول کی ترتیب مین متن کو شرح پر مقدم کرتے ہین اور متن کے پیچھے شرح کو لکھتے
ہین اور اس سورۃ کا نام سورۃ مرسلات اسواسطے رکھا ہی کہ اس سورۃ کے اول مین
ہوا کے ایسے پانچ کامون کی قسم کھائی ہی کہ ہر ایک کام ان مین سے سبب پڑا ہے
احسان کے منقلب ہونے کا انتقام کے ساتھ بس یہ دلیل ہوئی اس بات پر کہ
حق تعالیٰ کا معاملہ بندون کے ساتھ منقلب ہوگا اور پرورش اور رحمت اور احسان سے
پھر کے خرابی اور ہلاکی اور انتقام اور غضب کی طرف رجوع کریگا اور جس کام کو اوّل
اس سورۃ مین یاد فرمایا ہی اور اسکو مرسلات کر کے تعبیر کیا ہی وہ ان پانچون مین زیادہ تر
عوام کے فریب کھانے اور غرہ ہونے کا سبب ہی اور سب اسکو خیر محض جانتے ہین
اور کسی طرح سے وہم بھی نہین آتا کہ اس کام سے کچھ خرابی یا برائی ظاہر ہوگی اور جو
حق تعالیٰ کے کام آدمیون کے ذہنون مین ہوا سے بہت مشابہت رکھتے ہین ایسے کہ
افعال الٰہی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منقلب ہونے کے باعث ہوتے
ہین اسیواسطے بولتے ہین کہ اس زمانے مین جہان کی ہوا پھری ہوئی ہی یا بدلی ہوئی ہی
اور یون بھی بولتے ہین کہ ٹھہرو تاکہ ہوا صاف ہو جاوے اور اسوقت کی توجہ حق تعالیٰ کی
دیکھتا ہی سو اسواسطے ہوا کے افعال مختلفہ کر کے دلیل پکڑنا بہت مناسب ہی لاتے ہین
اس ہوا کے اختلاف سے افعال الٰہی کے اختلاف کی طرف پونہچ جادین اور حق دینے والا

انتقام کے وعدے کے منکر نہ ہوین اور یہ سمجھین کہ حق تعالیٰ کی مخلوقات مین ایک ادنیٰ چیز
ہوا ہی اسمین اسطرح کا زور اور قوت ہی کہ ایک جہان کے تغیر اور تبدل کا سبب پڑتی ہی
پھر حق تعالیٰ کے افعال تو بطریق اولیٰ یہ کام کر سکتے ہین اور اس اجمال کی تفصیل
یہ ہی کہ عناصر اربعہ مین ہوا بہت لطیف اور بے رنگ ہی اور اسکی کیفیتین اکثر تابع اس
چیز کے ہوتے ہین جس چیز پر یہ گذر کرتی ہی اسیواسطے کہتے ہین کہ اَلرِّیۡحُ اَخَذَتۡ مِمَّا
تَمُرُّ بِہٖ نَتۡنًا مِّنَ النَّتۡنِ اَوۡ طِیۡبًا مِّنَ الطِّیۡبِ یعنی ہوا ایسی ہی اثر اس چیز کا
جسپر سے گذرتی ہی بدبو سے بدبو اور خوشبو سے خوشبو سو یہ اسکے کمال لطافت کے
سبب سے ہی بخلاف آگ کے کہ وہ اپنی ذات مین حرارت اور یبوست کی کیفیت
غالب رکھتی ہی سوا ے جلانے اور ہلاک کرنے کے کچھ اور اس سے نہین ہوتا
اور مرکبات کے مزاج کو درہم برہم کر دیتی ہی بخلاف پانی اور خاک کے کہ یہ
دونون اپنی کثافت اور بھاری پن کے سبب سے دوسرے مخلوقات کی
کیفیات کو متحمل نہین ہو سکتے ہین اور حرکت کرنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ
جانا اور ایک مخلوق کی کیفیت دوسری مخلوق کو پونہچانا انسے ممکن نہین ہی اگرچہ پانی
اس امر مین خاک کی نسبت سے کچھ فوقیت رکھتا ہی اور ہوا کے ساتھ کچھ مشابہت
رکھتا ہی لیکن جو لطافت ہوا مین ہی کہ ہر چیز کے اندر در آسکتی ہی وہ بات اسمین
پائی نہین جاتی اسی واسطے حق تعالیٰ نے اس عنصر کو یعنی ہوا کو بعضی مخلوقات کی
کیفیتون کو بعضے دوسرون کی طرف پونہچانے کے واسطے تعین فرمایا ہی اور تین
حسون مین سے عمدہ ہین یعنی سمع اور بصر اور شامہ انکے ادراک کا آلہ اسی عنصر کا
سورۃ مرسلات
شمسًا ہوا سطے کہ سمع کو ادراک نہین ہوتا ہی مگر اصوات کے واسطے اور جو کچھ
اور اسما اصوات کو لاحق ہین انکو صوت درک نہین کر سکتی ہی مگر ہوا کے تموج
سے اور کان تک اس سبب سے پونہچنے اور اس کیفیت کو کان کے

سوراخ تک پونہچانے کے سبب سے اور بصر کو بینائی حاصل نہین ہوتی ہی مگر شعاع کے خروج کے سبب سے مذہب قوی کے موافق اور شعاع کا حامل سوائے عنصر لطیف بے رنگ کے کوئی نہین ہو سکتا سو ایسا عنصر نہین ہی مگر ہوا اور شامہ کا ادراک بھی ہوا کے سبب سے ہی اسواسطے کہ ہر بو والی چیز پر ہوا گذرتی ہی اور اُسکی کیفیت کو ناک کے اندر پونہچاتی ہی یعنی اپنے تیئن قوت قسم کے محل کے متصل پونہچاتی ہی اور لمسی احساس مین بھی امداد اور اعانت ہوا کی بہت ہی اسواسطے کہ ہر چیز کی حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست کو یہ خود اُٹھا کے جلد کے مسام کے اندر پونہچاتی ہی پس ہوا دو وجہ سے لمس کو مدد کرتی ہی اول تو یہ کہ دُور کے چیزون کی حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست لامس کو دریافت نہین ہو سکتی مگر اسی عنصر کے توسط سے دوسری وجہ یہ ہی کہ بدن کے اندر کے اعضا کو اِس کیفیتون پر اطلاع حاصل نہین ہو سکتی مگر مسامون کے اندر ہوا کے درآنے سے اور علاوہ اِن سب چیزون کے ہر ذی حیات کے دم کی آمد و رفت اِسی عنصر پر موقوف ہی اور یہ عنصر گویا روح ہوائی کی پہلی غذا ہی کہ زندگی اِسی سے قائم ہی اسی واسطے کہا ہی **نظم** سُبْحَانَ مَنْ خَصَّ الْقَدِيْدَ بِعِزَّةٍ + وَالنَّاسُ مُسْتَغْنُوْنَ عَنْ اَجْنَاسِهٖ + وَاَذَلَّ اَنْفَاسَ الْهَوَاءِ وَكُلُّ ذِيْ + نَفْسٍ فَمُفْتَقِرٌ اِلٰى اَنْفَاسِهٖ + یعنی پاک ذات ہی اُسکی جسنے خاص کیا گوشت خشک کو ساتھ عزت کے اور لوگ بے پروا ہین اِسکی جنس کے سبب سے یعنی تازہ گوشت ملنے کے سبب سے اور ذلیل کیا ہوا کے نفسون کو یعنی ہر ذلیل اور خبیث پر گذرنے کے سبب سے لیکن ہر جاندار محتاج ہی اِسکے نفسون کا یعنی بے ہوا زندگی محال ہی کہ اگر جاندار کو جیتے جی زمین مین دفن کرین یا پانی مین غوطہ دیوین اسطور سے کہ ہوا اِس تک نہ پونہچے تو اُسیوقت مرجاتا ہی اور اُسکا دم منقطع ہو جاتا ہی بس ربوبیت الٰہی کا ظہور

حیات کی بقا کی طرف سے اور احساس حواس سے اسی عنصر مین ہی اور بعضے مخلوقات کو بعضے دوسرے مخلوقات کی کیفیت سے فائدہ پونہچانا اسی عنصر کا کام ہی سو یہ عنصر اپنے تاثیرات اور افعال مین غیبیہ قدسیہ تاثیرون کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہی اور اسکا انقلاب کھلی ہوئی دلیل ہی افعال آلہی کے انقلاب کی اسی واسطے اس سورت کی ابتدا مین اس عنصر کے پانچ کامونکی قسم کھاکے اپنے انقلاب کے وعدہ کو حقتعالی نے ثابت کیا ہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا قسم کھاتا ہون مین ان ہواون کی جو بھیجی جاتی ہی خلق اللہ کے نفع کے واسطے اور خلق اللہ کے نفعے جو ہین وہ اسقدر ظاہر اور کھلے ہوے ہین کہ انکے بیان کرنے کی کچھ احتیاج نہین ہی چنانچہ اول ہر جاندار کے دم کی آمد و رفت اسی کے سبب سے ہی دوسرے بدن کو اندر ٹھنڈک پہونچانا اور زمین کے نو کا بڑھنا اور درخت پر میوہ کا لگنا اور ہر ایک سبزی کا زمین پر جمنا اور بڑھنا اسی کے سبب سے ہی تیسرے بدلی کا آنا اور پانی کا برسنا اسی کے سبب سے ہی چوتھے سمندر مین کشتیون کا چلنا ہر چار طرف تجارت اور دوسری منفعت کے واسطے اسی سے ہی پانچوین وہ چیزین جو ہوا کے چلنے پر موقوف ہین وہ بھی اسی سے ظاہر ہوتی ہین فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پھر تند ہونے والیان اپنے چلنے کے وقت مین زور سے جسکے سبب سے انقلاب عظیم ظاہر ہوتا ہی اور نیکی بدی سے متبدل ہوجاتی ہی اور کھیتی کا غلہ کھلا جاتا ہی اور درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہین اور میوہ خراب ہوجاتا ہی اور آدمیونکی بدنون مین ریاح اور بخارات کے غلبہ کرتے ہین اور زخم سر نو سے تازے ہوجاتے ہین گویا اسی وقت صدمہ پہونچا ہی اور پانی کا برسنا بالکل موقوف ہوجاتا ہی اور کشتیان ڈوبنے کے قریب ہوجاتی ہین اور مسافرون کو راہ چلنا دشوار ہوجاتا ہی اور تمام سبزہ

زمین کا خشک ہو جاتا ہی اور درختون کے پتے جھڑ پڑتے ہین ننگے بدن کی طرح وہ درخت
بے رونق ہو جاتے ہین اور سبزہ کا رنگ زرد اور سُرخ رنگ سیاہ ہو جاتا ہی اور جو پہلی
ہوا کا بہنا آہستگی سے ہوتا ہی اور اُسی سے ہزارون منفعتون کی امید ہوتی ہی پھر رفتہ
رفتہ وہی ہوا آندھی اور طوفان ہو کے خرابی کر دیتی ہی اسی واسطے فے کے لفظ کو
فالعاصفات مین لائے ہین گویا ان دونون کامون کی بل کے قسم کھاتے ہین یعنی
آہستہ آہستہ چلنا ہوا کا اور پھر تند ہو کے چلنا اور ایک حال بدل کے دوسرا حال ہو جانا
اُسکو سمجھاتے ہین اور یہ اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ ہوا کے نرم اور آہستہ بہنے پر
فریب نہ کھانا چاہیے اسواسطے کہ وہی ہوا یہ کام بھی کرتی ہی وَالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝
اور قسم کھاتے ہین ہم ان ہواؤن کی جو منتشر کر دیتی ہین منتشر کرنا اور ہوا کا عمدہ کام منتشر
کرنا ہی اسواسطے کہ ہر چیز کے لطیف جزؤن کو لے کے اپنے ساتھ اُڑاتی ہی اور ایک جگہ سے
دوسری جگہ لیجاتی ہی گویا ہوا ہر مخلوق کے اجزا کو لوٹنے والی ہی کہ ہر نفیس جنس لوٹ
لیجاتی ہی اور ایک بستی سے دوسری بستی مین پونہچاتی ہی اور یا مثل بنجارے کے
کہ ایک شہر کا اسباب خرید کے دوسرے مُلک مین پونہچاتا ہی اور اگر یہ واسطہ ہوا کا درمیان
مین نہو تو ہرگز کوئی مخلوق دوسرے مخلوق کے اجزا سے بہرہ ور نہووے اور ایک کا
حال دوسرے کو معلوم نہ ہووے اور جمع اور تالیف کا کارخانہ بند ہو جاوے اور کیفیتونکی
نقل اور تحویل کا ظہور نہووے ایسی کیفیتین جسکے حامل اجزاے لطیفہ ہر مخلوق کے ہین
فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ پھر جدا اور فرق کرنے والیان فرق کرنا کر کے کیفیت اور
کیفیت والی چیز کے درمیان مین اور لطیف اور کثیف کے درمیان مین ایک ہی چیز کے
اجزا سے اور یہی فرق اور جدائی ہی جسکے سبب سے کہتے ہین کہ فلانی چیز تر خشک ہی اور فلانی
چیز گرم سرد اور فلانی چیز نرم سخت ہی اور دانہ بھوسی سے صاف ہوا اور پانی کا گندلا پن
گیا اور جو متفرع اور مترتب ہین فرق نشر پر ہی اسواسطے ان دونو نکے درمیان مین فے کو لائی

تاکہ تفرع اور ترتیب پر دلالت کرے اسواسطے کہ فرق اور جدائی ایک مکان مین اجزا جمع
ہونے کا منتشر ہو جانے کے سبب سے ہی یعنی جو منتشر ہو گئے وہ باقی ماندہ سے متفرق ہو گئے
اور ان دونون فعلون کو بھی ایک ہی قسم مین لائے اور ایک بڑے انقلاب کی طرف
اشارہ فرمایا ہی جو ہر چیز کے اجزا مین ان دونون فعلون سے ملکر واقع ہوگا فَالْمُلْقِيٰتِ
ذِکْرًا ۵ پھر قسم کھاتے ہین ہم ان ہواؤن کی جو ذکر کو القا کرتی ہین اور یہان ذکر عبارت
ہی کلام اللہ کے لفظی وجود سے جسکو قرآن متلو بھی کہتے ہین چنانچہ قرآن شریف مین جابجا
اسی لفظ سے قرآن کو تعبیر کیا ہی اور اصل لغت مین اگرچہ ہر چیز کے لفظی وجود کو ذکر کہتے
ہین اور ہوا ہر چیز کے لفظی وجود کے پہونچانے مین یکتا ہی اور اگر ہوا نہ ہو تو لفظی وجود
کسی چیز کا جہان مین ظہور نہ کرے اسواسطے کہ بات کرنا ایک کیفیت ہی جو آواز کو عارض
ہوتی ہی اور آواز ہوا پر سوار ہو کے کان کے سوراخ مین پہونچتی ہی لیکن کلام اللہ کے
وجود لفظی کو پہونچانا بڑا عمدہ منصب ہی جو ساتھ اسی پیک روان کے مخصوص ہی گویا
کہ یہ عنصر سب عنصرون مین حق تعالی کے رسالت کی خدمت رکھتا ہی اور کلام اللہ کو ہر
شخص کے کان مین پہونچاتا ہی یعنی قرآن کے احکام اور کتاب کو پہلے سُننے والے کے
کان مین پہونچاتا ہی پھر بعد اُسکے خیال مین پھر خیال کے بعد عقل مین پھر وہان سے
دل مین پھر دل اپنی استعداد کے موافق اُس سے اثر قبول کرتا ہی اور فائدہ مند ہوتا ہی
بس یہ عنصر گویا ایک شعبہ ہی حقیقت جبرئیل علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے شعبون سے
اب اس جگہ سے بھید اس بات کا ظاہر ہو گیا کہ حقیقت جبرئیلی کو اس عنصر کے ساتھ
کیا مناسبت ہی جو شرع شریف مین وارد ہوا ہی کہ جِبْرَئِیْلُ مُوَکَّلٌ عَلَی الرِّیَاحِ
یعنی جبرئیل موکل ہین ہوا پر اور سامع کے کان مین کلام الٰہی کے پہونچنے کے سبب سے
ایک انقلاب عظیم اسکی روح مین پیدا ہوتا ہی پھر اس سبب سے یا خیر کی طرف میلان
کرتا ہی اور ابدی سعادت حاصل کرتا ہی یا شر کی طرف جھکتا ہی اور ہمشگی کے زیان مین

پڑکے خرابی حاصل کرتا ہی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی عُذْرًا عذر کرنے کو یعنی کلام آلہی یا عذر کرنے کے واسطے ہی تاکہ اعمال کی بازپرس کے وقت اس شخص کے واسطے عذر اور دستاویز ہووے کہ مین نے یہ کام حق تعالے کے حکم کے بموجب کیا اور اس کام کو اسکے حکم کے بموجب ترک کیا سو یہ اس صورت مین ہی کہ کلام آلہی حکمون اور امر اور نہی کے متضمن ہووے یا صحیح اعتقادون کو متضمن ہووے ذات اور صفات کے مبحث سے یا نبوت اور معاد کے مبحث سے اَوْ نُذْرًاؕ یا ڈرسنانے اور خوف دلانے کے واسطے ہی اور یہ اس صورت مین ہی کہ جب کلام آلہی اگلے لوگون کے قصص اور اخبار کو متضمن ہووے یا قبر اور حشر اور نشر اور عملون کی وزن اور صراط سے گذر کرنا اور بہشت کی نعمتون اور دوزخ کے ہول اور عذاب کے بیان کو متضمن ہووے اس واسطے کہ بیان ان چیزونکا فقط خوف اور ڈرانے کے واسطے ہی اور بشارت کا بیان اس جگہ پہ نہ فرمایا اسواسطے کہ اس صورت مین خاص کفار مخاطب ہین اور کفار بشارت کے قابل نہین ہین اور یہ بھی ہی کہ عذر دونون چیزون کو شامل ہی یعنی عذاب سے نجات پانا اور عمدہ مرتبون کو پہونچنا اسواسطے کہ احکام آلہی پر عمل کرنا ان دونون چیزون کے طلب کی دست آویز ہی جس سبب سے آدمی قیامت کے دن یہ دونون چیزین طلب کریگا اب یہان پر یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہر اون کی پہلی صفت یعنی وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا یہ ایک شعبہ ہی میکائیلی حقیقت کے شعبون سے جس سے بدنون کی پرورش اور کھیتی کی اصلاح اور رزقون کا پونہچانا متعلق ہی اور دوسری صفت یعنی عَاصِفَاتِ یہ ایک شعبہ ہی عزرائیلی حقیقت کے شعبون سے کہ بدنون کی خرابی اور منتظم جزؤن کا بگاڑنا اور ملے ہوئے جزؤن کو جدا کرنا اسی سے علاقہ رکھتا ہی اور تیسری اور چوتھی صفت یعنی نَاشِرَاتِ اور فَارِقَاتِ یہ ایک شعبہ ہی اسرافیلی حقیقت کے شعبون سے کہ صور کا پھونکنا اور ارواحون کا منتشر کرنا تاکہ اپنے اپنے بدنون مین در آوین پھر فرق

کرنا ہر مذہب اور ملت والون مین اور ہر طریقے اور ہر خلق اور عمل والون مین انھین کا
کام ہی جسکا وعدہ کیا گیا ہی اور دنیا مین بھی ارواح کا منتشر کرنا تاکہ پیٹ کے اندر کے
بچہ کے بدن مین در آوے اور فرق اور امتیاز کرنا روحون کے درمیان مین کہ اس
روح کو فلانے بدن مین متعلق کرنا چاہیے اور اس روح کو فلانے بدن مین یہ سب
انھین کا کام ہی اور پانچوین صفت یعنی فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا عُذْرًا أَوْ نُذْرًا یعنی ایک
شعبہ ہی حقیقت جبرئیلی کے شعبون سے کہ پہونچانا احکام الٰہی کا اور ڈر اور خوف کا کلام
حق تعالی کی طرف سے اُسکے رسول کے دل پر القا کرنا تاکہ وہان سے لوگون کے
کانون مین پہونچے یہ سب انھین کا ذمہ ہی اور جو یہ صفت بہت عالی قدر اور بلند مرتبہ کی
تو اسواسطے فے تعقیب کی اسپر لائے گویا یون ارشاد ہوا کہ پہلی چارون صفتون کے
بعد اس صفت کی قسم کھانے مین ہم بخلاف اس فے تعقیب کے جو فَالْعَاصِفَاتِ
اور فَالْفَارِقَاتِ مین لائی گئی ہی اسواسطے کہ وہ فے فعل کی تعقیب کے واسطے ہی
پہلے فعل پر نہ واسطے تعقیب قسم کے قسم پر سو اس کلام مین تین قسم حقیقت مین مذکور
ہین اور ہر قسم ساتھ دو فعل کے ہی چنانچہ پہلی قسم ہوا کے نرم بہنے اور تند بہنے پر اور
دوسری قسم ساتھ نشر اور فرق کے اور تیسری قسم ساتھ عذر دینے اور خوف دلانے
کے لیکن تیسری قسم کو پہلی اور دوسری قسم پر فے کے ساتھ عطف کیا ہی تاکہ قسم مین
ترقی پر دلالت کرے اور پہلی اور دوسری قسم کے دونون فعلون کو بھی ساتھ حرف
فے کے عطف کیا ہی تاکہ دلالت کرے اس بات پر کہ ایک متفرع ہی دوسرے فعل اور
تیسری قسم کو مجمل ایک ہی کلمہ سے بیان کرکے حرف اَوْ کے ساتھ تقسیم کیا ہی تاکہ خبردار
کرے اس بات پر کہ یہ ذکر ان دونون قسمون پر منقسم ہی واللہ اعلم باسرار کلامہ یعنی
اللہ تعالی خوب جانتا ہی اپنے کلام کی تہ کو اور مفسرون کو ان پانچون فعلون کے ماصدق
علیہ کی تعیین مین بڑا اختلاف ہی بعضون نے ان پانچون کو ہواؤن پر حمل کیا ہے

اس تفصیل سے کہ مرسلات عرفا وہ ہوائین ہین جو بدن کو اچھی معلوم ہوتی ہین اور
عاصفات وہ تند ہوائین ہین جو بدن کو نقصان پونہچاتی ہین اور کشتیون کو ڈبوتی
ہین اور ناشرات اور فارقات اور ملقیات وہ ہوائین ہین جو پانی برسانے پر مقرر
ہین سو پہلے ابر کے مادے کو جو بین یعنی آسمان اور زمین کے درمیان مین منتشر کرتی
ہین اور پھر جب بدلی برس کے فارغ ہوتی ہی تو اس بدلی کو چیر پھاڑ کر ادھر ادھر
کر دیتی ہین اور بارش کے سبب سے لوگ ذکر الٰہی مین مشغول ہوتے ہین سو لوگون کا
ذکر اُسوقت مین دو غرض سے ایک کے واسطے ہوتا ہی یعنی یا شکر ادا کرنے کے واسطے
اگر برسات بہتر اور نافع ہوئی تو اُنکا عذر اس نعمت کے ادا کرنے مین ہوتا ہی اور
یا خوف اور ڈر کے واسطے ہوتا ہی اگر برسات سے کچھ ضرر اور نقصان ہوا اور حضرات
صوفیہ رح کہتے ہین کہ مرسلات عرفا سے ربانی دواعی اور الہامات مراد ہین جو سالک
کے نفع کے واسطے اسکے دل پر آتے ہین تاکہ راہ خدا مین سلوک کی اعانت کرین اور
عاصفات سے جذب اور کشش کے ریاح مراد ہین جو سالک کے دل سے ماسوی اللہ
کے حب کو دور کرتے ہین اور اُسکے شوق کی آگ کو اور بھڑکاتے ہین اور ناشرات
سے اشغال اور اذکار مراد ہین جو اپنے آثار اور انوارون کو ذاکر اور شاغل کے تمام
جوارح اور اعضا مین منتشر کرتے ہین اور فارقات سے واردات الٰہیہ مراد ہین جو
ناسوتی وجود کی فنا کے سبب پڑتی ہین اور حقیقی اور مجازی وجود مین تفرقہ اور جدائی
کرتے ہین اور ملقیات ذکرا سے وہ معارف اور علوم مراد ہین جو بعد حاصل ہونے
مرتبہ بقا کے فائض ہوتے ہین اور اس سبب سے مستفیدون کو ذکر حق تعالےٰ کا
حاصل ہوتا ہی خواہ محبت کے طریق سے یعنی عذر سے یا خوف کی راہ سے یعنی نذر
سے اور واعظیون کہتے ہین کہ ان پانچون چیزون سے فرشتون کے گروہ مراد
ہین چنانچہ مرسلات عرفا سے اُن فرشتون کی گروہ مراد ہین جو کسی کام کے سرانجام

کے واسطے بھیجے جاتے ہین اور اس صورت مین عرفا کے معنی اجتماع کے واسطے پے درپے آنے کے ہونگے چنانچہ عرب کے استعمال مین بولتے ہین کہ جاؤا عُرفاً احداً یعنی آئے اکٹھا ہوکر پے درپے اور اصل مین یہ لفظ نکالی گئی ہے عُرف الفرس سے جو گھوڑے کے ایال کے معنون مین ہے اور گھوڑے کے ایال مین بال بہت سے مجتمع ہوتے ہین اور نظر مین پے درپے آتے ہین جس طرح بہت لوگ کسی کام کو واسطے شتر قطار کی طرح چلین تو ان بالون کے مشابہ ہونگے اور جب کسی جگہ کسی کام کے واسطے بہت لوگ ازدحام کرتے ہین تو وہان بھی عرب لوگ بولتے ہین کہ ھُمْ عَلَیْہِ کَعُرْفِ الضَّبُعِ یعنی اُنھون نے اس کام پر ایسا ہجوم کیا ہے گویا بجو کے ایال کے بال ہین اور عاصفات سے وہ گروہ فرشتون کے مراد ہین جو کسی کام کے واسطے بہت تیز اور تند ہو جاتے ہین اور یا مرسلات عرفا سے رحمت کے فرشتے مراد ہین اور عاصفات سے عذاب اور غضب کے فرشتے مراد ہین جو کسی مُلک یا لشکر یا گھر کی خرابی کے واسطے آتے ہین اور ناشرات سے وہ گروہ فرشتون کے مراد ہین جو وحی اور الہام اور دوسرے حکم الٰہی کے سننے کے واسطے اپنے پر کھول کر کھڑے ہوتے ہین یا وہ فرشتے مراد ہین جو رحمت الٰہی کے آثار اور انوار اور برکات اور نیک الہامات تمام عالم مین صلحا اور مومنین کے دلون مین منتشر کرتے ہین اور فارقات سے بھی یہی گروہ مراد ہین یا دوسرے فرشتے جو حق اور باطل اور فرمانبردار اور سرکش مین فرق کرتے ہین یا سحر اور معجزے مین امتیاز اور فرق کر دیتے ہین اور ملقیات ذکرا سے وہ فرشتے مراد ہین جو انبیاؤن کی طرف وحی کو القا کرتے ہین یعنی لاتے ہین تاکہ اہل حق کے واسطے عذر ہووے اور نافرمان اور بدمذہبون کے واسطے خوف اور ڈر ہووے اور بعضے واعظیون کہتے ہین کہ ناشرات سے وہ فرشتے مراد ہین جو قیامت کو مُردون کو زندہ کرینگے اور فارقات سے

وہ فرشتے مراد ہین جو حشر کے میدان مین ہر ملت اور مذہب والون کو جدا جدا کرکے
چلاوینگے اور قاری لوگ یون کہتے ہین کہ قرآن شریف کی آیتون کی جو پانچ صفتین
ہین وہ اس سے مراد ہین یعنی قرآن کی آیتین خلق اللہ کے نفع کے واسطے پے درپے
نازل ہوئی ہین اور جتنے باطل ملت اور مذہب والے ہین انپر تندی اور شدت
کرتی ہین اور انکے معتقدات کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیتی ہین جیسے طوفان کی ہوا
کہ پرانی عمارتون کو ڈھا دیتی ہی اور کھوکھلے درختون کو اُکھاڑ کے پھینک دیتی ہی
اور ہدایت اور حکمت کے انوار کے آثارون کو عالمون اور مستعد وادرکے دلون
مین منتشر کرتی ہین پھر حق اور باطل اور خطا اور صواب کے درمیان مین فرق کرتی ہین
پھر حق تعالی کی یاد کو ہر مومن کے دلمین بٹھا دیتی ہین اور یہ کام قرآن کی آیتون کے
ہین پھر جو مومن ہین اور ان آیتون کے موافق عمل کرتے ہین اور انھین آیتون پر بھروسا
کرتے ہین اُنکے واسطے عذر ہین اور جو اس سے اعراض کرتے ہین اور نہین مانتے ہین
اُنکے واسطے نذر ہین اور بعضے ارباب قصص نے یون کہا ہی کہ اپنے انبیا اور مرسلین
کی صفتین مراد ہین جو اللہ تعالی کی طرف سے خلق اللہ کے احسان اور نفع کے واسطے
بھیجے گئے ہین اور مخالفون اور معاندون کو غضب اور قہر کرتے ہین اور دعوۃ الی اللہ
کو تمام خلائق مین منتشر کرتے ہین اور حق اور باطل مین فرق کرتے ہین
اور اللہ تعالی کا ذکر اور توحید لوگون کو القا کرتے ہین تاکہ اُنکے واسطے عذر ہووے
تبلیغ اور رسالت کے حق کے ادا کرنے مین یا خوف دلانا ہو گنہگارون اور منکرون کو اور
بعضے اہل تفسیر نے ان پانچون صفتون کو کئی موصوفون پر حمل کیا ہی چنانچہ پہلی
دونون صفتون کو ہواؤن پر اور پچھلی تینون صفتون کو فرشتون پر اس واسطے کہ
ہواؤن اور فرشتون مین بہت مناسبت پائی جاتی ہی چنانچہ یہ دونون یعنی ہوا اور
فرشتے لطافت اور بے رنگی اور نظر نہ آنے مین اور حرکت کی سرعت اور قوی عملون کے

قادر ہونے پر باوجود لطافت جسم کے ایک دوسرے کے مشابہ ہی اور عطف کا سیاق
کلام الٰہی مین اس حمل کو تائید دیتا ہی یا پہلی صفت کو رحمت کے فرشتون پر
اور دوسری صفت کو عذاب کے فرشتون پر اور باقی آیتون کو قرآنی آیتون پر
حمل کرتے ہین حاصل کلام کا جب قسم کی تاکید سے فراغت پائی تو اب مطلب
ارشاد ہوتا ہی اِنَّمَا تُوعَدُونَ تحقیق جو کچھ تم وعدہ دیے جاتے ہو اپنے
نیک اور بد کامون پر جنکو تم ہوائی سمجھتے ہو کہ ان کامون کو کوئی ہمسے نہ پوچھے گا
اور یہ ایسے عرض ہین کہ ہرگز باقی نہ رہینگے جو کوئی بازپرس کرے اور یہ نہین سمجھتے
ہو کہ یہ اعمال کس انقلاب کی اچھائی یا برائی کے سبب پڑینگے لَوَاقِعٌ البتہ
واقع ہونے والا ہی جس طرح ہوا اچھائی یا برائی کے سبب پڑتی اور بڑا انقلاب
کردیتی ہی اور کسی کے گمان مین نہین آتا ہی کہ ہوا عالم کی اچھائی یا برائی کی کسطرح
سبب پڑیگی فَاِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ پھر جب ستارے بے نور کردیے جاوین
اور جو روح ستارون کے جرمون کی مدبر تھی اور ستارون کا نور اسکی تاثیر سے
قائم تھا وہ روح ان جرمون سے جدا ہو جائے جسطرح بینائی کی روح موت کی وقت
جدا ہو جاتی ہی اور آنکھون سے کچھ سوجھ نہین پڑتا اور اسی حالت مین دوسری جگہ
قرآن شریف مین اس عبارت سے ارشاد ہوا ہی کہ اِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ یعنی
جب ستارے میلے ہو جاوین پھر بعد اسکے ستارون کے جرم اپنے اپنے ٹھکانون سے
کم زور ہو کے گر پڑینگے اور پراگندہ ہو جاوینگے اور اس حالت سے دوسری جگہ یون
ارشاد ہوا ہی وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ یعنی اور جب ستارے جھڑ پڑین
اور جو نجوم کی لفظ مین اصل لغت کے بموجب ظہور اور طلوع مفہوم ہوتا ہی
اس واسطے طمس اور انکدار کے بیان مین نجوم کی لفظ ارشاد ہوئی اور کواکب
کے لفظ مین اصل لغت کے بموجب ثبوت اور استقرار بوجھا جاتا ہی اس واسطے

پراگندہ ہونے اور گرنے کے بیان کی جگہ کواکب کی لفظ کو اختیار فرمایا ہی تاکہ حالت
لاحقہ اور حالت سابقہ مین منافات روشن اور ظاہر ہو جاوے اور جو کواکب کی روح
اسنے جدا ہو جائیگی تو اس روح کا اثر بنی آدم کے صور مثالیہ کے اظہار اور تنویر کے
واسطے انکے عقلیہ اور خیالیہ مدارک پر غالب ہوگا وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝
اور جب آسمان پھاڑا جاوے اور اس حالت کو دوسری جگہ پر انفطار اور انشقاق
کر کے تعبیر فرمایا ہی اور اس حالت کے پہلے آسمان کو سستی اور جوڑ بند کا ڈھیلاپن
لاحق ہوگا جسکو سورۂ حاقہ مین یون بیان فرمایا ہی وَهِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاهِیَةٌ اور نفوس
سماویہ جو انکے جرمون سے منقطع ہو جاوینگے اور بنی آدم کے نفوس کے ممد اور معاون ہونگے
اس سبب سے بھی بنی آدم کی عقلی اور خیالی دریافت دونی ہو جائیگی بلکہ بہت ترقی قبول کریگی
اور افعال غیر متناہیہ کی قوت بھی انکو حاصل ہوگی شدت مین بھی اور درازگی مین بھی اور
تعداد مین بھی اور ہمیشگی کی جزا کے چکھنے کے قابل ہونگے وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝
اور جس وقت پہاڑ ہوا مین اڑا لے جاوین عرب کی بولی مین منسف اس چیز کو کہتے ہین
غلہ کو گھانس اور کوڑے وغیرہ سے پاک کرتے ہین اور اسکو ہندی بولی مین چھاج کہتے ہین
اور پہاڑون کے حق مین قرآن مجید مین کئی طرح کی عبارت واقع ہوئی ہی چنانچہ سورۂ طٰہٰ
مین یہی معنی ارشاد ہوئے ہین کہ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا یعنی
پوچھتے ہین تجھ سے حال پہاڑون کا سو تو کہ انکو بکھیر دیگا میرا رب اڑا کر اور دوسری
سورتمین دوسری طرح کی عبارت آئی ہی ان سب مضمون مختلفہ مین جمع کی وجہ یہ
کہ پہلے زمین کے زلزلے کے سبب سے پہاڑ آپس مین ٹکراوینگے چنانچہ سورۂ حاقہ مین ارشاد
ہوا ہی کہ وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً اور پھر پہاڑ رنگین دھنی
دھنی ہوئی کی طرح ہو جاوینگے چنانچہ سورۃ القارعہ مین بیان ہوا ہی پھر غبار کے مانند
ہو جاوینگے چنانچہ سورۂ واقعہ مین واقع ہوا ہی کہ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا یعنی ہو جاوینگے پہاڑ اڑتی

جیسے گرد اُڑتی پھر ہوا اُنکو پہاڑون پر مسلط کرینگے اور اسی حالت کا نام نسفت ہی اور
پہاڑ اپنے اپنے ٹھکانون سے اُڑ جاوینگے پھر جو دور سے انکو دیکھیگا کہیگا کہ پہاڑ ہین اور
جب نزدیک پہونچے گا معلوم کریگا کہ سختی اور ٹھوس پن انکے جزؤن مین باقی نہین
رہا ہی بدلی کی طرح ہوا مین اُڑے پھرتے ہین چنانچہ سورۂ نمل مین اسکا مذکور ہی کہ وَ تَرَى
الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ یعنی اور دیکھے تو پہاڑون کو تو
جانے تو کہ وہ جم رہے ہین اور وہ چلینگے جیسے بدلی اور سورۂ تساؤل مین بھی مذکور ہی کہ
وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا پھر جو زمین پہاڑون کے نیچے دبی تھی وہ ظاہر
ہوویگی چنانچہ سورۂ کہف مین مذکور ہی کہ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً
یعنی اور جسدن ہم چلاوین پہاڑ اور تو دیکھے زمین کھل گئی اور پہاڑون پر یہ حالت
طاری ہونے کے سبب سے زمین کے اجزا جو سخت ہین وہ بھی زمین سے جدا ہو کے
بنی آدم کے بدنون مین مختلط ہوجاینگے پھر انسان کا بدن ان اجزا کے ملنے کے سبب سے
طول و عرض اور قوت اور سختی مین بہت زیادہ ہوجائیگا جس کا وصف بیان ہو نہین سکتا
وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ اور جب رسولون کو وقت مقرر کردیا جاوے تاکہ
آگے پیچھے اس اپنے وقت مقرر کے موافق اپنی اپنی امتون کے ساتھ حشر کے میدان مین
آگے حاضر ہووین اور حساب اور عملون کا وزن کرنا اور مظلومون کا حق ظالمون سے
دلوانا اور پل صراط سے پار اُتارنا رسولون کی حاضری اور گواہی سے ظہور پاوے
اور جن لوگون نے رسولون کے پیغام کو قبول کرکے اسکے موافق عمل کیا تھا وہ جدا ہوجاوین
ان لوگون سے جنھون نے رسولون کے کہے کو نہ مانا تھا اور اُسپر عمل نہ کیا تھا غرضکہ جو جس لائق
ہو اور جس چیز کا مستحق ہی ویسا ہی معاملہ اسکے ساتھ کیا جاوے گا اور اذا جو حرف شرط کا ہی
اسکی جزا محذوف ہی اور محذوف پر قرینہ ماسبق کا دلالت کرتا ہی یعنی جب یہ امور واقع
ہونگے تو وہ وعدہ بھی واقع ہوگا اور اگر قیامت کے جو منکر ہین وہ پوچھین کہ لِأَيِّ

لِيَوْمٍ أُجِّلَتْ ۝ کس دن کے واسطے ان چیزون کی تاخیر کی ہی اُسی وقت کیون نہین یہ چیزین واقع ہوتی ہین تاکہ جزا کا وعدہ بھی ثابت ہو جاوے اور ہمارا شک اور انکار بھی رفع ہو جاوے تو تم اسکے جواب مین چاہیے کہنا کہ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ واسطے آنے روز فصل کے ان چیزون کی تاخیر کی گئی ہی اور فصل کا دن اس طرح کا نہین ہی کہ اسکی تاخیر کے بھید کو آسانی سے بوجھ لو چنانچہ سورۂ تساول مین اس دن کے تاخیر کی بعضی وجہین مذکور ہین وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ اور کیا جانا تونے کہ کیا ہی دن فصل کا اسواسطے کہ عقل اسکی دریافت سے عاجز ہی اور اگر غیب کی طرف سے اُسکو بیان کرین تو اسکا بیان نہو گا مگر انہین عظیم حادثون کے ساتھ جو اسمین واقع ہونگے سو پھر یہ کہینگے کہ ان حادثون کو کسواسطے اُس روز پر موقوف رکھا ہی اسواسطے یہی اولی اور انسب ہی کہ اُس روز سے خوف دلایا جاوے اور کہا جاوے کہ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ بڑی خرابی ہی اُسدن جھٹلانے والونکو اب اس جگہ پر جاننا چاہیے کہ قیامت کے منکرون کو اس واقعہ کے واقع ہونے کے وقت دس طرح سے سختی آ پڑیگی پہلی سختی یہ کہ جس چیز کی امید نہ تھی وہ یکایک آن پہونچی اور اسکے آنے سے مدہوش اور متحیر ہو جاوینگے اور یہی وہ سختی ہی کہ ہر ایک قیامت کے منکر کو قیامت کے آنے کے وقت لازم ہی اور سخت مصیبت سے جو اس آیت مین مذکور ہی یہی سختی مراد ہی اور اسکے بعد دوسری نو سختیان جو قیامت کے منکرون کے واسطے خاص ہین اور انکے آگے آوینگی سو اس سورت کے آخر تک بیان فرمائی ہین اور ان سختیون کے اسباب کی طرف بھی اشارہ کیا ہی بس اس آیت کو اس سورت مین فقط تاکید کے واسطے مکرر سمجھنا تامل اور فکر کے قصور سے ہی سو دوسری اور تیسری اور چوتھی سختی کی وجہ یہ ہی کہ منکر لوگ اپنے جہل مرکب پر اور مقدمات مزخرفہ کے فساد پر یکایک مطلع اور خبردار ہووینگے جن مقدمات کے انکار پر بہت اصرار کرتے تھے سو اسوقت اپنی غلط فہمی اور قصور دانش پر آگاہ ہونگے اور معلوم

کرین کہ ہمکو ذات اور صفات الٰہی کے عقائد دنیا مین ہرگز متیقن نہ تھے اور حق تعالیٰ کی قدرت اور اُسکی تاثیر سے بالکل بے خبر رہے ہم بس دوسری وجہ اس سختی کی یہ ہوگی کہ وہ لوگ دنیا مین حق تعالیٰ کو ایسا قادر نہ جانتے تھے کہ کروڑون بلکہ بے انتہا آدمیونسے بدلا لے سکیگا اور کہتے تھے کہ یوم الفصل کے آنے کو انبیا اور رسول بعد بالکل ہلاک ہوجانے نوع انسان کے بیان کرتے ہین اور یہ بات کسی کی عقل مین نہین آتی ہی کہ تمام نوع انسان کی ایک وقت مین فنا ہوجاوے اور ہلاک ہوجاوے اس واسطے کہ جو حادثہ دنیا مین واقع ہوتا ہی تو اس سے بعضے لوگ اپنی قوت کے زور سے یا مکان کی مضبوطی سے یا کسی تدبیر اور حیلہ سے نجات پاتے ہین کبھی دنیا مین ایسی کوئی آفت نہین آئی کہ سب اس آفت مین گرفتار ہوکے ہلاک ہوجاوین سو حق تعالیٰ انکے اس شبہ کے جواب مین ایک تمثیل بیان فرماتا ہی اور ارشاد فرماتا ہی کہ اس بات کا سمجھنا اور شبہ کا دفع کرنا تم پر بہت آسان ہی اسواسطے کہ ہلاک کرنا ایک آدمی اور ہزار آدمی کا برابر ہی اور جو تمنے لاکھون کروڑون آدمیون کا مرنا مختلف زمانون مین دیکھا اور سنا تو اسی پر قیاس کرلو کہ تمام نوع انسان کی ایک وقت مین روح سلب ہوسکتی ہی چنانچہ دوسری جگہ یہ فرمایا ہی مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ یعنی نہین ہی پیدا کرنا تمھارا اور نہ مار کے پھر جلانا تمھارا مگر جیسے ایک جان کا مارنا اور جلانا اور اگر تمکو لاکھون کروڑون کے ہلاک مین جو مختلف زمانے مین ہلاک ہوئے ہین کچھ شبہ ہووے تو ہم کہتے ہین کہ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ؕ کیا نہین ہلاک کیا ہمنے پہلون کو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ابتک سب مسلوب الروح اور ہلاک ہوچکے ہین ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ؕ پھر انکے پیچھے لیجاتے ہین ہم پچھلونکو اسواسطے کہ ہر وقت مین مُردے مرتے چلے جاتے ہین اور جب ہلاکی اسقدر انبوہ کثیر کی مختلف زمانون مین ثابت ہوئی تو ثابت ہوا کہ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ؕ

ایسا ہی کرینگے ہم گنہگارون کے ساتھ پہلے مرتبہ صور کے پھونکنے کے وقت یعنے سب کی روح
ایک ہی وقت مین سلب ہوگی اور اسکے پہلے سب نوع انسان کی روح جو ایک وقت مین
سلب نہین ہوتی ہی سو اسکا سبب یہ ہی کہ انمین بیگناہ بھی بہت ہوتے ہین اور گنہگار
نیک نطفہ کو اپنے پیٹھ مین رکھتے ہین اور اسکی نسل سے معرفت اور عبادت کی امید ہی اور
جس وقت نفخ صور کا ہوگا اُسوقت سب گنہگار ہونگے اور سلسلہ توالد اور تناسب کا منقطع
ہو جائیگا اسواسطے کہ چالیس برس پہلے سے بنی آدم مین عقم لاحق ہوگا یعنی سب عورت
مرد بانجھ ہو جائینگے نیک اولاد کی امید بھی نہ رہیگی اس سبب سے سب قابل ہلاک کے ہونگے
چنانچہ صحیح حدیثون مین یہ مضمون موجود ہی کہ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی لَا یَبْقٰی فِی الْاَرْضِ
اَحَدٌ یَقُوْلُ اللّٰهَ اللّٰهَ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا
ہی کہ نہ قائم ہوگی قیامت یہان تک کہ نہ باقی رہیگا زمین پر کوئی جو کہیگا اللہ اللہ یعنی اللہ
تعالی کا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہیگا وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝
بڑی خرابی ہی اُسدن جھٹلانے والون کو اپنے عقیدون کی فساد پر اور اپنے شبہون کے
بطلان سے خبردار ہونے پر جسکو اگر دنیا مین چاہتے تو ادنی تامل سے دور ہو سکتا تھا
سو نہ کیا اور وہان اپنے ہاتھون کو ندامت سے کاٹینگے لیکن کچھ فائدہ نہو گا اور تیسری سختی
کی وجہ اُسدن یہ ہوگی کہ کافر دنیا مین یہ اعتقاد نہین رکھتے ہین کہ حق تعالی مردون کو
زندہ کریگا تو گویا حق تعالی کی دوام ربوبیت کے اپنے نزدیک منکر ہین اور کہتے ہین کہ
تم لوگ آخرت کے انتقام کو دنیا کے انتقام پر قیاس کر کے کہتے ہو اور اس سبب سے
آخرت کے انتقام کو ثابت کرتے ہو لیکن یہ قیاس مع الفارق ہی اسواسطے کہ دنیا مین
انتقام زندون سے ممکن ہی کہ انکو رنج اور دکھ پہونچا سکتے ہین بلکہ ہلاک بھی کر سکتے ہین
لیکن مرے ہوؤن سے کسیطرح عوض لینا ممکن نہین ہی مگر دوبارہ اُنکے زندہ کرنے کے بعد اور زندگی
کے واسطے شرط ہی کہ مادہ قابل زندگانی کے ہووے لکڑی اور پتھر کو زندہ کرنا ممکن نہین ہی

ح

اور مردون کا بدن قیامت کے آنے تک سڑگل کے ریزہ ریزہ ہو کے منتشر ہوجائیگا اور زندگی
کے قبول کرنے سے بہت دوری پیدا کریگا پھر زندگانی کا اعادہ اسمین کسطرح تصور کیا جاوے
سو حق تعالی انکی اس غلط فہمی اور انکی کوتہ نظری پر انکو خبردار کرتا ہی کہ یہ عقیدہ تمہارا باطل ہی
قیامت کے دن اس عقیدہ کا فساد اور اس شبہ کی سستی تمکو معلوم ہوویگی اسواسطے کہ اپنی
پیدائش کی ابتدا کو خوب جانتے ہو کہ کیسی گندہ بدبو چیز سے ہوئی ہی **اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ مِّنۡ
مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ** ۝ کیا نہین پیدا کیا ہمنے تمکو ایک پانی حقیر بے قدر سے اور وہ نطفہ ہی کہ
پیشاب کی راہ سے نکلتا ہی اور بدن اور کپڑا اسکے سبب سے نجس ہوجاتا ہی اور اسکی بدبو دماغ
کو پریشان کرتی ہی اور وہ اسطرح کا بیقدر ہی کہ جتنے مرتبے ہضم کے ہین انکو طی کرکے آخر ہضم
کا فضلہ ہوا ہی اور طبیعت نے اپنے خالق کے اذن سے اسکو ہر ایک عضو سے کھینچ کے
خصیتین کی راہ سے نائزہ کی سوراخ سے باہر ڈالا ہی اسواسطے کہ بدن کی غذا کے قابل اسکو
نہ پایا سو اس سے بے پروا ہو کے پائخانے اور پیشاب کی طرح اسکو باہر ڈالدیا اور یہ بات ظاہر ہی
کہ اگر طبیعت اسمین کچھ بھی زندگی کی قابلیت پاتی تو اسکو اسطرح ڈھیل کرکے پھینکنے مین بخل
کرتی جسطرح خون اور دوسرے خلطون مین کرتی ہی کہ انکو ہرگز اس حقارت سے نہین پھینکتی ہی
فَجَعَلۡنٰهُ فِيۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ۝ پھر کردیا ہمنے اس بیقدر پانی کو اپنی عنایت سے ایک
ٹھہراو کی جگہ محفوظ مین جو مکان ہونے کی قابلیت رکھتی ہی یعنی مان کا رحم جسکو ہندی مین بچہ دان
کہتے ہین اور وہ ایک عضو ہی عصبانی انسکا طول بدون حمل کے بارہ انگلیون کے برابر ہوتا ہی
اسی شخص کی انگلیون سے اور معدہ کے متصل مثانہ کے نیچے آنتون کے اوپر مستقیم ہی اور اسمین
دو خانہ بنائے ہین توأمین کے تولد کے واسطے اگر اتفاق پڑے اور ہر خانہ اسکا ایک سوراخ
رکھتا ہی ناف کی طرف چھاتیون تک کہ بچے کی غذا کے واسطے خون اور حیض اسی راہ سے آتا ہی
اور جب بچہ اسمین پیدا ہوتا ہی تو طول اور عرض مین اس بچہ کے جسم کی برابر وہ بھی بڑھتا ہی اور
اس عضو کی پیٹھ رباطات سے مضبوط باندھ دی ہی سو انھین رباطات کے سبب سے بچہ جننے کے وقت
یعنی پٹھے ۱۲

پیٹ سے نکل آتا ہی اور اسکا مُنھ فرج کے سوراخ کے متصل ہی اور مرد کا نیزہ جماع کے وقت اسمین
داخل ہوتا ہی سو نطفہ ایسے محفوظ مکان مین کہ پیٹ کے اندر اعصاب کی طنابونسے مضبوط بندھا
ہوا ہی جیسے سنگین حویلی ناف شہر کے محلہ مین اور کوچہ غیر نافذہ مین سب آفتون سے بچی ہوئی
ہوتی ہی ایسی جگہ اسکو رکھا ہمنے اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مدت معین تک کہ اکثر
وہ مدت نو مہینے کی ہوتی ہی کمی بیشی اسمین بہت کم ہوتی ہی فَقَدَرْنَا پھر اندازہ کیا
ہمنے اتنی مدت مین ہر چیز کا یعنی جو شرطین اور لوازمات اسکی زندگی کے کمال مین مطلوب
اور ضرور تھے فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ پھر کیا اچھا اندازہ کرنے والے ہین ہم اسواسطے
کہ اتنی مدت مین کوئی چیز ضروری رہ نہین جاتی ہی اور کوئی چیز زائد اور بیکار پیدا نہین ہوتی
ہی بخلاف دوسرے اندازہ کرنے والونکے کہ جب کسی مہم کی برآورد کرتے ہین تو اسمین بعضی
ضروری چیزین رہ جاتی ہین اور بعضی زائد اسمین مل جاتی ہین اسی واسطے جب اس کام سے
فراغت ہوتی ہی تو برآورد اور واقع مین بڑا تفاوت ظاہر ہوتا ہی اور پھر جمع اور خرچ کے تغیر
اور تبدل کی طرف محتاج ہوتے ہین اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ جب بچہ دان عورت کا معتدل
منی سے پُر ہو جاتا ہی تب اسکا مُنھ بند ہو جاتا ہی پھر کوئی چیز اسکے اندر جا نہین سکتی تاکہ اس منی
کو فاسد نہ کر دیوے پھر اس منی سے جو بچہ دان کے اندر کی جلد سے ملی ہوئی ہوتی ہی اسکو
باریک چمڑے کی صورت کر دیتے ہین جسکو عربی مین غشا اور ہندی مین جھلی کہتے ہین تاکہ اسمین
جان کی رگین در آسکین اور انکے در آنے کے سبب خون کا پہونچنا آسان ہووے اور اُس
جھلی کو عرب لوگ مشیمہ کہتے ہین اور ہندی لوگ جھڑ کہتے ہین اور اُس جھلی کے اندر ناف سے
شانہ تک ایک پردہ دوسرا اسی طرح کاتن دیا جاتا ہی تاکہ فضلات کو دفع کرتا رہے اور پھر
اسکے اندر ایک پردہ اور رطوبات کی محافظت کے واسطے بنایا جاتا ہی اور فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ جو
سورہ زمر مین واقع ہوا ہی اس سے بھی تینون پردے مراد ہین اور جو اس منی کا خلاصہ
ہوتا ہی وہ بچہ دان کے اندر کے خانون مین جو اسکے منھ سے ملے ہوے ہوتے ہین چپک جاتا ہی

پیٹ کے اندر بچہ پیدا ہونیکا بیان

اور آہستہ آہستہ جمنا شروع ہوتا ہی اور اس جمنے کے وقت مین اس مکان کی حرارت کے سبب سے جوش بھی مارتا ہی پھر اُس جوش سے کف نکلتا ہی اور وہ کف اسکے بیچ مین ٹھہر جاتا ہی وہی دل ہوتا ہی اور یہ کف منی کے رحم مین جانے کے بعد تیسرے دن ظاہر ہوتا ہی پھر چوتھے روز ایک سیاہ نقطہ اسکے اوپر ظاہر ہوتا ہی وہ دماغ ہوتا ہی پھر چھٹے روز ایک نقطہ دوسرا پیدا ہوتا ہی داہنی طرف اس کف کے جمنے بیچ مین قرار پکڑتا ہی اور یہ جگر ہوتا ہے سو اس مدت تک کہ اکثر دسوین روز یہ امر واقع ہوتا ہی اس نطفہ امنی کو رغوہ اور کف کہتے ہین پھر اس ہفتہ کے گذر جانے کے بعد رگون کے خط کھینچے جاتے ہین اور اکثر دسوین روز یہ امر واقع ہوتا ہی اور رنگ منی کا اسوقت مین سرخی پر آتا ہی غرضکہ پندرھوین دن خوب سُرخ ہوجاتا ہی پھر اسوقت اسکو علقہ کہتے ہین یعنی خون جما اسواسطے کہ سوائے ان تینون جھلیونکے باقی سب سُرخ ہوجاتا ہی اسواسطے بعضے ماہر طبیبون نے کہا ہی کہ وہ تینون پردے جو خاص عورت کی منی سے ہوتے ہین مرد کی منی سے نہین ہوتے اور جب ستائیسوان دن آتا ہی تب وہ خون بستہ جسکا نام علقہ ہی سخت ہونے لگتا ہی اور دماغ دونون کاندھون سے جدا ہوجاتا ہی اور آہستہ آہستہ اعضا کا ڈول بڑھنے لگتا ہی یہان تک کہ اکتالیسوین دن مختلف اعضا کی صورتین نمودار ہوجاتی ہین پھر اسوقت اعضائے رئیسہ سے اعضائے خادمہ جمتے ہین اور شرائین یعنے رگین جان کی پیدا ہوتی ہین اوران پر دونین در آکے رحم کی شرائین مین چپک جاتی ہین اور پھر پینسٹھ دن گذرنے کے بعد خون سے غذا لینا شروع کرتا ہی اور دوسری اعضا جیسے گوشت وغیرہ پیدا ہونا شروع ہوتے ہین اور اسکے اور وہ ملکے اور دوسے مل کے خون چوسنا شروع کرتے ہین یہانتک کہ ہتّر روز تمام ہونے کے بعد اُسکا تمام بدن اور گوشت اور پوست کی پوشش سے تیار ہوجاتا ہی اُسکا منھ مان کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہی اور دونون ہتیلیان اسکے ہاتھ کی اسکے دونون زانون پر اور دونون طرف دونون پانوٗن کے درمیان سر کو جھکا کے بیٹھتا ہی اور جسقدر روز بڑھتا جاتا ہی اُسی قدر

بچہ دان بھی کشادہ ہوتا جاتا ہی اور روح طبعی اور حرارت اسکے بڑھانے مین مشغول ہوتی ہی پھر منی کے وقوع سے نوّے دن گذرنے کے بعد حیوانی قوتین اسمین پیدا ہوتی ہین سو پہلے مہینے مین معادن کا حکم رکھتا تھا کہ کسی طرح حرکت نہ کر سکتا تھا پھر دوسرے مہینے مین مانند گھانس کے تھا کہ بڑھنے اور غذا کرنے کی حرکتین اُس سے بے ارادہ ظاہر ہوتی تھین پھر تیسرے مہینے مین حیوان کا حکم پیدا کیا پھر جب نوّے دن پورے ہوتے ہین تو اُسکی حیوانی قوت دماغ کو پہونچتی ہی اور حرکت ارادی ضعیف سی اسمین پیدا ہوتی ہی جسطرح کوئی نقیہ یا ضعیف کہ ہلنے ڈلنے کی قوت نہ رکھتا ہو اور پھر ایک سو دس دن کے بعد اُس شخص کے مانند ہوتا ہی جو کچھ جاگتا اور کچھ سوتا ہی یہانتک کہ ایک سو بیس دن کے بعد قوت حیوانی اسمین کامل ہو جاتی ہی اور جو حدیث شریف مین آیا ہی کہ تین چلّے گذرنے کے بعد بچہ مین روح آتی ہی اور جان پڑتی ہی سو اسی حالت کی طرف اشارہ ہی کہ بعد گذرنے ایک سو بیس روز کے روح انسانی اسمین آتی ہی اسواسطے کہ حقیقت مین روح وہی ہی اور پہلے اسکے ایک حیوان تھا دوسرے حیوانون کی طرح کا اور جب اس حد سے تجاوز کرتا ہی تو حرکت اسکی پیٹ کے اوپر سے معلوم ہوتی ہی یہانتک کہ سات مہینے مین ہمیشہ اسکے ہلنے ڈلنے کے سبب سے اسکے اعضا سخت ہو جاتے ہین اور کچھ قوت پکڑتے ہین گویا کہ اتنے دنون اس سے ورزش اور محنت لیتے تھے پھر بعد اُسکے جھلی کے تینون پردے پھاڑنے پر قادر ہوتا ہی اور اپنی رگون کو مان کی رگون سے جدا کرنے کی قوت پیدا کرتا ہی پھر چاہتا ہی کہ کسی طرح مین اس تنگ مکان سے نکلون یہانتک کہ نوین مہینے حق تعالیٰ کے حکم سے باہر آتا ہی اور نجومی لوگ یون کہتے ہین کہ جب تک نطفہ پانی کی شکل جما ہوا رہتا ہی تب تک زحل اور مشتری کی تربیت مین رہتا ہی زحل کی برودت اور مشتری کی رطوبت کی تاثیر سے اور جب سرخی پکڑتا ہی اور خون کا سا رنگ ہوتا ہی تب مریخ اسپر غالب ہوتا ہی اور یہ تینون ستارے لمبا دور کرنے والے ہین پھر انکے بعد جن ستارون کا دور نزدیک ہی وہ اُسکی تربیت کرتے ہین اور وہ ستارے آفتاب اور زہرہ اور عطارد ہین اور جب

اسمین روح پھونکی جاتی ہی تب چاند کی تربیت مین آتا ہی پھر زحل کی تربیت مین آتا ہے
اسواسطے کہ وہ نوان گھر نقل اور حرکت کا ہی اور یہ اندازہ معین جو بیان کیا گیا ہی یہ اُس
صورت مین ہی کہ کوئی دوسری خصوصیات اسکو لاحق نہ ہووین جیسے والدین کے مزاج
کی حرارت یا منی کی حرارت یا موسم گرمی کا ہووے یا شہر جنوبی ہووے یا ان سب کی ضد
ہووین تو ان سببون سے اس بچہ کے بچہ دان مین رہنے کی مدت مین کمی زیادتی لاحق
ہوویگی اور اسکا قاعدہ یہ ہی کہ فعل اور تاثیر مین برودت سے حرارت قوی اور زبردست ہی
اور تاثیر یعنی اثر کے قبول کرنے مین رطوبت یبوست سے اقوی ہی سو اگر مان باپ اسکے
جوان ہونگے اور اُنکا مزاج بھی محرور ہوگا اور منی بھی شہد یا دوسری کوئی گرم چیز سے پیدا
ہوئی ہوگی اور گرمیون کے دنون مین نطفہ ٹھہرا ہوگا اور شہر بھی گرم ہوگا تو اُسمین حرارت
اور یبوست بہت ہوگی اور اُسکے عکس مین برودت اور رطوبت کا غلبہ ہوگا سو ان چارون
کیفیتون سے دو کیفیتون کے جمع ہونے سے حمل کی مدت مین تفاوت ہوجائیگا لیکن چھ مہینے
سے کم اور دو سال سے زیادہ اور بعضی روایت مین چار سال سے زیادہ کبھی واقع نہین ہوا ہی
اور جو زندہ کرنا نطفہ کا باوجود اس حقارت اور ناچیزی کے اور بوے بد اُسمین سے آنیکے
اللہ تعالی کے نزدیک کچھ حقیقت نہین رکھتا ہی بلکہ کس مرتبہ اور کمال کو اُسکو پہونچاتا ہی پھر
مُردون کی سڑی ہوئی ہڈیان اور گلے ہوے اجزاؤن کو مدت دراز گزرنے کے بعد زندہ
کرنا اُسکے نزدیک کیا چیز ہی اسواسطے کہ نطفہ کا حال بھی مُردون کے بدن اور ہڈیون سے
کم نہین ہی پھر نو مہینے پیٹ مین رہنے سے کسقدر کمال کو پہونچتا ہی پھر اسی طرح مردون کے
بدن بھی کچھ مدت زمین مین رہکے اگر انتہا درجے کے کمال کو پہونچین تو یہ بات کچھ عقل کے
خلاف نہین ہی سو جب یہ بات ظہور پاویگی پس وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ
بڑی خرابی ہی اُسدن اس قدرت کے منکرون کی کہ باوجود اس قدرت کے آثار دن
رات دیکھنے کے کہ ہمیشہ لوگ پیدا ہوتے جاتے ہین پھر بھی متنبہ اور خبردار نہین ہوتے

ہین اور چوتھی وجہ اُسدن کی سختی کی منکرون پر یہ ہی کہ یہ لوگ افعال الٰہی کو اپنے
اسباب مالوفہ کا مقید بوجھتے ہین اور اس مالک الملک علی الاطلاق کو اپنی طرح
اسباب اور آلات کا مقید جانتے ہین گویا کہ اسباب کو تاثیر ہین اُسکا شریک گردانتے ہین
اور بدون اسباب کے اُسکو عاجز سمجھتے ہین یہی وجہ ہی جو کہتے ہین کہ نطفے کا مان کے پیٹ
مین جانا اور کامل ہو کے نکلنا بچہ دان کی خاصیت سے ہی اسواسطے کہ اگر نطفہ کو زمین پر
ڈال دیوین تو آدمی کی پیدائش اس سے کسی طرح متصور نہووے سو حق تعالیٰ اُنکے اس
عقیدہ کو بھی باطل کرتا ہی اور ارشاد فرماتا ہی کہ قیامت کے دن اس اپنے عقیدے پر بھی
بہت افسوس کرینگے اور اپنی غلط فہمی اُسروز بوجھین گے کہ ہمنے دنیا مین کچھ بھی غور اور فکر
نہ کی اور یہ نہ بوجھے کہ زمین بھی مان کے بچہ دان کی خاصیت رکھتی ہی اَلَمْ نَجْعَلِ
الْاَرْضَ كِفَاتًاۙ کیا نہین کیا ہمنے زمین کو جمع کرنے والی اَحْيَآءً بہت سے
زندون کو جیسے حشرات کہ بغیر مان کے بچہ دان کے پیدا ہوتے ہین وَّاَمْوَاتًاۙ اور بہت سے
مُردون کو یعنی جمادات کو جو اپنی خوش وضعی اور خوش رنگی مین اور مرغوب اور محمود ہونے
مین کچھ زندہ آدمیون سے کم نہین ہین جیسے یاقوت اور الماس اور زمرد اور نمک کی کانین
اور دوسری کانین ہر چیزین جو تاثیر مین تمام نباتات سے بہتر ہین سو جب زمین کی تربیت سے
ایسی چیزین ظاہر ہوتی ہین پھر اگر مردونکی سڑی ہوئی ہڈیون کو تربیت کر کے زندہ نکالے
تو کیا عجب ہی اور اگر منکر لوگ یون کہین کہ زمین اگرچہ تربیت زندون اور مردون کی
کرتی ہی جیسے حشرات اور کانی چیزین کہ یہ البتہ پیدا ہو سکتی ہین لیکن انسان کا تولد اسکی تربیت
سے کسی طرح ممکن نہین ہی اسواسطے کہ انسان کا جسم ایسی چیزون سے مرکب ہی جو آپس مین
بڑا اختلاف رکھتی ہین چنانچہ بعضی چیزین نہایت سخت اور کرخت اسمین واقع ہین جیسے ہڈیان
اور بعضی بہت ہی لطیف اور باریک ہین جیسے ہوا اسی روح اور بعضے ان دونون کے درمیان
مین ہین منعقد اور جمی ہوئی جیسے دوسرے اعضا اور بعضی بہنے والی اور جاری ہونے والی

ہین جیسے غلیظ فضلات یعنی پیشاب اور غلیظ وغیرہ سو زمین بے شعوری کی طبیعت سے اس
قسم کے افعال مختلف اور تصویرین رنگارنگ کسطرح یقین کرین ہم کہ زمین ایسی چیز پیدا
کرسکتی ہی تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ ہان زمین باوجود اس بے شعوری کے اس قسم کے
عجائبات پیدا کرسکتی ہی جسطرح بچہ دان عورت کا اسواسطے کہ بے شعوری مین دونون برابر
ہین دونون مین افعال کا رنگ برنگ ہونا ہمارے ارادے اور خواہش سے ہی **وَجَعَلْنَا**
فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ اور کردیے ہمنے زمین مین پہاڑ بلند جنکی بلندی انتہا
کو پہنچی اور اُن پہاڑون کے نیچے نہرین اور چشمے جاری کیے ہمنے **وَأَسْقَيْنَاكُمْ**
مَاءً فُرَاتًا ۝ اور پلایا ہمنے تمکو انھین پہاڑون کے دامن سے پانی بہت میٹھا جو بھاری
پیاس کو بوجھاتا ہی تو معلوم ہوا کہ زمین کی تربیت سے بھی بعضی چیزین بہت سخت جیسے
پتھر اور بعضے بہت نرم اور لطیف جیسے پانی پیدا کرنا ممکن ہی پھر جب یہ ثابت ہوا تو **وَيْلٌ**
يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ بڑی خرابی ہی اُسدن جھٹلانے والون کی جو
آدمی کے زندہ ہونے کو زمین سے انکار کرتے ہین اور یہ نہین بوجھتے ہین کہ زمین مین
لطیف اور کثیف دونون قسم کی چیزین موجود ہین اور ہر ایک چیز انہین سے زمین کی
طبیعت کی خاصیت سے دوسری قسم کا لباس پہنتی ہی پھر کیا تعجب ہی کہ مُردون کے بعضے
جز نطفہ ہونے کی لیاقت پیدا کرین اور بعضے لطیف ہوکے روح ہوائی ہوجائین اور بعضے
کثیف اور غلیظ ہوکے اعضا اور ہڈیون اور رگ پٹھون کی شکلین ہوجاوین اور پھر صُور کا
پھونکنا ارواح مجردہ کا بدنون کے ساتھ متعلق ہوجانے کا سبب پڑے جسطرح پیٹ کے
بچہ کے اندر روح پھونکی جاتی ہی اور پانچوین وجہ اُس دن کی سختی کی منکرون کے واسطے
یہ ہوگی کہ آفتاب کو اُسدن نزدیک لاوینگے اور دوزخ کی گرمی اور اُسکے بخارات اٹھتے ہوئے
یہ سب جمع ہوکے حشر کے میدان کو تنور کی طرح دُھوین اور چنگاریون سے پر کردینگے اور لوگ
اُس گرمی سے تنگ ہوکے سایہ کے ڈھونڈھنے کو ادھر اُدھر دوڑینگے اور کہین سایہ کا نشان نپاوینگے

تا کہ کچھ آرام پاوین اور جو مومن کامل الایمان ہونگے وہ حق تعالی کے عرش کے سایہ مین جگہ پاوینگے اور کافرون کے سامنے عذاب کے فرشتے آگ کے گذرنے کے خوفناک شکلون سے نمود آ ہونگے اور کہینگے کہ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ؕ‎ جاؤ چلو اس چیز کی طرف جسکا تم انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہرگز ہونے والی نہین ہی اور وہ چیز جدائی اور امتیاز اور تفرقہ ہی نیکون اور بدون کے درمیان مین اور پہلی چیز امتیاز اور جدائی کی آج کے دن تم دونون فرقون مین یہ ہی کہ نیک لوگ کیسے عمدہ سایہ مین ہین جسکے سبب جناب رب العالمین کا قرب انکو حاصل ہی اور تم لوگ اس بلا مین مبتلا ہوا ور تمھارے واسطے جو سایہ مقرر ہوا ہی اُسکا حال چل کے دیکھو اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ‎ چلو سایہ تدہارے کی طرف جسکی تین شاخین ہین قتادہ اور دوسرے مفسرون نے روایت کی ہی کہ کافرون اور بیکارون کے سایہ کے واسطے ایک دھوان دوزخ سے اُٹھیگا کہ ہر شخص کو اُنھین سے تین طرف سے گھیر یگا ایک ٹکڑا سر کے اوپر سایبان کی طرح ٹھہریگا اور ایک ٹکڑا داہنے اور ایک ٹکڑا بائین ہو جائیگا اور تمام حساب سے فراغت ہونے تک وہ لوگ اُسی سایہ کے نیچے رہینگے اور ایماندار نیک کردار عرش معلی کے سایہ کے نیچے آرام سے کھڑے ہونگے اور محققین عاقلون نے یون کہا ہی کہ وہ آگ کا دھوان جو منکرون کو گھیریگا وہ اُنکے برے عملون کی صورت مثالی ہوگی جو اس تاریک شکل سے ظاہر ہو کے اُنکو تین طرف سے آگھیریگی جس طرح دنیا مین اُنکے نفس کو انھین تینون طرف سے گھیرا تھا چنانچہ ایک شیطانی قوت کی تاریکی اور اُس سے وہ عقل مراد ہی وہم مین پھنسی ہوئی ہی اور اُسکا منشا دماغ ہی جو سب بدن کے اوپر ہی اور دوسری غضبیہ قوت جسکا منشا دل ہی جو بدن کے بائین طرف واقع ہی اور تیسری شہویہ قوت جسکا منشا جگر ہی جو بدن کی داہنی طرف واقع ہی اور صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے نزدیک قوت غضبیہ اور شہویہ دونون دل مین ہین لیکن قوت غضبیہ داہنی طرف دل کے متعلق ہی اور قوت شہویہ بائین طرف دل کے متعلق ہی اس سبب سے

جو دھوان کہ قوت غضبیہ کی تاریکی سے اُٹھیگا وہ بدن کی داہنی طرف ٹھہریگا اور جو دھوان قوت شہویہ اور حرص کی تاریکی سے اُٹھیگا وہ بدن کے بائین طرف ٹھہریگا اور ابو مسلم اصفہانی نے کہا ہی کہ ذِی ثَلٰثِ شُعَبٍ کے معنی یہ ہین کہ وہ دھوان تین صفتین رکھتا ہوگا یعنی ایک صفت اُسکی لَا ظَلِیْلٍ اور دوسری صفت اُسکی لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّھَبِ اور تیسری صفت اُسکی اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ لیکن اسکی صورت مین اِنَّھَا کی تانیث کے واسطے کوئی وجہ چاہیے کہ لفظ ظل کی جو اُسکا مرجع ہی وہ مذکر ہی لیکن یون کہہ سکتے ہین کہ ظل کو جو ذِی ثَلٰثِ شُعَبٍ کر کے موصوف کیا تو ان صفتون کے سبب سے جمع کے معنی اس مین پائے گئے تو معنون کی راہ سے وہ لفظ مؤنث ہوئی اسواسطے کہ جو جمع ہی وہ مؤنث کے حکم مین ہی اور بعضون نے یون کہا ہی کہ اِنَّھَا کی ضمیر شُعَبٍ کی طرف راجع ہی ظل کی طرف نہین ہے فقط اور جو ظل کا حال بیان فرمایا کہ ہرگز راحت اس سے حاصل نہوگی اور آگ کے شعلونکو دفع نہ کریگا اور اُسکی تعلیم کے مقام مین ترقی کے طور پر ارشاد فرمایا ہی کہ اسکے تینون شعبے بڑی بڑی چنگاریان پھینکینگے پھر ایسے سایہ سے نفع کی امید کس طرح رکھا چاہیے غرضکہ ہر طرح سے کافرون کا سایہ اُسدن مومنون کے سایہ کے خلاف ہوگا چنانچہ لَا ظَلِیْلٍ نہ منع کریگا یعنی نہ روکیگا وہ سایہ آفتاب کی گرمی کو یہ مشتق ہی ظل ظلیل سے جو عرب کا قول ہی یعنی سایہ بہت انبوہ کا ہی اور اُسمین سوراخ نہین جنکی راہ سے آفتاب کی شعاع پہونچتی ہی اور سایہ کے فائدہ مین نقصان کرتی ہی وَ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّھَبِ اور نہ دفع کریگا آگ کے شعلون سے کچھ یا اندر کی طپش کو جو پیاس کے غلبہ سے ہوگی اور سایہ مین انھین دو چیزون کا فائدہ ہی یعنی اوپر کی گرمی کو بچانا اور اندر کی سوزش کو تسکین دینا پھر جب یہ دونون چیزین اسمین نہووین تو گویا وہ سایہ ہی نہین ہی بلکہ دوزخ کی آگ کا دھوان ہی اور جو بدلی اور سائبان کی صورت دور سے نمودار ہوگا اسواسطے کہ اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ بیشک وہ دوزخ پھینکیگی بڑی بڑی چنگاریون کو کہ ہر ایک چنگاری اُسکی

طول اور عرض مین گالقصرِ جیسے بادشاہون اور امیرون کا محل کہ دنیا مین بہت
عمدہ سایہ انھین کے محل کا ہوتا ہی اور ہوا کی گرمی کے وقت کافر اکثر ایسے محلون اور مکانون
کی آرزو کیا کرتے تھے سو اُس وقت اُنکی وہ آرزو اس شکل سے سامنے آویگی اور جلدی اور
پے درپے آنے مین وہ چنگاریان کَاَنَّہٗ گویا کہ وہ چنگاریان جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝
زرد رنگ کے اونٹون کی قطار ہین کہ ایک کے بعد ایک جلدی چلے جاتے ہین اور دنیا
مین کافر جب جنگل مین یا سفر مین ہوتے تھے تو یہ بھی آرزو کرتے تھے کہ کاشکے بادشاہون
اور امیرون کی طرح ہمارے ساتھ بھی اونٹون کی قطار ہوتی اور اُسپر خیمے اور زنگیرے اور
سائبان لدے ہوے ہوتے کہ جہان چاہتے ہم وہان اُترتے اور اُنکے سایون مین
آرام کرتے چنانچہ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہین ع پہاڑ اور بن مین ماجز صاحب
نعمت نہین ہرگز * بنائے خوابگہ خیمے سے اپنے چاہے وہ جسجا * سو یہ آرزو بھی اس دن اس
صورت سے اُنکے آگے آویگی اور دونون قسم کا سایہ یعنی سفری اور مقامی اُنکے واسطے اُس
دھوین مین موجود ہوگا اور جمال جمل کی جمع ہی جمع کے معنون کی تاکید کے واسطے ے کو
زیادہ کر کے استعمال کرتے ہین اور جمالہ کہتے ہین چنانچہ حجارۃ جو حجر کی جمع ہی اسمین بھی
ے کو زیادہ کیا ہی اور جو قیامت کے دن پہلا تفرقہ اور امتیاز نیک و بد مین یہی ہوگا اور
جس جس چیز کے وقوع کا اُسدن وعدہ دیا گیا تھا اُنکا وقوع اور ظہور شروع ہوگا وَیْلٌ
یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ بڑی خرابی ہی اُسدن منکرون کے حال پر اسواسطے
کہ اول اس طرح کا رنج اور غم دیکھینگے اور دوسرے اس بات کو بوجھ لینگے کہ جو کچھ اُس
دن کی سختی اور مصیبت اور دہشت اور نیکون اور بدون مین جدائی کا احوال ہم سنتے تھے
وہ سب واقع ہونے والا ہی گویا اُسوقت تک اُسدن کی انکار کی حسرت مین اور اپنے
معتقدات کے بطلان مین سختی اور مصیبت کھینچی تھی اور اُسدن کے وقایع اور حادثون کی
فکر جو بہت ہی سخت اور مشکل ہی اُنکے گریبان حال کو پھاڑیگی اور سختی پر سختی زیادہ کریگی

چھٹی اُس دن کی سختی کی وجہ منکرون کے حق مین یہ ہوگی کہ جب کوئی شخص یکایک کسی
مصیبت مین پھنس جاتا ہی اور یہ بھی گمان ہوتا ہی کہ اسکے بعد دوسری مصیبت اس سے
بھی سخت اور آنے والی ہی تو سب کامون سے پہلے اُس مصیبت کے دفع کرنے اور آنے
والی کے روکنے مین دل وجان سے متوجہ ہوتا ہی اور اگر کوئی شخص کسی گناہ یا کسی چوری
مین پکڑا جاتا ہی تو پہلے چاہتا ہی کہ کسی تقریر سے اُسکا انکار کرون اور کوئی بات بنا کے
اس الزام کو اپنے اوپر سے دور کرون پھر جب دیکھتا ہی کہ انکار بن نہین پڑتا تو عذر
درپیش کرتا ہی کہ مجھسے تقصیر ہوئی تاکہ اُسکے مواخذہ سے درگذر کرین اور اپنی چرب زبانی
سے اس بلا سے خلاصی پاوے سو ہر شخص پہلے اسی طور سے دفع کرنا چاہتا ہی اسواسطے
کہ یہ طور دفع کا آسان ہی اور اسمین دوسرے کی طرف استعانت کی حاجت نہین پڑتی ہی سو کافر
بھی جب قیامت کی آمدنی دیکھینگے بلکہ اُسکی نشانیان بھی بعض دیکھینگے جیسے سایہ کی تقسیم
کہ ایماندارون کے واسطے یہ عزت ہوئی اور انکے واسطے ایسی کالی بلا درپیش ہوئی تو ارادہ
کرینگے کہ اپنے گناہون کے واسطے کوئی عذر درپیش کرین اور بعضے گناہون سے انکار
کر بیٹھین سو انکو اس تدبیر فریب آمیز سے بھی مایوس کردیتے ہین کہ هٰذَا یہ دن جسکا
اس کلام فیض انجام مین مذکور ہی اور اسی واسطے اُس دن کو حاضر قرار دیکے ساتھ
صیغہ اشارہ کے جو قریب متوسط کے واسطے ہی متعین فرمایا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ۝
ایسا دن ہی جسمین ہرگز دم نہ مارینگے اور بات نہ کرسکینگے کہ ہمسے ایسی کونسی تقصیر صادر
ہوئی ہی جسکے سبب سے ہمکو اس دھوئیں کے سایہ مین لیے جاتے ہین طرح طرح کے رنج اور
عذاب ہمکو دکھلاتے ہین نافع بن الارزق نے جو خارجیون کے علما سے ہی حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اس آیت مین حق تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ کافر
اُسدن بات نہ کرسکینگے اور دوسری آیتون مین اسکے خلاف ارشاد ہوا ہی چنانچہ سورہ
انعام مین ارشاد ہوا ہی کہ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ یعنی کہینگے کافر کہ قسم ہے

اللہ تعالی کی جو رب ہی ہمارا کہ نہ تھے ہم مشرک اور سورۂ زمر مین یون فرمایا ہی کہ ثُمَّ
اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ یعنی پھر تم ای کافرو حق تعالی کے روبرو
آپس مین جھگڑوگے تابع اپنے پیشواون کو ملامت کرینگے اور پیشوا اُنکے اپنے تابعدارون سے
بیزار ہونگے اور دوسری آیتون مین بھی کافرون کا بات کرنا اور جھوٹے عذر پیش کرنا
بہت مذکور ہی پھر ان آیتون کے مختلف مضمونون مین تطبیق کس طرح ہوسکتی ہی حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مقامات مختلف اور
مجلسین متعدد در پیش ہونگی سو بعضی جگھون اور بعضی مجلسون مین کافرون کو بات کرنے
کی ممانعت نہوگی سو اُن جگھون مین کچھ بیہودہ گوئی کرینگے اور بعضی جگھون اور بعضی
مجلسون مین اُنکو بات کرنے کا حکم نہ ہوگا سو وہان لب بھی نہ ہلا سکینگے بس ان مضمون کا
اختلاف زمانے اور وقتون کے اختلاف کے سبب سے ہی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ
نے اس خارجی کے جواب مین ایسا کہا ہی کہ جو کافر اور بدکار دلیل مضبوط اور عذر سننے
کے قابل نہ لاوینگے تو اُنکا بات کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہوا اور اسی طرح سے عذر
نامسموع کا پیش کرنا نہ کرنا دونون برابر ہی سو کسی جگہ پر انکی ظاہر بفایدہ گفتگو کے لحاظ
سے اُنکو بولتا ٹھہرایا ہی اور اُنکی واہیات اور پوچ باتین بیان فرمائی ہین اور بعضی جگہ پر
حقیقت اور اصل معنون پر لحاظ فرما کے اُنکو گونگا اور ساکت ٹھہرایا ہی تو اب ان دونون
مضمون مین تناقض اور اختلاف نہ رہا وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ اور نہ پروانگی
دیجاویگی اُنکو اپنے گناہون کے عذر کے بیان کرنے کی اسواسطے کہ یہ تو اول ہی معلوم
ہی کہ یہ لوگ کوئی عذر قابل سننے کے اپنے پاس نہین رکھتے ہین کچھ بفایدہ بکین گے
فَيَعْتَذِرُوْنَ پھر عذر بیان کرین اسواسطے کہ عذر صحیح مسموع اُنکے پاس نہین ہی
اور عذر واہی نامسموع وہان کوئی نہ سنے گا یہان پر موافق عربیت کے قاعدے کے ایک
اشکال مشہور ہی وہ یہ ہی کہ فیعتذروا کیون نہ فرمایا یعنی نون کو نصب کے سبب سے ساقط

کیون نہ کیا تاکہ نفی کا جواب ہوسکتا جس طرح وَلَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا مین واقع ہوا ہی
اور اس اشکال کا حل یہ ہو کہ اگر نون کو حذف کرکے ارشاد ہوتا تو معلوم ہوتا کہ ان کا عذر
کرنا اسی سبب سے تھا کہ اُنکو اجازت نہ ہوئی ورنہ عذر معقول اور مسموع انکے پاس موجود تھے
وہ درپیش کرتے اور حال یہ ہی کہ حقیقت مین ایسا نہین ہو بلکہ انکے پاس حقیقت مین کوئی
عذر نہین ہوگا تاکہ اُسپر اعتماد کرین اور اُسکو درپیش کرین سو کلمہ فے کا فَيَعْتَذِرُوْنَ مین
فقط عطف کے واسطے ہی بدون سببیت کے پھر جب سبب کا ثبوت نہ ہوا تو نفی کا جواب بھی
نہین ہوسکتا ہی اسواسطے کہ نفی کے جواب کے واسطے سببیت ضروری ہی حاصل کلام کا اُس
دن کافر اس قسم کی چاپلوسی اور بات بنانے سے اور حیلہ اور فریب سے بھی عاجز ہونگے
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ بڑی خرابی ہی اُسدن منکرونکی اسواسطے
کہ اُس دن کی مصیبتین دفع کرنے کے واسطے کوئی حیلہ اور تدبیر بھی نپاوینگے بلکہ بالکل مایوس
ہونگے اور ساتوین وجہ اُس دن کی سختی کی منکرون کے حق مین یہ ہوگی کہ جب سخن سازی
اور حیلہ بازی سے بھی مایوس ہونگے اور کسی طرح اُسدن کی مصیبتون اور سختیون سے
اپنا بچاؤ نہ دیکھینگے تب ناچار ہوکے اپنے ہم جنس اور بنی نوع کی طرف جھکینگے اور اس بلا سے
نجات کی تدبیر اُنسے پوچھینگے اور یہ خیال کرینگے کہ جسطرح دنیا مین سخت مصیبت اور شدت
مین پھنس جاتے اور اُسکے خلاصی کی کوئی تدبیر نہ سوجھنے کے وقت جو بڑے دانا اور زورآور
ہوتے تھے اُنسے التجا کرکے اُسکی خلاصی کی تدبیر پوچھ کے اس مصیبت سے بچاؤ کی کوئی تدبیر
کرلیتے تھے اسی طرح یہان بھی شاید اس مشکل کی کشایش اس حیلہ سے ہوسکے سو حق تعالیٰ
اُنکو اس تدبیر سے بھی مایوس اور ناامید کردیگا اور فرشتون کی زبان سے اُنکو یہ حکم پہنچے گا کہ
هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ج یہ دن فصل اور جدائی کا ہو برے لوگون اور اچھون سے
سو ہر چیز مین ہم جدائی اور امتیاز کرینگے ان دونون مین اور فصل اور جدائی بغیر نیکون اور
بدون کے ایک مکان اور ایک زمان مین جمع کرنے کے متصور اور ممکن نہین ہے

اسواسطے کہ جو معاملہ الٰہی کسی کے حق مین واقع ہووے اُسکو سب خاص وعام دیکھ لیوین
اور یہ بھی ہی کہ بعضے نیکون اور بدون کے حقوق آپس مین ایک کے دوسرے پر ثابت اور
متحقق ہین اور ہر ایک کا حق دوسرے سے دلوانا بدون حاضر ہونے مدعی اور مدعی علیہ کے
حکم کی مجلس مین ممکن نہین ہی اور یہ بھی ہی کہ بعضے نیکون اور بدون کا علاقہ مضبوط اور
زبردست دوسرے شخصون سے ثابت ہی اور وہ لوگ اس علاقہ کے سبب سے بڑی بڑی
امیدین اعانت اور شفاعت کی دوسرون سے رکھتے ہین جیسے قرابت نسبی اور سُسرالی
اور دوستی اور پیری اور مریدی اور اُستادی اور شاگردی اور پیشوائی اور پس روی اور
سوا اسکے اور جسطرح یہ علاقہ اپنے ہم عصرون سے رکھتے ہین اسی طرح اپنے اگلونسے بھی
رکھتے ہین بلکہ نسبی علاقہ اپنی نوع کے اول فرد سے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے متحقق
ہے اور اسی علاقہ کے سبب سے امداد اور اعانت کی امید رکھتے ہین اسی واسطے اول
وہلہ مین تمام مخلوقات حضرت آدم علیہ السلام کی طرف رجوع کرینگے اور کہینگے کہ تم ہمارے
سب کے باپ ہو اور ہم سب اس بلا مین مبتلا ہین ہماری خلاصی اور رہائی کی کوئی
تدبیر کرو کہ اس بلا سے ہمکو نجات ملے چنانچہ یہ مضمون حدیث صحیح سے ثابت ہی سو
بدون جمع کرنے اولین اور آخرین کے ایک مجلس اور ایک مکان اور ایک وقت مین
نیکون اور بدون مین ایسی جُدائی اور فصل کہ پھر وہ حکم کسی سعی اور سفارش اور
عرض معروض سے تغیر اور تبدل نہ پاوے ممکن اور متصور نہین ہی سو اسی واسطے
جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝ جمع کیا ہمنے تمکو اور اگلون کو اس واسطے
کہ بلا مین پھنسنے اور اُسکی دفع کے عاجز ہونے کے وقت اپنے اگلون کو ضرور یاد کرتے
کہ اگر ہمارے پیشوا اسوقت مین ہوتے تو وہ کسی تدبیر سے ہماری اس مصیبت اور
مشکل کو ٹالتے اور اسوقت مین ہمارے کام آتے چنانچہ بادشاہ اپنے ملک کے بندوبست
سے عاجز ہونے کے وقت سکندر اور تیمور کو یاد کرتے ہین اور وزیر لوگ ارسطو اور بزرجمہر کو

اور پہلوان رستم اور اسفندیار کو اور طبیب لوگ جالینوس اور بقراط کو اور نجومی ابوریحان
اور ابو معشر کو اور اسی طرح ہر فرقہ اپنے اگلون کے جنکے کمال کے معتقد ہین اپنی عاجزی
کے وقت یاد کرتے ہین اور ہر مشکل کو انکی قدرت اور کفایت پر حوالہ کرتے ہین یعنی یون
کہتے ہین کہ افسوس اسوقت فلانے نہ ہوئے تا کہ اس کام کو بخوبی سرانجام کو پہونچاتے سو
حق تعالی گویا فرماتا ہی کہ ہمنے تمھارے سب اگلون اور پچھلون کو اسوقت تمھارے سامنے
اکھٹا کیا ہی تا کہ اس دن کی مصیبتون سے خلاصی کی تدبیر کے لئے اگر انکی طرف رجوع
کرنا ہو تو کرو اور سب ملکی مشورہ کرکے کوئی بات نکالو فَاِنْ كَانَ لَكُمْ
كَيْدٌ پھر اگر ہووے واسطے تمھارے جینکی تمھارے پاس کوئی مکر اور حیلہ جسکے سبب
سے آج کی سختی تمسے دور ہو جاوے فَكِيْدُوْنِ ۝ پھر وہ حیلہ یا مکر ہمارے
ساتھ کرو اور دیکھو کہ وہ پیش جاتا ہی یا نہین سو جب کافر آپس مین دوڑ دھوپ کے
اس قسم کے حیلہ اور تدبیر سے بھی عاجز ہو جاوینگے وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ بڑی خرابی ہی اس دن منکرون کی کہ اسدن کی مصیبتین
دفع کرنے کے واسطے ہر حیلہ اور تدبیر سے عاجز اور مایوس ہونگے اور آٹھوین وجہ
اس دن کی سختی کی منکرون کے حق مین یہ ہوگی کہ جتنے انکے مخالف اور دشمن تھے
ان سب کو انکے سامنے طرح طرح کی عنایات اور مہربانی سے نوازینگے اور انکو یعنی
کافرون کو کہینگے کہ دیکھو اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بیشک جو لوگ ڈرتے تھے حق تعالی
سے اور قیامت کے دن سے اور اس خوف کے سبب سے جتنے گناہ اور بری چیزین
ہین سب سے پرہیز کرتے تھے اور بندگی اور عبادت مین ہمیشہ لگے رہتے تھے سو وہ
آج کے دن فِيْ ظِلٰلٍ عمدہ سایون مین ہین پہلے تو یعنی حشر کے میدان مین
رب العالمین کے عرش کے سایہ کے نیچے ہونگے پھر پل صراط سے گذرنے کے وقت
اپنے اپنے صدقون اور خیراتون کے سایہ کے نیچے ہونگے یہان تک کہ اگر کسی نے آدھا

ع ۱۰ ۱۴

خرما خدا کی راہ مین دیا ہوگا تو اُس دن وہی آدھا خرما اُسکے کام آویگا اور دوزخ کی آگ کی لپک سے اسکے واسطے ڈھال ہوجاویگا اور اسکو بچاویگا پھر جب بہشت مین داخل ہونگے تو طوبیٰ اور دوسرے بہشت کے درختون کے سایہ کے نیچے ہونگے پھر جب اپنے ٹھکانون اور مکانون مین داخل ہونگے تو وہان اپنے محلون کے اور غرفون کے تختون کے سایہ مین ہونگے وَّعُیُوْنٍ اور جاری چشمون مین ایسے چشمے کہ کسی سے کافور کی خوشبو آتی ہی اور کسی مین سونٹھ کا مزا ہوگا اور کسی کا نام تسنیم ہوگا سو ان چشمون کے سبب سے انکو ہرگز پیاس نہوگی بخلاف تمھارے کہ آگ کے دھوین کا سایہ تمھاری تشنگی اور سوزش کو اور بھی زیادہ کر رہا ہی وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ اور میوون مین اس قسم کی چیزین کہ انکے دل رغبت رکھتے ہین کھٹے اور میٹھے اور سرد اور گرم اور سرد سیری اور گرم سیری بہار کے اور خزان کے گدر اور پکے سب وہان موجود ہونگے تاکہ اُن میوون کے سبب بھوک کی گرمی انکے باطن مین بھی اثر نہ کرے بس انکی ہوا اور انکا پانی اور اسکے میوے ہر ایک انکی گرمی کے دفع کرنے کے واسطے ایک دوسرے کے مدد اور معاون ہین بخلاف تمھارے کہ میوون کے عوض مین دوزخ کی آگ کے انگارے ہین اور اندر اور باہر سے گرمی اور جلن کی زیادتی ہی اور یہ سب تفرقہ اور جدائی اسواسطے ہی کہ تم لوگون نے اسدن کے شک اور انکار کی گرمی کو اپنے دل مین جگہ دی اور اُن لوگون نے یعنی مومنین نے یقین کی ٹھنڈک سے اپنے دل کو چین مین رکھا سو اب یہان ہر شخص کو وہی پیش آیا جو اُسنے اختیار کیا تھا اور متقیون کے حق مین علاوہ ان سب باتون کی یہ زیادتی ہوگی کہ مہمانو نکی طرح تکریم اور تعظیم انکی ہوگی اور بار بار کھانے پینے کے واسطے تاکید اور تحریص کرینگے اور کہینگے کہ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا کھاؤ اور پیو گوارا ہو جیو اور پچ جا ئیو تمکو بخلاف دنیا کے کھانے اور پینے کے کہ وہان ثقل اور بدہضمی اور ہیضہ کا خوف پیچھے لگا ہوا تھا اور

یہ کھانا اور پینا تمہارے واسطے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ عوض مین اسکے ہی جو
تم عمل کرتے تھے چنانچہ گرمیون مین روزے رکھتے تھے اور خدا کے واسطے روزے کے دنون
مین بھوکے پیاسے رہتے تھے اور اچھے اچھے کھانے اللہ تعالی کی راہ مین فقیرون محتاجونکو
کھلاتے تھے اور ٹھنڈا میٹھا پانی مسکین روزہ دارونکو پلاتے تھے اور وہ عمل تمھارے
دنیا مین اگرچہ چندروزہ تھے انکی عوض مین اسقدر جزا تمھارے خیال مین نہین آتی تھی
لیکن ہماری عادت ایسی ہی کہ جسکو جزا کی منفعت پہونچایا چاہتے ہین تو اُسکو اسی طرح
وہ چیز جسمین نقصان کا نام بھی نہووے اور کمال کے ایسے اعلی مرتبے کو پونہچے کہ اس سے
زیادہ متصور نہووے عنایت کرتے ہین اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝
بیشک ہم اسی طرح بدلا دیتے ہین نیکو کارون کو کہ ایک کے عوض مین دس بلکہ سات سو
تک بلکہ اس سے بھی زیادہ عنایت کرتے ہین ہم اور فانی چیز کے عوض مین جو باقی اور
دائم ہی اور ناقص کے عوض مین کامل عنایت فرماتے ہین ہم ان باتون کے سننے کے سبب سے
متقیون پرہیزگارون کو خوشی زیادہ ہوگی اور اکرام عقلی ساتھ اکرام حسّی کے جمع ہوگا اور انکو
یقین ہوگا کہ ہمارے سب کام مقبول ہوے اور اسکا یہ ثمرہ ظاہر ہوا ہی اور جو اس حال کے
منکر لوگ دور سے اس حال کے دیکھنے سے یا اس کلام ارشاد نظام کے سُننے سے معلوم
کرینگے تو وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ بڑی خرابی ہی اس دن منکرونکی
اس سبب سے کہ انکو معلوم ہوگا کہ متقی لوگ روز جزا کے معتقد ہونے کے سبب سے اس
نوازش سے سرفراز ہوئے اور ہم لوگ اس روز کے انکار سے اس رنج اور مصیبت مین
گرفتار ہوئے اور نوین وجہ اُس دن کے عذاب کی منکرون کو یہ ہوگی کہ دنیا مین
قیامت کے انکار کرنے کے سبب سے طرح طرح کے کھانے اور پینے کی لذتون کے مزے
اڑاتے تھے اور اس امر مین بہت اسراف اور بیباکی کرتے تھے اور جب متقی پرہیزگارونکو
دیکھتے تھے کہ قیامت کے خوف سے دنیا کی اچھی مزیدار چیزون سے کنارہ کش ہین اور

اسکی لذت سے فائدہ نہین اوٹھاتے ہین تب اپنے دل مین کہتے ہین کہ اسی عقیدے نے
ان لوگون کو دنیا کی لذتون سے محروم رکھا ہی سو یہ بڑے نادان ہین ہم لوگ بہت خوب
سوچے ہین کہ اس عقیدے کے معتقد ہی نہین بلکہ اس سے ہم بیزار ہین اسی سبب سے
دنیا کی نعمتون کی لذتین اُڑاتے ہین اور خاطر خواہ چین کرتے ہین سو قیامت کے دن
انسے کہا جاویگا **کُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا** کھاؤ اور فائدہ لو دنیا کے حرام اور حلال سے
بیباک اور بے دہشت ہوکے اور صیغہ امر کا اس جگہ پر ماضی کے معنون مین ہی اور یہ عرب
کا قاعدہ ہی کہ جب فعل ماضی کو ایسے مقام مین ذکر کرتے ہین جہان اس بات کا بیان
کرنا منظور ہوتا ہی کہ یہ کام امر اور نہی کی لیاقت رکھتا ہی تو اسکو امر اور نہی کے صیغہ سے
بیان کرتے ہین چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی **شعر اِخْوَتِی لَا یَبْعُدُوْا اَبَدًا +
وَبَلٰی وَاللّٰہِ قَدْ بَعُدُوْا** یعنی بھائی میرے نہ دور ہووین یعنی نہ دور ہوئے کبھی اور
بستیان اللہ کی تحقیق دور ہین حاصل کلام یہ ہی کہ دنیا مین تمنے کھایا اور پیا اور فائدہ لیا
قَلِیْلًا تھوڑے دنون یعنی اپنی عمر بھر سو وہ تمھارا کھانا اور پینا اور بہرہ مند ہونا ایماندار
متقیون کی نسبت سے کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا ہی اسواسطے کہ انکے پرورش کے زمانے
کی اُمید کی طرف انتہا نہین ہی اور منتہی ہونے والی چیز کو غیر منتہی کے ساتھ کیا نسبت ہی
سو تمنے قدر قلیل فائدہ کو جو خالص اور کامل بھی نہ تھا عوض مین ایسے عمدہ منافع کے
اختیار کیا کہ کامل اور دائم اور غیر منتہی ہی اور ایسی عمدہ چیز کو ہاتھ سے دیکر ایسی
ناقص کو خرید کیا اسی واسطے کہا جاتا ہی کہ **اِنَّکُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝** بے شک
تم لوگ گنہگار ہو چنانچہ اس کھانے اور پینے اور فائدہ لینے کو بھی تمنے گناہ مین
صرف کیا سو یہ اور بھی عذاب کی زیادتی کا سبب پڑا اور جب کافرون کو اس بات کی
خبر ہوگی کہ قیامت کے انکار کرنے کے سبب سے دنیا کا کھانا پینا اور عیش و عشرت
کرنا سب ہمارے حق مین زہر قاتل ہو گیا اور جو کچھ ہمنے کھایا اور پیا تھا وہ سب